قادیانیت کی حقیقت

(سلسلہ رسائل ردِّ قادیانیت)

تالیف

محدث علامہ شیخ محمد ابوالقاسم سیف بن محمد سعید بنارسی

(وفات: ۱۳۶۹ھ ۱۹۴۹ء)

تحقیق و تعلیق

عبدالأحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

قادیانیت کی حقیقت

(سلسلہ رسائل ردِّ قادیانیت)

تالیف

محدث علامہ شیخ محمد ابو القاسم سیف بن محمد سعید بنارسی

(وفات: ۱۳۶۹ھ ۱۹۴۹ء)

تحقیق و تعلیق

عبد الأحد احسن جمیل آل عبد الرحمٰن

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

نام کتاب	:	قادیانیت کی حقیقت (سلسلہ رسائل ردِّ قادیانیت)
تالیف	:	محدث علامہ شیخ محمد ابوالقاسم سیف بن محمد سعید بنارسی
تحقیق وتعلیق	:	عبدالأحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن
طباعت	:	A1 گرافکس اسٹوڈیو: 9819189965-91+
طبع اول	:	مئی ۲۰۱۹ء = رمضان ۱۴۴۰ھ
ناشر	:	صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی
صفحات	:	(۴۸۸)

ملنے کے پتے

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی: ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی -۷۰ ٹیلیفون: 022-26520077
  ویب سائٹ: www.ahlehadeesmumbai.org
- دفتر ضلعی جمعیت اہل حدیث، بنارس
- دفتر اتحاد ابناء السلفیہ، بنارس
- جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی: فون: 225071 / 226526
- مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ اسکول، مہاڈ ناکہ کھیڈ، ضلع رتناگری-415709. فون نمبر: 02356-264455

فہرست موضوعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست موضوعات ____ 3
عرض ناشر ____ 21
پیش لفظ ____ 25
مقدمہ ____ 31
تقدیم ____ 43
مقدمۃ المحقق ____ 49
غلام احمد قادیانی ____ 50
ان رسائل کی اہمیت ____ 55
منصوبہ اور طریقۂ کار ____ 55
کلمات تشکر ____ 59
علامہ سیف بنارسی حیات وخدمات ____ 61
علامہ رحمہ اللہ کے والد گرامی ____ 62
نام ونسب اور کنیت ____ 62
ولادت باسعادت ____ 63
خاندان ____ 64
سن رشد، تعلیم وتربیت اور اساتذہ ____ 66
درس وتدریس ____ 69

فضائل وشمائل ___ 70
وسعتِ علم ___ 70
فریضۂ حج ___ 71
دینی حمیت وغیرت ___ 73
تبلیغی مشن ___ 76
آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ___ 78
اہل حدیث لیگ ___ 78
جمعیت علماء ہند ___ 79
میدانِ مناظرہ ___ 80
صحافت ومضمون نگاری ___ 81
مکتبہ سعیدیہ (یا) کتب خانہ سعیدیہ ___ 82
تلامذہ ___ 82
تصانیف ___ 83
شادی واولاد ___ 99
سلسلۂ علالت اور عمر کا آخری حصہ ___ 100
کیفیت مرض اور سفر آخرت ___ 102
تجہیز وتکفین ___ 104
تمہیدی مقالات ___ 107
بنارس میں قادیانی تحریک ___ 108

جماعت احمدیہ کے اصول ____ 110

اصل کتاب ____ 113

مرزا غلام احمد قادیانی کے بعض دعاوی اور الہامات ____ 115

عقیدہ ختم نبوت اور عقیدہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کی اہمیت ____ 116

وقتاً فوقتاً دجال کے وارثین (نبوت کے دعوے داروں) کا ظہور ____ 118

فتنۂ قادیانیت شہر بنارس کے لئے جدید فتنہ ____ 118

مرزا قادیانی کے بعض دعاوی ____ 118

مرزا قادیانی کی بعض پیش گوئیاں اور ان کی حقیقت ____ 124

پہلی پیش گوئی ____ 124

دوسری پیش گوئی ____ 127

تیسری پیش گوئی ____ 128

چوتھی پیش گوئی ____ 129

پانچویں پیش گوئی ____ 130

چھٹی پیش گوئی ____ 130

ٹریکٹ (۲)

اظہارِ حقیقت ____ 133

بانی فرقۂ قادیانیہ ____ 134

ضروری مسئلے ____ 137

مسائل مذکورہ کی حقیقت ____ 137

عیسیٰ علیہ السلام کا حج ________ 144

مختصر فہرست دلائل حیات عیسیٰ علیہ السلام ________ 148

مولانا ثناءاللہ صاحب کے ساتھ مرزا کا آخری فیصلہ ________ 153

مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ کا اشتہار محض برائے دعا تھا

مباہلہ نہیں، اور مرزا کی یہ دعا قبول بھی ہوگئی ________ 153

مرزا غلام احمد کا اعتراف نزول مسیح اور مسئلہ ختم نبوت ________ 155

پرستاران پیر کادیان کی چالیں ________ 156

مرزا قادیانی کا عارضہ سلسل بول اور مراق ________ 162

ختم نبوت ________ 167

مرزا قادیانی کا کفر والحاد ________ 182

ثناء رحمانی بر قضاء قادیانی (یا) قضاء ربانی بر دعائے قادیانی

یعنی الٰہی فیصلہ ________ 185

قادیانی کی مولانا ثناءاللہ امرتسری کے خلاف زہر افشانی کا

سبب ان کے مؤاخذات ________ 186

قادیانی خود اپنے منہ جھوٹا ________ 187

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اپنے عمل سے قادیانی کو جھوٹا

ثابت کردیا ________ 188

قادیانی کا مولانا ثناءاللہ کے قادیان پہنچنے کا اقرار ________ 188

مولانا ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ ________ 189

اشتہار مذکور پر انعامی مباحثہ ______ 192
قابل غور ______ 193
لاہوری ٹریکٹ ______ 194
مرزا کی دعا محض بطور فیصلہ طلبی تھی نہ کہ مباہلہ ______ 194
اعذار خمسہ ______ 195
عذر اول ______ 195
عذر اول کا جواب اول ______ 195
عذر اول کا جواب دوم ______ 195
عذر اول کا جواب سوم ______ 196
ازالۂ شبہ ______ 197
دوسرا عذر ______ 197
عذر دوم کا جواب اول ______ 197
عذر دوم کا جواب دوم ______ 198
عذر دوم کا جواب سوم ______ 198
عذر دوم کا جواب چہارم ______ 199
دفع دخل ______ 199
عذر دوم کا جواب پنجم ______ 200
تیسرا عذر ______ 200
عذر سوم کا جواب اول ______ 201

عذر سوم کا جواب دوم ____ 201
عذر سوم کا جواب سوم ____ 201
ازالۂ شبہ ____ 201
عذر سوم کا جواب چہارم ____ 202
عذر سوم کا جواب پنجم ____ 202
چوتھا عذر ____ 203
عذر چہارم کا جواب اول ____ 203
عذر چہارم کا جواب دوم ____ 203
عذر چہارم کا جواب سوم ____ 204
عذر چہارم کا جواب چہارم ____ 205
عذر چہارم کا جواب پنجم ____ 205
عذر چہارم کا جواب ششم ____ 205
پانچواں عذر ____ 206
عذر پنجم کا جواب ____ 206

ٹریکٹ (۵)

قادیانی کے بعض جوابات پر ایک نظر ____ 209
جواب سوال اول ____ 211
جواب سوال دوم ____ 211
جواب سوال سوم ____ 211

مسلمانوں کا عقیدہ صدر اول سے لے کر آج تک ____ 212
وہ احادیث جن میں خاتم النبیین کے معنی ذکر ہوئے ہیں ____ 213
علماء امت کا عقیدہ نبوت پر اجماع ____ 218
اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر ''لا نبی بعدہ'' اور اس کی
حقیقت ____ 225
حدیث ''لو عاش ابراہیم لکان صدیقا نبیا'' کی حقیقت ____ 229
اولیاء اللہ اور علماء امت پر قادیانی کے شرمناک بہتان ____ 232
قادیانی کی شرمناک حرکت ''قرآنی آیات میں تحریف''
اور اس کی چند مثالیں ____ 236

ٹریکٹ (۶)

جوابِ دعوت ____ 241
ناشر ''دعوت الی الحق'' کی ناکام کوشش ____ 242
احادیث رسول کے ساتھ تمسخر واستہزاء قادیانی اور قادیانیوں
کی علامت اور پہچان ____ 242
لفظ ''توفی'' اور اس کے معانی ____ 244
لفظ ''رفع'' اور اس کے معانی ____ 247
نبی ﷺ کا زیر زمین مدفون ہونا کمال عزت ہے ____ 252
لفظ ''نزول'' اور اس کے معانی ____ 253
سچے مسیح علیہ السلام اور جھوٹے قادیانی میں فرق ____ 260

احادیث صحیحہ سے قادیانی کے جھوٹ کا ثبوت ___ 263
''یا اخت ھارون'' کی صحیح تفسیر ''صحیح مسلم'' کی حدیث سے ___ 265
''انکن صواحب یوسف'' کی تشریح ___ 266
ابو کبشہ نبی ﷺ کے رضاعی والد ___ 267
پوری انسانیت کو یہودی ہونے کے قادیانی دعوے کا رد ___ 268
حدیث ''ان ینزل'' کا مخاطب کون؟ ___ 270
''یکسر الصلیب'' کے معنی کی وضاحت ___ 271
''یقتل الخنزیر'' کے معنی کی وضاحت ___ 273
''قبل موتہ'' میں ''ہ'' ضمیر کے مرجع کی تعیین اور ابن عباس
رضی اللہ عنہ کی قراءت ''قبل موتہم'' کی حقیقت ___ 276
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اتہام ___ 279
کیا حیات مسیح کا عقیدہ نصرانی ہے؟ ___ 279
مسلمانوں پر عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی کی طرح ''حی و قیوم''
ماننے کا اتہام ___ 280
ٹریکٹ (۷)
معیارِ نبوت ___ 283
بعثت انبیاء ورسل پر ان کی قوموں کے اعتراضات ___ 285
معیارِ نبوت ___ 290
معیارِ نبوت کیا ہے؟ ___ 291

حضرت یونس علیہ السلام کا وعدہ ______ 292

سچے نبیوں کی پیش گوئیاں ہمیشہ پوری ہوتی ہیں ______ 293

نبی کریم ﷺ کی پیش گوئیوں کے چند نمونے ______ 293

مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں اور ان کے انجام کا چند نمونہ ______ 297

ٹریکٹ (۸و۹و۱۰و۱۱)

نورِ اسلام بجواب ظہورِ امام (۲و۳و۴و۵) ______ 301

مرزا قادیانی کے مریدوں کی گستاخ طرازیوں کا تازہ نمونہ ______ 302

وفائے عہد ______ 305

شکوۂ بے جا ______ 306

اختلاف بیانی ______ 306

تفاسیر سے متعلق ______ 306

احادیث سے متعلق ______ 307

بزرگانِ سلف پر اتہام ______ 308

صحابۂ کرام ______ 309

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا عقیدۂ ختم نبوت ______ 311

حسن رضی اللہ عنہ کا عقیدۂ ختم نبوت ______ 314

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدۂ ختم نبوت ______ 315

امام مالک رحمہ اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت ______ 316

امام بخاری رحمہ اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت ______ 316

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت 317
امام شافعی رحمہ اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت 317
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت 318
ابوعبداللہ مالکی رحمہ اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت 318
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت 319
امام ابن قیم رحمہ اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت 319
امام ابن حزم رحمہ اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت 321
ابن عربی کا عقیدۂ ختم نبوت 322
جبائی معتزلی کا عقیدۂ ختم نبوت 322
شامی حنفی کا عقیدۂ ختم نبوت 323
ملا علی قاری کا عقیدۂ ختم نبوت 323
خواجہ محمد پارسا کا عقیدۂ ختم نبوت 324
داتا گنج بخش کا عقیدۂ ختم نبوت 324
حافظ محمد صاحب کا عقیدۂ ختم نبوت 325
علمی مرحوم کا عقیدۂ ختم نبوت 325
وغیرہ کی حقیقت 326
مجدد الف ثانی کا عقیدۂ ختم نبوت 326
پیران پیر کا عقیدۂ ختم نبوت 326
خواجہ اجمیری کا عقیدۂ ختم نبوت 326

شیخ صابری کا عقیدۂ ختم نبوت ____ 326
معروف کرخی کا عقیدۂ ختم نبوت ____ 327
شیخ عطار کا عقیدۂ ختم نبوت ____ 327
مولانا روم کا عقیدۂ ختم نبوت ____ 327
شاہ ولی اللہ کا عقیدۂ ختم نبوت ____ 327
شاہ رفیع الدین کا عقیدۂ ختم نبوت ____ 327
شاہ عبد القادر کا عقیدۂ ختم نبوت ____ 328
آغاز جواب ____ 328
مجاہد کی اصولی بات پر ایک نظر ____ 328
پہلا مغالطہ ____ 328
دوسرا مغالطہ ____ 329
تیسرا مغالطہ ____ 329
چوتھا مغالطہ ____ 330
پانچواں مغالطہ ____ 330
مجاہد کے جوابات کی حقیقت ____ 331
بحث آیات ____ 331
جواب دلیل نمبر (۱) ____ 331
صلب کے معنی ____ 332
رفع کے معنی ____ 333

جواب دلیل نمبر (۲) ____ 334
جواب دلیل نمبر (۳) ____ 340
جواب دلیل نمبر (۴) ____ 343
جواب دلیل نمبر (۵) ____ 346
تاریخی امور میں قیاس ____ 350
کفِ قوم وکفِ ید ____ 351
نتیجہ ____ 351
مجاہد کا میدان سے فرار ____ 352
بحث احادیث ____ 352
جواب دلیل نمبر (۶) ____ 352
جواب دلیل نمبر (۷) ____ 355
مصری نسخہ میں تحریف ____ 358
محدثین کا طرزِ عمل ____ 359
حدیث بیہقی ____ 362
''من السماء'' کا لفظ دیگر کتب حدیث میں ____ 364
جواب دلیل نمبر (۸) ____ 366
جواب دلیل نمبر (۹) ____ 370
حدیث ''عیسیٰ لم یمت'' کے راوی کا نام ____ 372
کتب تفاسیر ____ 372

جواب دلیل نمبر (۱۰) ____ 375
مرزا صاحب کا حدیث مذکور کو ماننا ____ 377
جواب دلیل نمبر (۱۱) ____ 385
توہین انبیاء کرام ____ 387
معذرت ____ 388
قادیانی ٹریکٹ (۳) کی حقیقت ____ 390
قادیانی ٹریکٹ (۴) کی حقیقت اور اس کا جواب ____ 392
آہ نادر شاہ کہاں گیا ____ 394
مدن پورہ کا اشتہار ____ 396
مجاہد کے اشتہار کا جواب ____ 397
مجاہد کے جھوٹ کی فہرست ____ 397
مدن پورہ کے اشتہار کا جواب ____ 400
تین باتوں پر نظر ____ 403
مجاہد کی تثلیث ____ 403
احادیث وفات عیسیٰ کا حال ____ 404
پہلی روایت ____ 404
دوسری روایت ____ 407
تیسری روایت ____ 408
چوتھی روایت ____ 409

حضرت عیسیٰ کے رنگ وحلیہ کے اختلاف کی حدیثیں ______ 410
پانچویں روایت ______ 411
چھٹی روایت ______ 412
قادیانی دوورقی ٹریکٹ نمبر (۵) کا جواب اوراس کی حقیقت ______ 414
گھر کے گواہ ______ 416
اصل حقیقت ______ 418
ٹریکٹ (۱۲)
دفعِ اوہام ازظہورِامام ______ 421
ظہورِامام میں بارہ آیتوں کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام کے وفات
کی ناکام کوشش ______ 422
پہلی آیت ''ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین'' سے استدلال
اوراس کا جواب ______ 425
دوسری آیت ''فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون'' سے
استدلال اوراس کا جواب ______ 427
تیسری آیت ''وما محمد الا رسول'' الخ سے استدلال
اوراس کا جواب ______ 428
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لے کر مسلمانوں کو دھوکہ
دینے کی ناکام کوشش ______ 432
ضمنی آیات

۱۔ ’’اِنھم میتون‘‘ سے استدلال اوراس کا جواب — 433

۲۔ ’’وماجعلنا لبشر من قبلک الخلد‘‘ سے استدلال
اوراس کا جواب — 433

۳۔ ’’وما أرسلنا قبلک من المرسلین اِلا اِنھم لیأ کلون الطعام‘‘ الخ
سے استدلال اوراس کا جواب — 434

۴۔ ’’ماالمسیح ابن اِلا رسول‘‘ الخ سے استدلال اوراس کا جواب — 435

چوتھی آیت ’’والذین یدعون من دون اللہ‘‘ سے استدلال
اوراس کا جواب — 435

پانچویں آیت ’’وقال شرکاؤھم ماکنتم اِیانا تعبدون‘‘ سے
استدلال اوراس کا جواب — 438

چھٹی آیت ’’أو ترقی في السماء‘‘ سے استدلال اوراس کا جواب — 440

ساتویں اورآٹھویں آیت ’’یاعیسی اِني متوفیک‘‘ الخ، فلما توفیتني
سے استدلال اوراس کا جواب — 442

خاتمہ — 446

بارقۃ السیف — 447

قسط اول: العاقب — 448

قسط دوم: موتِ جاہلیت — 451

قسط سوم: لیؤمنن بہ قبل موتہ — 454

قسط چہارم: انقطاع نبوت — 457

قسط پنجم: حیات عیسیٰ ____ 462
قسط ششم: ریش وبروت ____ 465
قسط ہفتم: ''لانبي بعدي'' ____ 471
''فبأي حديث بعد الله وآياته يؤمنون'' کی صحیح تفسیر ____ 473
قسط ہشتم: امکانِ نبوت کی تردید ____ 480

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خير خلقه محمد خاتم النبيين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

نبی ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے اب کسی نبی اور شریعت کا تصور باقی نہیں۔ جس اسلامِ عظیم ومعصوم اور فطری دین کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اللہ تعالی نے حجۃ الوداع میں اس کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ:۳)، اب نہ تکمیل دین کا کام باقی رہا نہ کسی نبی وشریعت کی ضرورت باقی ہے۔ ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (الاحزاب:۴۰) دین اسلام مکمل ہے اور محمد ﷺ قیامت تک کے لئے آخری نبی ہیں، اس کا اعلان ہو جانے کے بعد ساری انسانیت آپ کی امت میں داخل ہوگئی، اب امت کے کسی فرد بشر کے لئے خواہ اس کا تعلق کسی بھی قدیم وجدید مذہب سے ہو اگر اس کو آپ ﷺ کی رسالت پہنچ گئی تو اس کے لئے نبوت محمدی پر ایمان وتصدیق کے سوا کوئی چارہ نہیں، اگر وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے بغیر مر گیا تو اس کی نجات نہیں ہو سکتی، نبی آخر الزماں ﷺ کا فرمان ہے: "والذي نفس محمد بيده، لا يسمع بي أحد من هذه الأمة يهودي، ولا نصراني، ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به، إلا كان من أصحاب النار" (مسلم)۔

اسلام مکمل ہو گیا، محمد ﷺ نبوت کی عمارت میں آخری اینٹ ہیں، آپ کے بعد

کوئی نبی نہیں آئے گا، اب انبیاء کی نیابت علماء کریں گے ''اِن العلماء ورثۃ الأنبیاء'' ہر طرح کے فتنوں سے امت کی حفاظت اللہ کے فضل سے علماء کے واسطوں سے ہوگی، تکمیل دین کی سچائی تسلیم کرنے کے باوجود امت کا ایک طبقہ عقیدہ وعمل میں بدعات کے فتنوں میں مبتلا ہوا اس طرح ختم نبوت کا عقیدہ رکھنے کے باوجود تاویلات وشبہات کا شکار ہوکر مسلمانوں کا ایک طبقہ جھوٹے مدعیان نبوت کے جال میں پھنس گیا ﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ☆ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ﴾ (هود: ۱۱۸۔۱۱۹) حالانکہ کتاب وسنت میں بصراحت امت میں فرقوں کی کثرت اور ان کی تباہ کاریوں سے خبردار کیا گیا ہے اور اس بات سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ ایک بڑی تعداد میں نبوت کے جھوٹے دعویدار پیدا ہوں گے، امت میں دورِ صحابہ سے لے کر اب تک حسب پیشین گوئی کثرت سے نبوت کے جھوٹے دعویدار ہوئے اس سلسلہ کی ایک ناپاک کڑی ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت بھی ہے، اس نے اپنے کو نبی اور اپنے متبعین کو ایک مستقل امت قرار دیا، لیکن جس طرح دورِ سلف میں نبوت کے جھوٹے دعویداروں کو صحابہ نے انہیں آخری انجام تک پہنچایا اسی طرح ان کے نہج پر چلنے والے علماء نے ہر دور کے کذابوں اور دجالوں کا مقابلہ کیا، دورِ حاضر کے اس جھوٹے نبی مرزا قادیانی اور فرقۂ قادیانیت کے فتنے کو بھی انہوں نے طشت از بام کیا اور بدلائل اس کے کذبات ومزعومات باطلہ کی قلعی کھول دی۔

ردِ قادیانیت پر علامہ سیف بنارسی رحمہ اللہ سلسلہ وار مدلل رسائل شائع کرتے رہے آپ نے اس طرح بنارس میں قادیانیت کے جڑ پکڑتے فتنہ کو اکھاڑ پھینکا، فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیرا، انہیں رسائل کا مجموعہ ''قادیانیت کی حقیقت'' کے نام سے شائع کیا جارہا ہے، یہ کوشش دراصل علامہ سیف بنارسی کی تصنیفات کو منظرِ عام پر لانے کا ایک حصہ ہے

جس کے لئے عزیز فاضل شیخ عبدالاحد احسن جمیل مدنی حفظہ اللہ پرعزم ہیں اور ان کی کئی کتابوں کو منظرِ عام پر لا کر یہ سلسلہ زریں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ علامہ کے وہ رسائل جو رد قادیانیت پر مشتمل ہیں انہیں آپ نے جمع کیا، ان پر محققانہ ترتیب وتدوین وتعلیق کا قابل قدر کام کیا، اللہ تعالی عزیز مکرم کو جزائے خیر اور علم وعمل میں برکت دے۔

بنارس میں ابنائے جامعہ سلفیہ بنارس کے اجلاس منعقدہ ۲۸-۲۹ رنومبر ۲۰۱۸ء میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی اسی اجلاس میں استاذ محترم شیخ احسن جمیل مدنی بنارسی حفظہ اللہ وتولاہ نے رد قادیانیت پر علامہ سیف بنارسی کے رسائل شائع کرنے کا ذکر خیر کیا، بلکہ آپ نے خواہش ظاہر کی کہ اگر آپ اسے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی سے شائع کریں تو زیادہ مفید ہوگا، وہاں سے آپ لوگ مستقل اہم ترین کتابوں کو شائع کرتے رہتے ہیں مولانا محترم کی اس پیشکش کو جو ختم نبوت کے اثبات واہتمام اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کا بڑا مشن ہے اس میں شرکت باعث سعادت مندی سمجھتے ہوئے بمشورہ ذمہ داران واحباب جماعت قبول کرلیا۔ اور اللہ تعالی سے اس کی اشاعت کی توفیق طلب کی، وما توفيقي إلا بالله۔

اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ وہ اس عظیم علمی وتاریخی دستاویز کی تصنیف، تحقیق وتعلیق اور اشاعت کے تمام مرحلوں کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

رد قادیانیت پر اس علمی دستاویز کے ساتھ ابتداء میں علامہ سیف بنارسی رحمہ اللہ کا ایک بیش قیمت معلوماتی ترجمہ بھی ہے، جسے محقق فاضل نے شامل کیا ہے۔ اور یہ بھی کافی اہم تھا کیوں کہ علامہ کی شخصیت اور ان کی خدمات وکارناموں سے ہمیں موجودہ دور تعصب وفتن میں آگاہ رہنا زیادہ ضروری ہے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　　گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

علامہ سیف بناری کا مقام جاننے کے لئے شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا ان پر یہ اعتماد ہی کافی ہے کہ جب بنارس کے عمائدین جماعت نے ان سے وہاں کے بہت سارے فتنوں کے بارے میں شکایت کی اور آنے کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا: ''یوپی، بہار، بنگال اور بنارس میں اسلام اور سلفیت کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کے دفع اور دندان شکن جواب دینے کے لئے ابوالقاسم سیف بناری کافی ہیں''۔

علامہ سیف بناری رحمہ اللہ درحقیقت ہندوستانی مسلمان بالخصوص اہل بنارس کے لئے ایسے عالم ربانی کے مصداق تھے جو اگر اہل شہر وبلد کو میسر نہ ہوں تو بقولِ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایسی جگہ رہنا صحیح نہیں، فرماتے ہیں: ''لا تسكنن بلداً لا يكون فيه عالم يفتيك عن دينك '' اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ ایسے ہی علماء ربانی سے سرفراز فرمائے اور ان سے وابستہ رہنے کی توفیق دے۔

ہمارے رب تو ان رسائل کے مصنف، محقق اور اس کی اشاعت پر تعاون کرنے والے اور تمام علماء واحباب کی کوششوں کو قبول فرما، قادیانیت اور دیگر فتنوں کی گمراہی سے بچنے کے لئے ہمیں اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور حسب استطاعت ہر طرح کے فتنوں کے خلاف نبرد آزمائی کا حوصلہ وعزم دے۔

وصلى الله على نبينا محمد وبارك وسلم۔

اخوکم

عبدالسلام سلفی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۴رمئی ۲۰۱۹ء

۲۸رشعبان ۱۴۴۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نحمده و نصلي على رسوله الكريم، امابعد:

اسلامی عقائد میں ایک اہم عقیدہ ختم نبوت کا ہے جو عقیدۂ رسالت کے ساتھ لگا ہوا اور اسی کی طرح اہم ہے، یہ عقیدہ اس بات کی گواہی اور اعلان ہے کہ پیارے نبی جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں تشریف لانے والے اللہ کے آخری نبی ورسول ہیں، آپ نبیوں کے سلسلہ کی آخری کڑی ہیں، اب آپ کے بعد کوئی نبی اس دنیا میں مبعوث نہیں کیا جائے گا، لہذا آپ کی لائی ہوئی شریعت بھی آخری شریعت ہے اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے یہ اللہ کا آخری دین ہے، متعدد حدیثوں میں خود نبی ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، اسی لئے تمام علماء سلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں داخل ہے جس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حدیثوں میں اس بات کی پیشین گوئی فرمائی ہے کہ مرے بعد متعدد نبوت کا دعوی کرنے والے ظاہر ہوں گے جو سب جھوٹے ہوں گے کیوں کہ میرے بعد کوئی نبی ورسول مبعوث نہیں کیا جائے گا، چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد ہی کئی نبوت کے دعوے دار ظاہر ہوئے جن سے صحابہ کرام کا جہاد معروف ہے، نیز بعد کے ادوار میں بھی یہ جھوٹا دعوی کرنے والے کھڑے ہوئے، لیکن ان میں سے کسی کا یہ دعوی اس طرح نیا دین بن کر نہیں پھیلا جس طرح قادیان (جواب پاکستان میں ہے) میں پیدا ہونے والے جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کا بنایا ہوا دین پھیلا اور جو آج تک مسلمانوں کے درمیان ایک بہت بڑا فتنہ بنا ہوا ہے۔

جب وطن عزیز مکمل طور پر انگیرزی سامراج کے ہاتھوں میں چلا گیا اور یہاں سے مسلمانوں کی حکومت ختم ہوگئی تو مستشرقین نے مسلمانوں کے دلوں سے اپنے دین اور مرکز اتحاد کی محبت اور اس سے تعلق کو ختم کرنے کے لئے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پر مختلف قسم کے حملے کئے اور اپنے کارندوں کے ذریعہ اس بات کی بھر پور کوشش کی کہ ان تعلیمات میں اگر تبدیلی یا تحریف نہ بھی ہو سکے تو کم از کم ان کی معنویت و اہمیت کا خاتمہ ہو جائے، اور مسلمانوں کے لئے وہ مرکز اتحاد نہ بن سکے، یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کے پروردہ "مرزا غلام احمد قادیانی" نے جب مجدد، پھر مہدی و مثل مسیح، پھر مسیح اور اس کے بعد مکمل نبی بلکہ تمام انبیاء سے افضل ہونے کا دعوی کیا تو انگریزوں کی طرف سے اس کی بھر پور معاونت کی گئی، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس جھوٹے نبی اور اس کی گمراہ کن دعوت کو قبول کرنے والے لوگوں کی سامراجی حکومت نے مال و دیگر وسائل سے پوری مدد کی حتی کہ ان لوگوں کو اعلی عہدہ دیئے گئے جنہوں نے قادیانیت قبول کیا اور ان کے بچوں کو تعلیمی وظائف و دیگر ممکن سہولیات بہم پہنچائی گئیں۔

چونکہ اللہ تعالی نے خود اپنے دین متین کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اس لئے تاریخ گواہ ہے کہ جب اور جس زمانہ میں بھی اس دین کے بنیادی عقائد و تعلیمات کو مسخ یا تحریف کرنے کے لئے کوئی دشمن اسلام سامنے آیا یا کوئی تحریک کھڑی ہوئی تو اللہ تعالی نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے علماء ربانیین کو اس کا مقابلہ کرنے کی خاطر طاقت عطا کی اور انہوں نے اپنی پوری طاقت سے ان فتنوں کا سد باب کیا اور فتنہ پروروں کا بھر پور جواب دے کر اللہ کے دین کی حفاظت کی۔

فتنۂ قادیانیت کے خلاف میدان سنبھالنے والے سرخیل علماء میں سرفہرست علماء اہل حدیث تھے جن کو اللہ تعالی نے کتاب وسنت کی حفاظت کے لئے تیار کیا تھا، ان سرخیل

علماء میں ابتدائی نام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کا آتا ہے جنہوں نے مرزا کے نبوت کے دعوی کرنے سے پہلے ہی اس کی طرف سے اٹھنے والے فتنہ کو بھانپ لیا تھا، حتیٰ کہ جب ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد نے اپنے غلط عقائد کی تشہیر شروع کی تو مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے اس کے خلاف ایک استفتاء مرتب کر کے حضرت میاں صاحب دہلوی رحمہ اللہ سے اس کا جواب حاصل کیا اور پھر برصغیر کے کونے کونے کا سفر کر کے مختلف مکاتب فکر کے علماء کو فتنہ قادیانیت کی حقیقت سے آگاہ کیا نیز اس کی تائید ان سے حاصل کی، آپ اس سلسلہ میں کتنے آگے تھے اس کا اندازہ مرزا کی ان مختلف تحریروں سے لگتا ہے جن میں اس نے اپنے مخالفین کا ذکر کیا ہے، چنانچہ اس کا یہ بیان قابل غور ہے:

''نذیر حسین دہلوی نے (علیہ مایستحقہ) تکفیر کی بنیاد ڈالی، محمد حسین بٹالوی نے کفار مکہ کی طرح یہ خدمت اپنے ذمہ لے کر تمام مشاہیر وغیر مشاہیر سے کفر کے فتوے اس پر لگوائے''۔ (روحانی خزائن، جلد: ۱۲، سراج منیر: ۷۵)

اور جب میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو مرزا نے اس پر یہ لکھا:

''تمام مولویوں کے شیخ المشائخ مولوی نذیر حسین دہلوی اس دنیا کو چھوڑ گئے، وہی میری نسبت سب سے پہلے فتوی دینے والے تھے، جنہوں نے میرے کفر کا فتوی دیا تھا، اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے استاد تھے، اور انہوں نے مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے استفتاء پر یہ کلمات میری نسبت لکھے تھے کہ ایسا شخص ضال مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ایسے لوگوں کو مسلمان کی قبروں میں دفن نہیں کرنا چاہئے اور اس مولوی نے فتوی دے کر تمام پنجاب میں آگ لگادی تھی اور لوگ اس قدر ڈر گئے تھے کہ شائد اس قدر تعلق سے بھی ہم کافر رہ جائیں گے''۔ (روحانی خزائن جلد: ۲۲، حقیقۃ الوحی: ۹)

یہاں اس حقیقت کا بیان بھی ضروری ہے کہ جب مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۱ء میں

مسیحیت کا دعوی کیا اور مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے اس کے چھوٹے دعوی کی تردید کا بیڑا اٹھایا اور اس کے خلاف قلم وسنان سے حملہ شروع کیا تو اپنی پوری باقی ماندہ زندگی اس ذمہ داری کو بخوبی نبھانے میں ہی صرف کردی، اسی لئے جب مولانا کا ۱۹۲۰ء میں انتقال ہوا تو قادیانی اخبار ''الحکم'' نے جہاں آپ کی علمیت اور اپنے عہد کے ذی علم مناظر اور اہل قلم ہونے کا اعتراف کیا وہیں یہ بھی تحریر کیا: ''ان کی مخالفت کی تاریخ ایک دلچسپ باب اور ۲۸ سال کی ایک طویل داستان ہے''۔ (الحکم قادیان، ماخوذ از: اہل حدیث امرتسر ۹ راپریل ۱۹۲۰ء)۔

اخبار کا یہ بیان بذات خود اس بات کی شہادت ہے کہ مولانا بٹالوی رحمہ اللہ ۱۸۹۱ء سے ۱۹۲۰ء تک قادیانیت کی تردید اور اس فتنہ کے سد باب میں برابر لگے رہے اور اپنی زندگی کے اس بڑے حصہ کو مرزا اور اس کے متبعین کو پریشان کرنے میں لگا ڈالا۔ فجزاہ اللہ عنا وعن الاسلام خیر الجزاء۔

اور جب مرزا نے ۱۹۰۱ء میں کھلے طور پر دعوی نبوت کا اعلان کیا تو اس فتنہ کے سد باب کے لئے اللہ تعالی نے فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو تیار کیا جو مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کی طرح اس میدان کے عظیم ترین شہسوار ثابت ہوئے، اور انہوں نے ۱۹۰۱ء میں اپنی معرکہ آرا تصنیف ''الہامات مرزا'' کو منظر عام پر لا کر اس کے چھوٹے دعووں اور غلط عقائد کی حقیقت کھول دی، مولانا امرتسری نے اگرچہ ۱۸۹۱ء سے ہی فتنہ قادیانیت کے خلاف لکھنا شروع کردیا تھا لیکن مرزا نے جب نبوت کا جھوٹا دعوی کیا تو آپ نے اس کی طرف مکمل توجہ مبذول فرمائی اور پھر زندگی بھر اس طرح قادیانیت کے خلاف لکھتے رہے کہ مرزا نے مولانا کے ردود سے تنگ آکر انجامی فیصلہ کے لئے خود اللہ سے دعا کردی، مولانا نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مرزا کی تحریفات وتاویلات نیز دجل وفریب کو کس طرح

واضح فرمادیا تھااس کا اندازہ اس دعا کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے جو اس نے مولانا کے ساتھ آخری فیصلہ کے طور پر یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار کی شکل میں شائع کیا تھا، اور جس دعا کے بعد خود مرزا کا ۲۴/ربیع الاول ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں ہیضہ کی بیماری میں انتقال ہو گیا، جبکہ مولانا رحمہ اللہ اس کے بعد ۴۰ سالوں تک باحیات رہے اور مرزا کے مرنے کے بعد اس کے جانشینوں اور متبعین کا مباحثہ ومناظرہ کے ذریعہ مقابلہ کرتے رہے، محترم مولانا ابوالقاسم فاروقی صاحب نے اپنے مقدمہ میں اس زمانہ میں رد قادیانیت کے تعلق سے کی جانے والی علماء اہل حدیث کی کاوشوں اور کوششوں کا مختصراً ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے علماء ربانیین نے جہاں ایک طرف برطانوی استعمار کے زیر سایہ اٹھنے والے متعدد فتنوں کا سد باب کیا وہیں اسلام کے نام پر ایمان وعقیدہ کو برباد کرنے والے اس عظیم فتنہ کا بھی منہ توڑ جواب دیا۔

مرزا کی وفات کے بعد اس کے خلفاء اور متبعین کی کوششوں سے یہ فتنہ ملک کے دوسرے حصوں میں بھی اپنے بال وپر نکالنے لگا، اور اسی زمانہ میں چند قادیانیوں نے شہر بنارس کے مشہور علاقہ ندیسر میں اپنے پیر پھیلانے کی کوشش کی، یہ زمانہ بنارس میں مشہور اہل حدیث عالم سیف اللہ المسلول مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی (ت: ۱۹۴۹ء) کا تھا جو عنفوان شباب ہی سے قرآن وحدیث کے دفاع اور بدعی عقائد واعمال کی تردید میں مشہور تھے، چونکہ آپ کا پنجاب کے جلسوں میں بھی آنا جانا تھا اور قادیانیوں کے فتنہ سے پوری واقفیت رکھتے تھے بلکہ رد قادیانیت میں آپ کی متعدد تحریر وتقریر بھی سامنے آچکی تھی اسی لئے جب آپ کو ان فتنہ وروں کے بنارس آنے کی خبر لگی تو آپ نے اس طرف مکمل توجہ مبذول فرمائی، اور پہلے ہی بنارس کے مشہور محلہ مدنپورہ میں نامور علماء اہل حدیث مولانا عبدالمتین سلفی

بنارسی (ت ۱۹۶۴ء) اور مولانا عبدالمجید حریری (۱۹۷۲ء) رحمہما اللہ کے تعاون سے ایک انجمن "اشاعت الاسلام" کے نام سے پہلے ہی سے قائم تھی جس کا بنیادی مقصد غلط افکار ونظریات اور باطل فرق کی تردید کرنا تھا، اور مولانا سیف بنارسی صاحب رحمہ اللہ ہی اس انجمن کے سکریٹری تھے، اسی بنا پر انجمن نے آپ ہی کو اس فتنہ کے خلاف کھڑے ہونے کی ذمہ داری سونپ دی، اور آپ نے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھاتے ہوئے شہر کے مسلمانوں کو اس فرقہ کی حقیقت سے اس طرح آگاہ کردیا کہ آج بھی اس کے لئے اس شہر میں کوئی بڑی پناہ گاہ نہیں ہے۔ مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ نے قادیانی ہفوات کا صرف تقریر ومناظرہ کے ذریعہ سے ہی جواب نہیں دیا بلکہ ایک سال کے مختصر عرصہ میں رد قادیانیت پر دس کتابیں تحریر کرڈالیں جو بارہ ٹریکٹس پر مشتمل ہیں، جس کی کچھ تفصیل مولانا ابوالقاسم فاروقی نے بھی بیان کی ہے، زیر نظر کتاب انہیں تحریروں کا مجموعہ ہے۔ فرزند عزیز عبدالاحد سلمہ فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے علامہ رحمہ اللہ کی ان تحریروں کو مختلف جگہوں سے اکٹھا کر کے ان کو ایڈٹ کیا، اور ان میں مذکور احادیث وآثار کو ان کے اصل سے ملایا اور ان کی تحقیق کیا، نیز مختلف منقولات کو ان کے اصل مصادر سے ملا کر ان کا نیا حوالہ درج کیا، پھر خود اپنے ہاتھ سے پوری کتاب ٹائپ کر کے طباعت کے لئے اسے تیار کیا، پھر بھی العصمۃ للہ، اللہ تعالی ان تمام حضرات کو جزاء جزیل عطا کرے جنہوں نے اس محنت طلب اور عظیم کام میں کسی طرح کا تعاون کیا ہے، نیز ہم سب کو خلوص کے ساتھ دین کی خدمت کرنے اور ہر قسم کے فتنہ کو سمجھنے اور اس کا سد باب کرنے کی توفیق دے۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

۳ر مئی ۲۰۱۹ء
۲۷ر شعبان ۱۴۴۰ھ

اُحسن جمیل عبدالبصیر سلفی
امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث، بنارس، الھند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی رسوله الأمین ۔أما بعد:

انیسویں صدی کا نصف آخر ہندوستانی مسلمانوں کے لئے حوادث کا طوفان لے کر آیا، ۱۸۵۷ء میں برطانوی استعماریت کے مکمل غلبے کے بعد وہ قتل عام اور دار وگیر کے لامتناھی سلسلے سے ابھرنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک اور فتنہ نے جنم لے لیا، جو براہ راست امت مسلمہ کے دین وایمان سے متصادم تھا، یہ قادیانیت کا فتنہ تھا اور اس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی تھا، اس کے پس پشت بھی وہی استعماری قوت کارفرما تھی، جس نے اپنی سامراجیت کو مزید مستحکم اور مضبوط کرنے کے لئے ہمیشہ مفتوح اقوام کے ایسے افراد کو آلۂ کار بنایا جو اس سے وفاداری کے جذبہ کو عام کرنے، مذہبی شعور اور غیرت کو کچلنے اور افتراق واختلاف پیدا کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

عقیدۂ ختم نبوت دین کا بنیادی عقیدہ ہے، ایمان اور عقیدہ کی پوری عمارت اسی بنیاد پر قائم ہے، کلمۂ توحید کے دونوں حصوں کو اسی طرح ماننا ضروری ہے جس طرح کتاب وسنت نے بتلایا ہے، جس طرح توحید کی تینوں اقسام میں سے کسی ایک کا انکار یا اس میں شک وشبہ کا اظہار ناقض ایمان اور کفر اکبر ہے، اسی طرح عقیدۂ رسالت کے لئے یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں، آپ خاتم الرسل ہیں، آپ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے، اب نہ کسی اور نبی کے ظہور کی گنجائش ہے نہ جواز، عقیدۂ ختم نبوت کا منکر یا اس میں شک کرنے والا یا اس کا استہزا کرنے والا کافر اور

امت محمدیہ سے خارج ہے، اس پر دنیا بھر کے علماء کا اتفاق اور اجماع ہے، قرآن کریم، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ کرام میں اس کی پوری وضاحت موجود ہے۔

قرآن مجید اور رسالت مآب ﷺ نے واشگاف الفاظ میں اعلان کردیا ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے، آپ ﷺ کی وفات کے بعد وحی الٰہی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگیا، عالم انسانیت کی ہدایت کے لئے قرآن اور احادیث نبویہ کافی ہیں اب اگر کوئی شخص نبوت کا دعوی کرتا ہے تو وہ کاذب اور کافر ہے، وہ صرف امت میں افتراق پیدا کرنا چاہتا ہے، ماضی میں مرزا غلام احمد قادیانی سے قبل بھی مدعیان نبوت نے عقیدۂ ختم نبوت پر ضرب لگانے کی کوششیں کیں اور فنا کے گھاٹ اتر گئے۔

اللہ رب العالمین نے واضح الفاظ میں فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً﴾ (۱)۔

محمد ﷺ تمہارے لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً﴾ (۲)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین بنا کر راضی ہوگیا۔

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث میں آپ ﷺ کے سینکڑوں

---

(۱) الاحزاب: ۴۰۔ (۲) المائدہ: ۳۔

فرامین اور ارشادات موجود ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا ہے، صحابہ کرام کا اس پر اجماع تھا، آپ ﷺ کے انتقال کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعوی کیا، صحابہ نے اس سے جنگ کی اور اسے کیفر کردار تک پہنچایا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوی کر کے امت میں تصادم کی صورت پیدا کر دی اور فتنے کا ایک نیا دروازہ کھول دیا، پہلے وہ ایک مذہبی عالم اور مناظر کی حیثیت سے نمودار ہوا، ۱۸۸۴ء میں ایک ضخیم کتاب ((براہین احمدیہ)) لکھ کر شہرت حاصل کی، آریہ سماجیوں اور عیسائی پادریوں سے مناظرے کئے، اس کی ان تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی توجہ اس کی جانب مبذول ہونے لگی، جب زمین ہموار ہوگئی تو ۱۸۸۹ء میں سلسلۂ بیعت کا آغاز کیا اور اپنے لئے حلقۂ ارادت قائم کرلیا، اس وقت تک کسی کے تصور میں نہیں تھا کہ یہ شخص ایک ناپاک اور خطرناک منصوبے کے تانے بانے بننے میں مصروف ہے، ۱۸۹۱ء میں اس نے تین کتابیں ((رسائل فتح اسلام))، ((توضیح المرام)) اور ((ازالہ اوہام)) لکھیں اور بزعم خویش مہدئ موعود بن بیٹھا، اور ۱۹۰۱ء میں اس نے جھوٹی نبوت کا دعوی کیا اور ۱۹۰۸ء اپنی موت تک اپنے اسی دعوی پر قائم رہا، اس نے اپنے متبعین کو ایک جداگانہ امت اور مسلمانوں کو کافر قرار دیا، اس کے پیروکار آج بھی دنیا کے مختلف ممالک میں سرگرم ہیں، چوں کہ ان کے نام اور طرز معاشرت مسلمانوں کے مماثل ہیں، اس لئے مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی ان کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں، جب کسی مسلمان سے وہ گفتگو کریں گے تو اپنے مذہب اور عقائد کے بجائے حیات عیسی علیہ السلام کو موضوع بنائیں گے، اسلام دشمنی میں یہ لوگ صہیونیوں اور رافضیوں سے چار ہاتھ آگے ہیں، بعض غیر ممالک میں ان کے اپنے ٹی وی چینلز ہیں، جن سے یہ چوبیس گھنٹے اپنے مذہب کی دعوت وتبلیغ کرتے رہتے

ہیں، حیفہ (اسرائیل)، برطانیہ، کینڈا اور امریکہ وغیرہ کے بڑے شہروں میں ان کے اہم مراکز قائم ہیں۔

قادیانیت کا فتنہ کوئی معمولی فتنہ نہیں تھا، یہ عقیدۂ اسلام پر براہ راست حملہ تھا، برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ابتلاء وآزمائش تھا، اس کے قبیح نتائج، مفاسد اور مضرات کو سب سے پہلے علمائے اہل حدیث نے محسوس کیا، پنجاب ہی کے علمائے اہل حدیث اس کے سد باب کے لئے آگے بڑھے، سب سے پہلے مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے رد قادیانیت کا علم اپنے ہاتھوں میں لیا، آپ مرزا کو قریب سے جانتے تھے، اس کے رگ وریشے سے واقف تھے، لدھیانہ مرزا کا محفوظ قلعہ تھا، وہاں اس کے عقیدت مندوں کی کثرت تھی، مولانا بٹالوی نے شیخ محمد حسن رئیس لدھیانہ کی وساطت سے وہیں پر آکر مرزا کو گھیرا، بارہ دن تک اس سے تحریری مناظرہ ہوا، مرزا نے بارہویں دن کسی طرح جان چھڑا کر راہ فرار اختیار کی، مناظروں کی تاریخ میں یہ سب سے طویل مناظرہ ہے، جو مباحثہ لدھیانہ کے نام سے مشہور ہے۔

مولانا بٹالوی نے دوسرا عظیم کارنامہ یہ انجام دیا کہ برصغیر کے تقریبا دوسو (۲۰۰) علماء سے مرزا کے متعلق فتوی حاصل کیا، علماء نے متفقہ طور پر لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کافر ہیں، اس میں سب سے پہلا فتوی شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ہے، آپ اگرچہ اہل حدیثوں کے سرخیل تھے، لیکن احناف علماء میں بھی آپ کے فتوی کا اعتبار اور اثر پہلے نمبر پر تھا، آپ کے فتوی نے کتابوں اور مناظروں سے بڑھ کر کام کیا، جس کا ذکر مرزا نے بار بار اپنی تحریروں میں کیا، پورے ہندوستان کے علماء کو اس کی تکفیر پر متحد کرنا کوئی معمولی کام نہیں تھا، مولانا بٹالوی نے یہیں پر بس نہیں کیا، آپ نے اپنے اخبار ((اشاعۃ السنۃ)) (اہل حدیثوں کا پہلا اخبار سن اجرا: ۱۸۷۷ء) کو مرزا کے ہفوات کی

تردید کے لئے وقف کر دیا، اس اخبار کی فائلیں اور مولانا کی تحریریں ردقادیانیت کا سب سے اہم ماخذ بنیں، مولانا سیف بنارسی لکھتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا غلام احمد قادیانی کے پڑوسی اور ملاقاتی تھے، جتنا وہ مرزا صاحب کو جانتے تھے، دوسرے نہیں، اور جس قدر انہوں نے مرزا قادیانی کی تردید کی، اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا، پس کیا کوئی صاحب مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی یادگار کے طور پر ہی ان کے تمام مضامین کو جو مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق ((اشاعۃ السنۃ)) وغیرہ میں شائع ہوئے، ایک کتابی صورت میں جمع کر کے شائع کریں گے''(۱)۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہوا (۱۸۹۱ء) میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے دعوی نبوت کی اس اشاعت کے لئے تین کتابیں لکھیں، ان کتابوں کی اشاعت کے چند ماہ بعد ہی مولانا قاضی سلیمان سلمان منصور پوری م: ۱۹۳۰ء نے مرزا کی کتابوں کا دندان شکن جواب دیا، آپ نے ستمبر: ۱۸۹۱ء میں ((غایۃ المرام)) کے نام سے ردقادیانیت پر کتاب لکھی جو اسلامیہ پریس لاہور سے شائع ہوئی، اس کا دوسرا حصہ تائید الاسلام کے نام سے ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳،۹۴ء میں شائع ہوا آپ نے تیسرا مختصر رسالہ ((مرزا قادیانی اور نبوت)) کے نام سے لکھا۔

تحریک شہیدین کے مردمجاھد مولانا جعفر تھانیسری (۱۸۳۸-۱۹۰۵ء) نے مرزا کے دعووں کی تردید میں ((تائید آسمانی در نشان آسمانی)) ۱۸۹۲ء میں لکھا، یہ رسالہ اگرچہ بہت مختصر اور محض (۲۲) صفحات پر مشتمل ہے، لیکن مرزا کی نبوت کاذبہ سے متعلق تاریخی انکشاف کی وجہ سے بے حد اہمیت کا حامل ہے، مولانا تھانیسری کے پاس مولانا ولایت علی عظیم آبادی (م: ۱۸۵۲ء) کا رسالہ ((اربعین فی احوال المهديين)) تھا (یہ رسالہ مع اردو ترجمہ مطبع فاروقی

(۱) اخبار اہل حدیث امرتسر: (ص: ۲)، ۱۹، فروری ۱۹۳۴ء، شمارہ: ۱۵، جلد: ۳۱۔

دہلی سے شائع ہوا ہے) اس کے ساتھ میں شاہ نعمت اللہ ولی بانسوی کی ۵۲ اشعار پر مشتمل پیشین گوئیاں بھی تھیں (ان پیشین گوئیوں کی صداقت ابھی بھی تحقیق طلب ہے) مرزا یہ رسالہ مولانا تھانیسری سے عاریتا لے گئے اور اشعار میں تحریف کر کے اپنے اوپر چسپاں کرلیا، مولانا نے ان تحریفات کی پول کھول دی۔

۱۸۹۱ء میں مرزا نے حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کو مناظرہ کا چیلنج کر دیا، حضرت نے ضعیفی کے باوجود چیلنج قبول کرلیا، لیکن مرزا کترا کر نکل گئے، مولانا بشیر شہسوانی (م: ۱۳۲۶ھ) بھوپال کی سرکار علیا کے حکم سے دہلی مناظرہ کے لئے آئے، زبردست مناظرہ ہوا، لیکن تیسرے دن مرزا حیلۂ استقبال خسر کر کے میدان چھوڑ کر فرار ہو گئے، مولانا شہسوانی رحمہ اللہ نے مناظرہ کی روئیداد ((الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح)) کے نام سے لکھی، جسے مطبع انصاری نے ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں شائع کیا(۱)۔

۱۸۹۲ء میں مولانا عبدالمجید میرٹھی نے محمد احسن امروہوی قادیانی کے رسالہ ((اعلام الناس)) کے جواب میں ((بیان للناس)) اور ((شفاء الناس)) کے نام سے دو رسالے لکھے، ۱۸۹۱ء میں مولانا اسماعیل علی گڑھی رحمہ اللہ (م: ۱۸۹۴ء) نے ((اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح)) کے نام سے ایک اہم رسالہ قادیانیت کی تردید میں لکھا، جو اسی سال مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا، دوسری بار مشہور مؤرخ ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے تعارف کے ساتھ احتساب قادیانیت کی جلد (نمبر ۴۴) میں شائع ہوا، شیخ حسین بن محسن الیمانی (م: ۱۹۰۹ء) نے مرزا کی تردید میں عربی میں ایک کتاب ((الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی)) تحریر کی، جسے اردو ترجمہ کے ساتھ مولانا عبدالمجید میرٹھی نے ۱۸۹۳، ۹۴ء میں مطبع انصاری دہلی

(۱) مولانا سید عبدالباقی شہسوانی: ((حیات العلماء)) (ص: ۱۹۷) مطبوعہ اردو کونسل، دہلی۔

سے شائع کیا۔ ۱۹۰۴ء میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے ((شہادۃ القرآن)) لکھی۔

۱۹۰۱ء اس لحاظ سے اہم سال تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی سال مکمل نبوت کا دعوی کیا، اس سے قبل وہ خود کو مثیل مسیح، مسیح موعود، بروزی نبی اور ظلی نبی کہتے تھے، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اگرچہ ۱۸۹۴ء سے قادیانیت کے خلاف لکھنے کا آغاز کردیا تھا، مگر ان کی معرکہ آرا تصنیف ((الہامات مرزا)) ۱۹۰۱ء میں منظر عام پر آئی اور اس موضوع پر لکھنے والوں کے لئے سب سے مستند ماخذ بنی، آپ کی یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ آپ کی زندگی میں چار بار شائع ہوئی، آپ زندگی بھر قادیانیت کے خلاف لکھتے رہے، بے شمار مضامین لکھے، تقریبا چھتیس (۳۶) کتابیں ان کی تردید میں لکھیں، سینکڑوں مناظرے کئے، ہر ایک میں فاتح رہے، مسلمانوں نے فاتح قادیان کا خطاب دیا۔ ۱۹۰۳ء میں اخبار اہل حدیث جاری کیا تو اس کا ایک بڑا حصہ رد قادیانیت کے لئے وقف کردیا، اہل حدیث آخری دم تک قادیانیت کی تردید میں جاری رہا، اور آپ نے ۱۹۰۷ء میں ''مرقع قادیان'' نامی ایک رسالہ خاص قادیانیت کی تردید میں جاری کیا، جو آپ اپنی مثال تھا، اس رسالہ میں قادیانی ہفوات کا مدلل جواب ہوتا تھا، اکتوبر ۱۹۰۸ء کے بعد یہ رسالہ بند ہوگیا، دوبارہ ۱۹۳۱ء میں جاری ہوا اور اپریل ۱۹۳۳ء میں یہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔

۱۹۰۱ء میں مولانا سید احمد حسن شوکت میرٹھی (م: ۱۹۲۳ء) نے اپنے مقبول عام اخبار ((شحنۂ ہند)) میں اضافہ کیا اور رد قادیانیت کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۰۴ء تک آپ نے ہزاروں صفحات قادیانی اور قادیانیت کی تردید میں لکھ ڈالے، اس ضمیمہ میں ایک آدھ مضمون دوسروں کا ہوتا بقیہ آپ ہی کے قلم سے نکلتے، ((شحنۂ ہند)) اور ((اخبار اہل حدیث)) کی وجہ سے رد قادیانیت کے موضوع پر منجھے ہوئے قلم کار علمائے اہل حدیث کی ٹیم منظر عام پر

آئی، جس نے پورے ہندوستان میں تحریک ختم نبوت کا مورچہ سنبھال لیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات (۱۹۰۸ء) تک مرزائی جماعت زیادہ تر پنجاب کے علاقوں تک محدود رہی، لیکن اس کے بعد اس نے پر پرزے نکالے اور ہندوستان کے ہر صوبہ میں اپنے مراکز قائم کرنے کا سلسلہ شروع کردیا، ۱۹۰۸ء کے بعد عمومی طور پر اس کارواں میں دیوبندی اور اہل سنت کے علماء بھی شامل ہوگئے، ہر طرف قادیانیوں سے مناظروں کا بازار گرم ہوگیا، رد قادیانیت پر رسائل اور کتب کا انبار لگ گیا، مگر السابقون الاولون اور قیادت کا شرف علمائے اہل حدیث ہی کو حاصل رہا، ان کی کتابوں، اخبارات اور رسائل نے اس میدان میں سرگرم ہر مسلک کے علماء کے لئے بڑی آسانیاں پیدا کردیں، مولانا بٹالوی اور مولانا امرتسری کے علاوہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا سیف بنارسی، مولانا عبداللہ روپڑی، مولانا محمد گوندلوی، مولانا داؤد غزنوی اور اس خانوادہ کے دیگر علماء، مولانا اسماعیل گجرانوالوی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عبداللہ معمار امرتسری اور ماسٹر حبیب الٰہی امرتسری مولوی نور محمد گرجاگھی وغیرھم کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

متذکرہ بالا سطور کا مقصد قادیانیت کے ابتدائی دور میں علمائے اہل حدیث کی مساعی جمیلہ کے متعلق ان تاریخی حقائق کی طرف اشارہ کرنا ہے جن سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مولانا سیف بنارسی اور رد قادیانیت

عنفوان شباب میں مولانا سیف بنارسی کی بیشتر توجہ دفاع بخاری، دفاع سنت اور رد عقائد بدعیہ پر مرکوز تھی، قادیانیت کا فتنہ پنجاب سے اٹھا تھا اور پنجاب کے علماء اس کیلئے کافی تھے تاہم آپ اس کی طرف سے غافل نہیں رہے، پنجاب کے جلسوں میں آپ شریک ہوتے

تو آپ کے خطابتی موضوعات کی فہرست میں ردقادیانیت بھی شامل ہوتا، اس موضوع پر مضامین بھی لکھتے، چنانچہ ((اخبار اہل حدیث)) امرتسر ۲۶/مارچ ۱۹۰۹ء کے شمارے میں آپ کا مضمون بعنوان ((مرزا قادیانی خدا بھی تھا اور رسول بھی)) شائع ہوا، اخبار مذکور ۲۵/اکتوبر ۱۹۱۸ء میں ایک اور تحریر ((مرزائیوں سے سوال)) شائع ہوئی، ((بارقۃ السیف)) کے نام سے ایک طویل مقالہ آٹھ قسطوں میں شائع ہوا، جو زیر نظر مجموعہ رسائل میں شامل ہے۔

بہار اور بنگال میں ۱۹۱۰ء کے بعد مرزائی تحریک کے جراثیم پھیلنے لگے تھے، علمائے بہار اور بنگال نے ان کے لئے زمین تنگ کردی، بھاگل پور، مونگیر، پورنیہ، پٹنہ اور کلکتہ میں ان سے مناظرے ہوئے، بہار میں مولانا محمد علی مونگیری (م ۱۹۲۷ء) اور ان کے تلامذہ نے ان کی بیخ کنی کی ذمہ داری سنبھالی، کلکتہ میں مولانا ابوتراب عبدالرحیم نے محمڈن مشینری کے نام سے ایک انجمن قائم کی اور رسائل ومناظروں کے ذریعے قادیانیوں سے لوہا لیتے رہے، بنارس میں ۱۹۳۰ء کے بعد مرزائیت کے جرثوموں نے پاوں پسارنے کی کوشش کی، ۱۹۲۸ء میں مولانا سیف بنارسی نے سیالکوٹ میں قادیانیوں کے خلاف شعلہ بار تقریر کی، مرزائیوں میں اس کا شدید ردعمل ہوا، قادیانی جماعت نے باقاعدہ اس کا جواب دیا، مقامی طور پر اس کی اہمیت نہیں تھی، لیکن لوگوں نے مولانا کو خطوط بھیجے کہ آپ ضرور ان تحریروں کا جواب دیں۔

۱۹۳۰ء میں انجمن اشاعت اسلام کے نام سے بنارس کے اہل حدیثوں نے مدن پورہ بنارس میں ایک انجمن قائم کی، جس کا مقصد فرق باطلہ خصوصا بریلویت اور قادیانیت کی تردید تھی اس انجمن کی روح رواں مولانا بنارسی تھے اور اس کے زیر اہتمام مولانا سیف بنارسی، مولانا منیر خاں، اور مولانا عبدالمجید حریری وغیرھم کی مذکورہ فرق کی تردید میں تقریریں ہوتی تھیں، اس انجمن کی ایک رپورٹ اخبار اہل حدیث امرتسر ۶/اکتوبر ۱۹۳۳ء میں

بعنوان ((بنارس میں قادیانی تحریک)) شائع ہوئی جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

''چونکہ بنارس میں کچھ دنوں سے فتنہ مرزائیہ قادیانیہ نمودار ہوگیا ہے۔اس لئے اس فتنہ کے استیصال اور عامہ مسلمین کو مرزا قادیانی کے دعوائے مسیحیت ومہدیت کی پرفریب چالوں سے خبردار کرنے کے لئے انجمن اشاعت اسلام بنارس ہرامکانی کوشش عمل میں لارہی ہےاور مصمم ارادہ کرچکی ہے کہ بذریعہ تحریر وتقریر مسلمانوں کواس فرقہ باطلہ سے آگاہ کرے۔اوراس فتنہ کے شجرہ مطعونہ کو بیخ وبن سے اکھیڑ کرزمین پردے پٹکے''۔

اس انجمن کے علاوہ احناف نے بھی ایک انجمن اشاعۃ الحق کے نام سے قائم کی تھی،جس کی روح رواں مفتی محمد ابراہیم بنارسی (م:۱۹۶۶ء) تھے،اس موضوع پر آپ کی کتاب ((حیات عیسی علیہ السلام کا ثبوت)) کا ذکر ملتا ہے،لیکن انجمن کی سرگرمیوں کا پتہ نہیں چل سکا،بنارس میں قادیانی تحریک کا بانی مرزا قادیانی کا ہم نام غلام احمد مجاھد مرزائی تھا،اس نے بنارس کے مسلمانوں کوورغلانے اور گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کی،قادیانیت کی تبلیغ کے لئے ((ظہور امام)) کے نام سے رسائل اوراشتہارات شائع کئے،مولانا سیف بنارسی کا رہوار قلم حرکت میں آیا،بالآخر آپ نے اس آگ کوراکھ بناکر چھوڑا،غلام احمد مرزائی کے رسالوں کا دنداں شکن جواب دیا،ایک سال کے عرصے میں رد قادیانیت پر دس کتابیں لکھیں،جو بارہ ٹریکٹس پر مشتمل ہیں،ان میں ٹریکٹ (۸،۹،۱۰،۱۱) ایک ہی میں ہے،ان میں سے بعض مختصر اور بعض مفصل ہیں،آپ کی تحریری اور تقریری کوششوں سے اس فتنے کی آگ سرد پڑگئی،محلہ ندیسر بنارس میں ان کی ایک عبادت گاہ بطور صدائے عبرت باقی رہ گئی۔

مولانا کے رسائل کوانجمن اشاعت اسلام بنارس نے شائع کیا،عامۃ المسلمین میں وہ اس قدر مقبول ہوئے کہ بعض کے دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے،ان کے مخاطب عام

مسلمان تھے، اس لئے مولانا نے علمی انداز سے گریز کرتے ہوئے سلیس اور عام فہم زبان کا استعمال کیا، تاکہ زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں، ان کے سرورق پر مصنف کے نام کے بجائے ناشر سکریٹری انجمن اشاعت اسلام درج ہے، لیکن اخبار اہل حدیث امرتسر کے مختلف شماروں میں ان کے جو اشتہارات آپ نے شائع کرائے، ان میں مصنف کی حیثیت سے آپ ہی کا نام مذکور ہے، نیز تراجم علمائے اہل حدیث میں آپ کی تصنیفات کی فہرست میں بھی ان رسالوں کا ذکر ہے، رسائل کے مشتملات بھی اس کے بین ثبوت ہیں، مولانا نے اپنے مملوکہ نسخہ میں عبارتوں میں کانٹ چھانٹ اور ترمیم واضافے کئے ہیں، یہ نسخے جامعہ سلفیہ بنارس کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ جامعہ سلفیہ اور مدینہ یونیورسٹی کے فاضل مولانا عبدالاحد احسن جمیل نے مولانا سیف بنارسی کی تصنیفات کو دوبارہ منظر عام پر لانے کا بیڑا اٹھایا ہے، آپ مولانا بنارسی کی مشہور تصنیف ((ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی ثبوت جمع القرآن والاحادیث)) اور ((قضیۃ الحدیث فی حجیۃ الحدیث)) کو اپنی تحقیق کے ساتھ شائع کر چکے ہیں اب رد قادیانیت پر آپ کے تمام رسائل کا مجموعہ حواشی کے ساتھ آپ نے ترتیب دیا ہے، تحشیہ اور تدوین میں آپ نے مندرجہ ذیل نکات کو ملحوظ رکھا ہے:

ا۔ رسائل کے اصل متون سے عدم تعرض۔

۲۔ قرآنی آیات کے حوالے پارہ اور رکوع کے بجائے سورت اور آیت نمبر۔

۳۔ احادیث کی مکمل تحقیق وتخریج۔

۴۔ فارسی اشعار وضرب الامثال کے اردو ترجمے۔

۵۔ اقتباسات اور حوالوں کے اصل ماخذ کی نشان دہی۔

۶۔رسالوں کی طباعت کے بعد مولانا بنارسی کے اضافوں اور ترمیمات کا ذکر۔

ردقادیانیت پر مولانا سیف بنارسی کے رسائل کا یہ محقق مجموعہ صوبائی جمعیت اہل حدیث بمبئی کے زیراہتمام شائع ہورہا ہے، امید ہے کہ یہ مجموعہ نہ صرف تردید قادیانیت کی تاریخی بازیافت میں سنگ میل ثابت ہوگا بلکہ مسلمانوں کے عقائد کو فتنۂ قادیانیہ سے محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ان شاء اللہ، اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اس خدمت جلیلہ میں تمام حصہ لینے والوں کو اجر جزیل عطا کرے۔آمین۔

محمد ابوالقاسم بن ابوالخیر فاروقی سلفی

۲۰/صفر ۱۴۳۹ھ = ۱۰/نومبر ۲۰۱۷ء

بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام على رسوله الأمين، وبعد:

ایک دور تھا جب پورے ہندوستان پر اغیار کا قبضہ ہو چکا تھا، ہر چہار جانب سے دین اسلام اور اس کی پاکیزہ تعلیمات پر حملہ ہو رہا تھا، مسلمانوں کے عقائد وایمانیات اور عبادات ومعاملات دینیہ پر چوطرفہ یلغار کی جارہی تھی، اس زمانہ میں شریعت اسلامیہ کو مقام استہزاو تحریہ بنانے کی جوناروا کوششیں مختلف جماعتوں، انجمنوں اور حلقوں کی جانب سے کی جارہی تھیں وہ تاریخ کا سیاہ باب ہے، بلاشبہ اس پیہم یلغار کے ذریعہ مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ پر ایسی ضرب لگائی گئی تھی جس سے کمزوردل وضعیف الایمان مسلمانوں نے اپنا دین وایمان گنوا رکھا تھا، اور آریہ سماج کی تلبیسات سے عبدالغفور جیسے ذی علم حضرات بھی گمراہی اور ارتداد کے شکار ہو چکے تھے، اور ((تغلیب الاسلام)) اور ((ترک اسلام)) کے اعلان سے دھرم پال غازی محمود بن گیا تھا، برطانوی استعمار حکومت کی سرپرستی میں پوری قوت اور سطوت سے مسلسل حملے کر رہا تھا اور جو کچھ اسلام مخالف سرگرمیاں چل رہی تھیں ان کو حکومت کی مکمل حمایت حاصل تھی، اس لئے اسلام مخالف عناصر کو تشکیک وتضحیک کا وہ تمام سامان فراہم کیا جارہا تھا جس سے اسلام کی صورت زیبا کو داغدار کیا جاسکے اور مسلمانوں کی ایذارسانی اور دل آزاری کا کام چلتا رہے۔

ان تمام محاولات، مکابرات اور ہفوات میں سب سے زیادہ خطرناک وتشویشناک بلکہ زہرناک وہ فتنہ تھا جسے مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب کر کے قادیانیت کہا گیا، جو درحقیقت انگریز استعمار کا خود کاشتہ پودا اور اسی کا پروردہ اور پرداختہ تھا، اور چونکہ مسلمانوں کا

لبادہ اوڑھے ہوئے تھا اس لئے مسلمانوں کو شکار کرنے کا ایک بہترین حربہ ان دشمنان اسلام کے ہاتھ آ گیا تھا جس کے ذریعہ مسلمانوں کے دین وشریعت کی شہ رگ پر چھری چلانا ان کے لئے آسان ہو گیا تھا، درحقیقت اسلامی عقائد میں توحید کو اولیت وافضلیت اور سب سے بڑی اہمیت حاصل ہے اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ نبوت پر عقیدہ کا بہت اہم حصہ ہے جس سے پوری شریعت کی حفاظت ہوتی ہے اور جو من مانے طریقہ پر دین میں دخل اندازی کے تمام راستوں کو بند کرتا ہے، کیونکہ نبی آخرالزماں محمد بن عبداللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہ تسلیم کرنے پر شریعت مطہرہ کی کوئی حتمی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی اور اگر وہ مشکوک اور بے وقعت ہوگئی تو پھر پورا اثاثۂ دین وشریعت معرض خطر اور بے لگام ہو کر رہ جائے گا، بلکہ جو چاہے گا، جب چاہے گا اور جیسے چاہے گا اپنے منامات، ہفوات اور شہوات وخواہشات کو دین وشریعت کا نام دے کر خلق خدا کو دھوکہ دے گا اور ان کو جادہ حق وراست سے ہٹا کر قادیانیت جیسی بدترین راہ پر ڈال دے گا۔

بنابریں علماء اسلام بالخصوص علماء اہل حدیث جنہوں نے ہر زمانہ میں کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے اور اعتصام بالکتاب والسنہ کا مکمل طور پر حق ادا کرنے کا عہد وپیمان کر رکھا ہے اس وقت کے اس خطرناک اور شریعت کو کھلواڑ بنانے والے شر انگیز فتنہ کی سرکوبی کے لئے کمر کس لی، اور اس فتنہ قادیانیت کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی ہراول دستہ کے طور پر وہی میدان میں اترے، اور مناظرے، رسالے، مکاتبے، مباحثے وغیرہ جتنے ذرائع ہو سکتے تھے ان تمام کے ذریعہ اس مکر قادیانی کو روکنے کا بھرپور کام کیا، فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

اس میدان میں سب سے پہلے علامۂ دہر امام عصر محدث شیخ الکل فی الکل سید میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مکر وضلال سے لوگوں کو آگاہ کیا، اور مرزا غلام احمد جو مناظرہ کرنے کی غرض سے دہلی آیا تھا اس دعوت مناظرہ کو چھوڑ کر دہلی سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا، بعدہ میاں صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے

لائق وفائق شاگرد مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے اس پر عرصۂ حیات تنگ کردیا اور اس مردحق نے اس کو کھدیڑنے اور کیفر کردار تک پہنچانے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیا کہ بجا طور پر کہنا پڑتا ہے:

این کار از تو آید مرداچنیں کنند

حضرت بٹالوی رحمہ اللہ کی تحریریں مرزا غلام احمد قادیانی کے علم کلام اور ہر طرح کے مکروخداع کے پردے کو چاک کرنے اور ختم کرنے کے لئے کافی تھیں اس لئے بعد کے ادوار میں فاتح قادیان شیخ الاسلام ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی بے شمار اور با اعتبار تحریریں ان کے اساتذہ میاں صاحب اور بٹالوی صاحب کی تحریروں کی تفصیل وتوضیح اور حسب ضرورت ایجاز واطناب اور تنبیہ ہے، لیکن وہ مرزا ہی کیا جو اتنی آسانی سے حق تسلیم کر لے اور اپنی ہفوات سے باز آجائے۔ بہر حال جو مرزا قادیانی کی تحریروں سے ادنی بھی واقف ہے وہ اس کی کذب وافتراء، دروغ وخداع اور خود ساختہ الہامی ومنامی واہیات وخرافات پر تف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اَعاذنا اللہ من ذلک۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی جو ریشہ دوانیاں ان قادیانیوں کی طرف سے ہوتی رہیں علماء اہل حدیث نے ان سب کا نہایت مسکت جواب دیا، علامہ بشیر شہسوانی اور علامہ عبداللہ معمار کے علاوہ دسیوں علماء نے اس فتنہ کی بیخ کنی کرنے کی کوشش کی، جو اپنے زمانہ میں ع

این خانہ ہمیں چراغ است

کے مصداق تھے، اسی سلسلۃ الذھب کی اہم کڑی حضرت علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ بھی ہیں جو راہ حق کے شہسوار تھے، اور ہر میدان خصوصا میدان مناظرہ میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا، حضرت سیف بنارسی کا سیف وسنان اور قلم وزبان ہمہ جہت اور اپنے

معاصرین پر بوجوہ فائق وافضل تھا، چونکہ اعتصام بالکتاب والسنہ کے معاملہ میں وہ بہت سخت تھے اس لئے ان کی تحریر دفاع کتاب وسنت نیز دفاع حدیث وائمہ حدیث میں لاجواب اور لاثانی ہوا کرتی تھی، خواہ وہ ((الکوثر الجاری)) ہو یا ((خطبۂ صدارت)) اور ((ایضاح الطریق)) ہو۔اسی طرح دفاع مصطفی اور دفع شر قادیانی میں ان کے رسائل وکتابیں مسکت ومفحم ہوتے تھے، جہاں یہ رسائل وکتب اپنے زمانہ میں اس فتنہ کے خاتمہ کے لئے شمشیر براں تھے وہیں دعاوی الہامات مرزا کے رد وابطال میں حرف آخر تھے، درحقیقت خواہ مرزا کی ساری تعلیمات، ہفوات وخرافات میں قادیانی متنبّی کے نزول مسیح اور ختم نبوت کے انکار کی تلبیسات کا پردہ چاک کردینے کا معاملہ ہو یا اس کی ''دعوت مباہلہ'' اور ''دعا بر فیصلۂ الٰہی اور قضاء ربانی'' یا مرزا کے ''معیار نبوت'' اور ''اوہام از ظہور امام'' اور ظلی وبروزی نبوت کی تاویلات کے تار پور بکھیرنے کا معاملہ ہو یہ سارے خواص وامتیازات علامہ محدث ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ کو حاصل تھے۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ اسلاف کے اس عظیم ورثہ کی طرف متعدد علمی شخصیات اور انجمنوں واداروں نے توجہ فرمائی اور توفیق ربانی سے رہوار قلم وقرطاس اس جانب موڑ کر ان قیمتی اثاث اور بہترین تراث اور خدمات کو اس قحط الرجال والعلم کے زمانہ میں منظر عام پر لانے کی دوبارہ کوشش کر رہے ہیں۔

انہیں معروف ناموں میں ایک جانا پہچانا نام محترم جناب مولانا احسن جمیل حفظہ اللہ سابق شیخ الجامعہ سلفیہ بنارس کا ہے جنہوں نے بہت سارے علمی، دفاعی کاموں کے ساتھ ذہبی دوراں، بیہقی عصر علامہ امام نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کے بعض رسائل کو تسہیل وتحقیق کے ساتھ منصۂ شہود پر لانے کا کام کیا، اور اب سیف اللہ المسلول محدث ومحقق علامہ

ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ کی تحریروں کو بہترین شکل میں منظر عام پر لا رہے ہیں۔ اللہ جل شانہ ان کی ان مساعی کو قبول فرمائے اور مزید توفیق عطا کرے۔

مزید خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ مولانا نے قدیم مفید علمی کتابوں اور محقق مؤلفین کی نگارشات اور فیوض علمیہ کا انتخاب کر کے ان کو اپنی تحقیق اور تعلیق سے مزین کرنے کے بعد طبع کرنے کا پروگرام بنایا ہے جس کام میں ان کے لائق وہونہار فرزند جو "الولد سر لأبیه" کے مصداق ہیں یہی نہیں کہ ہاتھ بٹا رہے ہیں بلکہ خود بھی اس تحقیقی وطباعتی کام میں حصہ لے رہے ہیں۔

زیر نظر رسائل وکتب جو حضرت سیف بنارسی رحمہ اللہ نے رد قادیانیت اور دفاع رحمۃ للعالمین میں تحریر کئے تھے مولانا کے فرزند نے نہایت محنت سے مختلف کتب خانوں اور افراد سے حاصل کئے اور ان کو مفید تحقیق وتعلیق سے مزین کیا، اور اب زیور طبع سے آراستہ ہو کر کتابی شکل میں قارئین کی خدمت میں حاضر ہونے کو تیار ہے، ان ہی کی طلب پر انتہائی عجلت میں ان سطور کو لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، اللہ تعالی ان دونوں (پدر بزرگوار اور پسر ہونہار) کو مزید توفیق وتائید سے نوازتا رہے آمین۔

وصلى الله على نبينا محمد وسلم وبارك۔

طالب دعا

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۸/ اکتوبر ۲۰۱۶ء، مطابق: ۱۸/ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

مقدمۃ المحقق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إن الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً﴾

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً ☆ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً﴾

أما بعد:

عقیدہ ختم نبوت ایک ایسا بحر لا ساحل ہے جس میں بہت سارے غوطہ خوروں کو ڈوبتے دیکھا گیا ہے، لیکن اللہ رب العالمین کا خاص انعام اس باب میں بھی برصغیر ہند وپاک کی عامل بالکتاب والسنۃ جماعت پر رہا کہ جس طرح ان کو صحیح عقیدہ کی ہدایت کی، اسی طرح اس مسئلہ میں بھی انہیں ہدایت کی راہ دکھلائی، اور دوسرا بڑا انعام اللہ نے اس جماعت حقہ پر یہ کیا کہ اس میں حق گو اور باطل کا قلع قمع کرنے والے چوٹی کے علماء کی ایسی جماعت پیدا کی جنہوں نے اپنی بے باک قلمی اور لسانی کاوشوں سے باطل کے پرخچے اڑا کر رکھ

دیئے، دفاع عن الاسلام کے سلسلہ میں ان کی بے مثال کاوشوں کا ایک حصہ ردقانیت ہے، جب قادیانیت کا فتنہ سامنے آیا تو اللہ غریق رحمت کرے ہمارے علماء کو جو اس فتنہ پر اس تیز وتند آندھی کی طرح حملہ آور ہوئے کہ قادیانیت اور قادیانیوں کی کھوکھلی اور باطل پر مبنی عمارت کو ریزہ ریزہ کر دیا، ردقادنیت کے سلسلہ میں جن علماء اہل حدیث نے بڑھ چڑھ کر اپنی خدمات پیش کیں انہی میں ایک نام بنارس کے مشہور عالم سیف اللہ المسلول حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ کا بھی ہے جنھوں نے تحریر اور مناظرہ کے ذریعہ اس فتنہ کے سد باب کی بھرپور کوشش کی، آپ کی بے باک تحریریں اس وقت کے مختلف پمفلٹوں اور میگزینوں میں شائع ہوتی تھیں، زیرنظر کتاب میں ہم نے حضرت العلام کی ان قیمتی تحریروں کو اکٹھا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو انجمن اشاعت الاسلام مدن پورہ بنارس کے پلیٹ فارم سے طبع ہوئی تھیں، تاکہ تاریخ کے یہ منتشر اوراق ایک جگہ جمع ہو جائیں، اور ہمارے لئے بھی مشعل راہ بنیں، لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء فرقۂ قادنیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کا مختصر سا تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، تاکہ آگے کی تحریروں کو پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو:

غلام احمد قادیانی:

مرزا کا نام اس کے والدین نے ابتداء میں دسوندی رکھا تھا(۱)، لیکن سندھی کے نام سے مخاطب ہوتا تھا اور مشہور تھا، اس نام سے مشہور ہونے کی وجہ تحریر کرتے ہوئے قادیانی کا بیٹا تحریر کرتا ہے: ''اس زمانہ میں مشہور تھا کہ چھوٹے بچے کو پیار سے سندھی کہہ کر پکارتے تھے کیوں کہ جس بچے کے گلے میں سیندھی (ہنسلی) ڈال کر نذر ریوری کی جاتی تھی اس کا نام عموما سندھی رکھ دیتے تھے'' (۲)۔ لیکن دسوندی اور سندھی سے یہ شخص غلام احمد کب اور کیوں

(۱) تکذیب براہین احمدیہ: (ص:۱۳۷)۔ (۲) دیکھیں: ((سیرۃ المہدی)) از: بشیر احمد: (۳۶/۱)۔

ہوگیا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ بھی مرزا کی افتراء پردازیوں کی ہی ایک کڑی ہو۔

مرزا نے ایک جگہ اپنے نسب نامہ کو خود اس طرح تحریر کیا ہے: ''میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضی، میرے دادا صاحب کا نام محمد عطا اور میرے پردادا کا نام گل محمد تھا، اور جیسا کہ بیان کیا گیا کہ ہماری قوم مغل برلاس ہے''(۱)۔

مرزا نے اپنی تاریخ پیدائش سے متعلق یہ تحریر کیا ہے: ''میری پیدائش موضع قادیان ضلع گورداس پور میں ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی، اور ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں میری عمر سولہ یا سترہ سال کی تھی''(۲)، اور مرزا کی ایک دوسری تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ولادت یا تو ۱۸۴۱ء یا ۱۸۴۲ء میں ہوئی تھی، جس میں اس نے کہا ہے کہ میرے والد کے انتقال کے وقت میری عمر چونتیس یا پینتیس سال کی رہی ہوگی (۳)، اس کے والد کا انتقال ۱۸۷۵ء میں ہوا ہے (۴)۔

مرزا غلام احمد قادیانی نوجوانی کے ہی دنوں سے مقدمہ بازی اور رشوت خوری وغیرہ میں معروف تھا، چنانچہ خود ہی تحریر کیا ہے: ''میرے والد صاحب اپنے بعض آباء واجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا''(۵)۔

پھر مرزا نے مستقبل کو دیکھتے ہوئے ان مقدمات اور کورٹ کچہری سے خود کو نکالا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی، اس کے بعد وہ لاہور پہنچ گیا اور ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا جو غیر اسلامی مذہبوں کی تردید میں لکھی گئیں تھیں۔

---

(۱) کتاب البریہ: (ص:۱۳۴)۔
(۲) دیکھیں: ((کتاب البریہ)): (ص:۱۴۶)۔
(۳) ایضا (ص:۱۶۰)۔
(۴) دیکھیں کتاب: ((براہین احمدیہ)) آخری جلد۔
(۵) دیکھیں: ((کتاب البریہ)): (ص:۱۵۱)۔

اب مرزا کے سامنے اپنے مستقبل کو لے کر دو راستے تھے، ایک یہ کہ کتابیں تصنیف کر کے فروخت کرے اور پیسے جمع کرے، یا ولی کامل اور مامور من اللہ ہونے کا دعوی کر کے اپنی بزرگی کا رنگ جمالے اور دنیاوی زیب وزینت سے آراستہ ہولے، پہلے راستہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کتاب ((براہین احمدیہ)) لکھنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن یہ بہت طول طویل کام تھا۔ لہذا خوابوں کی جھوٹی تعبیر کا کام اپنا کر کمزور عقیدہ والے مسلمانوں کو مرعوب کرنے لگا، لیکن اسے جلدی ہی مراق اور سلسل البول جیسی بیماریوں نے اپنی گرفت میں لے لیا(۱)، اور یہ دونوں مرض جب اپنے شباب کو پہنچ گئے اور اس کے دل ودماغ پر چھا گئے تو اس کے اوپر جھوٹے الہامات کی تیز وتند ہوائیں چلنے لگیں، نیز اپنے آپ کو ملہم اور مستجاب الدعوات ہونے سے معروف کرنے لگا، اور جس کمرے میں بیٹھ کر الہام بازی کرتا تھا اس کا نام "بیت الفکر" رکھ لیا(۲)۔

اور بالآخر ان جھوٹے دعووں کا انجام یہ ہوا کہ اس نے انیسویں صدی کے اخیر میں مہدی اور مسیح موعود اور مثل مسیح ہونے کا اعلان کیا، اور ساتھ میں یہ بھی گردانا شروع کیا کہ مسیح علیہ السلام کشمیر میں وفات پا چکے ہیں(۳)۔ اس کے بعد مرزا کا وہ دور آیا جب اس نے جھوٹی نبوت ہی کا دعوی کر دیا۔

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی نبوت سے اسلام کے ایک اہم اور بنیادی عقیدہ (عقیدہ ختم نبوت) پر ضرب لگ رہی تھی اس لئے بلاتفریق ملت ومسلک علماء نے اس فتنہ کا سدباب کرنے کی کوششیں تیز کر دیں لیکن اس میدان میں علماء اہل حدیث کا رول سب

(۱) ان دونوں بیماریوں کا اعتراف خود مرزا نے کیا ہے، دیکھیں: ((تشحیذ الاذہان)): جون/۱۹۰۶ء، (ص:۵-۶)

(۲) دیکھیں مرزا کی: ((البشری)): (۱/۱۰)، حصہ دوم۔

(۳) دیکھیں: ((کتاب البریہ)): (ص:۲۲۰)، ((الھدی)): (ص:۱۰۹)۔

سے اہم رہا، چنانچہ میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی زیر سرپرستی مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی قیادت میں جماعت کے علماء کی ایک پوری ٹیم اس فتنہ کے خلاف سینہ سپر ہوگئی، اور تحریر وتقریر نیز مناظرہ کے ذریعہ مرزا کی ہفوات کا منہ توڑ جواب دیا نیز مسلمانوں کو اس فتنہ کی حقیقت سے آگاہ کیا، بلاشبہ اس محاذ کے صف اول میں جو مرد مجاہد کھڑا نظر آتا ہے وہ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی شخصیت ہے، جنھوں نے مرزا کی تردید میں صفحات در صفحات لکھ ڈالے، آپ کے بعد اس فتنہ کے سد باب کے لئے جس عالم جلیل کو سب سے بڑی توفیق حاصل ہوئی وہ شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (ت: ۱۹۴۸ء) ہیں جنھوں نے اپنی تقریر وتحریر اور بحث ومناظرہ کے ذریعہ اس جھوٹی نبوت کا دعوی کرنے والے کے خلاف ایسا بندھ باندھا کہ عاجز آکر اس نے حق وباطل کے درمیان فیصلہ کی اللہ سے دعا کردی، اور یہی دعا اس کی زندگی کے خاتمہ اور اس دعوی نبوت کے جھوٹ کو واضح کرنے کا ذریعہ بن گئی۔

مرزا کے اس دنیا سے رخصت ہوجانے کے چند سالوں بعد اس کے متبعین میں سے دو فرد شہر بنارس وارد ہوئے اور شہر کے ایک مشہور علاقہ ندیسر میں سکونت پذیر ہوئے جہاں آج بھی اس فرقہ باطلہ کی ایک مسجد موجود ہے، جیسا کہ بعض حضرات کی زبانی معلوم ہوا کہ ان دونوں میں سے ایک کا نام مجاہد تھا، یہ دونوں مل کر اس قادیانی کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانے لگے، جب اس فتنہ کے بنارس پہنچنے کی خبر لگی تو اس وقت کے مشہور عالم دین میاں صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد رشید محدث علامہ محمد ابوالقاسم سیف بن علامہ محمد سعید بنارسی (ت: ۱۹۴۹ء) جو افکار باطلہ اور عقائد ھدامہ کی تردید میں مشہور تھے اس کے خلاف کھڑے ہوئے، اس وقت نوجوانان اہل حدیث مدنپورہ نے دین کی نشر واشاعت کی غرض سے ۱۹۳۰ء میں انجمن اشاعت اسلام کے نام سے ایک انجمن قائم کر رکھی تھی جس کے ناظم مولانا سیف بنارسی رحمہ

اللہ ہی تھے، آپ کے ساتھ دیگر بنارسی علماء بھی شامل تھے جن میں مولانا عبدالمجید حریری (ت: ۱۹۷۲ء) اور مولانا عبدالمتین بن حافظ عبدالرحمٰن سلفی (ت: ۱۹۶۴ء) پیش پیش تھے، اس موقع پر انجمن نے مولانا رحمہ اللہ کو اس بات کی ذمہ داری سونپ دی کہ زبان کے ساتھ آپ قلم کے ذریعہ بھی اس باطل فرقہ کی حقیقت کو لوگوں کے سامنے واضح کردیجئے تو مولانا رحمہ اللہ نے یکے بعد دیگرے (۱۲) ٹریکٹ مرتب کیے جن کو انجمن نے شائع کیا اور بنارس والوں نے یہ جان لیا کہ اس فرقہ کی حقیقت کیا ہے۔ ان میں سے پہلا ٹریکٹ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعض دعاوی اور الہامات اور ان کی حقیقت پر مشتمل تھا۔ دوسرا ''اظہار حقیقت'' اس ٹریکٹ میں مولانا رحمہ اللہ نے ان مسائل کا ذکر کر کے ان کی حقیقت کو واضح کیا ہے جن پر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی تھی۔ تیسرے ٹریکٹ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے نزول مسیح اور مسئلہ ختم نبوت پر ایک بحث کی گئی ہے۔ چوتھا ٹریکٹ ''ثناء رحمانی بر قضاء قادیانی'' یا ''قضاء ربانی بر دعائے قادیانی'' یعنی الٰہی فیصلہ پر مشتمل ہے جس میں مرزا کے اس اشتہار کا ذکر ہے جو اس نے مولانا ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے نام سے شائع کیا تھا اور پھر کچھ ہی مہینوں میں اس کا انتقال ہوگیا تھا، اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ اشتہار محض ایک دعا تھی کوئی مباہلہ نہ تھا۔ پانچواں ٹریکٹ مرزا غلام احمد قادیانی کے جوابات کے ردود پر مشتمل ہے۔ چھٹا ٹریکٹ جو ''جواب دعوت'' ہے یہ ٹریکٹ ایک ((دعوت الی الحق)) نامی اشتہار کے جوابات پر مشتمل ہے۔ ساتواں ٹریکٹ ''معیار نبوت''، اس رسالہ میں مولانا بنارسی رحمہ اللہ نے مرزا کے دعوائے نبوت کی حقیقت کو واشگاف کرنے کے ساتھ اصل معیار نبوت کی طرف سرسری توجہ مبذول کرائی ہے، ٹریکٹ آٹھ تا گیارہ ''نور اسلام بجواب ظہور امام'' جو ان لوگوں کی درحقیقت تردید ہے جنہوں نے بنارس میں اس شجر ملعونہ کو

پھیلانے کا ذمہ اٹھا رکھا تھا اور انہوں نے ایک کتابچہ شائع کیا تھا جس پر لکھ مارا تھا کہ جواب ٹریکٹ ۱، ۲، ۳، جب کہ یہ درحقیقت سوائے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں تحریف کے کچھ بھی نہ تھا، ٹریکٹ بارہ "دفع اوہام از ظہور امام" اس میں علامہ رحمہ اللہ نے ان دلائل کا جواب دیا ہے جو قادیانی عیسی علیہ السلام کی وفات پر پیش کرتے ہیں، اور ان کے ارادہ باطلہ کو عوام کے سامنے واضح کیا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ کے ان رسائل کی اہمیت اس طرح سمجھ لیجئے کہ جب بنارس کے اندر یہ فتنہ پرور لوگ پہنچے اور اپنی چکنی چپڑی باتوں کے ذریعہ عام مسلمانوں کو یہ باور کرانے لگے کہ عیسی علیہ السلام زندہ نہیں ہیں اور نہ وہ دوبارہ آنے والے ہیں، نیز قرآن واحادیث میں جہاں کہیں بھی اس کا ذکر آیا ہے وہ استعارہ ہے اور ان سب سے مراد یہی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں تو سادہ لوح عوام اضطراب میں پڑ گئے، اور ان کے عقائد متزلزل ہونے لگے اس موقع پر انجمن اشاعت اسلام کے زیر سایہ علماء نے جہاں اپنے خطابات کے ذریعہ اس شجر ملعونہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا کام کیا وہیں مولانا کے یہ رسائل ان قادیانیوں کے ہر حربہ اور ان کے تمام رسائل کا منہ توڑ جواب پیش کرنے لگے، اور دھیرے دھیرے ان رسائل کی وجہ سے وہ فتنہ پرور لوگ نہ صرف یہ کہ خاموش ہوگئے بلکہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہوگئے، اس کے علاوہ بھی مولانا کی بے شمار چھوٹی بڑی تصانیف ہیں جن کا ذکر ان شاء اللہ مولانا رحمہ اللہ کی سوانح میں آئے گا۔

اب جب یہ فتنے پھر دھیرے دھیرے اپنا سر شکل وصورت اور نام تبدیل کر کے اٹھانے لگے تھے تو ضرورت تھی کہ علامہ رحمہ اللہ کے ان رسائل کو پھر سے نئی تحقیق وترتیب کے ساتھ مزین کر کے منظر عام پر لایا جائے، کیوں کہ اس سلسلہ میں مولانا رحمہ اللہ نے جتنا

لکھ دیا ہے اس سے زیادہ لکھنے کی نا تو ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی آج کے اس دور میں ان مخلصین کی طرح لکھ سکتا ہے الا ماشاء اللہ۔

اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان رسائل پر علمی طور پر کام کیا جائے اور اپنے علماء کی ان گراں قدر محنتوں سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ اس لئے میں نے اس پر متعدد کام کئے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ پوری کتاب کو اول تا آخر خود سے ٹائپ کیا۔

۲۔ قرآنی آیات میں سورہ اور آیت نمبر درج کیا۔

۳۔ حدیثوں کو اس کے اصل مصادر کی طرف تحویل کیا۔

۴۔ صحت وضعف کے اعتبار سے حدیثوں کا حکم علماء کے اقوال سے بیان کرنے کی اپنی استطاعت اور ناقص علم کی حد تک کوشش کی۔

۵۔ عموما حدیثوں کے حوالہ میں مؤلف رحمہ اللہ نے ((کنز العمال)) یا اسی طرح کی کتابوں کا ذکر کیا تھا جو اصل مصادر میں سے نہیں ہیں ہم نے ان کے اصل مصادر کا ذکر کیا۔

۶۔ جا بجا اقوال کے حوالہ جات کو ایک حد تک نقل کیا۔

۷۔ مصنف رحمہ اللہ نے جو حوالہ جات نقل کئے تھے جدید طرز کے مطابق ہم نے ان کو حاشیہ میں کیا اور جو کتابوں کی جدید طبعات موجود ہیں ان سے حوالہ جات نقل کیا، چونکہ مصنف رحمہ اللہ نے عموما قرآن کی آیتوں میں پارہ اور رکوع کا حوالہ درج کیا تھا جو اس دور کے حساب سے تھا افادہ عامہ کی غرض سے ہم نے ان کو جدید طرز کے مطابق سورہ کا نام اور آیت نمبر ذکر کیا، ایسے ہی صحیح بخاری اور فتح الباری وغیرہ میں مصنف رحمہ اللہ نے پارہ وغیرہ کا حوالہ نقل کیا تھا جو اب نہ تو دستیاب ہیں اور نہ ہی رائج ہیں، اسی لئے ان ساری جگہوں پر ہم

نے جدید طرز کے حوالے نقل کئے ہیں، اور مؤلف نے جو حوالہ جات حاشیہ میں رکھے تھے ہم نے بھی ان کو حاشیہ ہی میں باقی رکھا ہے ہاں ان کو نقل کرنے کے بعد بریکٹ میں (مؤلف) لکھ دیا ہے، اور جہاں مزید حاشیہ لگانے کی حاجت پیش آئی حسب ضرورت حاشیہ لکھا تا کہ کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔

۸۔مرزا غلام احمد قادیانی کی جن کتابوں کا مولانا نے حوالہ دیا تھا ان کو ان سے ملانے کی اور مکمل حوالہ درج کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، اور جدید دور میں مرزا کی ساری کتابیں (روحانی خزائن) کے نام سے ۲۳ جلدوں میں جمع کردی گئی ہیں ہم نے حسب ضرورت ان کے حوالے کو بھی حاشیہ میں درج کیا ہے۔

۹۔تفسیر کی کتابوں میں مؤلف رحمہ اللہ نے عموماً صرف نام یا نسبت ذکر کرنے پر اکتفا کیا تھا ہم نے ان کے حوالہ جات کو درج کیا۔

۱۰۔ایسے ہی شروح حدیث میں بھی مؤلف رحمہ اللہ نے عموماً کتابوں کے ناموں کے ذکر پر اکتفا کیا ہے ہم نے ان کے حوالہ جات درج کئے۔

۱۱۔جو نسخہ ہمیں میسر ہوا اللہ کے شکر سے وہ نسخہ ہے جو مؤلف رحمہ اللہ کا ہے جس میں انہوں نے متعدد مقامات پر اضافہ وتعلیقات وغیرہ کا اندراج کیا ہے بعض جگہوں پر تو کئی سطریں ہیں، اور بعض جگہوں پر کچھ عبارتوں کو کاٹ دیا ہے اور ان کی جگہ پر دوسری عبارت کا اضافہ کیا ہے اور بعض جگہوں پر نہیں کیا ہے ان سب کو ہم نے شامل کتاب کیا۔

۱۲۔مفید تعلیقات وحواشی سے کتاب کو مزید مزین کرنے کی کوشش کی۔

۱۳۔عربی وفارسی کی جن عبارتوں کا ترجمہ مؤلف رحمہ اللہ نے نہیں ذکر کیا تھا ہم نے حاشیہ میں حسب ضرورت ذکر کردیا۔ وغیرہ۔

جب میں نے اس کام کو انجام دینے کا عزم مصمم کرلیا اور ایک حد تک کام ختم بھی کر چکا تھا تو کسی نے یہ خبر دی کہ ((احتساب قادیانیت)) میں ان رسائل کو شامل کیا گیا ہے، تو میں نے بلا تاخیر اس جلد کو نکال کر پڑھا تو دیکھا کہ اس میں مولانا کے متعدد رسائل غیر موجود ہیں،، اور بعض جگہوں پر مولانا نے مرزا کی جس کتاب کا حوالہ درج کیا ہے اس کو نہ ذکر کر کے اس کی جگہ دوسری کتاب کو ذکر کیا گیا ہے، اور نہ کوئی علمی تحقیق ہے اور نہ کوئی حواشی وغیرہ، نیز احادیث اور علماء کے اقوال کو بھی ان کے اصل سے ملایا نہیں گیا ہے جس کی وجہ سے کئی جگہ عبارتوں میں علمی غلطیاں رہ گئی ہیں، اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نے ان رسائل کو پڑھتے وقت جو حذف واضافہ کیا ہے وہ غیر موجود ہیں، اس لحاظ سے اگر کہا جائے کہ یہ کام بہت ناقص ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا، حتی کہ لکھنے والے کو یہ بھی نہ معلوم ہوسکا ہے کہ یہ رسائل کس کے ہیں، چونکہ یہ رسائل سکریٹری انجمن اشاعت اسلام کے نام سے شائع ہوئے ہیں اس لئے عموما لوگ ان رسائل کو نہیں جانتے اور نہ ہی ان کی اہمیت سے واقف ہیں۔ واللہ اعلم۔

کتاب کے اخیر میں ہم نے علامہ رحمہ اللہ کا ایک نفیس سلسلہ مضامین (بارقۃ السیف) نامی جو ردقادیانیت ہی پر ہے اور جو اخبار اہل حدیث امرتسر کی زینت تھا وہاں سے اخذ کر کے خود سے اس کو ٹائپ کیا اور اس پر بھی دیگر رسائل کی طرح علمی تعلیقات اور حواشی کا کام کیا، چونکہ یہ مضامین ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی کتاب (تحریک ختم نبوت) میں موجود تھے تو لگا کہ شاید اس کی وجہ سے اس پر کام کرنا آسان ہوگا لیکن اس سے کوئی خاصہ فائدہ نہ ملا کیوں کہ ڈاکٹر صاحب نے صرف جمع کیا ہے اس پر کوئی علمی کام نہیں کیا ہے، اور عبارت نقل کرنے میں کئی جگہ کافی نقص ہے۔ اسی وجہ سے افادیت عامہ کی خاطر اس پر بھی

علمی حواشی وغیرہ کا کام کرنے کے بعد شامل کتاب کیا۔ واللہ اعلم۔

اس موقع پر میں اللہ رب العالمین کا نہایت شکرگزار ہوں کہ اس نے مجھ جیسے کم علم اور بے عمل انسان کو اتنی بڑی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا کی اور ہر قدم پر اس وحدہ لا شریک نے میری مدد اور اعانت کی۔

پھر میں اپنے دادا رحمہ اللہ کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کی قبر کو جنت کی کیاری بنادے جن کی بے انتہا محبت اور پھر ان کی دعاؤں اور نصیحتوں کا ثمرہ ہے کہ آج میں اس لائق ہوا کہ اس دین حنیف کی خدمت میں کچھ حصہ لے سکوں۔

اس موقع پر میں اپنے والدین کا شکریہ ادا کرنا اور ان کے لئے دعائیں کرنا بھی اپنا لازمی فرض سمجھتا ہوں کہ جن کی تربیت اور جن کی پرورش نے دین کی خدمت کی ذمہ داری کا جذبہ میرے اندر پیدا کیا۔

اور میں شکرگزار ہوں استاذ محترم مولانا ابوالقاسم فاروقی حفظہ اللہ کا جن کے نیک مشورے میرے ساتھ شامل حال رہے اور میری گزارش پر انہوں نے مقدمہ بھی تحریر فرمایا، اور فارسی عبارتوں کا ترجمہ عموماً آپ ہی کا کیا ہوا ہے۔ اور میں شکرگزار ہوں استاذ محترم شیخ محمد مستقیم سلفی حفظہ اللہ کا جو ہر جگہ میری بے حد تعریف کرتے ہیں اور ہر چھوٹے بڑے کے سامنے میرے حقیر کام کو سراہتے ہیں، اور کچھ فارسی عبارتوں کا ترجمہ بھی کیا ہے، پھر شکرگزار ہوں استاذ محترم شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا جنہوں نے میرے ادنی سے مطالبہ پر اپنی مشغولیت بھری زندگی سے وقت نکال کر ایک نفیس مقدمہ تحریر فرمایا۔

اسی طرح شکرگزاری کے مستحق ہیں شیخ عبدالسلام سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل

حدیث بمبئی جنہوں نے اس کتاب کی طباعت کے لئے جوش دلایا اور آگے بڑھ کر اس کی طباعت اپنے ذمہ لیا، اللہ شیخ کی اس فراخ دلی کو ان کے حصول جنت کا سبب بنائے۔

اس موقع پر میں حافظ محفوظ الرحمٰن صاحب سلفی لائبریرین جامعہ سلفیہ کا شکریہ ادا کرنا بھی نہیں بھول سکتا جنہوں نے ہر وقت کتابوں اور حوالہ جات کے حصول میں میری بے حد مدد کی، اور اخیر میں میں شکر گزار ہوں اپنے ان چند ساتھیوں کا بھی (جیسے مولانا محمد عمران بن جعفر علی سلفی و مولانا عبدالرحیم بن محمد یونس سلفی اور دوسرے ان احباب کا) جنہوں نے اس عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میرے ساتھ کسی بھی طرح کا تعاون کیا۔ اللہ ان سب کو اجر جزیل سے نوازے اور ان کی کوششوں کو اور ہر اس شخص کی کوشش کو قبول فرمائے جس نے میری کسی طرح بھی اس عمل میں مدد کی ہو۔

اللہ تعالی میرے اس عمل کو قبول کرے اور خالص اپنی رضا کے لئے بنائے اور میرے اور میرے والدین اور ہر اس شخص کے لئے جس نے اس میں دامے درمے سخنے حصہ لیا ہو جہنم سے نجات اور جنت الفردوس کے حصول کا سبب بنائے۔ آمین۔

عبدالأحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

بنارس

۲۶/۸/۱۴۴۰ھ مطابق ۱/۵/۲۰۱۹ء

علامہ سیف بنارسی حیات خدمات

علامہ سیف بنارسی حیات وخدمات

علامہ شیخ محمد ابوالقاسم سیف بن محمد سعید بنارسی:

مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ اوران کے والد محترم مولانا محمد سعید بنارسی رحمہ اللہ کی زندگیاں ہمارے لئے عبرت بھی ہیں اور نصیحت بھی ۱۲۷۴ھ = ۱۸۵۸ء کو گجرات (پنجاب) کے ایک قصبہ کنجاہ میں ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے جسے گھر والے معمول کے مطابق اپنے عقائد شرکیہ کوملحوظ رکھتے ہوئے ''مول سنگھ'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، لیکن اللہ رب العالمین نے اسے تقدیر کا بہت بلند بلکہ محدث عصر بنانے کا فیصلہ کیا تھا، چنانچہ مناظراتی خیالات کی وجہ سے اسلام کو پڑھا اور پھر اسلام میں داخل ہوئے والد نے ان کو واپس کفر کی طرف لوٹانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہے، اور آپ ابتدائی زمانہ اسلام میں دیوبندی مکتب فکر کے حامل تھے پھر جب حدیث کا نور آپ کے اوپر پڑا تو میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زانوئے تلمذتہ کیا، اور وہاں سے فراغت کے بعد بنارس کو بطور اپنے مسکن کے اختیار کیا اور ﴿يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوُرِ﴾ کی زندہ مثال بن کر لوگوں کو ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ کی نوید جاں فزا سنانی شروع کردی۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ کی اولاد بھی خلف الصدق ثابت ہوئی اور جوان میں سب سے زیادہ مشہور ہوئے وہ علامہ محمد ابوالقاسم سیف ہیں، سطور ذیل میں ہم آپ ہی کی سوانح اختصار کے ساتھ ذکر کریں گے۔

نام ونسب اور کنیت:

آپ کا نام محمد ابوالقاسم بن مولانا محمد سعید بن سردار کھڑک سنگھ بن کاہن سنگھ کنجاہی ہے۔

چنانچہ محترم مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''محمد نام اور ابوالقاسم کنیت، سیف الاسلام لقب، سلسلۂ نسب محمد بن سعید بن سردار کھڑک سنگھ بن کاہن سنگھ کنجاہی (پنجابی) آپ کے والد حضرۃ العلامہ محمد سعید صاحب رحمہ اللہ نے قبول اسلام کے بعد ترک وطن کر کے بنارس میں مستقل سکونت اختیار کی''(۱)۔

آپ کا تاریخی نام ''محمد فضل قادر'' ہے(۲)۔

آپ کی کنیت آپ کے استاذ محترم میاں صاحب رحمہ اللہ نے اختیار کی تھی، آپ خود ہی تحریر فرماتے ہیں: میری کنیت تو خود جناب میاں صاحب نے انتخاب کی تھی، مجھے اس وقت صرف ''محمد'' کے ساتھ پکارا جاتا تھا، جب سند میں میرا نام خالی محمد لکھا گیا تو میاں صاحب نے ارشاد فرمایا: ارے یہ خالی ''محمد'' کیا ہے؟ کنیت ''ابوالقاسم'' بڑھا لے(۳)۔

ولادت باسعادت:

مولانا بنارسی کے والد مولانا محمد سعید رحمہ اللہ چونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد میاں صاحب رحمہ اللہ کے حلقۂ تعلیم میں داخل ہو گئے تھے، اور آپ کے استاذ میاں صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو شہر بنارس کے محاذ پر لگایا تھا، اسی لئے مولانا رحمہ اللہ نے بنارس جا کر ۱۲۹۹ھ (۴) میں ایک مدرسہ کا قیام کیا جو الحمدللہ آج تک باقی ہے، اور وہیں آپ کی ازدواجی زندگی

---

(۱) حیات ابوالقاسم از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنو، (ص:۸-۹)، سیف الاسلام نمبر، شمارہ:۷-تا-۱۰، یکم و۱۵ ربیع الثانی، یکم و۱۵ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ=۱۰و۲۴ جنوری، ۸و۲۲ فروری ۱۹۵۱ء۔

(۲) ایضاً۔ (۳) الزہر الباسم فی الرخصۃ فی الجمع بین محمد وأبی القاسم: (ص:۱۶)۔

(۴) حضرت مولانا حافظ ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ از قاری احمد سعید صاحب مطبوعہ از (نور توحید) لکھنو، (ص:۱۹)، سیف الاسلام نمبر، شمارہ:۷-تا-۱۰، یکم و۱۵/ ربیع الثانی، یکم و۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ=۱۰و۲۴/ جنوری، ۸، و۲۲/ فروری ۱۹۵۱ء۔ اور دیکھیں: ((اخبار اہل حدیث)) امرتسر: (ص:۹-۱۰)، شمارہ:۳، جلد:۱۶، ۱۷/ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق: ۲۲/ نومبر ۱۹۱۸ء۔

استوار ہوئی اور وہی آپ کا مسکن ہوگیا(۱)، اسی لئے مولانا بنارسی (سیف) رحمہ اللہ کی ولادت ہندوستان کے اسی معروف ومشہور شہر بنارس (اتر پردیش) میں یکم شوال شب چہار شنبہ ۱۳۰۷ھ کو محلہ دارانگر میں بوقت طلوع ہلال ہوئی (۲)۔

آپ کا خاندان:

آپ کے دادا سردار کھڑک سنگھ اور ان کے خاندان کا شمار اپنے دور کے صاحب ثروت اور انتہائی معزز ہندو گھرانوں میں ہوتا تھا اور اس کے افرادِ خاندان ہندو معاشرے میں عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، آپ کی قوم چھتری تھی۔ سردار کھڑک سنگھ کے بیٹے مول سنگھ (مولانا محمد سعید) کی ولادت ۱۲۷۴ھ = ۱۸۵۸ء میں ہوئی، مولانا سعید بنارسی ۱۸۷۴ء میں اسلام میں داخل ہوئے، اور پھر وہاں سے بھاگ کر تحصیل علم کی خاطر دیوبند گئے اور چند ہی عرصے میں حقیقت حال سے واقف ہوکر چھوڑ کر دہلی مولانا نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور تحصیل علم کے بعد منطق وفلسفہ وغیرہ کے لئے ۲۲ رصفر ۱۲۹۷ھ میں یوم چہار شنبہ آرہ پہنچے، اور وہاں مولانا سعادت حسین ومولانا عبداللہ غازی پوری وغیرہ سے زانوئے تلمذ تہ کیا، اسکے بعد حسبِ اصرار جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب کے ایک سال مدرسہ احمدیہ میں تدریسی خدمات انجام دی۔ بعدہٗ بمعیت جناب مولانا حافظ عبداللہ صاحب ممدوح حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظمہ میں شیخ عباس بن عبدالرحمان یمنی تلمیذ قاضی شوکانی سے سند حدیث حاصل کی۔ وہاں سے واپس آکر ۱۰ر جمادی الآخرہ ۱۲۹۹ھ یوم شنبہ کو بنارس پہونچے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اسی زمانہ میں حنفیوں کی طرف

---

(۱) دیکھیں: ((تذکرۃ السعید)) از محمد ابوالقاسم سیف: (ص:۱۵)۔

(۲) حیات ابوالقاسم از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص:۹)، سیف الاسلام نمبر، شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵ر ربیع الثانی، یکم و۱۵ر جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۳ر جنوری، ۸و۲۳ر فروری ۱۹۵۱ء۔

سے رسالہ ''کشف الحجاب'' جاری تھا۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کا جواب ''ہدایۃ المرتاب'' لکھا۔ جس کو نواب صدیق حسن صاحب والی ریاست بھوپال نے بہت پسند کیا اور براہ قدر دانی مبلغ پچاس روپیہ ماہوار مشاہرہ مقرر کردیا۔ چونکہ مولانا نے اللہ کے لیے اپنا عیش وآرام ترک کیا تھا، اسی لئے اللہ نے ان کو اسلام میں ویسے ہی بڑھادیا۔ اپنے بندوں میں سے ایک خاص مقبول بندے کو مولانا کے حال پر مہربان کردیا، جس کے باعث مولانا کو کامل غنا ہوئی۔ مکان بھی ان کی اعانت سے بن گیا، مطبع بھی قائم ہوگیا اور ۲۷ رصفر ۱۳۰۲ھ یوم سہ شنبہ کو عقدِ ثانی بھی ہوگیا۔ یہ سب فضل الٰہی ہے''(۱)۔

مولانا سعید نے بنارس میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد یہاں ایک مدرسے کی بنیاد رکھی اور تعلیم وتدریس کا آغاز کیا۔ مدرسے کا نام آپ نے ''دارالحدیث''(۲) یا مدرسہ اسلامیہ رکھا، جو مولانا کی وفات کے بعد بانی مدرسہ کے نام سے موسوم ہوکر ''مدرسہ سعیدیہ'' ہوگیا(۳)۔ (جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ جو بفضلہٖ تعالیٰ آج تک قائم ودائم ہے) دینی کتب کی نشر واشاعت کی غرض سے ایک مطبع بنام ''مطبع صدیقی'' قائم کیا، جسے مولانا کی وفات کے بعد ''سعید المطابع'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ تبلیغی اغراض ومقاصد کے لیے ایک ماہانہ جریدہ ''نصرۃ السنۃ'' کا اجراء بھی ۱۰ رتمبر ۱۸۸۵ء کو کیا تھا جو اسم بامسمّٰی تھا۔ فنِ مناظرہ سے انہیں

---

(۱) نصرۃ السنۃ: شمارہ:۲، جلد:۹، مجریہ رمضان ۱۳۰۵ھ، اور دیکھیں: ((اخبار اہل حدیث)) امرتسر: (ص:۹۔۱۰)، شمارہ:۳، جلد: ۱۶، ۱۷ رصفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق: ۲۲ رنومبر ۱۹۱۸ء، اور دیکھیں: ((تذکرۃ السعید)) از محمد ابوالقاسم سیف: (ص:۲۱)۔

(۲) حضرت سیف محدث بنارسی از ابو مسعود قمر بنارسی مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص:۲۹)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵ ربیع الثانی، یکم و۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۴ رجنوری، ۸و۲۲ رفروری ۱۹۵۱ء۔

(۳) حضرت مولانا حافظ ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ از قاری احمد سعید صاحب مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص:۱۹)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵ ربیع الثانی، یکم و۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۴ رجنوری، ۸و۲۲ رفروری ۱۹۵۱ء۔

خاص دلچسپی تھی۔ اپنے عصر کے ایک کامیاب مناظر کی حیثیت سے انہیں شہرت ومقبولیت ملی۔ انہوں نے متعدد کتابیں تالیف فرمائیں جن کی تعداد (۴۴) سے زائد ہے۔

اللہ تعالی نے مولانا سعید رحمہ اللہ کو (۱۲) اولاد عطا کیں، ۶ لڑکے اور ۶ لڑکیاں۔ جن میں سے ۴ لڑکیوں نے کم سنی ہی میں وفات پائی۔ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

مولانا محمد ابوالقاسم سیف، مولانا عبدالرحمٰن ولادت: ۱۳۱۷ھ، وفات: ۱۳۵۳ھ، مولانا ابومسعود قمر ولادت: ۱۳۱۳ھ، وفات: ۱۳۹۲ھ، قاری احمد سعید ولادت: ۱۳۰۹ھ، وفات: ۱۳۸۴ھ، مولانا عبدالآخر ولادت: ۱۳۲۳ھ، وفات: ۱۴۰۳ھ (۱)۔

سن رشد، تعلیم وتربیت اور اساتذہ:

مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ”بچپن لہوولعب سے مبرا ہے، زمانہ طفلی کی کوئی حرکت قابل ملامت نہیں دیکھی گئی، ۴ سال کی عمر میں تعلیم کی ابتدا شفیق چچا مولانا عبدالکبیر صاحب (۲) کی نگرانی میں ہوئی، ۵ سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ سے فارغ ہوکر حفظ شروع کیا، ۱۳۱۲ھ میں شیخ محمد بن عبدالعزیز صاحب (۳) سے سند مسلسل بالا وبقیہ حاصل کی (۴)۔

مذکورہ بالا کلام میں اور مولانا ممدوح کے کلام کہ میری تعلیم کی ابتدا اور انتہا دونوں مولانا میاں صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھوں سے ہوئی، جیسا کہ مولانا ممدوح خود ہی تحریر فرماتے

---

(۱) ((تراجم علماء اہل حدیث بنارس)) از محمد یونس مدنی، اور ((تراجم علماء اہل حدیث ہند)) از نوشہروی ملاحظہ کریں۔

(۲) (م: ۱۳۳۱ھ)۔　(۳) (مچھلی شہری، م: ۱۳۲۴ھ)۔

(۴) حیات ابوالقاسم از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نورتوحید) لکھنؤ، (ص: ۹)، سیف الاسلام نمبر، شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ربیع الثانی، یکم و۱۵/جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۴/جنوری، ۸و۲۲/فروری ۱۹۵۱ء۔

ہیں کہ: ''میری تعلیم کی ابتدا اور انتہا دونوں آپ ہی کے ہاتھوں سے ہوئی ہے''(۱)، میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے لیکن ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ مولانا عبدالحنان صاحب کی تحریر میں باقاعدہ تعلیم کے آغاز کی طرف اشارہ ہے، جوکہ آپ نے اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ میں حاصل کی تھی۔

مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ: ''دیگر فنون کی کتابیں حسب ذیل اساتذہ سے پڑھیں۔ فارسی وصرف ونحو ودیگر ابتدائی کتابیں اپنے چچا سے، فقہ، منطق، فلسفہ کی تعلیم حکیم عبدالمجید صاحب بنارسی (۲) سے حاصل کی۔ تفسیر قرآن وحدیث اپنے والد بزرگوار (۳) سے پڑھی، اور ۱۳۲۲ھ میں صحاح ستہ کی سند لی، ادب ومعانی مولانا سید نذیرالدین صاحب (۴) سے پڑھی، فن شعروشاعری میں مولانا ابوادریس صاحب میرٹھی سے مدد لی، والد کی زندگی میں ہی کچھ انگریزی بھی حاصل کی تھی، ۱۹۱۵ء میں ایک بنگالی ماسٹر سے بنگلہ پڑھنا شروع کیا جب آریوں کا زور کافی سے زیادہ ہوا۔ اس زمانہ میں آپ نے ہندی وسنسکرت میں بھی کافی عبور حاصل کیا''(۵)۔

یہاں ایک بات کی طرف اشارہ کرتا چلوں کہ زیادہ تر علماء نے مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ کا سنہ اکمال ناظرہ (۷) سات سال لکھا ہے، ان سب کا مدار مولانا قاری احمد سعید صاحب رحمہ اللہ کی تحریر ہے، جب کہ مولانا عبدالحنان صاحب کی تحریر سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ سات نہیں بلکہ پانچ ہے، واللہ اعلم۔

---

(۱) مسلک اہل حدیث پر ایک نظر از مولانا محمد ابوالقاسم سیف: (ص:۳۱)۔

(۲)(م:۱۳۵٦ھ)۔ (۳)(م:۱۳۲۲ھ)۔ (۴)(م:۱۳۵۲ھ)۔

(۵) حیات ابوالقاسم از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص:۹)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵ ربیع الثانی، یکم و۱۵ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ=۱۰و۲۳ جنوری، ۸و۲۳ فروری ۱۹۵۱ء۔

آپ کے ان مذکور اساتذہ کے علاوہ چند بڑے پائے کے اور بھی اساتذہ ہیں جن کے آگے آپ نے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے، جیسے مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی (ت: ۱۳۳۴ھ)، شیخ حسین بن محسن یمانی (ت: ۱۳۲۷ھ) اور شیخ عبداللطیف نجدی آل الشیخ رحمہم اللہ(۱)۔

آپ کے اساتذہ میں ایک نام شیخ الحدیث میاں صاحب رحمہ اللہ کا ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ سیف بنارسی رحمہ اللہ خود ہی کہتے تھے کہ میری تعلیم کی ابتداء اور انتہا دونوں آپ ہی سے ہوئی۔

میاں صاحب رحمہ اللہ سے آپ نے ۱۳۱۹ھ میں سند حدیث لی تھی، جیسا کہ خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''آپ نے چھ مہینہ پیشتر ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ میں مجھے سند حدیث مرحمت فرمائی تھی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ''(۲)۔

ایسے ہی جن عظیم شخصیات سے آپ نے کسب فیض کیا ان میں شیخ الحدیث مولانا محدث شمس الحق صاحب ڈیانوی رحمہ اللہ (م: ۱۳۲۹ھ) بھی ہیں، یہی وہ شخصیت ہے جس سے سیف بنارسی رحمہ اللہ نے اپنے والد کے بعد سب سے زیادہ کسب فیض کیا، انہی کے ایماء پر مولوی عمر کریم پٹنوی کے امام بخاری اور صحیح بخاری پر کئے گئے بے جا اور بے ہودے اعتراضات کا جواب بشکل (الکوثر الجاری) (الامر المبرم) (ماء حمیم) (صراط مستقیم) (الریح العقیم) (العرجون القدیم) (الخزي العظیم) وغیرہ وجود میں آیا۔

---

(۱) ایضا، حضرت مولانا حافظ ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ از قاری احمد سعید صاحب مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص: ۱۹)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و ۱۵/ ربیع الثانی، یکم و ۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰ و ۲۴/ جنوری، ۸ و ۲۲/ فروری ۱۹۵۱ء۔ اور دیکھیں: ((حیاۃ المحدث شمس الحق وأعمالہ)) از شیخ محمد عزیر شمس: (ص: ۲۷۰)۔

(۲) مسلک اہل حدیث پر ایک نظر از مولانا محمد ابوالقاسم سیف: (ص: ۴۱)۔

درس وتدریس:

اس طرح آپ مختلف علوم وفنون کا علم حاصل کرنے کے بعد سولہ (۱۶) سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے اور ۱۳۳۰ھ سے بالالتزام آپ نے صحیحین وتفسیر کا درس دینا شروع کر دیا، اور اسی سال آپ نے ''السعید'' نامی ایک پرچہ بھی نکالنا شروع کیا جو سولہ (۱۶) ورقی ہوتا تھا، لیکن دوسری مشغولیات کی وجہ سے یہ زیادہ دن نہ چل سکا، پھر آپ ۱۳۳۱ھ میں ہی با قاعدہ مدرسہ سعیدیہ کے مدرس اول بھی مقرر ہوئے، جس میں آپ نے ۱۳۶۸ھ تک ۳۹ بار صحیح بخاری شریف وصحیح مسلم شریف اور تفسیر قرآن کا درس دیا، تقریبا ۷۰۰ سات سو طلباء شائقین قرآن وحدیث ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے آکر فیض یاب ہوئے۔ افسوس کہ چالیسواں دور پورا نہ ہونے پایا تھا کہ آپ کی حیات مستعار پوری ہوگئی (۱)۔

مولانا ابومسعود قمر بنارسی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پُر ملال پر مخالفین کو خوشی ہوئی کہ تقلید وبدعات کی تردید ختم ہوگئی اور جماعت اہل حدیث کو سخت فکر تھی کہ اب توحید وسنت کا باغ کس طرح ہرا ابھرا رہے گا۔ مگر حضرت والد ماجد مرحوم اپنی زندگی میں ہی اخی معظم مرحوم کو علم کتاب وسنت میں کامل کر چکے تھے اور استاد الہند حضرت میاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مہر تکمیل ثبت فرما چکے تھے، چنانچہ اخی معظم صاحب مرحوم نے توحید وسنت کی اشاعت کا کام سنبھالا اور درس وتدریس، وتصنیف وتالیف، وعظ ومناظرہ شروع فرمایا'' (۲)۔

---

(۱) حیات ابوالقاسم از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نورتوحید) لکھنؤ، (ص:۹)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔ تا۔ ۱۰، یکم و۱۵/ ربیع الثانی، یکم و۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۴/ جنوری، ۸و۲۴/ فروری ۱۹۵۱ء، حضرت مولانا حافظ ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ از قاری احمد سعید صاحب مطبوعہ از (نورتوحید) لکھنؤ، (ص:۱۹)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔ تا۔ ۱۰، یکم و۱۵/ ربیع الثانی، یکم و۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۴/ جنوری، ۸و۲۴/ فروری ۱۹۵۱ء۔

(۲) حضرت سیف محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ از ابومسعود قمر بنارسی صاحب مطبوعہ از (نورتوحید) لکھنؤ، (ص:۲۹)، سیف

فضائل وشمائل:

مولانا میانہ قد وقامت کے مالک اور بڑے خوش اخلاق انسان تھے ایک بار جس سے ملتے اسے اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے، متواضع اور حددرجہ خاکسار تھے ہمیشہ اپنا کام خود کرتے تھے کبھی کسی ملازم کی ضرورت پیش نہ آئی۔

مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ آپ کا وصف بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''آپ کا قد باوجاہت درمیانہ تھا، جسیم اور کشادہ چشم تھے، ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ نیک سیرت وخوب صورت تھے آواز بہت بلند تھی، جس کے باعث جلسوں میں اکثر آپ کی تقریر کے لئے لاؤڈ اسپیکر کی چنداں ضرورت باقی نہ رہتی تھی، تقریر کے وقت پر آپ پر مضامین کا دروازہ ایسا کھل جاتا تھا، جیسے کوئی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔۔۔''۔

آگے لکھتے ہیں: ''آپ کا معین بنے اخلاق کے باب میں مؤقر جریدہ ''اعتصام'' کا یہ ٹکڑا قابل ذکر ہے: نہایت محبوب شخصیت رکھتے تھے، جس دوست سے ایک مرتبہ ملے اسے ہمیشہ کے لئے اپنا گرویدہ بنالیا۔۔۔ کتنا اخلاص کتنی اپنائیت اور کس درجہ تواضع کے مناظر دیکھنے میں آئے۔۔۔ اللہ اللہ اب یہ مواقع کہاں ملیں گے؟''(۱)۔

وسعت علم:

آپ کا علم اتنا وسیع تھا کہ کم عمری ہی میں ہر چہار جانب آپ کے علم کی شہرت ہونے لگی کوئی جگہ ایسی نہ تھی چاہے وہ بنارس اور مضافات بنارس ہو یا دور دراز کے علاقے جہاں آپ کے علم کا چرچہ نہ تھا لوگ آپ کی موجودگی کو غنیمت جانتے اور آپ کے خطاب کو سننے کے

الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ربیع الثانی، یکم و۱۵/جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ=۱۰و۲۴/جنوری، ۸و۲۴/فروری ۱۹۵۱ء۔

(۱) حیات ابوالقاسم از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص:۹)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ربیع الثانی، یکم و۱۵/جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ=۱۰و۲۴/جنوری، ۸و۲۴/فروری ۱۹۵۱ء۔

لئے ہجوم لگا دیتے تھے۔

مولوی ابوالخیر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''جب مولانا کے علم کی دھوم مچی ہوئی تھی ہمارے پھوپھا مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم جو عمر میں مولانا سے بڑے تھے ان کو علم دین حاصل کرنے کا شوق ہوا حالانکہ کافی عمر ہو چکی تھی اور صاحب اولاد بھی تھے مگر دین حاصل کرنے کی کچھ ایسی قابل رشک تڑپ پیدا ہوئی کہ بنارس دارانگر پہونچ کر خود مولانا سے دریافت کرتے ہیں کہ حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب کہاں تشریف فرما ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں ہی ہوں ان کو کسی طرح یقین نہ آیا کیوں کہ ابھی تک مولانا کی ریش بھی نمودار نہ ہوئی تھی اور دنیائے علم میں ایک شہرت مچ چکی تھی۔۔۔۔مولانا سیف سے ایسا تعلق بڑھ گیا کہ اپنے وطن ضلع پرتاپ گڑھ لے گئے۔۔۔

آگے لکھتے ہیں: ''چنانچہ بدعتیوں کے سرغنہ ورئیس مولوی۔۔۔۔نے مولانا کو تحریری چیلنج دیا مولانا سیف بطیب خاطر تیار ہو گئے اور مناظرہ بھی ہوا، چنانچہ اس مباحثہ کی یادگار ایک کتاب بنام ''ردتقلید'' موجود ہے''(۱)۔

مسجد بڑھیا دائی بنارس کے سالانہ جلسہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''گو مولانا کے انتقال کے بعد اب بھی یہ جلسہ ہوتا ہے، مگر مولانا کی وہ باتیں اب کہاں؟ مولانا سیف جیسا انسان صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے''(۲)۔

فریضۂ حج:

علامہ سیف بنارسی رحمہ اللہ کو دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی، پہلی مرتبہ

(۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی اور فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی مطبوعہ از (نورتوحید) لکھنؤ، (ص:۴۴)، سیف الاسلام نمبر۔شمارہ:۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ربیع الثانی، یکم و۱۵/جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ=۱۰و۲۴/جنوری، ۸و۲۴/فروری ۱۹۵۱ء۔

(۲) ایضا۔

آپ کو یہ شرف سنہ ۱۳۳۰ھ میں حاصل ہوا، اس سفر میں آپ کا ارادہ مکہ مکرمہ کے علاوہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس، ومصر کی زیارت کا تھا لیکن علالت اور طبیعت کی ناسازگی کی وجہ سے مکہ مکرمہ ہی سے آپ کو اپنے بلد واپس آنا پڑا۔

مولانا رحمہ اللہ نے اپنے اسی سفر کی داستان ((سفر بیت اللہ)) نامی اپنی تصنیف میں قلم بند کی ہیں۔

اور دوسری مرتبہ یہ شرف آپ کو سنہ ۱۳۴۴ھ میں حاصل ہوا، اسی سفر میں علامہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے پڑپوتے محمد بن عبداللطیف (ت: ۱۳۶۷ھ) صاحب نے ثلاثیات بخاری شریف سنا کر آپ سے سند حدیث لی۔ یہ زمانہ ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ (م: ۱۳۷۳ھ) کی بادشاہت کا تھا، مولانا کی زندگی کا یہ دوسرا سفرِ حجاز ان کی زندگی کا یادگار ترین سفر ثابت ہوا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد جونا گڑھی (م: ۱۳۶۰ھ) جیسے اصحابِ علم وفضل کی رفاقت میسر آئی۔

سلطان وقت سے پہلی ملاقات کچہری میں بعد جمعہ ہوئی، سفر مدینہ منورہ میں بنر الشیخ پر قاضی مکہ عبداللہ بن بلیہد (ت: ۱۳۵۹ھ) سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کو چائے پر مدعو کیا اور قافلہ کی روانگی تک آپس میں خوب مذاکرہ علمیہ جاری رہا، مدینہ منورہ میں حاکم مدینہ ابراہیم بن سالم آل سبہان (۱) سے ملاقات کی اور ان کی خواہش اور ایما پر مسجد نبوی میں جمعہ کا خطبہ دیا۔ اور آپ جب تک مدینہ منورہ میں رہے کبھی شیخ محمد بن علی الترکی (ت: ۱۳۸۰ھ) اور کبھی شیخ قاضی محمود مصری (۲) صاحبان کے یہاں عصرانہ میں شریک ہوتے رہے اور علمی مجالس خوب گرم ہوتی رہیں۔ یہ دونوں مذکورہ مشائخ حدیث کے بہت ہی زیادہ دلدادہ تھے۔

---

(۱) ان کا سنہ وفات نہ معلوم ہو سکا۔ (۲) ان کا سنہ وفات بھی نہ معلوم ہو سکا۔

مختصرا یہ کہ آپ کا یہ دورہ ایک ناحیہ سے دورہ علمیہ کے نام سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے(۱)۔

دینی حمیت وغیرت:

جب مولانا سعید بنارسی رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا اور مسلمانوں میں عموما اور اہل حدیثوں میں خصوصا ایک خلا سا محسوس ہونے لگا تو ایسے موقع پر مولانا اپنے کارناموں کے ذریعہ ابھر کر سامنے آئے اور یہ ثابت کر دیا کہ اللہ نے مولانا سعید رحمہ اللہ کا بدل انہیں عطا کر دیا ہے، چونکہ مولانا رحمہ اللہ کا مسکن بنارس تھا جو ہندووں کے نزدیک تقدس کی حیثیت رکھتا ہے اور وہاں ہر مذاہب فکر کے لوگ سانس لیتے ہیں اس لئے علامہ رحمہ اللہ مختلف مذاہب فکر کے عقائد ونظریات اور تاریخ سے بھی بخوبی وقف تھے، چونکہ مولانا رحمہ اللہ نہایت غیور طبیعت کے مالک تھے اس لئے جب کبھی بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یا منہج کو گندلا کرنے کی کسی نے سعی کی مولانا رحمہ اللہ اس کے سامنے الصارم المسلول کی طرح ڈٹ گئے اور آنا فانا باطل کے خلاف کمر بستہ ہو گئے اور باطل کی کمر توڑ کر ہی سانس لیا۔

علامہ رحمہ اللہ نے جہاں مختلف انجمنوں جلسے اور تقریروں کے ذریعہ باطل کا جواب دیا وہیں آپ نے وقت کے ہر فتنہ کے خلاف قلم دانی کا جوہر بھی خوب دکھایا۔

چنانچہ آپ نے آریہ ساجیوں سے پٹنہ، بہار اور الہ آباد وغیرہ جیسے نامور شہروں میں جا کر مناظرے کئے اور ان کو مسکت جواب دیا، ایسے ہی آپ نے شیعوں سے بھی مناظرے کئے اور وہ میدان چھوڑنے پر مجبور ہوئے، پھر آپ نے حنفیوں سے بھی متعدد مناظرے کئے اور ان کو مسلک حق کے سامنے اپنی آواز بند کرنی پڑی۔

---

(۱) دیکھیں: ((مختصر از خطوط سفر و یادداشت مولانا سیف بنارسی)) نقلا از: ((حیات ابو القاسم)) از مولوی عبد الحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص:۱۰)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ربیع الثانی، یکم و۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۴/جنوری، ۸و۲۲/فروری ۱۹۵۱ء۔

یہ تو مولانا کی لسانی کاوشوں کی ایک جھلکی تھی، آیئے ذرا مولانا رحمہ اللہ کی قلمی کاوشوں پر بھی طائرانہ نظر ڈالتے چلیں۔

مولانا رحمہ اللہ نے اس وقت کے سب سے بڑے معاند صحیح بخاری عمر کریم حنفی کے امام بخاری پر اور صحیح بخاری پر نازیبا اعتراضات کے جواب میں متعدد رسالے مرتب کئے جیسے: الکوثر الجاری (حل مشکلات بخاری)، الامر المبرم، صراط مستقیم، ماء حمیم، الریح العقیم، العرجون القدیم، الخزی العظیم، وغیرہ۔

بدعت اور اہل بدعت کے رد میں آپ نے متعدد رسائل تالیف کئے جیسے: شرعی باز پرس در فتویٰ جواز عرس، الصول الشدید علی مصنف القول السدید، التدید لمافی التھدید، صخور المنجنیق، البرذج فی رد الانموذج، ایضاح المنہج لمؤلف اقامۃ الحجج وغیرہ۔

ردتقلید میں بھی آپ کی تالیفات لاجواب ہیں، مثلا: الجرح علی ابی حنیفہ، التنقید فی رد التقلید، ذکر اہل الذکر، تحریر الطرفین فی صلاۃ التراویح وتکبیر العیدین، وغیرہ۔

قادیانی اور قادیانیت کے رد میں بھی آپ کی تالیفات عدیم المثال ہیں، جیسے: اظہار حقیقت، میرزا غلام احمد قادیانی کا اعتراف نزول مسیح اور مسئلہ ختم نبوت، ثناء رحمانی بر قضاء قادیانی یا قضاء ربانی بر دعائے قادیانی، جواب دعوت، معیار نبوت، دفع اوہام از ظہور امام، وغیرہ، انہی رسائل پر مشتمل یہ مجموعہ ہے۔

منکرین حدیث اور اہل قرآن کے رد میں بھی آپ نے متعدد کتب تحریر کیں، جیسے: ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی ثبوت جمع القرآن والاحادیث، قضیۃ الحدیث فی حجیۃ الحدیث (یہ دونوں کتابیں راقم کی تحقیق سے طبع ہو چکی ہیں)، اربعین محمدی وغیرہ۔

آپ نے مسلک سلف اہل حدیث کے دفاع میں بھی متعدد کتب ورسائل تحریر فرمائے

جیسے: السیر الحثیث فی برائۃ أھل الحدیث، سواء الطریق، ایضاح الطریق، وغیرہ۔

اسی طرح آپ نے دفاع علماء اور سیر سلف میں بھی متعدد کتابیں تحریر کیں، جن میں: اجتلاب المنفعہ لمن یطالع أحوال الائمہ الاربعہ، تنقید المعیار، تذکرۃ السعید، حکم الحاکم اور الزہر الباسم وغیرہ قابل دید ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی بے شمار علمی کاوشیں ہیں جن کا تذکرہ ان شاء اللہ آپ کی تالیفات میں آئے گا۔

یہاں ہم مولانا کی زندگی کے سیاسی پہلو سے گریز کرنا مناسب سمجھتے ہیں چونکہ مولانا رحمہ اللہ نے کبھی کسی موقع پر اس کی وضاحت نہیں کی گرچہ آپ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والا شخص اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جس دور میں آپ نے اپنی آخری عمر گزاری ہے وہ ہندوسان سے انگریزوں کی سامراجیت کا خاتمہ اور ہندوستان کی تقسیم کا وقت تھا تو اتنے بڑے عالم سے یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ ایسے موقعہ پر اپنے عوام کی اور اپنے ملک کی حفاظت کی غرض سے کوئی حرکت نہ کرے۔ اسی طرح یہ بات بھی ہر عاقل انسان سمجھ سکتا ہے کہ مولانا رحمہ اللہ چونکہ ہمیشہ سے مولانا ابوالکلام آزاد کے ہمراہ اور ان کے مداح رہے ہیں تو وہ کس طرف مائل رہے ہوں گے، بلکہ آپ باقاعدہ کانگریس کمیٹی بنارس کے ۳۶ء تا ۴۰ء نائب صدر رہے ہیں، اور ۴۰ء کے آخر میں آپ فارورڈ بلاک کمیٹی کے ممبر ہوئے (۱)۔ لیکن مولانا رحمہ اللہ نے کہیں اس سے تعرض نہیں کیا اور نہ عموماً ان مؤلفین نے کوئی بحث کی جنہوں نے ابتدا ابتدا میں مولانا رحمہ اللہ کی زندگی پر قلم اٹھائی صرف اتنا اشارہ ہے کہ مولانا انگریزوں کے خلاف سیف وسنان وقلم سے کمربستہ تھے تو اس سے گریز کرنا ہی انصاف کا تقاضہ ہے۔

---

(۱) ((حیات ابوالقاسم)) از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نورتوحید) لکھنؤ، (ص:۱۱)، سیف الاسلام نمبر، شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ ربیع الثانی، یکم و۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ == ۱۰ و۲۴/ جنوری، ۸ و۲۲/ فروری ۱۹۵۱ء۔

تبلیغی مشن:

اپنے تبلیغی مشن کے لئے سب سے پہلے علامہ رحمہ اللہ نے ۱۹۰۴ء میں ایک انجمن بنام مؤید السنة (تائید الاسلام) قائم کی، اس انجمن کے زیر اہتمام ہفتہ واری جلسہ ہوا کرتا تھا، جس کا اہم مقصد کتاب وسنت کی نشر واشاعت اور عقیدہ صحیحہ کی ترویج اور شرک وبدعات کا قلع قمع کرنا تھا، اس کے علاوہ ایک ''اشاعت الاسلام'' نامی مدنپورہ کے اہل حدیثوں نے ۱۹۳۰ء میں ایک انجمن قائم کی تھی، اور مولانا رحمہ اللہ ہی اس کے سکریٹری تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب بنارس میں چند قادیانیوں نے اپنے مذہب کی ترویج واشاعت کے لئے سعی شروع کردی تھی، اس پلیٹ فارم سے جہاں مولانا رحمہ اللہ نے دوسرے بنارسی علماء (جیسے: مولانا عبدالمجید حریری، اور مولانا عبدالمتین سلفی) کے ساتھ تقریری طور سے اس فتنہ کی بیخ کنی شروع کی وہیں انجمن نے آپ کو قلمی طور سے بھی اس فتنہ کے سد باب کی ذمہ داری سونپ دی، جس کے نتیجہ میں یہ بیش بہا قیمتی تحفہ آج ہمارے بیچ موجود ہے۔ عموما بنارسی علماء کی کاوشوں اور خصوصا مولانا رحمہ اللہ کی سعی لازوال سے قادیانیوں کو گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی۔

۱۹۳۶ء سے لیکر ۱۹۴۰ء کے فترہ میں آپ کی تبلیغی سرگرمیاں بند رہیں کیوں کہ برطانوی حکومت نے پابندی لگا رکھی تھی اور آپ کے پیچھے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔

مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ کا تبلیغی مشن صرف چار سال ۳۶ء تا ۴۰ء بند رہا، حکومت برطانیہ نے آپ کے لئے جاسوس مقرر کر رکھے جو آپ کا ساتھ مسجد میں بھی نہ چھوڑتے تھے۔ نیز اضلاع بنارس میں تقریر کرنے پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔ پابندی ختم ہوتے ہی آپ کی تقریر محلّہ در محلّہ دوبارہ شروع ہوگئی ۴۴ء تا ۴۹ء آپ کی تقریریں ہر ہفتہ بنارس میں خاص اہتمام کے ساتھ ہوتی تھیں۔ آپ کی تقریریں صرف مسلم طبقہ تک

محدود نہ تھیں بلکہ آریوں کے سالانہ جلسہ (کیرتن) میں آپ مدعو کیے جاتے تھے۔ بنارس کے علاوہ انجمن اہل حدیث مضافات یوپی، سی پی، بہار اور بنگال کے سالانہ جلسوں میں آپ کی شرکت فرض کفایہ کی صورت اختیار کر چکی تھی، ملک کے بیشتر حصوں میں جماعتی جلسوں میں بحیثیت مقرر شرکت فرماتے، یوپی کا شاذ ونادر ہی کوئی شہر ہوگا جہاں آپ بہ سلسلۂ تقریر تشریف نہ لیگئے ہوں، آپ کی تقریر میں وہ کشش تھی کہ عوام وخواص دونوں میں بے حد مقبول تھے، آپ کی اسی مقبولیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عجیب بات ہے کہ مولانا ابوالقاسم بنارسی کی غیر موجودگی حاضرین کو بہت شاق گذرتی اور پوچھتے کہ کیوں نہیں آئے؟ مولوی صاحب کی اس پنجابی مقبولیت پر جتنا غبطہ کیا جائے کم ہے''۔

جس وقت آپ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اس وقت کا منظر کسی شاعر نے کیا خوب کھینچا ہے:

سیف بھی بیٹھے ہوئے ہیں ایک طرف کس گھات سے
کفر کی گردن کٹے گی آج ان کے ہاتھ سے (۱)۔

اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد بنارس میں عیدین کے مستقل امام ہوئے (۲) جسے آپ نے پابندی کے ساتھ آخر تک نبھایا اور جماعت اہل حدیث نے اپنا امام بنارس تسلیم کیا۔

---

(۱) دیکھیں: ((حیات ابوالقاسم)) از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص: ۱۰)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ ربیع الثانی، یکم و۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۴/ جنوری، ۸و۲۲/ فروری ۱۹۵۱ء۔ اور ((تراجم علماء اہل حدیث بنارس)) از شیخ محمد یونس: (ص: ۳۲۵۔۳۲۹)، مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ۔

(۲) دور حاضر میں شیخ الجامعہ عبدالوحید رحمانی رحمہ اللہ (ت ۱۹۹۷ء) کے انتقال کے بعد سے اس مصلے کی امامت راقم الحروف کے والد شیخ احسن جمیل عبدالبصیر حفظہ اللہ کے کاندھوں پر ہے۔ اللہ ہمارے علماء کی مغفرت فرمائے اور جو باحیات ہیں ان کو برکت عطا کرے اور صحت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھے۔

بنارس میں جماعت اہل حدیث کو مرکزی مقام حاصل ہونے میں آپ اور آپ کے والد ماجد رحمہما اللہ کو ایک خصوصی حیثیت حاصل ہے، اور ہمارے انہیں اسلاف کے اخلاص اور کوششوں کا ثمرہ ہے کہ آج ہندوستان کی مرکزی درسگاہ مرکزی دارالعلوم (جامعہ سلفیہ) کے نام سے بنارس میں موجود ہے اور اس کے قیام سے سلفیت کو جو فروغ حاصل ہوا وہ اظہر من الشمس ہے۔ اللہ تعالی جامعہ کو ہر نظر بد سے اور ہر ید بد سے محفوظ رکھے۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس:

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس جس کا قیام ۱۹۰۶ء میں عمل میں آیا ہے، آپ پہلے اس کے بلاتنخواہ سفیر وواعظ تھے، آپ نے اس کے قیام اور اغراض ومقاصد کی بھرپور تائید کی تھی، موصوف کا تائیدی بیان یہ ہے: ''اہل حدیث کانفرنس کی بابت جو رائے قرار پائی ہے اس کے ساتھ میں بھی اتفاق کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس کا اچھا اثر بخشے، نہایت خوشی کی بات ہے کہ مذاکرۂ علمیہ آرہ قریب ہے''، اس اہل حدیث کانفرنس کے وفد میں آپ نے بنگال کا دورہ کیا، اور اس کے تیسرے سالانہ اجتماع میں شعبۂ تالیف وتصنیف کے سکریٹری مقرر ہوئے، اس کے پاس پانچویں اجتماع کے داعی خود آپ ہیں جو کہ ۱۹۱۶ء میں بنارس میں ہوا تھا، یہ جلسہ ہر حیثیت سے کامیاب اور گذشتہ جلسوں سے بڑھا ہوا اور آئندہ کے لئے ایک نمونہ تھا(۱)۔

اہل حدیث لیگ:

اہل حدیث لیگ کا انعقاد ۱۹۳۲ء میں کلکتہ کی جمعیت تبلیغ اہل حدیث کانفرنس میں

---

(۱) حیات ابوالقاسم: از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص:۱۱)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵ ربیع الثانی، یکم و۱۵ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ=۱۰و۲۴ جنوری، ۸و۲۲ فروری ۱۹۵۱ء۔ اور دیکھیں: ((تراجم علماء اہل حدیث ہند)) از ملک ابویحیی امام خان نوشہروی: (ص:۳۵۷)۔

ہوا، جس میں تین ماہ کے لئے عارضی طور پر آپ صدر منتخب ہوئے تھے، دوبارہ چھپرا میں باقاعدہ عہدہ داروں کا انتخاب ہوا جس میں آپ بالاتفاق صدر منتخب ہوئے اور آپ کے بھائی جناب مولانا قاری احمد سعید صاحب (ت: ۱۹۶۵ء) سکریٹری منتخب ہوئے (۱)۔

جمعیت علمائے ہند:

مولانا بنارسی جمعیت علماء ہند کے اہم مؤیدین بلکہ اس کے قیام کے لئے آپ نے قیمتی اپنی حد تک بہت محنتیں کیں، لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے صرف مسلکی اختلاف کی بنیاد پر دھیرے دھیرے علماء اہل حدیث کو اس انجمن سے بے دخل کر دیا اور اس جمعیت کی تاریخ تک کو مسخ کر کے رکھ دیا، اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ جمعیت علماء ہند میں اہل حدیث علماء کا کوئی حصہ نہیں، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ جو اس جمعیت کے قیام کے اہم محرکین میں سے ایک تھے ان کی خدمات تک کو اجاگر نہیں کیا، اس پر سے دعوی یہ ہے کہ دیوبندی منصف ہیں، یہی آپ کا انصاف ہے کہ تاریخ کو مسخ کر دیا جائے، یا یہ آپ کی انگریز نوازی ہے، انگریزوں نے جیسے آپ کو استعمال کرنا چاہا کیا اور آج تک انگریز نما آپ کو استعمال کر رہے ہیں، مگر یہ یاد رکھئے گا کہ جو کسی کی تاریخ کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے قدرت اس کے وجود کا ہی خاتمہ کر دیتی ہے، اور تاریخ مسخ کرنا کسی سچے مسلمان کا کام نہیں یہ تو ان لوگوں کا کام ہے جن کی کوئی تاریخ ہی نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے صرف ایک نکتہ کی طرف اشارہ کرتا چلوں، تاکہ اپنی بات کا ثبوت بھی ہو جائے اور حقیقت بھی قارئین کو سمجھ میں آجائے۔ نومبر ۱۹۱۹ء کی آخری تاریخوں میں دہلی میں خلافت کانفرنس کے اختتام

---

(۱) حیات ابوالقاسم: از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص: ۱۰)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ ربیع الثانی، یکم و۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۴/ جنوری، ۸و۲۲/ فروری ۱۹۵۱ء۔ اور ((تراجم علماء اہل حدیث بنارس از شیخ محمد یونس: (ص: ۳۲۷)، مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ۔

کے بعد علمائے کرام کے ایک مخصوص اجلاس میں جمعیت علمائے ہند کے قیام کی تجویز پیش کی جس میں مولانا ثناء اللہ پیش پیش تھے۔ مولانا ثناء اللہ اور مولانا سید داود غزنوی (ت: ۱۹۶۲ء) نے حضرات علماء کو امرتسر تشریف لانے کی دعوت دی۔ جو جمعیت کے پہلے اجتماع کی شکل میں اس روئے زمین پر وجود میں آیا۔ چنانچہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری لکھتے ہیں:

''۲۸ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو بعد نماز عصر امرتسر میں اسلامیہ ہائی اسکول کے وسیع کمروں میں جمعیت علمائے ہند کا پہلا جلسہ منعقد ہوا'' (۱)۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اسمائے حاضرین کی فہرست پیش کی ہے، جس میں مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے۔ جو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ اس کے تأسیسی ارکان میں سے ہیں، اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ناممکن نہیں بلکہ اس کا انکار تاریخ سے انکار ہے۔

میدان مناظرہ:

مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ جس طرح میدان خطابت کے عظیم شہسوار تھے ویسے ہی آپ میدان مناظرہ کے بھی بہت بڑے فارس تھے۔ آپ نے زندگی کا پہلا مناظرہ اسی شہر بنارس میں کیا۔ دوسرا مناظرہ سالک کور ضلع دیناج پور (۱۳۲۵ھ) میں ہوا۔

اکثر ہوئی ہے منکر سنت سے گفتگو لیکن کسی جگہ میں نہ ہارا محمدی (۲)

مولانا سید محمود الحسن صاحب کانپوری فرماتے ہیں:

ایک مناظر کی حیثیت سے مولانا سیف بنارسی کی شخصیت بھی کافی ممتاز تھی، یوں تو

---

(۱) علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے: ۳۲۹۔

(۲) حیات ابوالقاسم: از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص: ۲۱)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵ر ربیع الثانی، یکم و۱۵ر جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۴ر جنوری، ۸و۲۲ر فروری ۱۹۵۱ء۔

آپ نے بیسیوں مناظرے کئے اور سب میں بفضل منان کامیاب رہے مگر مشہور اور معروف مناظرے کانپور، الہ آباد، پٹنہ اور ٹانڈہ ضلع بستی کے ہیں اس کا صحیح احساس وہی حضرات کر سکتے ہیں جو ان مناظروں میں شریک تھے۔

فاتح قادیان مولانا امرتسری نے بھی آپ کو اپنا دستِ راست تسلیم کرلیا تھا۔

چنانچہ ایک بار جب بنارس تشریف لائے تو اہالیان بنارس نے شکایتاً عرض کیا کہ آپ بنارس وغیرہ کے مناظروں میں کیوں نہیں شرکت فرماتے؟ تو فاضل امرتسری رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ چونکہ مولانا سیف بنارس، یوپی، بہار، بنگال کے لئے کافی ہیں، اس لئے میں ان علاقوں کی طرف سے مطمئن ہوں (۱)۔

صحافت ومضمون نگاری:

آپ میدان صحافت کے بھی بے باک سپاہی تھے، نوجوانی سے ہی مضامین وغیرہ لکھتے تھے جو زیادہ تر اخبار اہل حدیث امرتسر کی زینت بنتا، اسی تشنگی کو بجھانے کے لئے آپ نے اپنا ایک خاص رسالہ ''السعید'' کے نام سے نکالنا شروع کیا جو دوسرے رسائل وجرائد سے مختلف نوع کا تھا، اس کے نکلنے کے لئے کوئی تاریخ، دن مقرر نہ تھی، بلکہ جب رسالہ تیار ہوتا شائع کرا دیتے اور ہر رسالہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہوتا، اور عموماً عقائد بدعیہ کے رد میں ہوتا تھا۔ لیکن یہ رسالہ زیادہ دن نہ چل سکا، اس کے بند ہونے کے بعد آپ نے پھر مضامین ''مذاکرہ علمیہ'' آرہ، اور ''اخبار اہل حدیث'' امرتسر، ''اہل حدیث گزٹ''، ''اخبار محمدی'' وغیرہ میں شائع کراتے رہے۔ قوت حافظہ کی وجہ سے جس مضمون پر بھی قلم اٹھاتے انبار لگا دیتے۔

---

(۱) تذکرۃ السیف از سید محمود الحسن ریاض کانپوری مطبوعہ از (نور توحید) لکھنو، (ص: ۴۳۔۵۳)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ربیع الثانی، یکم و۱۵/جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۲/جنوری، ۸و۲۲/فروری ۱۹۵۱ء۔

مکتبہ سعیدیہ (یا) کتب خانہ سعیدیہ:

آپ کا کتب خانہ بیش بہا علمی کتابوں کا اتنا بڑا مخزن تھا کہ اس زمانہ میں اس کا تصور اگر محال نہیں تو مشکل ضرور تھا، مصر کے مکتبات، وحیدر آباد دائرۃ المعارف سے چھپی تقریباً ہر کتاب آپ کے پاس موجود تھی۔ آپ کے برادر مکرم مولانا ابو مسعود قمر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مرحوم کی جس قدر آمدنی تھی وہ سب علمی خدمات میں صرف ہوتی تھیں، بمبئی، مصر نیز دائرۃ المعارف حیدر آباد میں مرحوم کا نام درج رجسٹر تھا کہ جوں ہی کوئی علمی کتاب شائع ہوتی وہ مرحوم کے پاس آتی'' (۱)۔

الغرض یہ کہ آپ کا کتب خانہ نوادرات کا مجموعہ تھا، چونکہ آپ رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد آپ کے خانوادوں میں کوئی آپ کا سچا جانشین نہ ہوا جس کی وجہ سے کافی کتابیں ضائع ہوگئیں اور جو باقی تھیں جامعہ سلفیہ کی تأسیس کے بعد آپ کے بیٹوں اور پوتوں نے اسے جامعہ سلفیہ میں منتقل کر دیا، لیکن افسوس کہ باذوق افراد کی قلت کی وجہ سے ان کی کتابوں کو الگ سے ایک گوشہ میں ان کے نام سے نصب کرنے کے بجائے ان کو دوسری کتابوں کے ساتھ ملا دیا گیا جس کی وجہ سے اب اس کی افادیت اور اس مکتبہ کی قیمت کوئی سمجھ نہیں سکتا، کاش اللہ تعالی جامعہ کو ایسے باذوق افراد فراہم کرے جو ذاتی مکتبات کی اہمیت سمجھیں اور اس کی حفاظت کریں (۲)۔

تلامذہ:

مولانا کا درسِ حدیث طلاب علم کے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا، کیوں کہ آپ ائمہ

---

(۱) حضرت سیف محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ از ابو مسعود قمر بنارسی صاحب مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص: ۹۳)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔ تا۔ ۱۰، یکم و ۱۵/ ربیع الثانی، یکم و ۱۵/ جمادی الاولی و ۱۳۷۰ھ = ۱۰ و ۲۴/ جنوری، ۸ و ۲۲/ فروری ۱۹۵۱ء۔

(۲) بروایت ماسٹر عبدالمنان و پروفیسر ابو حاتم رحمہما اللہ، و ذاتی مشاہدہ و معلومات۔

سلف کی نشانی تھے، یہی وجہ ہے کہ ملک اور بیرون ملک کے جس گوشہ میں مولانا کے درس وتدریس کی خبر پہنچتی تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھانے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے، آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں: مولانا عبدالرحمان (ت: ۱۹۳۵ء)، مولانا ابومسعود محمود قمر (ت: ۱۹۷۲ء)، قاری احمد سعید (ت: ۱۹۶۴ء)، مولانا عبدالآخر (ت: ۱۹۸۳ء) شیخ محمد بن عبداللطیف بن ابراہیم بن عبداللطیف نجدی آل الشیخ (ت: ۱۳۸۶ھ)، مولانا محمد بشیر الاعظمی (ت: ۲۰۰۳ء)، مولانا زین العابدین سعیدی (ت: ۱۹۸۲ء)، مولانا محمد سہراب خان فیضی (ت: ۱۹۷۹ء)، مولانا شکر اللہ سعیدی (ت: ۲۰۰۷ء)، مولانا مختار احمد ندوی (ت: ۲۰۰۸ء)، مولانا حکیم عبدالحکیم رحمانی، مولانا عبدالمبین منظر (ت: ۱۹۸۹ء)، مولانا عبدالوحید سلفی (ت: ۱۹۸۹ء)، مولانا محمد منیر بنارسی (ت: ۱۹۴۵ء)، مولانا محمد الاعظمی، مولانا عبدالرحمان، وغیرہم شامل ہیں (۱)۔

تصانیف:

آپ رحمہ اللہ نے نوعمری ہی میں درس وتدریس کی طرح تالیف وتصنیف بھی شروع کردی تھی، اور دورطالب علمی میں ہی آپ نے کئی رسائل عربی واردو میں تحریر فرمائے۔ آپ کی تصنیفات میں جن کتابوں کو زیادہ شہرت ملی، وہ ''حل مشکلات بخاری''، ''ذخائر المواریث''، اور ''قضیۃ الحدیث'' وغیرہ ہے۔

آپ کی تصانیف میں تقریبا علوم اسلامیہ کا احاطہ ہے، ان تصنیفات کی صحیح تعداد کتنی ہیں یہ تو بالضبط بتلانا مشکل ہے، لیکن ایک اندازے کے مطابق آپ کی تصنیفات ۷۰ کے قریب ہے۔ ذیل میں ان کا تعارف پیش کیا جارہا ہے:

---

(۱) دیکھیں: ((تراجم علماء اہل حدیث بنارس)) از شیخ محمد یونس مدنی۔

۱۔حل مشکلات بخاری (الكوثر الجاري في جواب الجرح على البخاري):

یہ کتاب مولوی عمر کریم حنفی کے امام بخاری اور صحیح بخاری پر اعتراضات کے جواب میں ہے، جو چار جلدوں پر مشتمل ہے،مگر تین جلدیں طبع ہوئیں اور چوتھی سے پہلے مولوی عمر کریم پٹنوی کا انتقال ہوگیا تو مؤلف رحمہ اللہ نے اس کو طبع کرانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

۲۔ الأمر المبرم لإبطال الكلام المحكم:

یہ کتاب بھی مولوی عمر کریم حنفی پٹنوی کے امام بخاری اور صحیح بخاری پر (۱۷۵) اعتراضات کا جواب ہے۔

۳۔ماء حميم للمولوي عمر كريم:

مولوی عمر کریم نے (۱۲) اعتراضات صحیح بخاری پر کئے تھے یہ کتاب اسی کا جواب ہے۔

۴۔صراط مستقيم لهداية عمر كريم:

یہ رسالہ عمر کریم کیا عتراضات کا جواب ہے جو انہوں صحیح بخاری پر ایک اشتہار کی صورت میں کئے تھے۔

۵۔الريح العقيم لحسم بناء عمر كريم:

یہ کتاب بھی عمر کریم کے ایک رسالہ کے جواب میں ہے جس میں انہوں نے صحیح بخاری پر (۵۹) اعتراضات کئے ہیں۔

۶۔الخزي العظيم للمولوي عمر كريم:

یہ کتاب بھی عمر کریم کے ایک رسالہ کے جواب میں ہے جس میں انہوں نے صحیح بخاری پر (۱۰) اعتراضات کئے ہیں۔

۷۔العرجون القديم في انشاء هفوات عمر كريم:

یہ کتاب بھی عمر کریم کے ایک رسالہ کے جواب میں ہے۔جس میں انہوں نے صحیح بخاری پراعتراضات کیئے ہیں، اوراس اشتہار میں عمر کریم نے بہت ہی بے ہودہ زبان استعمال کی ہے، اورگزستہ تمام رسائل سے زیادہ زہرافشانی کی ہے۔

۸۔ذخائرالموریث فی الدلالۃعلی ثبوت جمع القرآن والأحادیث:

اس کتاب میں علامہ رحمہ اللہ نے وہ سارے ثبوت جمع کیئے ہیں جوکہ اس بات پر دال ہیں کہ قرآن کی موجودہ ترتیب عہد نبوی کی ہی ترتیب ہے، اورکتابت حدیث کا آغاز بھی عہد نبوی ہی میں ہوگیا تھا۔اس کتاب کی جدید طبع راقم الحروف کی تحقیق کے سے ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی ہے۔

۹۔اللؤلوءوالمرجان فی تکلم المرأۃ بآیات القرآن:

اس رسالہ میں امام عبداللہ بن مبارک اورصالحہ خاتون رابعہ بصری کا مکالمہ درج ہے، امام ابن مبارک کے سوالات کے جوابات اس صالحہ خاتون نے آیاتِ قرآنیہ سے دیئے تھے۔مطبع سعید المطابع سے ۱۳۲۳ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوا، جو(۱۶)صفحات پرمشتمل ہے، آخر کے دو صفحوں میں مولانا سیف رحمہ اللہ نے اپنے والد مولانا سعید بنارسی کی سوانح مختصرا درج کیا ہے۔

۱۰۔کتاب الردعلی أبی حنیفۃ:

اس کتاب میں مصنف ابن ابی شیبہ کی وہ حدیثیں مع ترجمہ وفوائد درج ہیں جن سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ان مسائل پر رد کیا گیا ہے جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔

۱۱۔الجرح علی ابی حنیفہ:

یہ رسالہ احناف کی امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف جارحانہ تحریروں کے پس منظر

میں تحریر کیا گیا ہے، جواب آں غزل کے طور پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر محدثین کی جرحوں کو نقل کیا گیا ہے۔ جو اس باب میں حرف آخر ثابت ہوا، آج تک کوئی حنفی اس کا جواب دینے کی جرأت نہ کر سکا، مولانا بنارسی رحمہ اللہ (۱۱۰) جلیل القدر محدثین کا نام مع حوالہ درج کیا ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی تضعیف کی ہے، اور ساتھ ہی میں صاحبین (امام ابو یوسف، وامام محمد رحمہما اللہ) کا بھی ضعیف ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سعد بنارسی کے نام سے شائع ہوئی ہے، سعد یہ ابتدا میں مولانا بنارسی کا تخلص تھا، اسی سعد کی وجہ سے کچھ لوگ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ یہ کتاب مولانا بنارسی کی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ کتاب انہی کی ہے۔ مطبع سعید المطابع سے ۱۹۱۲ء میں پہلی بار طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۳۰)۔

۱۲۔ شرعی باز پرس در فتوی جواز عرس:

یہ رسالہ سوالات در فتوی جواز عرس کے جواب پر مشتمل ہے، مطبع سعید المطابع سے ۱۳۳۰ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوا، تعداد صفحات: (۱۶)۔

۱۳۔ الصول الشدید علی مصنف القول السدید:

اس رسالۂ عجیبہ میں حکیم ابوالمنظور قادری حنفی بدایونی کے رسالہ ''القول السدید'' (جس کو انہوں نے فتوائے جواز عرس کی تائید میں اور ''السعید'' (۲)، موسوم بہ ''شرعی باز پرس'' کی تردید میں شائع کیا ہے) کا قابل دید دنداں شکن جواب دیا گیا ہے۔ مطبع سعید المطابع سے ۱۳۳۱ھ میں پہلی بار طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۱۶)۔

۱۴۔ التبدید لما فی التہدید:

اس رسالہ میں مولوی حبیب الرحمان بدایونی کے رسالہ ''التہدید'' کا جواب دیا گیا ہے جس میں انہوں نے اپنے زعم میں مولانا بنارسی رحمہ اللہ کے رسالے ''الصول الشدید'' کا

جواب دیا ہے۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے ۱۳۳۲ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوا۔ تعداد صفحات (۱۶)۔

۱۵۔ جمع الرساتین في النهي عن قراءة الفاتحة على القبور والأطعمة برفع اليدين مع الضميمتين الكريمتين:

اس میں کھانا سامنے رکھ کر اور قبر پر دونوں ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھنے کی رسم کی تردید کی گئی ہے۔ نیز حدیثِ ضعیف کے حجت نہ ہونے کی بھی بحث کی گئی ہے جو کہ قابلِ مطالعہ ہے۔ یہ کتاب مولانا سیف بنارسی کے برادرِ صغیر حافظ عبداللہ بنارسی کے نام سے شائع ہوئی ہے، تاہم اصلاً اس کے مؤلف مولانا سیف بنارسی ہی ہیں۔ تعداد صفحات: (۸۱)۔

۱۶۔ إيضاح المنهج لمؤلف إقامة الحجج:

یہ کتاب وحشی قلندر پوری اعظم گڑھی کے خرافاتی عقائد کی تردید میں ہے۔ وحشی صاحب نے یہ رسالہ مولانا بنارسی رحمہ اللہ کی کتاب صخور المنجنیق پر اعتراضا تالیف کیا ہے، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ کے جو اعتراضات الحق الحقیق پر ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ مولانا سیف بنارسی نے وحشی صاحب کے دلائل کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ مطبع سعید المطابع بنارس ۱۳۳۲ھ میں شائع ہوا۔ تعداد صفحات: (۴۸)۔

۱۷۔ حسن الصناعة في صلاة التراويح بالجماعة:

اس میں نماز تراویح مع جماعت پڑھنے کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ثنائی برقی پریس امرتسر سے ۱۳۶۳ھ = ۱۹۴۴ء کو پہلی مرتبہ طبع ہوا۔ ماضی قریب میں جامعہ سلفیہ بنارس ہند نے اس کی طبع جدید کرائی۔ تعداد صفحات: ۲۰۔

۱۸۔ تحرير الطرفين في صلاة التراويح وتكبير العيدين:

''مدرسہ عین العلم'' شاہجہانپور کے ایک اشتہار کے جواب میں ہے جس میں بیس

رکعت تراویح کو سنت موکدہ ثابت کیا گیا تھا۔ نیز تکبیرات عیدین کی تعداد فقہ حنفی کی رو سے بتائی گئی اور یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ یہی طریق سنت ہے۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے ۱۹۰۸ء میں طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۱۶)۔

۱۹۔ صخور المنجنیق علی صاحب الحق الحقیق:

اس میں مولانا بنارسی نے ایک معاصر پانی پتی مصنف کی تردید کی ہے۔ پانی پتی مصنف نے بدعت کو سیئہ اور حسنہ میں تقسیم کیا تھا اور اپنے خرافاتی رسومات کو سندِ جواز بخشنے کی کوشش کی تھی۔ یہ اسی کا مدلل ومسکت جواب ہے۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے ۱۳۳۲ھ میں طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۳۹)۔

۲۰۔ البرزج في رد الأنموذج:

عبداللطیف نامی ایک شخص کے اشتہار کا جواب ہے جس میں اس نے صخور المنجنیق پر اعتراض کرتے ہوئے ۹ سوال کیے ہیں، اسی کا اس میں جواب دیا گیا ہے، جو قابل دید ہے۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے ۱۳۳۲ھ میں طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۸)۔

۲۱۔ سواء الطریق:

یہ کتاب دراصل ۲؍اپریل ۱۹۴۳ء کے ۲۳ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا صدارتی خطبہ ہے، جس میں مولانا نے نہایت خوبصورت، مختصر اور جامع انداز میں تاریخ اہل حدیث پر روشنی ڈالی ہے، مطبع اسرار کریمی الہ آباد سے ۱۹۴۸ء میں شائع ہوئی، پھر مولانا داؤد راز رحمہ اللہ نے طبع کرائی اس کے بعد متعدد طبعات وجود میں آئی۔

۲۲۔ إیضاح الطریق لصاحب التحقیق:

''سواء الطریق'' کی اشاعت کے بعد مولانا حبیب الرحمان اعظمی نے ''تحقیق اہل

حدیث'' کے عنوان سے اس کا مفصل جواب لکھا۔ تاہم مولانا سیفؔ بنارسی نے نا قابلِ تردید دلائل و براہین سے مولانا حبیب الرحمان کے ایرادات کی تردید کی ہے کہ جس کے جواب میں مولانا اعظمی کو خاموش ہوجانا پڑا۔ آج تک کسی مقلد عالم نے اس کے جواب کی ہمت نہیں کی۔ مطبع اسرار کریمی الہ آباد سے طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۱۳۰)۔

۲۳۔ تبصرہ:

مولانا بنارسی نے آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس کے بعد مؤ آئمہ ضلع الہ آباد کے حنفی بھائیوں نے اہلِ حدیث کانفرنس کی مخالفت کرتے ہوئے ''آل انڈیا احناف کانفرنس'' کا انعقاد کیا۔ جس کے صدر قاری محمد طیب دیوبندی تھے۔ موصوف نے اپنے خطبہ صدارت میں مسلک اہلِ حدیث کی تردید کی اور مختلف انواع کی غلط بیانیاں کی ہیں اور ایسی باتیں مسلک اہل حدیث کی طرف منسوب کی ہیں جن سے مسلک اہلِ حدیث بری ہے۔ مولانا سیف بنارسی نے اسی پر تبصرہ کیا ہے اور قاری صاحب کے دعوے کی حقیقت بیان کردی ہے۔ یہ کتاب مولوی محمد شفیع اعظمی کے نام سے ثنائی برقی پریس امرتسر سے ۱۹۴۴ء میں طبع ہوئی ہے۔ تعداد صفحات: (۴۰)۔

۲۴۔ حکم الحاکم في التکني بأبي القاسم:

مولانا نے اس رسالہ میں احادیث رسول ﷺ اور اعمال صحابہ وتابعین اور علماء امت سے ثابت کیا ہے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز ہے۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے ۱۹۰۹ء میں طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۱۶)۔

۲۵۔ الزھر الباسم في الرخصۃ في الجمع بین محمد وأبي القاسم:

مولانا نے اپنے ایک ہم مسلک معاصر مولانا حکیم ابوتراب عبدالحق امرتسری کی

اس تنقید کا جواب دیا ہے کہ محمد نام اور ابوالقاسم کنیت ایک ساتھ رکھنا درست نہیں۔ مولانا عبد الحق امرتسری نے اپنی تنقید میں نہایت عامیانہ اسلوب اختیار کیا تھا، مولانا بنارسی نے بھی ترکی بہ ترکی نہایت سخت الفاظ اختیار کئے۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے ۱۳۳۱ھ میں طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۱۶)۔ اسی کتاب کے صفحہ (۹) پر آپ نے بتلایا ہے کہ ابو ہریرہ کے منصرف اور غیر منصرف سے متعلق جو رسائل آپ کے شاگردوں کے نام سے طبع ہوئے ہیں وہ دراصل آپ ہی کے ہیں۔

۲۶۔ رمی الجمر تین علی شاک کلمۃ الشہادتین:

یہ رسالہ مولوی عبدالستار بن امام الدین قادر پوری کے جواب میں ہے، موصوف نے اپنی بعض تقریروں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ایک ساتھ کہنا شرک ہے کیونکہ یہ کلمہ اجتماعی طور پر قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، نیز ان لوگوں کا بھی جواب دیا گیا ہے جو اس میں نحوی وصرفی خطا دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مطبع سعید المطابع سے ۱۳۲۶ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوا، تعداد صفحات: (۴۰)۔

۲۷۔ علاج درماندہ در کیفیت مباحثہ ٹانڈہ:

یہ مناظرہ مولوی فاخر الہ آبادی سے ۱۳۳۱ھ میں ہوا تھا۔ استاد محترم شیخ محمد مستقیم سلفی صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس رسالہ میں تیس سوالات مولوی فاخر حنفی صاحب کی طرف سے ہیں اور پچیس مولانا سیف بنارسی کی جانب سے، لیکن دونوں کے اصل سوالات کے جوابات کسی کی طرف سے نہیں آئے بلکہ مقابلہ شعر وشاعری میں ہو کر رہ گیا، اور آخر میں جب مولانا فاخر بے بس ہو گئے تو خط میں صرف یہ لکھ کر بھیج دیا کہ: ''جواب جاہلاں باشد خموشی'' اس کے جواب میں مولانا سیف نے اسی رقعہ پر یہ تضمین لکھ دی۔

یہی کہہ کر کروتم عیب پوشی　　　　جواب جاہلاں باشد خموشی"(۱)۔

مطبع سعید المطابع بنارس سے (۱۶) صفحات میں طبع ہوا۔

۲۸۔السعید (ٹریکٹ:۱):

اس رسالہ میں توحید اور اس کی تینوں قسموں کی وضاحت کی گئی ہے۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے (۱۶) صفحات میں طبع ہوا۔

۲۹۔۱۲سوالات کے جوابات:

اس رسالہ میں ان بارہ سوالات کے جواب دیئے گئے ہیں جو شیخ کاظم حسین دردوز وغیرہ نے مولانا سیف بنارسی کے رسالہ السعید کے نمبر(۱) پر کئے تھے۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے ۱۳۳۰ھ میں طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۱۶)۔

۳۰۔عمدۃ التحریر فی جواب المنیر وصاحب التفسیر (عربی):

اس رسالہ میں علامہ رحمہ اللہ نے مختلف دلائل سے ابوہریرہ کو منصرف ثابت کیا ہے، اس لئے کہ اس میں دوسبب نہیں پائے جاتے ہیں، صرف تانیث لفظی پائی جاتی ہے۔ اور ابوہریرہ علم نہیں بلکہ مرکب، اور نکرہ ہے۔ مطبع سعید المطابع سے ۱۳۲۹ھ میں طبع ہوا۔

۳۱۔احسن التقریر فی جواب المنیر (عربی):

یہ رسالہ بھی انصراف ابوہریرہ پر مشتمل ہے۔ مطبع سعید المطابع سے ۱۳۲۹ھ میں طبع ہوا، تعداد صفحات: (۳)۔

۳۲۔عمدۃ الرفیق (عربی):

یہ رسالہ بھی انصراف ابوہریرہ پر مشتمل ہے۔

(۱) ((علامہ محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی اور ان کی تصانیف)) از شیخ محمد مستقیم سلفی: مطبوعہ محدث بنارس دسمبر ۱۹۸۵ء، (ص:۵۳)۔

۳۳۔الاصباح فی ردالایضاح:(عربی)

یہ کتاب ایک بنارسی عالم کے رد میں ہے،جس میں اس نے ابوہریرہ کو غیر منصرف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔مولانا بنارسی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے حافظ ابن حجر،ملا علی قاری،ابن مرزوق وغیرہ کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ ابوہریرہ منصرف ہے۔مطبع الاکسیر الاعظم بنارس سے ۱۳۳۱ھ میں طبع ہوا،(۱۶)صفحات پر مشتمل ہے(۱)۔

۳۴۔لؤلؤ الشرع فی حدیث ام زرع:

اس حدیث میں صحیح بخاری وصحیح مسلم کی مشہور حدیث ام زرع نامی خاتون کی جو گیارہ(۱۱)عورتوں کا اپنے شوہر کے وصف بیان کرنے پر مشتمل ہے،مع ترجمہ وتشریح۔مطبع سعید المطابع سے ۱۳۲۵ھ میں پہلی بار طبع ہوئی۔تعداد صفحات:(۸)۔

۳۵۔سفرِ بیت اللہ:

اس کتاب میں مولانا نے اپنے پہلے سفرحج کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔مطبع سعید المطابع سے ۱۳۳۱ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی۔تعداد صفحات:(۶۳)۔

۳۶۔تذکرۃ السعید یا سوشل لائف:

یہ کتاب مولانا سعید بنارسی کی سوانح پر مشتمل ہے۔جو مکالمے کی شکل میں ہے،مطبع سعید المطابع سے ۱۳۲۸ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی۔(۳۶)صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۷۔حصول المرام من أحادیث الصلاۃ والزکاۃ والحج والصیام:

یہ کتاب مولانا رحمہ اللہ نے بلوغ المرام کے طرز پر ترتیب دی ہے،جس میں احادیث

---

(۱)یہ چاروں رسائل انصراف ابوہریرہ سے متعلق مولانا محمد منیر خاں شاگرد رشید مولانا سیف بنارسی کے نام سے طبع ہوئے ہیں،لیکن دراصل یہ مولانا سیف بنارسی کے ہی ہیں،جیسا کہ مولانا نے ''الزہر الباسم'' کے(صفحہ:۹)پر وسط صفحہ ذکر کیا ہے۔

کو مع ترجمہ وتشریح جمع کیا ہے۔ قلمی نسخہ (۴۴) صفحات پر مشتمل ہے، اس پر تالیف کا سال ۱۹۴۸ء درج ہے۔

۳۸۔ التنقید فی رد التقلید:

اس رسالہ میں آپ نے مولانا حبیب اللہ نندوری کے رسالہ ''التقلید'' کا نہایت دندان شکن جواب دیا ہے۔ مطبع سعید المطابع سے ۱۳۲۵ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی، جو (۶۰) صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۹۔ ذکر اہل الذکر:

اس رسالہ میں اللہ کے فرمان: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ کی تفسیر بیان کی گئی ہے، اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اہل ذکر سے مراد کون لوگ ہیں۔ مطبع سعید المطابع سے ۱۳۲۶ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوا، تعداد صفحات: (۱۶)۔

۴۰۔ تنقید المعیار:

اس کتاب میں شاہ محمد اسماعیل شہید اور مولانا محمد سعید محدث بنارسی پر اہلِ بدعت کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب ابوحمید دہلوی کے نام سے طبع ہوئی ہے۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے ۱۳۲۴ھ میں طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۸۷)۔

۴۱۔ قضیۃ الحدیث فی حجیۃ الحدیث:

یہ کتاب ۱۳۲۹ھ میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی، اس کتاب میں احادیث کا مقام قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کی طرح حدیث کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اس کی جدید طبع راقم الحروف کی تحقیق سے منظر عام پر آئی ہے۔ تعداد صفحات: (۴۸)۔

۴۲۔اربعین محمدی:

اس میں مولانا نے چالیس احادیث مبارکہ مع ترجمہ وتشریح جمع کی ہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جوگلزار حدیث کے نام سے چھپی تھی جوآپ نے مدن پورہ کے جلسہ میں پڑھی تھی۔تعداد صفحات:(۴۰)۔

۴۳۔السیر الحثیث فی براءۃ اہل الحدیث:

اس رسالہ میں قصبہ مئوضلع اعظم گڑھ کے ایک اشتہار کا جواب دیا گیا ہے جو بہ سرخی (غیر مقلدین کی فقہ) اور (عقائد وہابیہ) شائع ہوا ہے، اور مشتہر مولوی سجاد حسین بریلوی کے الزامات کا اچھی طرح قلع قمع کیا گیا ہے، یہ رسالہ مولوی عبداللہ خان بنارسی کے نام سے مطبوع ہے۔سلیمانی پریس بنارس سے ۱۳۴۳ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔تعداد صفحات:(۳۴)۔

۴۴۔داستان عجب مسمی بہ (زنان عرب):

زمانہ جاہلیت کی گیارہ عورتوں کا اپنے شوہروں کے حالات بیان کرنے کا واقعہ نیز ان کی پاکیزہ زبان اور عربی فصاحت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔پھر دو مسلمان خاتونوں کا قرآن پاک کی آیتوں سے روزمرہ کی گفتگو نقل کی گئی ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۴ء میں محمد منظر حسن آروی کے اہتمام سے آرہ سے شائع ہوئی، جو (۱۶) صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۵۔ہدایۃ السائل الی احادیث وائل:

یہ رسالہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث آمین بالجہر اور اس کے طرق کو جمع کرنے پر مشتمل ہے، یہ کتاب مولانا سیف بنارسی کے بیٹے ابوالہاشم کے نام سے طبع ہوئی ہے جو ابھی باحیات ہیں لیکن وہ پیدائشی طور سے معذور ہیں۔ پہلی مرتبہ رمضان ۱۳۶۳ھ میں ثنائی برقی پریس سے شائع ہوا۔تعداد صفحات:(۱۲)۔

۴۶۔مرزاغلام احمد قادیانی کے بعض دعاوی اورالہامات:

اس کتاب میں غلام احمد قادیانی کے دعوائے مسیحیت کا رد کیا گیا ہے اور وہ جو اپنے متعلق بشارات کا دعویٰ کرتا تھا اس کا جواب دیا گیا ہے، پہلی مرتبہ سلیمانی پریس بنارس سے ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوئی۔تعداد صفحات:(۱۶)۔

۴۷۔اظہارِ حقیقت:

یہ رسالہ مرزاغلام احمد قادیانی کے دعاوی کی حقیقت پر ہے۔سلیمانی پریس بنارس سے ۲۲/جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوا۔تعداد صفحات:(۱۶)۔

۴۸۔میرزاغلام احمد قادیانی کا اعتراف نزول مسیح اور مسئلہ ختم نبوت:

اس رسالہ میں مؤلف رحمہ اللہ نے غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریروں سے اس کا نزول مسیح کا اعتراف کرنا ثابت کیا ہے،اور پھر ختم نبوت سے متعلق قیمتی بحث کی ہے،پہلی مرتبہ سلیمانی پریس بنارس سے ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا۔تعداد صفحات:۳۲۔

۴۹۔ثناء رحمانی بر قضاء قادیانی (یا) قضاء ربانی بردعاء قادیانی:

اس رسالہ میں مولانا رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ غلام احمد کا قادیانی کا علامہ ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ کا اشتہار مباہلہ نہیں محض ایک دعا تھی،اور لاہوری مقالے کا رد کیا ہے،پہلی مرتبہ علمی پریس بنارس سے ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا۔تعداد صفحات:(۲۰)۔

۵۰۔مرزاغلام احمد قادیانی کے بعض جوابات پر ایک نظر:

اس رسالہ میں مولانا رحمہ اللہ نے قادیانیوں کے اس دعوے کہ انہوں نے شیخ محمد ابرہیم خطیب شاہی مسجد کے سوالات کے جواب دے دیئے ہیں پر رد کیا ہے،پہلی مرتبہ سلیمانی پریس بنارس سے ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا۔تعداد صفحات:(۳۲)۔

۵۱۔جوابِ دعوت:

اس رسالہ میں مولانا رحمہ اللہ نے ایک مقالہ کا جواب دیا ہے، جو"دعوۃ الی الحق" کے نام سے چار(۴) صفحوں میں شائع ہوا تھا، جس میں نصوص شرعیہ کی باطل تاویلات کے ذریعہ وفات مسیح کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی، پہلی مرتبہ ۱۳۵۲ھ میں سلیمانی پریس بنارس سے شائع ہوا۔تعداد صفحات:(۳۶)۔

۵۲۔معیارِ نبوت:

اس رسالے میں پہلے نبی کی بشریت قرآن مجید سے ثابت کی گئی ہے پھر معیارِ نبوت کی وضاحت کی گئی ہے۔سلیمانی پریس بنارس سے پہلی مرتبہ ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا۔تعداد صفحات:(۱۶)۔

۵۳۔نورِ اسلام بجواب ظہورِ اسلام:

اس رسالہ میں مولانا سیف رحمہ اللہ نے قادیانیوں کے سلسلہ امامت کی تردید کی ہے اور ساتھ ہی میں ان کے دعوائے وفات مسیح کا بھی ابطال ثابت کیا ہے، سلیمانی پریس بنارس سے ۱۹۳۴ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔تعداد صفحات:(۹۶)۔

۵۴۔دفعِ اوہام از ظہورِ امام:

اس رسالہ میں غلام احمد قادیانی کی اور قادیانیوں کی تردید کی گئی ہے، اور یہ دکھلایا گیا ہے کہ کیسے انہوں نے قرآن وحدیث کے اندر تحریف کر کے غلام احمد قادیانی کو مسیح اور مہدی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ وفات پا چکے ہیں۔پہلی مرتبہ ۱۹۳۴ء میں سلیمانی پریس بنارس سے شائع ہوا۔تعداد صفحات: (۴۲)۔

۵۵۔جمع المسائل والعقائد:

اس کتاب میں مقلدوں کے ۵۷ قابل دید مسائل جمع کیے گئے ہیں۔

۵۶۔تعلیم الاسلام:

اس کتاب میں قرآن مجید کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۵۷۔عید الضحیٰ۔

یہ اور ''دفع بہتان'' دونوں کتابیں مولانا عبداللہ بنارسی کے نام سے مطبوع ہے جیسا کہ ''السیر الحثیث'' کے سرورق پر درج ہے، لیکن اصلا یہ کتابیں بھی مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ کی ہی ہیں جیسا کہ نوشہروی صاحب نے مولانا سیف بنارسی کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے(۱)۔

۵۸۔دفع بہتان۔

۵۹۔الجوائز:

طبع اول:(۱۹۲۰ء)۔

۶۰۔نافع الاحناف:

اس رسالہ میں روزمرہ پیش آنے والے مسائل جمع کیے گئیہیں جو اہل حدیث اور اہل تقلید کے لئے یکساں مفید ہیں۔

۶۱۔شرح کافیہ:

ابن حاجب کی ''الکافیہ'' کی شرح ہے۔(نامکمل)

۶۲۔تحفۃ الصبور علی منحۃ الغفور:

---

(۱) دیکھیں:((تراجم علماء اہل حدیث ہند)):(ص:۳۵۹)۔

مولوی عبدالحمید بنارسی کے رسالہ ''منحۃ الغفور'' کے جواب میں ہے۔ موضوع تردید بدعت۔ مطبع سعید المطابع بنارس سے ۱۳۳۲ھ میں طبع ہوا۔ تعداد صفحات: (۲۴)۔

۶۳۔ الافکار علی الاذکار:

یہ رسالہ مولوی عبدالحمید پانی پتی کے رسالہ ''اذکار نبویہ'' کے جواب میں ہے، مولوی عبدالحمید نے رسالہ کا نام اذکار نبویہ رکھا ہے لیکن اس میں عقائد کو برباد کرنے والے قصے کہانیاں درج کردیئے ہیں۔

۶۴۔ قشف الشرفی رد کشف السر:

یہ رسالہ بھی مولوی عبدالحمید پانی پتی کے رسالہ ''کشف السر المکنون باثبات علم ما کان وما یکون لصاحب العجون'' کے جواب میں ہے، پانی پتی صاحب نے آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب ثابت کیا ہے۔

۶۵۔ لیکچر:

یہ رسالہ مولانا سیف بنارسی کا ایک لیکچر ہے جو آپ نے ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۱ء کو انجمن تائید الاسلام کے اجلاس منعقدہ بنارس میں پڑھا تھا۔

۶۶۔ احسن المسائل۔

۶۷۔ روزمرہ مسائل ضروریہ۔

۶۸۔ کسوٹی معیار اسلام۔

۶۹۔ سوالات از علمائے دین (۱)۔

---

(۱) کتابوں پر تبصرہ میں عموماً اصل کتابوں پر اعتماد کیا گیا ہے، اور جو نہیں موجود تھیں یا نہیں مل سکیں ان پر تبصرہ کرنے میں شیخ محمد مستقیم سلفی صاحب کے مضمون ((علامہ محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی اور ان کی تصانیف)) مطبوعہ محدث بنارس

شادی واولاد:

مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں۔ پہلی شادی بارہ سال کی عمر میں ۱۹۰۲ء میں ہوئی، لیکن شادی کے ایک ہی سال بعد ۱۹۰۳ء میں آپ کی بیوی کا انتقال ہوگیا (۱)، اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، دوسری شادی پانڈے حویلی کے ایک رئیس خاندان میں حاجی بسم اللہ صاحب کی دختر ام کلثوم سے ہوئی، اور ۱۹۲۴ء میں طویل عرصے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام محمد رکھا گیا، مولانا امرتسری رحمہ اللہ نے اس موقعہ سے مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا کی کہ خدا کرے بچہ دادا کا نعم البدل بنے (۲)۔ لیکن اللہ نے اس کی زندگی بہت مختصر لکھی تھی ہوا ایسا کہ ابھی چندروز ہی گزرے تھے کہ نومولود مارچ ۱۹۲۴ء میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد مولانا کو کوئی اولاد نہ ہوئی اور ۱۹۳۷ء سے مولانا کی اہلیہ بیمار رہنے لگیں اور یہ بیماری روز بروز بڑھتی گئی، بالآخر ۱۱ جون ۱۹۴۲ء کو آپ کی اہلیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا (۳)۔

اس کے فوراً بعد آپ نے اپنی بھوج مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ (ت: ۱۳۵۳ھ)

۱۹۸۵ء کے شماروں پر اور مولانا محمد یونس مدنی کی کتاب ((تراجم علماء اہل حدیث بنارس)) میں موجود تبصروں سے استفادہ کیا گیا ہے، اور کہیں کہیں من وعن نقل بھی کردیا گیا ہے، اور جن کتابوں کا کہیں سے کوئی سراغ نہ لگ سکا یا اس پر ان دونوں جگہوں میں کوئی تبصرہ نہ ملا ہم نے بھی ان کو بلا تبصرہ چھوڑ دیا ہے، اور ایسی کتابوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ وللہ الحمد

(۱) حیات ابوالقاسم: از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نورتوحید) لکھنو، (ص: ۱۳)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔ تا۔ ۱۰، یکم و ۱۵ / ربیع الثانی، یکم و ۱۵ / جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰ و ۲۳ / جنوری، ۸ و ۲۲ / فروری ۱۹۵۱ء۔

(۲) دیکھیں: ((اخبار اہل حدیث امرتسر)) مجریہ ۲۳ / رجب المرجب ۱۳۴۲ھ، = ۲۹ / فروری ۱۹۲۴ء، جلد: ۲۱، شمارہ: ۱۸، (ص: ۱۳)۔

(۳) حیات ابوالقاسم: از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نورتوحید) لکھنو، (ص: ۳۱)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔ تا۔ ۱۰، یکم و ۱۵ / ربیع الثانی، یکم و ۱۵ / جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰ و ۲۳ / جنوری، ۸ و ۲۲ / فروری ۱۹۵۱ء۔

کی بیوہ سے کیا، اس بیوی سے مولانا کی چار اولاد ہوئیں، ابو عاصم آپ ریلوے میں سرکاری ملازم تھے اب ریٹائر ہو چکے ہیں، ابو باسم آپ جیپ فیکٹری میں ملازم تھے، اب الہ آباد میں رہائش پذیر ہیں، ابو ہاشم آپ معذور ہیں، ڈاکٹر ابو حاتم آپ بنارس ہندو یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں پروفیسر تھے، ۳؍جنوری ۲۰۱۵ء کو آپ کا انتقال ہو گیا (۱)۔

مولانا کی اہلیہ نے طویل عمر پائی اور چند سال قبل وفات پائیں۔

سلسلۂ علالت اور عمر کا آخری حصہ:

یوں تو آپ کو کئی بار متعدد امراض نے اپنی گرفت میں لیا، اور ۱۹۱۲ء میں جب آپ حج کے لئے گئے تو وہاں آپ ہیضہ کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، جس کی وجہ سے آپ کو حج کے بعد مکہ ہی سے واپس آنا پڑا، اپنے ملک آکر آپ صحت یاب ہوئے، پھر ۱۹۲۱ء میں آپ کو سرسام ہو گیا تھا (۲) لیکن چند ہی دنوں میں آپ صحت یاب ہو گئے جیسا کہ اخبار اہل حدیث کے اندر آپ نے اپنی صحت کی خبر نشر کرائی (۳)۔

مولانا عبدالحنان صاحب فرماتے ہیں:

’’یوں تو کئی بار صاحب فراش ہوئے، لیکن جس مرض نے آپ کو بالکل بے کار بنادیا تھا، وہ گھٹنوں کا درد تھا۔ آپ کے بیان کے مطابق یہ درد برف کے کثرت استعمال سے پیدا ہوا تھا۔ شروع مارچ ۴۳ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا جو فوری علاج سے بظاہر جاتا رہا، لیکن اندر ہی اندر اس نے آپ کا بایاں حصہ بالکل بے کار کر دیا۔ آخر مارچ ۴۳ء میں شدید

---

(۱) ایضاً، اور دیکھیں: ((تراجم علماء اہل حدیث بنارس)): (ص: ۳۴۰۔۳۴۱)۔ گرچہ ہم نے مولانا محمد یونس مدنی کی کتاب سے نقل کر دیا ہے لیکن بہت ساری باتیں ڈاکٹر ابو حاتم کے بیٹے سہیل وکیل نے بتلایا ہے۔

(۲) دیکھیں: ((اخبار اہل حدیث امرتسر)) مجریہ ۳؍ربیع الاول ۱۳۴۰ھ = ۴؍فروری ۱۹۲۱ء، جلد: ۱۹، شمارہ: ۱، (ص: ۱۳)۔

(۳) دیکھیں: ((اخبار اہل حدیث امرتسر)) مجریہ ۱۰؍ربیع الاول ۱۳۴۰ھ = ۱۱؍فروری ۱۹۲۱ء، جلد: ۱۹، شمارہ: ۲، (ص: ۱۳)۔

بخار مبتلا ہوئے جس کے باعث نقاہت وضعف کافی سے زیادہ پیدا ہوگیا اور ضعف نے آخر وقت تک آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ بنارس میں وبائے خارش شدید طور پر پھیلی ہوئی تھی، اس نے بہت زیادہ پریشان کیا یہاں تک کہ اٹھنا بیٹھنا بھی ناممکن ہوگیا تھا، لیکن اس حالت میں بھی صحیحین کا درس جاری رہا اور اسی حالت میں مئوناتھ بھنجن کے جلسہ میں آپ شریک ہوئے۔ اپریل ۴۸ء میں ایڑیوں کے درد نے ایک قدم چلنے سے بھی مجبور کر رکھا۔ ابھی پوری طرح افاقہ وسکون بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اراکین سیرت کمیٹی بنارس آن پہنچے اور بضد ہوئے کہ آپ شریک جلسہ ہوں۔ باوجود معذرت شدید کے آپ کو مجبور کر کے جس طرح بن پڑا لے گئے۔ وہاں آپ نے آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیاں بیان کیں جو اس قدر پسند کی گئیں کہ اسے بزم توحید مدن پورہ نے گلزار حدیث کے نام سے شائع کیا۔

آخری عمر میں آپ نے سفر بہت کم کر دیئے تھے، لیکن اس کے باوجود کئی مواقع ایسے پیش آئے کہ مسلسل وقت آپ کا جلسہ ہی میں گزرتا تھا، ۱۹۴۹ء کا پہلا اور آخری سفر اور عمر کا آخری جلسہ ٹانڈہ ہے، جس میں آپ شریک ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد بنگال کا پہلا اور آخری سفر آل بنگال وآسام اہل حدیث کانفرنس کی شرکت ہے، کچھ عجب بات تھی کہ اس جلسہ میں تمام احباب کو تلاش کر کر کے ان سے ملاقات کی، کلکتہ میں بھی خلاف معمول احباب کے اصرار پر زائد قیام کیا، اور حسب خواہش جلسہ میں تقریر بھی کی۔

شوال ۱۳۶۸ھ میں آپ پر دوبارہ فالج کا حملہ ہوا، کچھ فاقہ ہوا تو لرزہ وبخار نے آگھیرا، ایک ماہ تک آپ نہ مسجد جا سکے اور نہ مدرسہ کھل سکا، عید الاضحیٰ سے محرم تک آپ کی یہ کیفیت رہی کہ کبھی لرزہ آیا اور کبھی بخار، لیکن اس حالت میں بھی سبق کا زیادہ ناغہ نہ ہونے پایا'' (۱)۔

(۱) حیات ابوالقاسم: از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنو، (ص:۱۳)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ:

کیفیت مرض اور سفر آخرت:

آپ جانے انجانے میں اس بات کی طرف اشارہ کر گئے کہ اب میں تمہارے درمیان زیادہ دن رہنے والا نہیں ہوں جب آپ نے عید الفطر کے موقع سے یہ اعلان کیا کہ بہت ممکن ہے کہ آئندہ عید میں یہاں میں موجود نہ رہوں اس لئے آپ لوگ اپنا امام کسی کو منتخب کرلیں۔ صاحبو! خوش قسمتی ہے کہ مجھے عیدین مل گئی، لیکن آپ مطمئن نہ ہوں اور اپنا امام عیدین منتخب کرلیں۔

مولانا عبدالحنان صاحب فرماتے ہیں:

۲۵ر نومبر ۱۹۴۹ء مطابق ۴ر صفر ۱۳۶۹ھ یوم جمعہ صبح دس بجے تک آپ اچھے خاصے تھے، نہ تو بخار تھا اور نہ کوئی دوسری تکلیف۔ ۹ بجے تک خطوط لکھے، پٹنہ کے سکریٹری جلسہ کو اپنی منظوری اور پہنچنے کے وقت سے مطلع کیا، ۲۶ر نومبر کو آپ پٹنہ کے جلسہ میں جانے والے تھے، طلبہ کو رخصت کرتے وقت کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ سبق کب ہوگا؟ مولانا عبدالوہاب صاحب آروی رحمہ اللہ کو ملاقات کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ نیز اسی طرح مولوی عبدالمنان صاحب ڈمرانوی کو بھی اسٹیشن ملاقات کیلئے بلایا تھا، لیکن کون جانتا تھا کہ پٹنہ جانے سے پہلے دار الخلد روانہ ہو جائیں گے۔

ٹھیک دس بجے کا وقت تھا اور آپ کتب خانہ میں موجود تھے کہ یکا یک آپ نے حنان منان پکارنا شروع کیا، آواز میں گھبراہٹ تھی، فوراً ہم لوگ پہنچے آپ نے فرمایا کہ والدہ کو بلا لو۔ والدہ کو آنے تک آپ کے جسم میں کافی کپکپاہٹ پیدا ہو چکی تھی، آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اب میرا وقت پورا ہو چکا میری موت آن پہنچی۔ آپ نے مزید کچھ اور بھی فرمایا لیکن

۷۔ تا۔ ۱۰، یکم و ۱۵ر ربیع الثانی، یکم و ۱۵ر جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و ۲۴ر جنوری، ۸و ۲۲ر فروری ۱۹۵۱ء۔

وہ سمجھ میں نہ آ سکا۔ کتب خانہ سے آپ کو آپ کے کمرہ میں لے جایا گیا اور ہم میں کا ہر ایک ڈاکٹروں کی طرف دوڑ پڑا۔۔۔آپ کے برادر خورد قاری احمد سعید صاحب کو بذریعہ فون مطلع کیا گیا، چنانچہ وہ مولوی عبدالاحد صاحب شہر کے مشہور ڈاکٹر کو لئے ہوئے آن پہنچے، انہوں نے بہت اطمینان سے دیکھا اور کہا کہ یہ فالج کا سب سے زبردست حملہ ہے دماغ کی رگیں پھٹ چکی ہیں۔ آپ سب مل کر دعا کریں مولانا صحتیاب ہو جائیں۔ ہم انتہائی کوشش کریں گے کہ مرض پر قابو پالیں، چونکہ خون کا دباؤ اوپر کو حد سے زیادہ ہے۔ اس لئے سب سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ ڈھائی سوسی سی خون نکالا جائے، اس کام کے لئے چند دیگر ڈاکٹروں کی ضرورت پڑے گی جو آ کر خون نکالے اس کے بعد میری تجویز کردہ دوائیں دی جائیں گی، لیکن یہ ڈاکٹر اس وقت پہنچے جب کہ آپ سکرات کی منزلیں طے کر کے دنیاوی اذیتوں سے سکون پا چکے تھے۔

آہ تقریبا ساڑھے بارہ بجے (۱۲:۳۰) روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جتنے لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے آئے تھے، سب کے سب آپ کے گرد کھڑے رسیل اشک بہاتے اور کفِ افسوس ملتے تھے، آناً فاناً سارے شہر میں خبر پھیل گئی۔ مغرب تک اعزہ واحباب کی آمد کا سلسلہ جاری رہا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ محوِ خواب ہیں، چہرے سے آثار مردنی بالکل نہیں پائے جاتے تھے، بعض جوش میں آ کر مولانا پر جھک جاتے، بعض ٹکٹکی لگائے رہتے تو انہیں اپنی بھی خبر نہ ہوتی کہ وہ کہاں ہیں۔ آپ کی موت نے لوگوں کے حواس صلب کر لئے تھے، اپنا ہو یا بیگانہ آتا اور آپ کو دیکھتا۔

فروغ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک　　　مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے“

(۱)۔

(۱) حیات ابوالقاسم: از مولوی عبدالحنان خان صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنؤ، (ص: ۱۳۔۱۴)، سیف الاسلام نمبر۔

مولانا کی عمر وفات کے وقت اکسٹھ سال چار ماہ تھی۔ مولانا نے اپنے پیچھے چار صلبی بیٹے اور چار ربیب بیٹے اور اہلیہ چھوڑا (۱)۔

تجہیز وتکفین:

مغرب کی نماز کے بعد آپ کے بھائی مولانا عبدالآخر صاحب رحمہ اللہ اور مولوی حبیب اللہ صاحب (ت: ۱۹۷۸ء) اور مولوی عبدالحنان صاحب رحمہم اللہ نے آپ کو غسل دیا، نعش کو آخری دیدار کے لئے آزاد پارک میدان میں رکھا گیا، کثرت ازدحام کی وجہ سے منتظمین کو قطار بنانی پڑی، اور بعد نماز عشاء حافظ عبداللہ صاحب رحیم آبادی (ت: ۱۹۵۴ء) نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، سخت سردی کا موسم اور شب کے دس بجے تھے اس کے باوجود کم وبیش ایک ہزار لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی۔

دس بجے شب یہ جسد خاکی علم وفضل کا منبع پیکر شرع محمدی، عاشق سنت نبوی، شرک وبدعت کا قاطع سپرد خاک کردیا گیا۔

آج راہی جہاں سے داغ ہوا خانۂ عشق بے چراغ ہوا۔

ہندوپاک کے تمام شہروں میں جہاں اہل حدیث ہیں نیز گاوں، بستیاں ہر جگہ آپ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی (۲)۔

شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ ربیع الثانی، یکم و۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۳/ جنوری، ۸و۲۲/ فروری ۱۹۵۱ء۔

(۱) حضرت مولانا حافظ محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ: از قاری احمد سعید صاحب، مطبوعہ از (نور توحید) لکھنو، (ص: ۴۰)، سیف الاسلام نمبر۔ شمارہ: ۷۔تا۔۱۰، یکم و۱۵/ ربیع الثانی، یکم و۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ = ۱۰و۲۳/ جنوری، ۸و۲۲/ فروری ۱۹۵۱ء۔

(۲) نور توحید کا ''سیف الاسلام نمبر'' مقالہ مولوی عبدالحنان، مقالہ قاری احمد سعید، مقالہ ابومسعود قمر بنارسی، مقالہ سید محمود الحسن کانپوری۔

اس طرح علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ کی مختصر سوانح مکمل ہوئی، اللہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمات کو قبول فرمائے، اور آپ کی خطاوں کو در گزر فرمائے، اور آپ کا ٹھکانا جنت الفردوس کرے، اور ہمیں ان کا کوئی نعم البدل عطا کرے، اور ہمیں خود ان کی خدمات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

تمہیدی مقالات

بنارس میں قادیانی تحریک (۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنارس محلہ مدنپورہ کے نوجوانان اسلام نے عرصہ تین سال سے انجمن اشاعت الاسلام قائم کر رکھی ہے، جس کا نصب العین عوام کو احکام خداوندی پہنچانا اور صحیح تعلیمات اسلامی سے باخبر کرنا ہے۔

انجمن مذکور اسی اصول کے ماتحت اطراف شہر میں ماہواری جلسے کرتی رہی ہے۔ اوراب تک مختلف رسائل بھی شائع ہو چکے ہیں۔

چونکہ بنارس میں کچھ دنوں سے فتنہ مرزائیہ قادیانیہ نمودار ہو گیا ہے۔اس لئے اس فتنہ کے استیصال اور عامہ مسلمین کو مرزا قادیانی کے دعوائے مسیحیت ومہدیت کی پر فریب چالوں سے خبردار کرنے کے لئے انجمن اشاعت اسلام بنارس ہر امکانی کوشش عمل میں لا رہی ہے، اور مصمم ارادہ کر چکی ہے کہ بذریعہ تحریر وتقریر مسلمانوں کو اس فرقہ باطلہ سے آگاہ کرے۔اوراس فتنہ کے شجرہ ملعونہ کو بیخ وبن سے اکھیڑ کر زمین پر دے پٹکے۔

تقریر کے سلسلہ میں انجمن مذکور نے ہفتہ واری جلسوں کا انتظام کیا ہے، چنانچہ اس فتنہ سے متعلق مدن پورہ میں دو (۲) جلسے بتاریخ ۸رستمبر ۳۳ء بروز جمعہ اور بتاریخ ۱۵رستمبر ۳۳ء بروز جمعہ منعقد کر چکی ہے۔جس میں حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب سیف وحضرت مولانا عبدالمجید صاحب بی اے، وحضرت مولانا عبدالمتین (۲) صاحب نے بصیرت افروز، پرحقائق تقریروں سے مسلمانوں کو مستفید فرمایا۔اورقادیانی فرقہ کی حقیقت خوب اچھی طرح

(۱) ماخوذ از: ((اخبار اہل حدیث امرتسر)): ۱۵رجمادی الآخرۃ ۱۳۵۲ھ = ۶راکتوبر ۱۹۳۳ء، جلد: ۳۰، شمارہ: ۴۹۔

(۲) بن حافظ عبدالرحمٰن رحمہما اللہ۔

واشگاف کردی، ان شاء اللہ جمعہ آئندہ کو شہر کے دوسرے گوشہ میں جلسہ ہوگا۔

اور تحریر سے متعلق سلسلہ ردمرزائیت کا ٹریکٹ (۱) و (۲) انجمن شائع کر چکی ہے۔ جس میں دعاوی مرزا قادیانی اور مہدویت و مسیحیت پر خوب واضح طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور (۳) ٹریکٹ زیر طبع ہے جس میں ختم نبوت سے متعلق بحث کر کے مرزا قادیانی کے کذب وفریب اور مسلمانوں کو اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے آگاہ کیا گیا ہے، دعا ہے کہ خداوند قدوس انجمن اشاعت اسلام کو خدمت اسلامی کی بیش از پیش توفیق ارزانی فرمائے۔

نیز قادیانی مناظر سے شرائط مناظرہ طے پارہی ہیں۔ ان شاء اللہ فیصلہ کن مناظرہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں: الحمد للہ ان علماء مذکورین اور دیگر علماء کی کاوشوں سے نہ یہ کہ صرف ان قادیانیوں کی کادیانیت کا رد ہوگیا بلکہ ان کو اپنا سر چھپانے کے لئے گوشہ نشین ہونا پڑا۔

جماعت احمدیہ کے اصول (۱)

لاہوری اخبار پیغام صلح نے جماعت احمدیہ (لاہوریہ) کے چند اصول لکھے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

''احمدیت کے اصول جن پر دونوں فریق متفق ہیں یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالی اس امت میں اپنے اولیاء سے ہم کلام ہوتا ہے۔

(۲) ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے۔

(۳) حضرت عیسی علیہ السلام دوسرے انبیاء کی طرح وفات پا گئے۔

(۴) وہ مسیح جس کے اس امت میں آنے کی پیش گوئی ہے۔ وہ اس امت کا مجدد ہے۔

(۵) کوئی ایسا مہدی نہیں آسکتا جو تلوار سے دین اسلام کو پھیلائے۔ ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾۔

(۶) آنے والا مسیح ہی مہدی معہود ہے۔

(۷) قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں، نہ تا قیامت ہو سکتی ہے۔

(۸) قرآن شریف کا حکم جہاد منسوخ نہیں۔ لیکن موجودہ وقت میں اس ملک میں شرائط جہاد نہیں پائے جاتے۔

(۹) اس زمانہ کا جہاد تبلیغ دین ہے۔

(۱۰) دجال اور یاجوج ماجوج کی پیش گوئیوں کی مصداق مغربی اقوام ہیں۔

(۱) ماخوذ از: ((اخبار اہل حدیث امرتسر)): ۱۵ر فروری ۱۹۳۵ء، جلد: ۳۲، شمارہ: ۱۶۔

ان اصول کے ماتحت ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد اور مسیح موعود اور مہدی معہود مانتے ہیں'' (پیغام صلح: (ص:۲۶)، ۲۶/جنوری ۳۵ء)۔

اہل حدیث:

ارے بھئی! ایک اصول ہمارا بھی ان میں داخل کر لیجئے تا کہ ہم بھی تم دونوں میں تیسرے اقنوم کی حیثیت سے مل کر صحیح معنی میں تثلیث بنادیں۔ دیکھئے وہ ایسا اصول ہے کہ اس سے انکار کرنے والے کی ساری دنیا میں جگ ہنسائی ہوگی، بس سنئے وہ سنہرا اصول یہ ہے کہ:

(۱۱) مسیح موعود کو راست گو خصوصا خدائی الہام میں صادق ہونا ضروری ہے۔

آؤ ہم سب اس مذکورہ اصول کے ماتحت مرزا صاحب کو جانچیں ۔

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دردغش باشد(۱)۔

(۱) وہ برابر سیاہ رو رہے گا جب تک اس کا جھوٹ ظاہر رہے گا۔

اصل کتاب

سلسلہ ردمرزائیت

کا

ٹریکٹ نمبر(۱)

مرزا غلام اَحمد قادیانی کے بعض دعاوی اور الہامات

تالیف

محدّث علامہ شیخ محمّد ابوالقاسم سیف بن محمّد سعید بنارسی

تحقیق و تعلیق

عبدالاَحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

برادران اسلام! اب تک ہمارا شہر فرقہ مرزائیہ قادیانیہ کے فتنہ سے محفوظ رہا، مگر چند دنوں سے اس کی گمراہ کن نقل وحرکت یہاں بھی شروع ہوگئی، اس لئے ضروری ہے کہ عام مسلمانوں کو اس فرقہ کی حقیقت ونیز اس کے بانی مرزا غلام احمد کے بعض دعاوی وتعلیمات سے آگاہ کردیا جائے۔

برادران اسلام! یہ تو ہم تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ وایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ہنوز وفات نہیں ہوئی اور وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت سے قریب دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر حضور سرور عالم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کا شرف حاصل کریں گے اور آپ کی تائید وحمایت میں تمام فرق باطلہ بالخصوص نصاریٰ سے جہاد کریں گے، اسی طرح تمام امۃ مسلمہ کا یہ بھی متفقہ عقیدہ وایمان ہے کہ حضرت سید الرسل محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خاتم النبیین یعنی سلسلہ رسالت ونبوت کی آخری کڑی ہیں اور آپ کے بعد پھر کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ حسب وعدہ خداوندی شریعت محمدیہ قیامت تک ہر قسم کی تحریف وتبدیل سے محفوظ رہے گی، تبلیغ ودعوت کے وہ فرائض جو اگلی امتوں میں انبیاء علیہم السلام انجام دیا کرتے وہ اس امت کے علماء کے ہاتھوں انجام پائیں گے، امت مسلمہ کے اسی شرف کی جانب اشارہ ہے اس آیت کریمہ میں ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (۱)، ترجمہ: تم بہترین

(۱) آل عمران: ۱۱۰۔

امت ہو جو نکالی گئی لوگوں کے لئے، حکم کرتے ہو تم لوگوں کو نیکی و بھلائی کا اور منع کرتے ہو بری اور ناروایات سے۔

برادران اسلام! ہم سب مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ وایمان ہے کہ ہمارے آقا و پیشوا حضرت سید الرسل محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تمام اگلے انبیاء ورسل کے سردار و نیز سب سے افضل و برتر ہیں، اگلے انبیاء ورسل میں سے کوئی نبی یا رسول بھی آپ کے فضائل و مراتب کو نہیں پہونچ سکے، اگر عیسی علیہ السلام زندہ آسمان پر بلائے گئے تو ہمارے سید الرسل صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رب العزت کی طرف سے بہمہ شان وشوکت بذریعہ براق آسمان پر بحالت بیداری بلائے گئے۔ اور وہ مدارج اور کمالات جناب باری کی طرف سے آپ کو بخشے گئے جو کسی کو آج تک نہ ملے اور آپ اس مقام تک پہونچے جہاں بشر تو کیا کسی فرشتہ کی بھی رسائی نہیں اور جہاں حضور سید الرسل اور جناب باری کے سوا کوئی تیسرا نہ تھا۔

اس کے علاوہ حضور سید الرسل صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں، من جملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ آپ خاتم النبیین بنا کر بھیجے گئے اور بارگاہ خداوندی سے اعلان کر دیا گیا کہ اب کسی نبی، رسول یا کتاب کی قیامت تک ضرورت نہیں اور آپ کی امت کو تبلیغ و دعوت کا وہ منصب و شرف حاصل ہوگا جو اگلی امتوں کے انبیاء کو حاصل رہا۔

برادران اسلام! ذرا غور فرمایئے اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی یا رسول آنے والا ہوتا تو کیا اس کی نسبت ہمارے سید الرسل پیشگوئی نہ فرماتے اور ہمیں اس کا نشان نہ بتاتے، حضور کی صدہا پیشگوئیوں میں کہیں بھی ہمیں کسی آنے والے نبی یا رسول سے متعلق کوئی بھی پیش گوئی نہیں ملتی۔ بلکہ اس کے خلاف صحیح حدیثوں میں ہمیں حضور کی صاف وصریح پیشگوئی ملتی ہے کہ آپ کے بعد بہت سے دجال، کذاب اور جھوٹے دعوے دار نبوت پیدا ہوں گے،

پس نتیجہ صاف وواضح ہے کہ آپ (ﷺ) کے بعد کوئی نبی یا رسول نہ آئے گا اور آپ کی ذات مقدس پر سلسلہ رسالت ونبوت ختم ہوگیا۔

مگر باوجود اس کے اس امت میں جہاں اور بہت سے فتنے اٹھے ان میں حضور ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ وقتاً فوقتاً بعض جھوٹے اور فریب کار دعوی دار نبوت پیدا ہوگئے مگر ہر موقع پر امت کے علماء وافراد نے اپنے فرض کا احساس کیا اور ایسے تمام مدعیان نبوت کی تحریکوں کا بروقت خاتمہ کردیا، مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے نام آپ نے سنے ہوں گے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی عہد میں نبوت کے دعوی کئے مگر وقت کے مسلمانوں نے ان کی فریب کاریوں کا خاتمہ کردیا، اسی طرح اور بھی مدعیان نبوت اس امت میں پیدا ہوئے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہیں جو پنجاب کے ایک مقام قادیان کے رہنے والے اور ایک معمولی علم وحیثیت کے شخص تھے، مگر تھے بہت ہوشیار وچالاک مسلمانوں کی غفلت وبے حسی اور ان کی شریعت سے بے خبری ولاعلمی کو دیکھ کر انہوں نے سمجھا کہ موقع اچھا ہے اور جھٹ دعوائے نبوت کردیا۔ علماء اسلام نے ان کی زندگی ہی میں ان کا مقابلہ کیا اور ان کے دعوائے نبوت ومسیحیت کو جھوٹا اور ان کے الہامات وپیش گوئیوں کو کذب وافترا ثابت کردیا۔ ان کی موت ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔

چونکہ اس شہر میں یہ ایک نیا فتنہ ہے اس لئے فطرتی طور پر ہر شخص مرزا غلام احمد کے دعاوی اور تعلیمات کچھ جاننا چاہے گا، ذیل میں ان کے بعض دعاوی ان کی تصانیف کے حوالوں سے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) قرآن مجید میں سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی آمد سے متعلق حضرت عیسی علیہ السلام کی یہ پیش گوئی آئی ہے: ﴿وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾

(سورہ صف)(۱)۔ ترجمہ: اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد کہ نام اس کا احمد ہوگا۔

تمام علماء اسلام سلف سے آج تک باتفاق اس بشارت کے مصداق حضور سرور عالم ﷺ کو سمجھتے آئے۔ مگر مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں ''میں وہ احمد ہوں، یعنی حضرت عیسی علیہ السلام نے میرے حق میں بشارت دی تھی'' (ازالہ اوہام)(۲)۔

(۲) حدیث میں آیا ہے «کیف أنتم إذا نزل فیکم ابن مریم من السماء» (۳) یعنی تم لوگ کیسے ہو گے جب حضرت عیسی بن مریم تم میں آسمان سے اتریں گے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ مسیح موعود میں ہوں (ازالہ اوہام)(۴)۔

(۳) حضور سرور عالم ﷺ کی پیشن گوئی ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت فاطمہ کی اولاد میں ایک بزرگ پیدا ہوں گے جن کا نام محمد باپ کا نام عبداللہ اور لقب امام مھدی ہوگا، ان کی صفت یہ ہوگی ''یملأ الأرض قسطا کما ملئت جورا'' (۵) یعنی وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ مہدی میں ہوں۔ (اشتہار معیار الأخیار)(۶)۔

(۴) مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں　　نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں مری بے شمار۔

(درثمین)(۷)۔

---

(۱) الصف:۶۔　(۲) (ص:۶۵۲)، ((روحانی خزائن)): (۴۵۲/۳)۔

(۳) دیکھیں: ((کتاب الاسماء والصفات)) از: بیہقی: (۳۳۱/۲)، حدیث: ۸۹۵، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴) (ص:۴۵)، ((روحانی خزائن)): (۱۲۵/۳)۔

(۵) سنن ابوداود: کتاب المھدی، حدیث: ۴۲۸۵، مسند احمد: (۱۸/۶۱-۶۲)، حدیث: ۱۱۴۸۴، اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(۶) ((مجموعہ اشتہارات)): (۲/۲-۶)۔

(۷) میں اس کتاب تک رسائی نہ حاصل کر سکا، البتہ یہی شعر براہین احمدیہ جلد پنجم میں موجود ہے، دیکھیں: ((روحانی

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا　　　منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد۔

(تریاق القلوب)(۱)

(۵) مرزا صاحب عیسائیوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں "اے عیسائی مشنریو! "ربنا المسیح" مت کہو، دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر آئے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء)(۲)۔

(۶) فرقہ شیعہ سے خطاب کر کے کہتے ہیں ''اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمھارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے (مرزا) کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے'' (دافع البلاء)(۳)۔

(۷) مرزا جی کا دعوائے نبوت ورسالت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

''جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں'' (حقیقۃ الوحی)(۴)۔

''ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں خدا تعالی جس کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشن گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پے صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں'' (اخبار قادیان ۱۹۰۸ء)۔

خزائن)):(۲۱/۱۳۳)۔

(۱)((روحانی خزائن)):(۱۵/۱۳۴)۔ ترجمہ: میں ہی مسیح زماں ہوں میں ہی کلیم خدا ہوں میں ہی احمد ومحمد اور مجتبیٰ بھی میں ہی ہوں۔　(۲)((روحانی خزائن)):(۱۸/۲۴۰)۔

(۳)((روحانی خزائن)):(۱۸/۲۳۳)۔　(۴)((روحانی خزائن)):(۲۲/۴۰۶)۔

(۸) مرزا صاحب کا ایک الہام ملاحظہ ہو فرماتے ہیں: ''آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا'' (حقیقۃ الوحی) (۱)۔

(۹) مرزا جی لکھتے ہیں ''خدا قادیان میں نازل ہوگا'' (البشری) (۲)۔

(۱۰) آپ کا پیغمبرانہ خواب سنئے فرماتے ہیں: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ اللہ ہوں میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی اللہ ہوں'' (آئینہ کمالات اسلام) (۳)۔

(۱۱) آپ کا دعوی ہے کہ "میں مسلمانوں کے لئے مسیح موعود ہوں اور ہندووں کے لئے کرشن ہوں" (لکچر سیالکوٹ) (۴)۔

(۱۲) مرزا جی فرماتے ہیں "میں حضرت ابوبکر صدیق بلکہ بعض انبیاء علیہم السلام سے بھی افضل ہوں" (اشتہار معیار الاخیار)۔

(۱۳) مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ حوض کوثر مجھے ملا ہے، آپ کے الہام کے الفاظ یہ ہیں: "إنا أعطيناك الكوثر" (رسالہ انجام آتھم) (۵)۔ ترجمہ: میں نے بخشا تجھے کوثر۔

(۱۴) مرزا جی کہتے ہیں کہ خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ اے احمد تیرا نام پورا ہوگا، میرا نام نہ پورا ہوگا۔

الفاظ الہام یہ ہیں: "يا أحمد يتم اسمك ولا يتم اسمي" (اربعین) (۶)۔

(۱۵) مرزا جی کا دعوی ہے کہ بہت سی آیتیں جو حضور سرور عالم ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان کا مصداق میں ہوں اور وہ آیتیں میری شان میں دوبارہ مجھ پر نازل ہوئی ہیں مثلاً آیات ذیل:۔

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۹۲/۲۲)۔
(۲) ((روحانی خزائن)): (۱۸۲/۷)۔
(۳) ((روحانی خزائن)): (۵۶۴/۵)۔
(۴) ((روحانی خزائن)): (۲۲۸/۲۰)۔
(۵) ((روحانی خزائن)): (۵۸/۱۱)۔
(۶) ((روحانی خزائن)): (۳۵۳/۱۷)۔

(۱)۔ ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ☆ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾(۱)۔

ترجمہ: ہمارا رسول خواہش اور جی سے نہیں بولتا، نہیں ہے وہ مگر وحی جو نازل کی جاتی ہے، (اربعین)(۲)۔

(۲)۔ ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾(۳)۔

ترجمہ: اے مرزا جو کچھ تو نے چلایا وہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا، (حقیقۃ الوحی)(۴)۔

(۳)۔ ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ﴾ الآیۃ(۵)۔

ترجمہ: خدا وہ خدا جس نے بھیجا اپنے رسول کو ساتھ ہدایت اور دین حق کے، (حقیقۃ الوحی)(۶)۔

(۴)۔داعیا إلی اللہ و سراجا منیرا(۷)۔

خدا کی طرف بلانے والا اور چمکتا ہوا روشن چراغ، (حقیقۃ الوحی)۔

(۵)۔ ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾(۸)۔

اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، (ملاحظہ ہو نمبر:۱۳)۔

(۶)۔ ﴿وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾(۹)۔

یہ بھی پہلے بیان کی جا چکی ہے، (دیکھئے نمبر:۱)۔

---

(۱) النجم:۳-۴۔　(۲) (ص:۱۴)، کا حاشیہ، ((روحانی خزائن)):(۳۶۱/۱۷)۔

(۳) الانفال:۱۷۔　(۴) (ص:۷۰)، ((روحانی خزائن)):(۷۳/۲۲)۔

(۵) التوبۃ:۳۳۔　(۶) (ص:۷۱)، ((روحانی خزائن)):(۷۴/۲۲)۔

(۷) اصل نسخہ میں ایسے ہی ہے، اسی لئے ہم نے ایسے ہی باقی رکھا ہے عین ممکن ہے کہ جس طرح قادیانی نے دوسری آیتوں میں تحریف کی ہے یہاں بھی کی ہو۔　(۸) الکوثر:۱۔　(۹) الصف:۶۔

یہ و نیز اس طرح کی اور آیتیں ہیں جن کی نسبت مرزا کا دعوی ہے کہ وہ میری شان میں مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔

یہ ہیں مرزا غلام احمد کے بعض دعاوی اب آپ خود ان سے مرزا جی و نیز ان کے پیرو گروہ مرزائیہ سے متعلق فیصلہ کرلیں۔ ہمیں کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔

فرقہ مرزائیہ کے پر فریب چالوں میں ایک چال یہ بھی ہے کہ وہ اپنے پیرومرشد مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت و مسیحیت و نیز ان کے پیغمبرانہ الہامات کو چھوڑ کر عام مسلمانوں کو بہکانے کے لئے پہلے مسئلہ حیات مسیح اور ختم نبوت کو پیش کرتے اور بیان کرتے ہیں۔ اس میں قطعا شبہ نہیں کہ ہم مسلمانوں کے پاس حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ آسمان پر جانے و نیز ان کے دوبارہ دنیا میں نازل ہونے سے متعلق اسی طرح حضور سید الرسل محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے متعلق قرآن مجید کے نصوص قطعیہ و احادیث صحیحہ سے ایسے دلائل و براہین موجود ہیں جن کے جاننے کے بعد کسی شخص کے لئے بھی بشرطیکہ وہ منصف اور طالب حق ہو گنجائش شک و انکار باقی نہیں رہتی، تاہم اگر چند لمحوں کے لئے ہم مان لیں اور فرض کرلیں کہ حضور خاتم النبیین نہیں اور آپ کے بعد بھی نبی یا رسول کے آنے کا امکان باقی ہے اسی طرح اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلیں کہ حضرت عیسی بن مریم کی وفات ہوگئی تو معاذ اللہ اس کے معنی یہ تو نہ ہوں گے کہ اب ہر فرد دعوائے نبوت و مسیحیت کرنے لگے۔ اس لئے ضرور ہے کہ فرقہ مرزائیہ اپنے پیر مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت و مسیحیت کو دلائل و براہین سے ثابت کرے جو وہ اب تک نہ کر سکے اور نہ ان شاء اللہ قیامت تک کرسکیں گے ﴿وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (۱)۔

برادران اسلام! اب آیئے ہم ہی ذرا مرزا جی کی نبوت کو پرکھیں، کسی مدعی نبوت

(۱) الاسراء: ۸۸۔

کے صدق وکذب جانچنے کے مختلف طریقہ ہوسکتے ہیں مگر ہم اس موقع پر وہی طریقہ ومعیار اختیار کریں گے جو مرزاجی نے خود بتایا ہے۔آپ اپنی کتاب ((دافع الوساوس)) کے (صفحہ ۲۸۸) میں تحریر کرتے ہیں" ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر کوئی امتحان نہیں ہوسکتا"،اس لئے اب ہمیں مرزاجی کی نبوت کو انہیں کے بتائے ہوئے معیار پر جانچنا ہے،مرزا کی پیش گوئیاں تو بہت ہیں جن کا کذب وافتراء ہونا علماء اسلام نے اپنی تصانیف میں اچھی طرح کھول دیا ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مدظلہ کا رسالہ ((الہامات مرزا)) اس باب میں کافی اور بیحد مفید ہوگا،میں اپنے تمام بھائیوں سے سفارش کروں گا کہ وہ اسے ضرور پڑھیں۔

اس موقعہ پر ہم صرف چند پیش گوئیاں اختصار کے ساتھ بیان کریں گے کہ زیادہ کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں اور پھر کسی کے کذب ثابت کرنے کے لئے تو بقول مرزاجی کے ایک ہی مثال کافی ہے،چنانچہ لکھتے ہیں:"جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہوجاوے تو دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا"(چشمۂ معرفت)(۱)۔

اب پیش گوئیاں ملاحظہ ہوں:۔

پہلی پیش گوئی:

۱۸۹۳ء میں امرتسر میں مرزاجی نے عیسائیوں سے ایک مناظرہ کیا جو پندرہ دنوں تک جاری رہا،۵/جون کو جب مناظرہ ختم ہوا تو مرزا نے اپنے حریف ومقابل عبداللہ آتھم سے متعلق ایک پیش گوئی کی جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا

(۱)((روحانی خزائن)):(۲۳/۲۳۱)۔

کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہونچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجا کھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (جنگ مقدس)(۱)۔

اس پیش گوئی کی مزید تقریر اور تشریح یوں فرماتے ہیں:۔

میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا، معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوئے، نیز گلے میں رسا ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دی جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (حوالہ مذکور)(۲)۔

اسی پیش گوئی کو مرزا جی رسالہ ((کرامات الصادقین))(۳) کے آخر میں بعبارت عربی یوں تحریر فرماتے ہیں:"ومنها ما وعدني ربي إذ جادلني رجل من

---

(۱)((روحانی خزائن)):(۶/۲۹۱_۲۹۲)۔ (۲)((روحانی خزائن)):(۶/۲۹۲_۲۹۳)۔

(۳)رؤیا غریبہ (ل)،((روحانی خزائن)):(۷/۱۶۳)۔

المتنصرين الذي اسمه عبد الله آتهم، إلى أن قال: فإذا بشرني ربي بعد دعوتي بموته إلى خمسة عشر أشهر من يوم خاتمة البحث، فاستيقظت و كنت من المطمئنين "(یعنی خدا نے مجھے بشارت دی کہ عبداللہ آتھم مناظرہ کے آخری روز سے پندرہ ماہ تک مرجائے گا پس میں مطمئن ہوگیا)۔

پیش گوئی بالکل صاف اورواضح اور بغیر کسی اینچ پیچ کے بتارہی ہے کہ عبداللہ آتھم جو عیسائی ہےاور جس نے انسان یعنی حضرت عیسی (علیہ السلام) کوخدا بنالیا ہے اگر جھوٹے خدا (یعنی حضرت عیسی) کو نہ چھوڑے گا اور سچی توحید کا قائل ہوکر حق یعنی اسلام کی طرف نہ رجوع کرے گا تو یوم پیش گوئی یعنی ۵/جون سے پندرہ ماہ کے اندر ہاویہ میں گر جائے گا۔

براوران اسلام! آپ کومعلوم ہے کہ نتیجہ کیا ہوا عبداللہ آتھم پندرہ ماہ کی مقررہ میعاد کے بعد بھی دو برس تک زندہ رہااوراس طرح خدا نے مرزا کی جھوٹی پیش گوئی کا کذب وافترا ہونا ظاہر کر کے مرزا جی کے بقول ان کو ذلیل وروسیاہ کیا۔ مرزا جی کوخود اعتراف ہے کہ اس پیش گوئی کی میعاد کے بعد ان کے تمام مخالفوں نے خوشیاں منائیں اوران کے ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

انہوں نے پشاور سے لے کر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام پر (یعنی دین مرزائیت پر۔ راقم) ٹھٹھے کئے اور یہ سب مولوی یہودی صفت اور اخباروں والے ان کے ساتھ خوش اور ہاتھ میں ہاتھ ملائے ہوئے تھے۔ (سراج منیر)(۱)۔

اس پیش گوئی پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو ((الہامات مرزا)) از مولانا ثناء اللہ مدظلہ۔

---

(۱)((روحانی خزائن)): (۱۲/۵۳)۔

دوسری پیش گوئی:

محمدی بیگم نامی ایک لڑکی مرزا جی کے خاندان میں تھی جس سے مرزا جی نے بہت چاہا کہ میرا نکاح ہو جائے، لڑکی کمسن، دوشیزہ اور غالبا خوبصورت بھی تھی مگر مرزا جی پیر فرتوت (۱) اہل وعیال والے، چنانچہ آپ خود ہی تحریر فرماتے ہیں:۔

"وهي حديثة السن وأنا متجاوز على الخمسين "(یعنی وہ لڑکی کمسن ہے اور میں پچاس سال سے زیادہ ہوں)

بالآخر جب اور کوئی صورت نکاح بن نہ آئی تو چاہا کہ الہام اور پیش گوئی کی دھمکیوں سے کسی طرح اس کو اپنے نکاح میں لائیں، چنانچہ حسب ذیل پیش گوئیاں صادر فرمائیں:۔

عرصہ قریبا تین برس کا ہوا ہے کہ بعض تحریکات کی وجہ سے جن کا مفصل اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے، خدا تعالی نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ میرزا احمد بیگ ولد میرزا گاما بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ اور فرمایا کہ خدا تعالی ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے، اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا، کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ (ازالہ اوھام)(۲)۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی پیش گوئی فرمائی کہ اگر لڑکی کسی دوسرے کے نکاح میں دی گئی تو اس کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور داماد روز نکاح سے ڈھائی سال تک مر جائے گا، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱)۔"لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس

(۱) پیر فرتوت: یعنی کھوسٹ بڈھا۔ (۲)((روحانی خزائن)):(۳/۳۰۵)۔

کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑہائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا"۔(اشتہار مرزا غلام احمد منقول از: الہامات مرزا)(۱)۔

(۲)۔میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔(انجام آتھم حاشیہ)(۲)۔

برادران اسلام! دیکھا کہ کس زور کی اور کیسی قطعی اور اٹل پیش گوئی ہے مگر آہ مرزا جی محمدی بیگم اور اس کے شوہر دونوں کی زندگی ہی میں چل بسے اور نکاح کی آرزو دل ہی میں رہ گئی۔اور اس طرح مرزا جی خود اپنے مقرر کردہ معیار پر جھوٹے ثابت ہوئے۔

تیسری پیش گوئی:

مرزا جی نے پیش گوئی کی کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

(۱)۔"لنا من الطاعون أمان ولا تخوفوني من هذه النيران فإن النار غلامنا بل غلام الغلمان "،یعنی ہمارے لئے طاعون سے امان ہے مجھ کو طاعون سے مت ڈراؤ، طاعون ہمارا غلام بلکہ غلاموں کا غلام ہے۔(مواہب الرحمٰن)(۳)۔

(۲)۔خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے، وہ اس گاؤں کو طاعون کی دستبرد اور اس کی تباہی سے بچالے گا، اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کردیتا۔(دافع البلاء)(۴)۔

---

(۱) ایک پیش گوئی پیش از وقوع کا اشتہار، ۱۰رجولائی ۱۸۸۸ء،((مجموعہ اشتہارات)):(۱۵۸/۱)۔

(۲)((روحانی خزائن)):(۳۱/۱۱)۔

(۳)((روحانی خزائن)):(۲۴۲/۱۹)۔ (۴)(ص:۷)،((روحانی خزائن)):(۲۲۷/۱۸)۔

(۳)۔ خدا تعالی بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔(حوالہ مذکور)(۱)۔

اخبار الحکم میں مولوی عبدالکریم امام مرزا لکھتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود نے اپنی راستی اور شفاعت کبری کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کردی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا"۔

یہ ہے قادیان کے حفاظت وامان سے متعلق مرزا جی کی پیش گوئی مگر انجام کیا ہوا، طاعون قادیان میں آیا اور بقول مرزا جی کے زور کا آیا ایسا کہ انسانوں کی صفائی کرنے لگا، چنانچہ خود فرماتے ہیں:۔

''طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون کا زور تھا میرا لڑکا بیمار ہوگیا''۔ (حقیقۃ الوحی)(۲)۔

((اخبار البدر)) کے اڈیٹر لکھتے ہیں:۔

''قادیان میں طاعون نے صفائی شروع کردی''۔(۱۶/اپریل ۱۹۰۴ء)۔

قارئین کرام! دیکھا مرزا کی یہ پیش گوئی بھی کیسی غلط اور کذب وافتراء ثابت ہوئی۔

چوتھی پیش گوئی:

مرزا جی نے پیش گوئی کی کہ:۔

''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں''۔(میگزین ۱۴/جنوری ۱۹۰۶ء)۔

مگر آہ مرزا جی کو عمر بھر مکہ یا مدینہ جانا تک نصیب نہ ہوا اور لاہور ہی میں حج کئے بغیر موت آگئی اور اس طرح یہ پیش گوئی بھی یکسر غلط اور جھوٹ ثابت ہوئی ہے۔

(۱)(ص:۱۰)،((روحانی خزائن)):(۱۸/۲۳۰)۔ (۲)((روحانی خزائن)):(۲۲/۸۷)۔

پانچویں پیش گوئی:

مرزاجی نے ایک بیمار کے شفایاب ہونے کی پیش گوئی کی، چنانچہ ارشاد ہے:۔

۲۷/ اگست ۱۹۰۷ء صاحبزادہ مبارک احمد تو سخت تپ سے بیمار ہیں اور بعض دفعہ بے ہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ان کی نسبت آج الہام ہوا ''قبول ہوگئی'' نو دن کا بخار ٹوٹ گیا یعنی دعا قبول ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ میاں موصوف کو شفا دے گا۔ (میگزین تمبر ۱۹۰۷ء)۔

اس پیش گوئی کا انجام مرزاجی کے خود کے الفاظ میں سنئے:۔

''۱۶/ستمبر کو صبح کے وقت میاں مبارک احمد انتقال کر گئے''۔ (میگزین تمبر ۱۹۰۷ء)۔

برادران اسلام! آپ نے دیکھا کہ یہ مرزا کی ملہمانہ پیش گوئی بھی کس طرح غلط اور کذب وافتراء ثابت ہوئی۔ اس پیش گوئی کے خاتمہ پر اخبارات میں ایک شور مچ گیا اور مرزاجی کی خوب تذلیل ہوئی۔

چھٹی پیش گوئی:

مرزاجی خود اپنی عمر سے متعلق ایک زبردست پیش گوئی فرماتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی (۸۰) برس کی ہوگی اور یا یہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم ... اور جو ظاہر الفاظ وحی کے متعلق ہیں وہ تو چھہتر (۷۶) اور چھیاسی (۸۶) کے اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ (ضمیمہ جلد پنجم براہین احمدیہ)۔

مرزاجی کی مدت عمر پیش گوئی بالا کے لحاظ سے اسی (۸۰) سال یا کم سے کم چھہتر (۷۶) سال ہونی چاہئے، مگر آہ اس نبی کاذب کی پیش گوئی خود اس کی عمر سے متعلق جھوٹ ثابت ہوئی کہ مرزاجی کی عمر صرف ۶۸ سال کی ہوئی۔ (رسالہ نور الدین)

برادران اسلام! یہ ہیں بعض پیش گوئیاں مرزاجی کی جن میں سے ایک ایک کا کذب وافترا ہونا آپ نے دیکھ لیا، ان کے علاوہ اور بھی ایک معقول تعداد ان کی پیش

گوئیوں کی ہے جسے علماء اسلام نے سرتاسر غلط و بے بنیاد ثابت کر دیا ہے اور پھر تمام پیش گوئیوں میں صرف ایک پیش گوئی کا بھی کذب ثابت ہو جانا خود مرزا کے بقول ان کے کاذب ومفتری ہونے کے لئے کافی ہے۔

آہ! کہاں اللہ تعالی کے پاک اور مقدس انبیاء ورسل اور کہاں مرزا جیسا کاذب ومفتری، اللہ تعالی کے سچے انبیاء کی پیش گوئیاں ہمیشہ سچی ہوا کرتی ہیں، یہ بات کیوں کر عقل میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالی کے سچے نبی کسی امر سے متعلق پیش گوئی فرمائیں اور وہ اپنے وقت پر صادق نہ ہو کہ اس سے اللہ تعالی کا وعدہ خلاف ہونا نکلتا ہے جس سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔

ارشاد ہے: ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ (سورہ ابراہیم) (۱)۔ خدا کو اپنے رسولوں کے ساتھ وعدہ خلاف ہرگز مت سمجھو، اللہ تعالی بڑا غالب بدلہ لینے والا ہے۔ ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (۲)۔

تمت

۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ

(۱) ابراہیم: ۴۷۔ (۲) الانعام: ۴۵۔

﴿هَذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيُكُم بِالُحَقِّ﴾

انجمن اشاعت الاسلام

کے سلسلۂ تبلیغ ودعوت کا

ٹریکٹ نمبر (۲)

اظہارِ حقیقت

تالیف

محدّث علامہ شیخ محمّد ابوالقاسم سیف بن محمّد سعید بنارسی

تحقیق وتعلیق

عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، ولا عدوان إلا على الظالمين والصلاة والسلام على صفوته وخيرته محمد خاتم النبيين وعلى آله وصحبه وأوليائه أجمعين إلى يوم الدين ۔ أما بعد:

بنارس میں جب سے قادیانیوں کے فتنہ نے سر اٹھایا ہے مسلمانوں کا زبردست تقاضا ہے کہ ان کو حقیقت مرزائیت سے آگاہ کیا جائے، اس لئے انجمن اشاعت الاسلام نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ وقتاً فوقتاً مختلف رسالے شائع کئے جائیں جن میں فرقہ مرزائیہ کے مسئلے بیان کئے جائیں تاکہ مسلمان ان مسئلوں سے کماحقہ واقف ہوجائیں اور کسی کے بہکانے کا ان پر اثر نہ ہو، چنانچہ ایک رسالہ شائع ہوچکا ہے دوسرا یہ حاضر ہوتا ہے۔

بانی فرقۂ قادیانیہ:

پنجاب میں امرتسر سے مشرق مشہور مقام بٹالہ ہے جو ضلع گرداسپور کی تحصیل ہے، بٹالہ سے (۱۱) میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قصبہ قادیان ہے جس میں مسلمان، ہندو، اور سکھ آباد ہیں، وہاں ایک معمولی حیثیت کے زمیں دار حکیم مرزا غلام مرتضٰی صاحب قوم مغل سے تھے ان کے یہاں ایک لڑکا سیندھی بیگ عرف مرزا غلام احمد ۱۲۶۱ ہجری میں پیدا ہوا، (تریاق القلوب): (ص: ۶۸) (۱)، زمانہ کی گردش سے آراضی ہاتھوں سے نکلنے لگی اور تنگی پر تنگی آنے لگی تو مرزا غلام احمد صاحب جوان ہوکر معاش کی تلاش کے لئے باہر نکلے اور سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپیہ ماہوار پر ملازم ہوگئے، اسی اثناء میں لالہ بھیم سن وکیل سیالکوٹ سے قانون پڑھنا شروع کیا اور فرصت کے اوقات میں کمرہ کا دروازہ بند کرکے

(۱) ((روحانی خزائن)): (۲۸۳/۱۵)۔

چراغ جلا کر تسخیر کے عملیات کی مشق شروع کردی، (صدائے حق): (ص: ۳)۔ مطالعۂ قانون کے بعد مختاری کا امتحان دیا لیکن فیل ہوگئے آخر ملازمت چھوڑ کر وطن واپس آئے اور تصنیف وتالیف کے میدان میں قدم رکھا۔ ایک کتاب ((براہین احمدیہ)) کے لئے چندہ کی اپیل کا اشتہار دیا۔ روپیہ آنا شروع ہوگیا، اور کتاب مذکور طبع ہونے لگی (تاریخ مرزا وصدائے حق)، اس کتاب میں مرزا صاحب نے حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان پر جانا تسلیم کیا ہے، حاشیہ: (ص: ۳۶۱)(۱)، اور جلالیت کے ساتھ دنیا پر اترنا بھی، (ص: ۵۰۵)(۲) بلکہ دوبارہ حضرت عیسی کے آنے کا ان لفظوں میں اقرار کیا:

''جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا''۔ (براہین احمدیہ حاشیہ: (ص: ۴۹۸۔۴۹۹))(۳)۔

نیز اس کتاب کو "الہامی تائید" سے بتایا ہے اور لکھا ہے کہ ''یہ کتاب میں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کی تو آپ نے اس کو قبول فرمایا'' (ص: ۲۴۸)(۴)، اور یہ بھی بتایا ہے کہ ''اس وقت آپ مامور ومبعوث بھی ہوچکے تھے''، (حقیقۃ الوحی: (ص: ۱۹۹۔۲۰۰))(۵)۔ سلسلہ تالیف وتصنیف کے ساتھ ہی بیعت کا سلسلہ بھی شروع کردیا، جب اس میں کامیابی نظر آئی تو دسمبر کی تعطیلوں میں قادیان میں اپنے مریدوں کا سالانہ جلسہ بھی کرنا شروع کردیا، رفتہ رفتہ آپ نے اپنی بابت مثیل عیسی ہونے کا دعوی کیا۔ مریدوں نے اسے قبول کرلیا۔ اس کے بعد حضرت عیسی کے مرجانے کا اعلان کیا اور ثبوت میں آیت

---

(۱)((روحانی خزائن)): (۴۳۱/۱)۔

(۲)((روحانی خزائن)): (۶۰۲/۱)۔

(۳)((روحانی خزائن)): (۵۹۳/۱)۔

(۴)((روحانی خزائن)): (۲۷۵/۱)۔

(۵)((روحانی خزائن)): (۲۰۲/۲۲)۔

﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ وغیرہ پیش کی۔ مریدوں نے کہا کہ آپ نے ((براہین احمدیہ))(۱) میں تو یہ معنی کیئے ہیں کہ اے عیسی میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا، (ص: ۵۱۹)، اور حدیثوں میں ان کے دوبارہ آنے کا صاف صاف ذکر موجود ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کا مصداق میں ہوں، لوگوں نے کہا کہ حضرت عیسی کے ساتھ پہلے امام مہدی کا ظہور ضروری ہے تو جواب دیا کہ وہ مہدی بھی میں ہی ہوں۔ لوگوں نے کہا جب ((براہین احمدیہ)) آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوئی تھی تو آپ نے عیسی علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے والی عبارت اور ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی بھی ضرور ملاحظہ فرمائے ہوں گے تو اب یہ غلط کیسے ہوگیا؟ مرزا صاحب نے فرمایا مجھے الہام تو اس وقت بھی ہوا تھا کہ مسیح موعود تو ہی ہے لیکن میں سابق عقیدہ پر ہی قائم رہا اور اس وحی کی اس وقت تک میں نے پرواہ نہ کی جب تک کہ بار بار مجھے بذریعہ وحی کے بتلایا نہ گیا کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اچھا پھر ایسی فاحش غلطی پر آنحضرت ﷺ نے کوئی تنبیہ کیوں نہ فرمائی؟ آپ تو خیر اسی عقیدہ پر جمے رہے کیا آنحضرت ﷺ کا بھی یہی عقیدہ تھا؟ اگر تھا تو آپ کا نیا دعوی غلط ہے۔ اور اگر آپ نے خواب مذکور جھوٹ لکھا ہے تو بھی آپ کا یہ نیا دعوی جھوٹا ہے، غرض اس وقت سے مسلمانوں نے مرزا صاحب سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ لیکن پھنسے ہوئے لوگ نہ نکل سکے۔ آخر ایک روز مرزا صاحب نے موقع مناسب دیکھ کر نبوت کا بھی دعوی کھلم کھلا کردیا۔ یہ ہے مرزا صاحب کے دعویٰ کی حقیقت۔

جو ان کے اشتہارات اور تصانیف سے آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہے اور علماء اہل سنت نے اپنی تالیفات میں ایک ایک کو بالتفصیل بیان کیا ہے جیسا کہ پہلے ٹریکٹ میں شائع ہو چکا ہے۔

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱/۶۲۰)۔

ضروری مسئلے

مرزا صاحب نے جن مسئلوں کو قرآن وحدیث کے خلاف بیان کیا اور اپنے دعوے کو ان سے متعلق رکھا اور انہی پر اپنے فرقے کی بنیاد رکھی ہے وہ چار مسئلے ہیں۔

اول: مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو ان کی قوم یہود نے گرفتار کرا کے سولی دلوادی۔ سولی سے آپ نیم جان اتارے گئے اور خفیہ طور سے مرہم پٹی کر کے کشمیر بھگ آئے، یہاں آپ (۸۷) سال زندہ رہے پھر مر گئے، چنانچہ شہر سری نگر کشمیر محلّہ خان یار میں آپ کی قبر موجود ہے، (الھدیٰ: (ص:۱۰۹)) (۱)۔

دوم: مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور چونکہ فوت شدہ انسان دنیا میں واپس نہیں آتا اس لئے حدیثوں میں جس عیسیٰ کے آنے کی خبر دی گئی ہے اس سے کوئی دوسرا شخص مراد ہے جو حضرت عیسیٰ کا مثیل ہوگا اور وہ مسیح موعود میں ہوں، (ازالہ اوہام) (۲)۔

سوم: مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر امام مہدی کے ظہور کی جو خبر دی گئی ہے وہ امام مہدی بھی میں ہی ہوں، (ازالہ) (۳)۔

چہارم: مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کا نبی و رسول میں ہوں (۴) جو مجھ پر ایمان نہ لائے گا وہ کافر اور جہنمی ہے، (حقیقۃ الوحی) (۵)۔

مسائل مذکورہ کی حقیقت

مرزا صاحب کے مسائل اربعہ مذکورہ بالکل غلط اور قرآن وحدیث اور ائمہ دین کی تصریحات کے یکسر خلاف ہے۔

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۳۶۱/۱۸)۔
(۲) ازالہ اوھام: (ص:۱۹۰)، ((روحانی خزائن)): (۱۹۲/۳)۔
(۳) ازالہ اوھام: (ٹائٹل)۔
(۴) ((روحانی خزائن)): (۲۰۶/۲۲)۔
(۵) تذکرہ: (ص:۳۳۶)، ((روحانی خزائن)): (۱۶۷/۲۲)۔

اول: حضرت عیسی علیہ السلام نہ تو سولی پر چڑھائے گئے اور نہ فوت ہوئے اللہ تعالی نے صاف صاف فرمایا ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ (۱)، یعنی انہوں نے حضرت عیسی کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ پس جب حضرت عیسی علیہ السلام کی نسبت سولی کا واقعہ ہی غلط ہوا تو مرہم پٹی اور ہجرت کشمیر کا سارا قصہ ہی غلط اور باطل ہو گیا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　　تا ثریا می رود دیوار کج (۲)۔

دوم: حضرت عیسی علیہ السلام زندہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے جیسا کہ اللہ تعالی نے آیت مذکورہ کے آخر میں فرمایا: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيناً ☆ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزاً حَكِيماً﴾ (۳)۔ یعنی انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب ہے (اپنے کاموں میں) حکمت والا ہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام قیامت کے قریب پھر دنیا میں نازل ہوں گے اور حج کریں گے پھر ان کو موت (مدینہ طیبہ میں) آئے گی اور روضۂ نبویہ میں دفن ہوں گے۔ جیسا کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے: (ينزل عيسى بن مريم من السماء) (کنز العمال: (ج ۷/۲۶۸)) (۴)، "إلى الأرض فيتزوج ويولد له" (۵)، "ليهلن ابن مريم بفج الروحاء، حاجا" (صحیح مسلم: (ص:۴۷۲)) (۶)، "ويمكث خمسا

(۱) النساء: ۱۵۷۔　　(۳) النساء: ۱۵۷۔۱۵۸۔

(۲) ترجمہ: اگر معمار عمارت کی پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھے گا تو عمارت چاہے ثریا تک پہنچ جائے ٹیڑھی ہی رہے گی۔

(۴) ((کنز العمال)): (۷/۲۷۴)، اور دیکھیں: ((تاریخ دمشق)) از ابن عساکر: (۴۷/۵۰۵)۔

(۵) العلل المتناہیہ از ابن الجوزی: (۲/۴۳۳)، حدیث: ۱۵۲۹، مسند الفردوس از دیلمی: (۳۶۵/۴)، حدیث: ۷۰۵۴، اس کی سند ضعیف جدا ہے۔

(۶) ((صحیح مسلم)): کتاب الحج، باب اہلال النبی ﷺ وحدیہ، حدیث: ۱۲۵۲۔

وأربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري فأقوم أنا وعيسى ابن مريم من قبر واحد بين أبي بكر وعمر ''(مشکاۃ: (ص:۴۷۲)) باب نزول عیسیٰ (۱)۔یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے (کنز العمال میں ہے کہ: آسمان سے اتریں گے)، پھر نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی، (صحیح مسلم میں ہے کہ مقام ''فج الروحاء'' سے حج کا احرام باندھیں گے)، آپ ۴۵ سال رہیں گے پھر مریں گے۔ اور میرے پاس میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ پس میں اور حضرت عیسیٰ بن مریم دونوں ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے درمیان ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے۔ یہ حدیث مرزا صاحب کے نزدیک بھی مسلم ہے اور اس کو انہوں نے محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی میں پیش کیا ہے، (دیکھو: ((حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم)): (ص:۵۳)) (۲)۔ اور حضرت مسیح کا آنحضرت ﷺ کی قبر میں دفن ہونا بھی مانا ہے، دیکھو ((کشتی نوح)): (ص:۱۵)، و ((ازالہ)): (ص:۱۹۶)) (۳)۔

اس حدیث سے چند باتیں مندرجہ ذیل معلوم ہوئیں:

(۱)۔ اس حدیث میں صاف صاف مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین پر اترنے کے

---

(۱) العلل المتناهية از ابن الجوزی: (۴۳۳/۲)، حدیث: ۱۵۲۹، یہ حدیث ضعیف جدا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ''عبدالرحمٰن الافریقی'' ہے، جو بہت ہی ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ)) (۱۴۱/۱۴)، حدیث: ۶۵۶۲، میں اس کو ''منکر'' کہا ہے۔ یہ حدیث سنداً اتنا ضعیف ہونے کے ساتھ واقع اور حال سے بھی اس کی تضعیف ہوتی ہے۔ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جہاں نبی کریم ﷺ دفن ہیں آپ کے ساتھ آپ کے دونوں ساتھی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دفن ہونے کے بعد اب وہاں کوئی جگہ نہیں رہ گئی ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے یہاں اس حدیث سے اس لئے استدلال کیا ہے کیوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی اس حدیث کو تسلیم کرتا تھا اور اس کو صحیح مانتا تھا۔ ہم اگر اس حدیث کا لائق استدلال ہونا فرض بھی کرلیں جو کہ صحیح نہیں ہے تو بھی اس سے مسیح علیہ السلام کا مرنا اور قادیانی کا نبی ہونا لازم نہیں آتا۔ واللہ اعلم۔

(۲) ((روحانی خزائن)): (۳۳۷/۱۱)۔ (۳) ((روحانی خزائن)): (۱۶/۱۹) (۳۵۴/۳)۔

۴۵ سال بعد مریں گے "ثم یموت" کو بار بار پڑھو۔ پس چونکہ ابھی تک آپ نہیں اترے اس لئے آپ مرے بھی نہیں۔

(۲)۔ اس حدیث میں مسیح موعود کی آئندہ عمر ۴۵ سال بتلائی گئی ہے۔ مرزا صاحب ساری عمر کے لحاظ سے اس سے کہیں زیادہ رہے اور تبلیغی عمر کے لحاظ سے (۲۶) سال یا زیادہ سے زیادہ (۳۰) سال۔

(۳)۔ اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نکاح کرنے اور اس نکاح سے اولاد ہونے کا ذکر ہے، بقول مرزا صاحب اس سے اگر محمدی بیگم کا نکاح مراد ہے تو مرزا صاحب تشریف بھی لے گئے اور محمدی بیگم سے نکاح نہیں ہوا۔ لہذا مرزا صاحب مسیح موعود بھی نہ ہوئے۔

(۴)۔ اس حدیث میں نہایت صراحت سے مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روضۂ نبویہ میں دفن ہوں گے۔ آپ کی قبر آنحضرت ﷺ کی قبر کے ساتھ متصل ہوگی، اور یہ سب کو معلوم ہے کہ جناب مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں لاہور میں مرے اور قادیان ضلع گرداسپور میں دفن ہوئے۔ کہاں مدینہ طیبہ اور کہاں قادیان؟ مرزا صاحب نے تو زندگی میں بھی مکہ و مدینہ نہ دیکھا بھلا مرنے کے بعد کیوں کر مدینہ طیبہ پہونچ جاتے؟ پھر وہ مسیح موعود کیسے ہو گئے؟

(۵)۔ جس کے پاس دفن کرنے کو کہا جاتا ہے وہ شخص پہلے فوت شدہ ہوتا ہے اور جو شخص کو کسی کے پاس دفن کرنے کے لئے بولا جاتا ہے وہ پیچھے مرتا ہے۔ پس جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا "**یدفن معی**" یعنی عیسیٰ میرے پاس دفن کئے جائیں گے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ پہلے انتقال فرمائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد میں فوت ہوں گے۔

اور ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حدیث مذکور اپنی دنیوی حیات میں بیان فرمائی تھی۔ پس عیسی علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی زندگی تک تو نہیں مرے تھے۔ پھر ہم کسی شخص کے کہنے سے کیسے مان لیں کہ حضرت عیسی صدیوں پیشتر آنحضرت ﷺ سے کشمیر جا کر مر گئے تھے۔ کہاں کشمیر اور کجا مدینہ شریف؟ ع ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک (۱)

جواب شبہ: مسلمانوں کو مغالطہ دیا جاتا ہے کہ حدیث مذکور میں "فـي قبـري" آیا ہے۔ بھلا آنحضرت کی قبر میں کیونکر حضرت عیسی دفن ہوں گے جب کہ آنحضرت اپنی قبر میں موجود ہیں۔ نیز آپ کی قبر کھودنا آپ کی سخت توہین ہے۔

جواب: اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ اعتراض محض بے علمی پر مبنی ہے۔ حدیث مذکور میں قبر بمعنی مقبرہ ہے۔ زبان عربی کا قاعدہ ہے کہ اسم مصدر اپنے مشتقات اسم ظرف وغیرہ کے معنی میں اکثر آیا کرتا ہے جیسے نھر بمعنی منھر (پانی بہنے کی جگہ) ملا علی قاری محدث مکی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث مذکور کی شرح میں صراحت کی ہے کہ اس جگہ قبر بمعنی مقبرہ ہے علاوہ ازیں حدیث مذکور میں "یدفن معي" صاف وارد ہے یعنی میرے پاس دفن کئے جائیں گے اور ''مع'' کے معنی عربی میں پاس اور نزدیک کے ہوتے ہیں۔ اور جب دو قبریں پاس پاس ہوں تو کہا جا سکتا ہے کہ دونوں ایک ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں بھی روضۂ شریف کے اندر آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر کے پاس ہیں دیکھو مرزا صاحب بھی خود یہی لکھتے ہیں کہ:۔

''آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو''، (ازالہ اوہام طبع پنجم): (ص:

---

(۱) ترجمہ: مٹی کو پاک عالم سے کیا نسبت۔

۱۹۶)(۱)،اور فرماتے ہیں:۔

''مگر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو یہ رتبہ ملا کہ آنخضرت ﷺ سے ایسے ملحق ہو کر دفن کئے گئے کہ گویا ایک ہی قبر ہے''۔((نزول المسیح)):(ص:۴۷)(۲)،پس جس طرح مرزا صاحب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور آنخضرت ﷺ کی تین قبروں کو ایک قبر کہتے ہیں اسی طرح آنخضرت ﷺ اور حضرت عیسی علیہ السلام کی قبر بھی ایک ہے گو حضرت عیسی آنخضرت ﷺ کے متصل ہی مابین ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوں گے چنانچہ آج تک اس موقع پر ایک قبر کی جگہ خالی پڑی ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) صحابی نے آنخضرت ﷺ کی صفتیں جو تورات میں مرقوم تھیں جب بیان فرمائیں تو یہ بھی کہا کہ تورات میں یہ بھی لکھا ہے کہ "وعیسی بن مریم یدفن معه "(مشکاۃ:(ص:۵۰۶))(۳)،یعنی آنخضرت ﷺ کے پاس متصل حضرت عیسی دفن کئے جائیں گے ابو مودود مدنی جو صحابی کے شاگرد ہیں،اور بڑے جید عالم تابعی خاص مدینہ طیبہ کے باشندہ ہیں وہ شہادت دیتے ہیں کہ "قد بقي في البيت موضع قبر" (ترمذی،مشکاۃ)(۴)یعنی روضۂ نبوی میں ابتک ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔وفي رواية الطبراني: «يدفن عيسى رضي الله عنه مع رسول الله ﷺ، وصاحبيه فيكون قبره رابعاً»،(فتح الباری انصاری:(۲۸۱/۱۰))(۵) آج تک بھی وہ

---

(۱)((روحانی خزائن)):(۳۵۲/۳)۔ (۲)((روحانی خزائن)):(۴۲۵/۱۸)۔

(۳)سنن ترمذی: أبواب المناقب، باب، حدیث:۳۶۱۷،اس حدیث کی سند میں ایک راوی عثمان بن الضحاک یا ضحاک بن عثمان ہیں جو کہ ضعیف ہیں،گویا یہ حدیث بھی ضعیف ہے،اور ایسا لگتا ہے کہ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی عیسی علیہ السلام کا نبی ﷺ کے متصل دفن ہونا قبول ہے اس لئے مناظرانہ اسلوب اپناتے ہوئے مؤلف نے اسی کی دلیل سے اس کا جواب دیا ہے۔ (۴) ایضا۔

(۵) یہ روایت مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔ دیکھیں:((المعجم الکبیر)) از طبرانی:(۱۵۸/۱۳)،

جگہ ویسی ہی خالی ہے جیسا کہ اکثر حاجیوں نے اپنی چشم دید شہادت دی ہے جس کو شک ہو وہ خود جا کر دیکھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہے (۱)۔ وللہ الحمد والمنۃ

(۶)۔ حدیث مذکور سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارکہ میں صرف چار قبروں کی خبر دی ہے ایک اپنی، دوسری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تیسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اور چوتھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی، حضرت عائشہ نے آپ کے پہلو میں اسی حجرہ میں دفن کئے جانے کی اجازت آپ سے چاہی تھی تو آپ نے فرمایا تھا: "ما فيه إلا موضع قبري وقبر أبي بكر وعمر وعيسى بن مريم" (منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد: ۶/۵۷) (۲)، یعنی وہاں تو سوائے میری قبر اور ابوبکر و عمر و عیسیٰ بن مریم کی قبر کے اور کسی کی جگہ نہیں ہے۔ مرزا صاحب کی قبر کی بابت نہ کوئی خبر ہے نہ کوئی جگہ، حضرت عائشہ کا خواب

حدیث: ۳۷۹۷، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ ((التاریخ الکبیر)): (۱/۲۶۲-۲۶۳)، میں فرماتے ہیں: "هذا لا يصح عندي ولا يتابع"۔

(۱) مؤلف رحمہ اللہ نے اس ضعیف روایت سے عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا اور ان کا نبی ﷺ کے بعد انتقال کرنا اور نبی ﷺ کے جوار میں دفن ہونا اخذ کیا ہے، جبکہ قرآن کی آیت اور صحیح احادیث اس بات کی وضاحت کے لئے کافی ہیں، اور رہی بات روضۂ نبوی میں عیسیٰ علیہ السلام کے دفن ہونے کی اور اس میں ایک قبر کی جگہ خالی ہونے کی تو حدیث ضعیف ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا، اور حاجیوں کے شہادت دینے کی جو بات ہے تو ہمیں نہیں معلوم ہو سکا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے کس بنیاد پر یہ بات کہی ہے، جبکہ ۵۵۷ ہجری میں صلاح الدین زنگی نے قبروں کو چاروں طرف سے گھروا دیا تھا، اور موجودہ دور میں روضہ شریف میں دو دیواریں ایسی ہیں جو بغیر کسی دروازے کی ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) اس روایت کو ابن عساکر رحمہ اللہ نے ((تاریخ دمشق)): (۴۷/۵۲۳-۵۲۴) میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ((فتح الباری)): (۸/۱۴۲) میں فرماتے ہیں: "وروي عنها في حديث لا تثبت أنها استأذنت۔۔۔۔" ان سے (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے ایک غیر ثابت روایت مروی ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کرنے سے پہلے ہی یہ بتلا دیا کہ یہ حجت کے قابل نہیں ہے۔ اور پھر یہ حدیث ((صحیح بخاری)) کی حدیث کے مخالف ہے جس میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور سمجھ گئے کہ اب بچنا نہیں ہے تو انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگی تو انہوں نے کہا کہ: "كنت أريده لنفسي ولأوثرنه

میں تین چاند دیکھنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ آفتاب ہیں اور باقی تین چاند (۱)، یا یہ کہ حضرت عائشہ نے تین چاند دیکھے تھے انہوں نے اپنی زندگی میں وہاں تین قبریں دیکھیں، چوتھی قبر حضرت عیسی (علیہ السلام) کی چونکہ حضرت عائشہ کی زندگی میں وہاں نہیں ہوئی تھی اس لئے ان کو چوتھا چاند نہیں دکھایا گیا۔

(۷)۔ حدیث مذکور سے یہ بھی آشکارا ہوگیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد تک بھی نہیں مرے تھے کیونکہ تین قبریں تو موجود ہیں اور چوتھی کی جگہ باقی پڑی ہے جو ابومودود تابعی کے زمانہ تک بھی خالی تھی اور اب تک اسی طرح خالی پڑی ہے (۲)۔

لہذا اس ایک ہی حدیث سے جو مرزا صاحب کو بھی من وعن تسلیم ہے ان کے تمام دعوے باطل ہوگئے۔

حج: حدیث مذکور نقل کرتے ہوئے ہم نے درمیان میں ((صحیح مسلم)) (ص:۴۰۸) کی حدیث کا ٹکڑہ جو عیسی علیہ السلام کے حج کرنے سے متعلق ہے بھی نقل کر دیا ہے، اس میں آنحضرت ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا ہے "والذي نفسي بيده ليهلن ابن مريم بفج الروحاء

=اليوم على نفسي"، ((صحیح بخاری)): کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان، حدیث: ۳۷۰۰، یعنی یہ جگہ میں نے اپنے لئے سوچ رکھی تھی لیکن آج عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر فوقیت دیتی ہوں۔

(۱) یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو امام مولک رحمہ اللہ موطا میں اپنی سند سے لائے ہیں، دیکھیں: ((موطأ امام مالک)): (۲/۳۲۵)، حدیث: ۹۳۷، ((مستدرک حاکم)): (۳/۶۳)، حدیث: ۴۴۰۱، اس حدیث کی سند صحیح ہے، البتہ یہاں ((مستدرک حاکم)) میں یہ اضافہ ہے کہ: "ثم توفي أبو بكر وعمر فدفنا في بيتها"۔ میں کہتا ہوں کہ: مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث کی شرح مؤلف رحمہ اللہ نے کس بنیاد پر کی ہے، اور نبی ﷺ کو سورج فرمایا ہے جب کہ خود ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول سے واضح ہے کہ اس میں نبی ﷺ بھی داخل ہیں اور پھر امام حاکم کے قول سے ظاہر ہوگیا کہ اس سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہی مراد ہیں اور عیسی علیہ السلام کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) چونکہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ غلام احمد کو بھی یہ روایت تسلیم ہے، اسی وجہ سے اس کو زیر بحث لائے ہیں۔

حاجا أو معتمرا أو ليثنينهما"(۱) یعنی: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور ضرور عیسی بن مریم حج اور عمرہ کا احرام باندھ کر تلبیہ مقام ''فج الروحاء'' سے (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے) پکاریں گے۔ اور یہ سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے حج نہیں کیا۔ اگر مرزا صاحب واقعی مسیح موعود ہوتے تو اللہ تعالی تمام موانع دور کر کے ان کو حج کا شرف نصیب کرتا، تا کہ مسیح موعود کا یہ نشان کہ ''وہ حج کرے گا'' پورا ہو جاتا لیکن جب اللہ تعالی نے حج نصیب نہیں کرایا تو اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالی نے حضرت مرزا صاحب کا دعوائے مسیحیت باطل کر دیا لہذا مرزا صاحب ہرگز مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔

سوم: امام مہدی کی بابت احادیث میں صاف صاف وارد ہے کہ وہ حضرت فاطمہ وحضرات حسنین علیہم السلام کی اولاد سے ہوں گے، یعنی اہل بیت وآل رسول ہوں گے، ملک عرب کے بادشاہ ہوں گے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں "لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي يواطئ اسمه اسمي "(رواہ الترمذی وابوداؤد) (مشکاۃ: (ص: ۴۶۲) (۲)، یعنی دنیا فنا نہ ہوگی یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ملک عرب کا بادشاہ ہوگا۔ جس کا نام میرے نام پر (محمد) ہوگا۔ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ والد کا نام عبداللہ ہوگا، (مشکاۃ) (۳)۔

اب ذرا مرزا صاحب کو دیکھئے: نام: غلام احمد، باپ کا نام: غلام مرتضی۔ قوم کے مغل، عرب کی بادشاہت تو در کنار، عرب کا سفر بھی نصیب نہ ہوا، اسی ہندوستان میں غیر مسلم حکومت کی رعایا کی حیثیت سے رہے اور اسی حالت میں مر بھی گئے، پھر آپ کیوں کر مہدی

---

(۱) اس کی تخریج گذر چکی۔ (دیکھیں: ص: ۱۱۴)۔

(۲) رواہ الترمذی: أبواب الفتن، باب ما جاء في المهدي، حدیث: ۲۲۳۰، وابوداود: کتاب المھدی، حدیث: ۴۲۸۲، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (۳) سنن ابوداود: کتاب المھدی، حدیث: ۴۲۸۲۔

ہوسکتے ہیں؟ انصاف! انصاف!!

چہارم: جس طرح آپ مسیح موعود نہیں ہوسکتے، جس طرح آپ مہدی آخرالزماں نہیں ہوسکتے، اسی طرح مرزا صاحب نبی اور رسول بھی نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ نبوت ورسالت یعنی خدا کی پیغمبری آنحضرت ﷺ پر ختم کردی گئی جیسا کہ سورہ احزاب کی آیت ﴿وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (۱) اس مسئلہ میں نص صریح ہے، اس کے معنی آنحضرت ﷺ نے خود واضح فرمادیئے ہیں کہ میں نبوت کے محل کی آخری اینٹ ہوں میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی (مسند احمد، صحیح بخاری، جامع ترمذی، صحیح مسلم) (۲) اس مسئلہ کو مفصل دیکھنا ہو تو ٹریکٹ (ختم نبوت) کا انتظار کریں۔ مرزا صاحب نے تو ادعاء نبوت کو کفر وخروج از اسلام قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں: ”وما كان لي أن أدعي النبوة وأخرج من الإسلام وألحق بقوم كافرين“ (حمامة البشری: (ص: ۷۹)) (۳)، یعنی میں دعوائے نبوت کرکے اسلام سے خارج اور کافروں سے ملحق ہونا نہیں چاہتا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے بعد مدعیان نبوت کو دجال وکذاب فرمایا ہے۔ یہ حدیث ((صحیح بخاری)) (۴) و ((مسلم)) (۵) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قریب ۳۰ کے ”دجالون کذابون“، اور ((ابوداود)) (۶)

(۱) الاحزاب: ۴۰۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ، حدیث: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین، حدیث: ۲۲۸۶، مسند احمد: (۱۵/۸۷)، حدیث: ۹۱۶۷، سنن ترمذی: أبواب المناقب، باب، حدیث: ۳۶۱۳۔

(۳) ((روحانی خزائن)): (۷/۲۹۷)۔

(۴) کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، حدیث: ۳۶۰۹۔

(۵) کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل، فيتمنى أن يكون مكان الميت من البلاء، حدیث: ۱۵۷۔

(۶) کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، حدیث: ۴۲۵۲۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

و((ترمذی))(۱) میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے بلفظ ''کذابون ثلاثون'' مروی ہے، (مشکاۃ: (ص:۴۵۷))۔

دجال کا معنی ہے ایسا شخص جو بہت مکر وفریب سے کام لے۔ کذاب کا معنی ہے ایسا شخص جو بہت جھوٹ بولے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ ایک ایسی پہچان بتادی ہے کہ عالم ہو یا جاہل، بڑا ہو یا چھوٹا، شہری ہو یا دیہاتی، ہر مسلمان جس کسی شخص کو دعوائے نبوت کرتے سنے فوراً معلوم کرلے کہ یہ مدعی نبوت فرمان نبی ''دجالون کذابون''(۲) میں سے ایک ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اس فرمان کے بعد بطور دلیل کے بیان فرمادیا ہے "وأنا خاتم النبیین لا نبي بعدي "(۳) میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور فرمایا:"إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي "(جامع ترمذی: (ص:۳۳۱))(۴)، یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوچکی ہے، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی ہوگا۔ والحمدللہ۔

خلاصہ یہ کہ نہ تو حضرت عیسیٰ صلیب دیئے گئے، نہ ملک کشمیر میں گئے اور نہ مرے۔ بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وحکمت سے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ آپ آخر زمانہ میں دنیا میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ حج کریں گے، نکاح کریں گے اولاد ہوگی۔ ۴۵ سال رہیں گے، پھر مدینہ طیبہ میں مریں گے اور آنحضرت ﷺ کے پہلو میں روضۂ اطہر میں دفن کئے جائیں گے۔ ان کی قبر کے لئے آج تک جگہ خالی پڑی ہے ان چار قبروں کے سوا پانچویں قبر کی وہاں پر کوئی خبر یا گنجائش نہیں ہے، اور اب جو دعوائے نبوت کرے وہ بموجب حدیث نبوی تیس (۳۰) جھوٹے مدعیان نبوت میں سے ہے۔

---

(۱) ابواب الفتن، باب ما جاء لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون، حدیث:۲۲۱۹۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔
(۲) اس کی تخریج اوپر گزرچکی۔ (۳) گزشتہ صفحہ دیکھیں۔ (۴) اس کی تخریج پیچھے گزرچکی۔

مسلمانو! یہ ہے اصل حقیقت کا اظہار، پس تم کسی کے فریب مغالطہ میں نہ آنا۔ اپنے ایمان کو بچانا جو تم کو بہکائے اس کے سامنے حدیث ''ثلاثون کذابون'' والی پڑھ دینا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو صراط مستقیم پر رکھے۔ نیز آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت کے عقیدہ پر ہم کو زندہ رکھے اور اسی پر مارے۔

الٰہ الحق آمین

مختصر فہرس دلائل حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشتمل بر تکذیب دعاوی مرزا قادیانی

سورہ آل عمران:

(۱)۔ ﴿مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ (۱)، اللہ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ مقربین کی جماعت میں جو آسمانوں پر رہتے ہیں شامل کیا ہے اس لئے کہ آپ کی پیدائش نفخ جبریل سے ہے پس آپ آسمان پر فرشتوں کے ساتھ ہیں اس لئے دنیوی حاجات سے وہاں آپ بے نیاز ہیں۔ باقی (نمبر ۸) میں دیکھو۔

(۲)۔ ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً﴾ (۲)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی گہوارہ میں کلام کیا اور کہولت کی عمر میں آسمان سے اترنے کے بعد کلام کریں گے۔ اس میں دلالت ہے اس امر پر کہ زمانہ دراز تک آپ کا جسم بغیر کھانے پینے کے باقی رہے گا (۳) کسی قسم کا تغیر نہ ہوگا یعنی آپ زندہ رہیں گے۔

(۳)۔ ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (۴)، اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھ کو پورے طور سے (مع جسم و روح کے) لینے والا اور

---

(۱) آل عمران:۴۵۔ (۲) آل عمران:۴۶۔ (۴) آل عمران:۵۵۔

(۳) یہ عبارت مؤلف رحمہ اللہ نے حافظ ابن قیم کی کتاب ''التبیان'' سے لیا ہے، جو نصوص شرعیہ سے ثبوت کی محتاج ہے۔

اپنے (آسمان کی) طرف تجھ کو مجسم اٹھا لینے والا ہوں اور تجھ کو کافروں (یہود کے شر) سے پاک رکھنے والا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۴)۔﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ﴾(۱)، حضرت عیسیٰ کی حالت اللہ کے نزدیک آدم کے مشابہ ہے، جیسے آدم بغیر باپ کے پیدا ہوئے عیسیٰ بھی۔ جس طرح آدم آسمان سے زمین پر اترے تو دنیا آباد ہوئی اسی طرح عیسیٰ بھی آسمان سے زمین پر اتریں گے تو دنیا فنا ہوگی۔

سورہ نساء:

(۵)۔﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَـٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾(۲)، یہود نے مسیح کو نہ تو قتل کیا نہ آپ کو صلیب پر چڑھایا، لیکن انہوں نے اس کو قتل کیا اور صلیب دی جس پر مسیح کی شباہت ڈالی گئی تھی۔

(۶)۔﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ☆ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾(۳)، یقیناً انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ مسیح کو (جو معبر ہے جسم مع الروح سے) اللہ نے اپنے (آسمان کی) طرف اٹھا لیا۔

(۷)۔﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾(۴)، تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے۔ معلوم ہوا کہ وہ ابھی مرے نہیں ہیں، زندہ ہیں۔

(۸)۔﴿لَّن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ﴾(۵)، اللہ نے حضرت مسیح کو اور ملائکہ مقربین کو ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ جیسے فرشتوں کی پیدائش بغیر سبب کے کلمۂ کن سے ہوئی ہے اسی طرح مسیح کی پیدائش بھی ہے،

(۱) آل عمران:۵۹۔ (۲) النساء:۱۵۷۔ (۳) النساء:۱۵۸۔

(۴) النساء:۱۵۹۔ (۵) النساء:۱۷۲۔

اسی لئے اللہ نے مسیح کو ملائکہ کے مقر طبعی (آسمان) پر اٹھالیا، پس جو غذا فرشتوں کی ہے وہی آپ کی بھی ہے(۱)۔

سورہ مائدہ:

(۹)۔﴿وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ﴾ (۲)، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ سے بطور تذکیر نعمت کے فرمائے گا کہ میں نے یہود کو تیرے قتل اور صلیب دینے سے دور ہٹائے رکھا، وہ تجھ پر قابو نہ پا سکے اس طرح پر کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کے دشمن آسمان سے بہت دور اسی زمین پر ناکام رہے۔

(۱۰)۔﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ (۳)، قیامت میں حضرت عیسیٰ بجواب سوال الٰہی عرض کریں گے کہ جب تو نے مجھے پوری طور سے اپنے (آسمان کی) طرف اٹھالیا تو ان کا نگراں تو ہی رہا، اس میں پہلی دفعہ کے زمانہ تبلیغ کے بعد جب آپ آسمان پر چلے گئے اور نصاریٰ بگڑ گئے تھے کا ذکر ہے۔ دوسری دفعہ کے بعد تو سب باایمان ہوں گے۔ پس نہ اس کا سوال ہوگا نہ اس کا یہ جواب ہے۔

سورہ مریم:

(۱۱)۔﴿وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾ (۴)، حضرت عیسیٰ (بغیر باپ کے پیدا ہونے میں نیز آسمان پر جانے اور پھر وہاں سے اتر کر آنے میں حضرت آدم کی طرح) خدا کی قدرت کا ایک نشان ہیں تمام لوگوں کے لئے۔ (دیکھو نمبر:۱۳)۔

(۱۲)۔﴿وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ﴾ (۵)، حضرت عیسیٰ جہاں کہیں

---

(۱) یہ مسئلہ امور غیبیہ میں سے ہے جو دلیل کا محتاج ہے۔

(۲) المائدۃ:۱۱۰۔ (۳) المائدۃ:۱۱۷۔ (۴) مریم:۲۱۔ (۵) مریم:۳۱۔

بھی رہیں گے، (زمین پر یا آسمان پر) اللہ نے ان کو بابرکت (خیر کثیر والا اور علو یعنی بلندی والا) بنایا ہے۔

سورہ زخرف:

(۱۳)۔﴿وَجَعَلْنَاهُ مَثَلاً لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾(۱)، اللہ نے حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل کے لئے اپنی قدرت کا ایک نشان (بے باپ سے پیدا ہونے آسمان پر جانے میں) بنایا ہے۔

(۱۴)۔﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾(۲) عیسیٰ کا نزول قرب قیامت کی علامت ہے۔

(۱۵)۔﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾(۳)، اللہ اسلام کو کل دینوں پر غالب کرے گا، یہ غلبہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں ہوگا۔ پس اللہ کے اس وعدہ کا پورا ہونا ابھی باقی ہے۔

از احادیث:

(۱۶)۔۱: قال ﷺ ((والله لينزلن ابن مريم حكما)) الخ (مشکاۃ: (ص:۴۷۱) بحوالہ صحیح مسلم) (۴)، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم عیسیٰ بن مریم حاکم ہو کر ضرور ضرور اتریں گے صلیب توڑیں گے، خنزیر قتل کریں گے الخ۔

(۱۷)۔۲: ((من السماء)) (کنز العمال: (ج ۷/ ۲۶۸)) (۵) حضرت ﷺ نے فرمایا کہ آسمان سے اتریں گے۔

(۱۸)۔۳: ((إلى الأرض فيتزوج ويولد له ويمكث خمسا وأربعين سنة

(۱) الزخرف: ۵۹۔ (۲) الزخرف: ۶۱۔ (۳) الفتح: ۲۸۔

(۴) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر، حدیث: ۲۲۲۲، صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث: ۱۵۵، یہ الفاظ امام مسلم کے ہیں۔

(۵) تاریخ دمشق از ابن عساکر: (۴۷/ ۵۰۵)۔

ثم یموت فیدفن معي في قبري))(مشکاۃ: (ص:۴۷۳))(۱)، حضرت نے فرمایا کہ (آسمان سے) زمین پر اتریں گے پھر نکاح کریں گے ان کے اولاد ہوگی، ۴۵ سال رہیں گے اس کے بعد مریں گے اور میری قبر کے پاس (میرے روضہ میں) دفن ہوں گے، ((ابوداود)) (۲) اور ((مسند احمد)) (۳) میں مسلمانوں کا ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا بھی آیا ہے۔

(۱۹)۔۴: ((ینزل عند المنارة البیضاء شرقي دمشق (إلی) فیطلبه حتی یدرکه بباب لد فیقتله))(مشکاۃ: (ص:۴۷۱) بحوالہ مسلم) (۴)، حضرت نے فرمایا کہ دمشق کے پورب والے سفید منار کے نزدیک حضرت عیسیٰ دو فرشتوں کے سہارے اتریں گے پھر دجال کو تلاش کر کے باب لد پر قتل کر ڈالیں گے۔

(۲۰)۔۵: قال ((والذي نفسي بیده لیهلن ابن مریم بفج الروحاء حاجا أو معتمرا)) الخ، (صحیح مسلم: (ج ۱/ ۴۰۸)) (۵)، حضرت نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ضرور ضرور عیسیٰ بن مریم فج الروحاء سے حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھ کر تلبیہ پکاریں گے۔

(۲۱)۔۶: ((لیأتین قبري حتی یسلم علي ولأردن علیه))(مستدرک حاکم: (ج ۲/ ۵۹۵)) (۶)، حضرت نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ مدینہ آ کر میری قبر پر مجھے سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

---

(۱) اس کی تخریج گزر چکی، دیکھیں: (ص:۱۱۸)۔

(۲) کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث:۴۳۲۴، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۳) (۱۵/ ۳۹۸)، اور دیکھیں: ((مصنف ابن ابی شیبۃ)): (۲۱/ ۳۵۵)، حدیث:۳۰۳۱۴، ((مسند البزار)): (۱۷/ ۵۴)، حدیث:۹۵۷۴، ((صحیح ابن حبان)): (۱۵/ ۲۳۳)، حدیث:۶۸۲۱۔

(۴) صحیح مسلم: کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ، حدیث:۲۹۳۷۔

(۵) اس کی تخریج گزر چکی، دیکھیں: (ص:۱۱۸)۔

(۶) مستدرک حاکم: (۲/ ۶۵۱)، حدیث:۴۱۶۲، اس حدیث کی سند منکر ہے، اس میں متعدد علتیں ہیں، جیسا کہ شیخ البانی

(۲۲)۔۷:((إن عیسی لم یمت وإنه راجع إلیكم قبل یوم القیامة))
(تفسیر ابن جریر:(ج ۱۸۳/۳))(۱)،حضرت نے فرمایا کہ عیسیٰ نہیں مرے ہیں اور بیشک وہ قیامت سے پہلے لوٹ کر آنے والے ہیں۔

(۲۳)۔۸:((إن عیسی یأتي علیه الفناء))(ابن جریر:(ج ۱۰۰/۳۔۱۰۱))
(۲)،حضرت نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ پر فنا (موت) ابھی آئندہ زمانہ میں آئے گی۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ مرزا صاحب کا آخری فیصلہ

مرزا صاحب نے مولانا امرتسری کے مواخذات سے تنگ آکر اپنی زندگی میں ایک اشتہار آخری فیصلہ کا شائع کیا تھا وہ بالاختصار درج ذیل ہے۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں تو اے میرے پیارے مالک، میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے، تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔ اب

رحمہ اللہ نے ((سلسلة الاحادیث الضعیفة)):(۶۲۸/۳)،حدیث:۱۲۵۰،میں ذکر کیا ہے۔

(۱) تفسیر ابن جریر:(۴۴۸/۵)،تفسیر ابن ابی حاتم:(۱۱۱۰/۴)،رقم:۶۲۳۲،مرسل۔

(۲) تفسیر ابن جریر:(۱۷۴/۵)۔

فیصلہ خدا کے ہاتھ ہے (مختصراً)

الراقم: عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود۔ عافاہ اللہ وایّد۔

(مرقومہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء = یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ)

نتیجہ:

مرزا صاحب کی دعا قبول ہوگئی اور آپ اس دنیا سے ۲۶ / مئی ۱۹۰۸ء میں کوچ کر گئے اور مولانا امرتسری اب تک زندہ ہیں۔ متعنا اللہ بطول حیاتہ۔

سلسلہ ردمرزائیت

ٹریکٹ نمبر (۳)

جس میں میرزا غلام احمد قادیانی کے اعتراف نزول مسیح علیہ السلام

اور

مسئلہ ختم نبوت پر ایک دل کش بحث ہے

تالیف

محدّث علامہ شیخ محمّد ابوالقاسم سیف بن محمّد سعید بنارسی

تحقیق و تعلیق

عبدالأحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

پرستاران پیر ''کادیان'' کی پرفن چالوں سے

ہوشیار!

مسلمانو! تم سمجھے ہو تمہارے یہ دوست نما دشمن تم سے کیا چاہتے ہیں؟

یہ تمہاری سب سے بڑی قوت پر شبخون مارا چاہتے ہیں، اور وہ قوت، تمہاری قوت ایمان ہے، یہ تمہاری جان سے بھی عزیز متاع تاراج چاہتے ہیں، اور وہ انمول متاع تمہارا سچا جوش دین پرستی ہے، یہ لوگ چاہتے ہیں تمہارا یقین شک سے بدل جائے اور تمہارا ایمان الحاد سے! یہ لوگ چاہتے ہیں تمہارے دلوں سے دین کا احترام اٹھ جائے اور اس کی جگہ تمسخر واستہزاء لے لے۔

تم نے ان کی کتابیں پڑھی ہیں؟ نہیں پڑھی ہیں تو اب پڑھو اور دیکھو کہ ان کے پیرو مرشد میرزا غلام احمد ''کادیانی'' نے کس کس طرح توحید رسالت، نبوت اور امامت کی خاک اڑائی ہے، کہیں خدا بنے ہیں (۱)، اور کہیں خدا کے بیٹے (۲)، کہیں آدم بنے ہیں (۳)، اور کہیں نوح (۴)، کہیں یعقوب بنے ہیں (۵)، اور کہیں موسیٰ (۶)، کہیں ابراہیم خلیل بنے

(۱) آئینہ کمالات: (ص: ۵۶۴)، (مؤلف)، ((روحانی خزائن)): (۵/۵۶۴)۔

(۲) البشریٰ: (۱/۴۹)، حقیقۃ الوحی: (ص: ۸۶)، (مؤلف)، ((روحانی خزائن)): (۲۲/۸۹)۔

(۳) ازالہ اوہام: (ص: ۶۹۵)، (مؤلف)، ((روحانی خزائن)): (۳/۴۷۵)۔

(۴) انجام آتھم: (ص: ۶۱)، (مؤلف)، ((روحانی خزائن)): (۱۱/۶۱)۔

(۵) درثمین: (ص: ۲۸۷)۔ (مؤلف)　　(۶) ایضاً۔ (مؤلف)

ہیں (۱) اور کہیں محمد مجتبیٰ (۲)!!! (اللھم صل علیھم وعلی جمیع أنبیائك ورسلك وبارك وسلم)۔

میرزا صاحب ذات کے مغل ہیں، مگر بنتے مسیح موعود بھی ہیں اور مھدی منتظر بھی!! کلمۃ اللہ سیدنا عیسیٰ بن مریم (علی نبینا وعلیھما الصلاۃ والسلام) کی حیات آسمانی کو ایک ''ڈھکوسلا'' اور ان کے رفع جسمانی کو ایک افترا بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں یہودیوں نے انہیں سولی پر یقیناً چڑھایا، اور بالآخر وہ کشمیر آ کر مر گئے!! ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِباً﴾ (۳)۔

یہود بھی ایک حد تک مرزا صاحب کے ہم نوا ہیں، مگر قرآن حکیم نے مرزا صاحب اور یہود دونوں کی تکذیب کی ہے اور فرمایا ہے:۔ ﴿وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُواْ فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيناً ☆ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزاً حَكِيماً﴾ (۴)۔

ترجمہ میں آیۃ من آیات اللہ الباھرۃ وحجۃ من حجج البالغۃ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:۔ ''وبسبب گفتن ایشان ہر آئینہ ما کشتیم مسیح عیسیٰ پسر مریم را کہ فی الواقع پیغامبر خدا بود ونہ کشتہ اند اورا و بردار نہ کردہ اند اورا ولیکن مشبہ شد برایشان، وہر آئینہ کسانیکہ اختلاف دارند در باب عیسیٰ در شک اند از حال او ونیست ایشان را آں یقینے لیکن پیروی ظن میکنند، وبیقین نہ کشتہ اند اورا بلکہ برداشت خدائے تعالیٰ اور بسوئے خود وہست خدا غالب

(۱) ایضاً۔ (مؤلف)

(۲) تریاق القلوب: (ص:۳)، (مؤلف)، ((روحانی خزائن)): (۱۵/۱۳۳)۔

(۳) الکھف: ۵۔ (۴) النساء: ۱۵۸۔

واستوارکار''۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ اسی آیہ کریمہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:۔

''اوراس کہنے پر کہ ہم نے مارا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور نہ اس کو مارا ہے، اور نہ سولی پر چڑھایا، لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شبہ میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر، مگر اٹکل پر چلنا۔ اور اس کو مارا نہیں بے شک۔ بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ زبردست حکمت والا''۔

اللہ اللہ! جس گرامی قدر پیغامبر کا طغرائے امتیاز ﴿بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ﴾ (۱) اور ﴿وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ قرار پائے۔ جس اولوالعزم نبی کے پرچم نبوت پر ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصَّالِحِيْنَ﴾ (۲) لہرائے۔ جس صاحب شریعت وکتاب رسول کی شان اللہ تعالیٰ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾ (۳) اور ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ (۴) فرما کر جتائے، اللہ تعالیٰ کے جس ''مقرب بندے'' کے بیان حال میں جناب سرور انبیاء وفخر رسل (فداہ ابی وامی) کی زبان مبارک پر محبت سے کلمۂ اُخی (میرا بھائی) آئے، اس کی بارگاہ میں یہ گستاخیاں؟ ﴿تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ (۵) (مریم)۔

---

(۱) سورہ آل عمران (۴۵)۔ پوری آیت کا ترجمہ یوں ہے: جب کہا فرشتوں نے اے مریم علیہا السلام اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا مرتبے والا دنیا میں اور آخرت میں اور نزدیک والوں میں۔ (مؤلف)

(۲) اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں ہے۔ (مؤلف)، (آل عمران: ۴۶)۔

(۳) بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف۔ (مؤلف)، (النساء: ۱۵۸)۔

(۴) اور اٹھا لوں گا اپنی طرف۔ (مؤلف)، (آل عمران: ۵۵)

(۵) ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر۔ (مؤلف)، (مریم: ۹۰)۔

''میرزائے کادیان'' کی گستاخ طرازیوں کے نمونے دیکھو، نقل کرتے قلم کانپتا ہے:۔ فرماتے ہیں

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ ممبرم۔

(درثمین: (ص:۱۴۸))(۱)

(وہ میں ہوں جس کی آمد کی بشارتیں نبیوں نے دیں، عیسیٰ کی کیا مجال جو میرے ممبر پر قدم دھر سکے)؟

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے (۲)۔

(دافع البلاء: (ص:۲۰))

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔ ''تم کہتے ہو مسیح کلمۃ اللہ ہے، ہم کہتے ہیں ہمیں خدا نے اس سے بھی زیادہ درجہ دیا'' (اخبار بدر ۷/نومبر ۱۹۰۲ء)۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔ ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو جو کام میں کرسکتا ہوں وہ نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہوا ہے وہ ہرگز نہ دکھا سکتا'' (حقیقۃ الوحی: (ص:۱۴۸))(۳)۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔ ''خدا تعالیٰ نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے'' (حقیقۃ الوحی: (ص:۱۴۸))، (۴)۔ آگے چل کر فرماتے ہیں:۔ ''وہ خدا جو مریم کے بیٹے کے دل میں اترا تھا وہی میرے دل پر بھی اترا ہے مگر اپنی تجلی میں اس سے زیادہ'' (حقیقۃ الوحی: (ص:۲۷۴))(۵)۔

---

(۱) اور دیکھو: ((ازالہ اوہام)): (ص:۱۵۸)، ((روحانی خزائن)): (۱۸۰/۳)۔

(۲) ((روحانی خزائن)): (۲۴۰/۱۸)۔ (۳) ((روحانی خزائن)): (۱۵۲/۲۲)۔

(۴) ایضاً۔ (۵) ((روحانی خزائن)): (۲۸۶/۲۲)۔

یہ ''مشتے نمونہ ازخروارے'' (۱) ہے۔ ڈھونڈو گے تو میرزا صاحب کی تصانیف میں مشکل سے کوئی صفحہ اس قسم کی لن ترانیوں سے خالی پاؤ گے!

مگر دیکھو وہ جو فرمایا ہے اللہ رب العزت نے:۔ ''﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ (۲) (سورۃ الانبیاء)'' (۳)۔

حقیقت کس طرح بادل کی گرج، برق کی چمک اور سورج کی تابنا کی کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے۔ ''پیر کادیان'' کے حلقہ بگوش آئیں اور دیکھیں!

حیات ونزول مسیح علیہ السلام کو تم اگلوں کا ڈھکوسلا بتاتے ہو اور اس عقیدہ کی خاک اڑاتے ہو، لکھتے ہو''اسی عقیدۂ حیات مسیح کی وجہ سے سینکڑوں فرزندان توحید اسلام کو خیر باد کہہ کر حلقہ بگوش عیسائیت ہو گئے'' مگر دیکھو تمہارے پیر ومرشد کو کس طرح اس سچائی کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے   جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

میرزا صاحب اپنی مایہ ناز کتاب ((براہین احمدیہ)) (ص: ۴۹۸و۴۹۹) (۴) میں لکھتے ہیں:۔ ''﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (۵) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیش گوئی ہے۔ اور جس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطارِ دنیا میں پھیل جائے گا!''۔

---

(۱) ترجمہ: یہ اس طرح کی چیزوں کے ڈھیر سے صرف نمونہ ہے۔ (۲) الانبیاء: ۱۸۔

(۳) پر ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اس کا سر پھوڑ تا ہے پھر تب وہ سٹک جاتا ہے۔ (مؤلف)

(۴) ((روحانی خزائن)): (۵۹۳/۱)، حاشیہ۔ (۵) التوبہ: ۳۳۔

آگے چل کر مرزا صاحب توضیح مزید فرماتے ہیں لکھتے ہیں:۔ "وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالی مجرمین کے لئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا، اور حضرت عیسی علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتر آئیں گے" (براہین احمدیہ: (ص:۵۰۵)) (۱)۔

قارئین کرام یہ عبارتیں اپنا مدعا بتانے میں کتنی روشن ہیں! کھلا کھلا اعتراف ہے کہ یہ آیت ﴿هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (سورہ صف) (۲)، حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کے باب میں ہے، جو گو ابھی نہیں آئے ہیں، مگر آئیں گے، اور جب آئیں گے تب "اسلام" سارے عالم میں پھیل جائے گا، اور تمام دوسری ملتوں پر اسے "پورا پورا" غلبہ حاصل ہوگا، تمام دوسری ملتیں ان کے ہاتھوں مٹادی جائیں گی اور اسلام زندگی پائے گا! یہ ربانی پیش گوئی پوری ہوگی اور اس کی تکمیل کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔!!

اس دوبارہ تشریف لانے کے سوا اس کے اور کیا معنی ہوسکتے ہیں کہ آنے والے اللہ کے وہی نبی ہیں جو ایک بار آچکے ہیں، اور یہ ایک بار آچکنے والا نبی عیسی بن مریم بنت عمران ہے اللہ کا یہی نبی علیہ السلام بعینہ دوبارہ آنے والا ہے، اور جب ایسا ہے تو کیا یہ بالکل ظاہر نہیں کہ گو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے مگر وہ ابھی زندہ ہے؟ (صلى الله عليه وعلى أمه الطاهرة المطهرة العذراء)۔

جب کہا جائے کہ لارڈ ولنگڈن دوبارہ ہندوستان آئے ہیں تو اس جملہ کے سوا اس کے کیا معنی ہوسکتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جو اس سے پیشتر ایک بار ہندوستان آچکا ہے؟ گویہ

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱/۶۰۱)، حاشیہ۔ (۲) الصف: ۹۔

ہندوستان سے دور تھا مگر زندہ تھا اب نائب السلطنت کے منصب پر فائز ہو کر دوبارہ ہندوستان آیا ہے۔

پھر مرزا صاحب کا یہ ٹکڑا بھی: ''اور حضرت عیسی علیہ السلام۔۔۔دنیا پر اتر آئیں گے'' کس قدر صاف ہے۔

مرزا صاحب کی ایک اور روشن تر عبارت سنئے، فرماتے ہیں: ''صحیح مسلم میں ہے کہ مسیح علیہ السلام جب آسمان سے اترے گا تو اس کا لباس زرد ہوگا'' (ملاحظہ ہو: ((ازالہ اوہام)): (ص:۸۱)) (۱)، ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی سو اسی طرح مجھے دو بیماریاں ہیں'' (۲) (مراق اور سلسل البول، سبحان اللہ) اسی طرح ایام الصلح (اردو) کے (صفحہ ۱۳۶) (۳) پر مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''اس پر اتفاق ہوگیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے نزول کے وقت اسلام دنیا پر پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور راستبازی ترقی کرے گی''۔

مرزا صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا کس صفائی کے ساتھ اعتراف فرما رہے ہیں! اس بات کا بھی کس زور کے ساتھ اعلان فرما رہے ہیں کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام آئیں گے اسلام سارے عالم میں پھیل جائے گا۔ تمام دوسرے ادیان فنا ہو جائیں گے، ایک ہی دین باقی رہے گا، اور وہ دین اسلام ہوگا، ہمیں اس رسالہ میں براہ

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۴۲/۳)۔ (۲) دیکھیں: ((ملفوظات)): (۴۴۵/۸)۔

(۳) ((روحانی خزائن)): (۳۸۱/۱۴)۔

راست تو مرزا صاحب کے اعتراف حیات مسیح علیہ السلام ونزول مسیح علیہ السلام سے سروکار ہے مگر تبعاً قارئین کرام کے پیش نگاہ تین باتیں اور رکھ دینی چاہتا ہوں:۔

الف۔غور فرمایئے مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ ''یہ آیت ﴿هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ﴾ (۱) جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیش گوئی ہے'' کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ اب جو مسیح علیہ السلام آئیں گے وہ مادی قوتوں سے بھی مسلح ہوں گے، اور اتنے قوی دست ہوں گے کہ عالم سیاست کا رخ پھیر دیں گے؟ اگر یہ معنی ہیں، اور یقیناً یہی معنی ہیں، ورنہ ''جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر'' والا ٹکڑا یکسر لغو ہوا جاتا ہے، تو کوئی بتائے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو مادی قوتوں سے کیا بہرہ ملا تھا؟ کسی حکومت کے عنان نظم ونسق کے مالک تھے؟ سیاسیات عالم پر انہوں نے کوئی دباؤ ڈالا۔

قربان جایئے اس سچے نبی کے جس نے مسیح موعود کا ایک روشن اور تابناک نشان یہ بتایا ہے کہ وہ جب آئے گا حاکم عدل گستر ہو کر آئے گا، وہ جب آئے گا قتل وخونریزی روک دے گا، وہ جب آئے گا صلیب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، وہ جب آئے گا دنیا امن وآشتی سے بھر جائے گی، سینے بغض وعداوت کینہ اور میل سے پاک ہو جائیں گے! (بخاری ومسلم) (۲)۔

کوئی پوچھے میرزا سے قادیان کے عہد میں یہ باتیں پوری ہوگئیں؟ دنیا، ناشاد دنیا، کشتۂ بیداد دنیا، عدل وداد سے بھر گئی؟ دنیا بنی آدم کے خون ناروا سے غمناک دنیا، صلح وآشتی کے جاں پرور نغموں سے معمور ہوگئی؟ پرستاران صلیب نے توحید ربانی کے آگے سرہائے نیاز خم کر دیئے؟ بنی آدم نے مدت کے ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑ لئے؟

(۱) التوبۃ: ۳۳۔ (۲) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر، حدیث: ۲۲۲۲، صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث: ۱۵۵۔

ایسا نہیں ہوا، ہاں نہیں ہوا، تو پھر اس مسیح کادیان کو کیا کہیے؟

(ب) مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے عہد مبارک میں اسلام کو "تمام ملل باطلہ" پر پورا پورا غلبہ حاصل ہوگا اور یہ دین الٰہی سارے عالم میں پھیل جائے گا۔

کوئی پوچھے "ملل باطلہ" فنا ہوگئیں؟ اسلام نے ان تمام ملل پر غلبہ پا کے ان کو مٹا دیا؟

ایسا اب تک نہیں ہوا، ہاں نہیں ہوا، تو پھر اس مسیح "کادیان" کو کیا کہیے؟

(ج) حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تب وہ دو زرد چادریں لپیٹے ہوں گے (۱)۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں: "یہ حدیث نبوی میری ہی شان میں ہے"۔ سوال پیدا ہوا یہ کیوں کر؟ فرمایا ایک چادر میرا عارضہ مراق ہے، دوسری میرا مرض سلسل بول!! سبحان اللہ، وہ مسیح موعود علیہ السلام جو سارے عالم کو امن وآشتی اور عدل وداد سے معمور کر دینے کے لئے آسمان سے نزول اجلال فرمائے گا مراقی ہوگا اور مبتلائے عارضہ سلسل بول!! وہ مہدی منتظر جس کے ظہور کے ساتھ فضائے آسمانی گلبانگ اذان سے گونج اٹھے گی، اسلام زندگی پائے گا اور ملل باطلہ ہلاکت کا جام پییں گی، مراقی ہوگا اور گرفتار عارضہ سلسل بول!! سبحان اللہ سبحان اللہ، کتنی بلند ہوگی شان اس مسیح کی، اور کتنا عالی ہوگا رتبہ اس مہدی کا جن کا طغرائے امتیاز ہوگا مراق اور جن کی جلو میں ہوگا عارضہ سلسل بول!!

دوستو! پہچانا آپ نے مسیح کادیان کو؟ یہ مراقی بھی ہیں اور سلسل بولی بھی! مگر داد دیجئے ان کی حق گوئی کی۔

کوئی پوچھے کہ حضرت یہ مسیح علیہ السلام کی پیلی چادریں مراق اور عارضۂ سلسل بول کیوں کر ہوگئیں؟ کیا ہمارے نبی کو جو افصح العرب والعجم تھے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مراق اور عارضہ سلسل بول سمجھانے کے لئے کوئی دوسرا لفظ نہ مل سکا؟ اس چیستاں گوئی سے تو ایک

(۱) الفتن از نعیم ابن حماد: (۲/۵۶۹)، حدیث: ۱۵۹۳، مسند احمد: (۱۵/۱۵۳)، حدیث: ۹۲۷۰، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

نوع کا عجز اور قصور ظاہر ہوتا ہے جس سے افصح العرب والعجم سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان گرامی بہت ہی ارفع ہے۔

قارئین یہ ایک نمونہ ہے اس ''مسیح کادیان'' کی صدہا تحریفات لایعنی کا! انجمن کا فیصلہ ہے کہ اس تحریفات پر بھی ایک مختصر سا رسالہ شائع ہو، اور وہ بہت جلد ان شاء اللہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

خیر اب آیئے اصل مضمون کی جانب آیئے۔

دیکھا آپ نے! چاند پر خاک نہیں ڈالی جاسکتی، مرزا صاحب کے قلم سے بھی سچی بات نکل ہی گئی، مان لینا پڑا کہ جناب مسیح علیہ السلام پورے جلال کے ساتھ آسمان سے نزول اجلال فرمائیں گے اور یہ وہی مسیح ہوں گے جو اس سے پیشتر ایک بار دنیا میں تشریف لا چکے ہونگے، اور اب جو آئیں گے یہ ان کا دوبارہ آنا ہوگا!

ہاں مرزا صاحب کے مرید گھبرا کر یہ نہ کہہ دیں کہ ''ہاں صاحب، نبی ہونے سے پہلے میرزا صاحب بھی عام مسلمانوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ایسے ہی مشرکانہ عقائد رکھتے تھے، مگر جب خلعت نبوت سے نوازے گئے، تب ان عقائد کا مشرکانہ ہونا ان پر روشن ہوگیا اور وہ ان سے تائب ہوگئے''، میرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اجلال فرمانا اور ان کا اس دنیا میں دوبارہ تشریف لے آنا اپنی ایسی تصانیف میں لکھا ہے جو ان کے زمانہ نبوت کی ہیں اور جو انہوں نے بایمائے الٰہی تصنیف فرمائی ہیں، مثلاً ((براہین احمدیہ)) میرزا صاحب کی یہ وہ تصنیف گرامی ہے، جو مرزا صاحب نے مامور ہوکر لکھی، اور جب لکھ چکے، تو آں حضرت ﷺ سے اس پر مہر قبول کرائی! میرزا صاحب نے جو کچھ اپنی اس کتاب میں لکھا ہے، آں حضرت ﷺ نے اسے بنگاہ قبول دیکھا ہے!! یہ کیونکر ممکن ہے کہ

جو کتاب میرزا صاحب نے بایمائے الٰہی لکھی ہو اس میں ایسے "مشرکانہ عقائد" رہ جائیں اور ادھر سے تنبیہ نہ ہو؟ کیوں کر باور کرلیا جاوے کہ جس کتاب کو آنحضرت ﷺ نے ملاحظہ فرما کے سند قبول عطا کی ہو، اس میں ایسے عامیانہ و مشرکانہ عقائد بھی موجود ہیں!

((ایام الصلح)) کی نسبت بھی کوئی قادیانی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ عہد نبوت مرزا سے پہلے کی تصنیف ہے۔

ہاں کوئی مرزا بوکھلاہٹ میں یہ بھی نہ چلا اٹھے کہ "یہ عقائد اب منسوخ" ہیں ورنہ فضیلت مآبی کی ساری شیخی کرکری کردی جائے گی، عقائد میں اور نسخ؟

مگر قارئین کرام! "پیر کادیان" کے ان پرستاروں کا کیا ٹھکانا ہے؟ ان کے پیر جناب میرزا صاحب مسیح علیہ السلام کی زرد چادروں سے مراد اپنا مراق اور عارضہ سلسل بول لیتے ہیں اور ان کے "نبوت زدہ" مرید "سچ فرمایا حضور نے" "حق فرمایا حضور نے" اور "کیا خوب فرمایا حضور نے" کے شور سے اک دنیا سر پر اٹھا لیتے ہیں، ان کے مرید اگر "آسمان" سے مراد "زمین کوئے جاناں" یا کوردہ کادیان کے گھور مراد لے لیں تو آپ ان کا کیا بگاڑ لیں گے؟ "دوبارہ" سے "بار اولین" "عدل وداد" سے "ظلم وجور" "غلبہ وظہور" سے "ہزیمت وضعف" "کسر صلیب" سے "فروغ صلیب پرستی" وغیرہ وغیرہ مراد لے لیں تو کون ان کا منہ بند کرے گا؟

قارئین کرام! "عقیدۂ حیات مسیح" کی نسبت لفظِ "مشرکانہ" سن کر حیرت میں ہوں گے، حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضرات کادیانیین شرک سے متنفر دیکھ کر ان کو یہ جل دیا کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو زندہ مان کر تم اللہ تعالیٰ کی صفت "حی" میں ان کو شریک کرتے ہو۔ یہ کھلا ہوا شرک ہے۔

سبحان اللہ! کیسا دجل ہے!! مرزا کو نبی اور رسول ماننے والو، مسلمان اب ایسے بھی سادہ مزاج نہیں کہ تمہارا یہ فریب ان پر چل جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسلمان آسمان پر اب تک زندہ ضرور مانتے ہیں، مگر ان کو ''زندہ جاوید'' یا ''حی لا یموت'' نہیں جانتے ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اک دن موت کا جام پینا پڑے گا، فرمایئے اب بھی مسلمان مشرک ہی رہے؟

قارئین انتظار کریں، انجمن ان شاء اللہ حیات مسیح علیہ السلام پر بھی ایک مستقل رسالہ بہت جلد شائع کرے گی، جس میں کادیانی دجل وفریب اور جعل وتحریف کی پردہ دری اچھی طرح کردی جائے گی۔

ختم نبوت

یہ بیچارگان علم وعقل مسلمان کو الزام دیتے پھرتے ہیں کہ حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ ان کو مشرک بنائے دے رہا ہے، ملت بیضاء بدنام ہوئی جارہی ہے، ''فرزندان توحید'' اس سے بیزار ہوتے جارہے ہیں، مگر نہیں دیکھتے کہ ان کے پیرومرشد نے خود ہی اس ملت کی خاک اڑانے میں کسر اٹھا رکھی ہے؟ ختم نبوت کا انکار اور ایک مستقل اور دارائے شریعت نبی ہونے کا دعوی کر کے انہوں نے اپنی پندار میں اب اس گھر میں باقی ہی کیا رکھا ہے جس کے لٹنے پر ماتم کیا جائے؟'' ﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِؤُوا نُوْرَ اللّٰہِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾ ''(۱)۔

قارئین انتظار کریں انجمن ایک مفید رسالہ اس مسئلہ پر بھی عنقریب شایع کرے گی ان شاء اللہ، مگر مختصر طور پر یہاں بھی اس حقیقت سے متعلق کچھ عرض کیا جائے گا۔

(۱) الصف: ۸، ترجمہ: چاہتے ہیں کہ بجھادیں اللہ کی روشنی اپنے منہ سے اور اللہ کو پوری کرنی اپنی روشنی اور پڑے برا مانیں۔

یہ ہمارا ایمان ہے، نہیں، یہ غیر متزلزل اور نا قابل ریب ایمان رہا ہے ہر سچے مسلمان کا خیر القرون قرن نبوت سے لے کر آج تک کہ آسمانی صحیفوں میں قرآن سب سے آخری صحیفہ ہے کسی مسلمان نے ایک دقیقہ کے لئے بھی اس میں کبھی شک نہیں کیا، اور کتب سماویہ میں قرآن سب سے آخری کتاب کیوں قرار پایا؟ اس لئے کہ یہی وہ کتاب مبین ہے جو تمام اگلی کتابوں کی صداقتوں اور سچی تعلیموں کی امانت اپنے اندر رکھتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ﴾ (۱)، "اور ہم نے اے محمد ﷺ تیری طرف سچائی کے ساتھ یہ کتاب اتاری جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرتی اور اس پر شاہد و حاوی ہے"، اور فرمایا:۔ ﴿رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفاً مُّطَهَّرَةً ☆ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾ (۲)، "(محمد ﷺ) پیامبر ہے اللہ کی طرف سے، پڑھتا ہے پاک صحیفے، جن میں کتابیں ہیں سچی اور استوار" دین الٰہی کا یہی وہ کامل صحیفہ ہے جس نے بنی نوع انسان کو کسی دوسرے صحیفہ کا محتاج نہیں رکھا، یہی وہ مکمل صحیفہ ہے جس کے ذریعہ دین الٰہی اپنے تمام اصول اور فروع، مناہج و مناسک، شرائع و تشکیلات کے اعتبار سے تکمیل کو پہنچ گیا، اس نے اعلان کیا:۔

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً﴾ (۳)، آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کا دین پسند کیا۔

قرآن اس باب میں اپنا کوئی ہمسر نہیں رکھتا۔ یہ بزرگی اسی کے حصہ میں آئی۔ اس سے پیشتر ہر آنے والے نے اپنے وقت میں یہی کہا ہے کہ "اس کے بعد اک اور کلام آئے گا

---

(۱) المائدۃ:۴۸۔ (۲) البینۃ:۲،۳۔ (۳) المائدہ:۳۔

جو رب کی باتیں پوری کرے گا" حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا نے فرمایا: "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا" (استثناء)۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کہا ہے: "لیکن وہ فارقلیط، (احمد ﷺ) پاکیزگی کی روح ہے، جسے باپ (خدا)(۱) میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہی ہیں تمہیں یاد دلائے گا، (یوحنا: (۱۴۔۲۶))۔ اور وہ فارقلیط (احمد ﷺ) آ کر دنیا کو گناہ سے راستی اور عدالت سے قصوروار ٹھہرائے گا، گناہ اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے،۔۔۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں پر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی، اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی، لیکن جو کچھ سنے گی سو کہے گی، میری بزرگی کرے گی، (انجیل یوحنا: (۵۔۶))۔

دیکھو ہر ایک نے اپنا کلام ناتمام بتایا، اور ایک اور آنے والے کا پتہ دیا، مگر بالآخر جب وہ موعود الامم ﷺ آیا تو اس نے اعلان کیا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ (۲)، رب کی باتیں (دین) آج پوری ہو گئیں، اور "ساری سچائی کی راہ بتادی گئی" قرآن نے اسی لئے نہ کسی اپنے بعد میں آنے والے کی نسبت کوئی پیشین گوئی

(۱) مؤلف رحمہ اللہ نے یہ عبارت انجیل سے نقل کی ہے، جس میں عیسائیوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا لکھا ہے، اسی کو اللہ رب العالمین نے قرآن میں ذکر کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ یہ ان کے شرک کرنے کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ انہوں نے عیسیٰ کو (نعوذ باللہ) اللہ کا بیٹا قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (المائدۃ:۳:۷۳)۔

(۲) المائدہ:۳۔

کی ''نہ کسی نئے کلام کے نزول کی خبر دی، نہ کسی نئی شریعت کا منتظر کیا'' کہ تکمیل کار کے بعد کسی نئے آنے والے، کسی نئے کلام کسی نئی شریعت کا موقع کہاں؟

اور جب قرآن آخرین صحیفۂ آسمانی قرار پایا اور ''تکمیل کار'' کا اعلان ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اس امام الصحف کی بقائے ابد اور حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لے لی، فرمایا:۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (حجر)(۱)، ہم نے اس نصیحت کی کتاب کو اتارا اور بے شبہ ہم ہیں اس کی حفاظت کرنے والے۔

پھر یہی وعدۂ الٰہی ایک دوسری آیت میں یوں دہرایا گیا:۔ ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ☆ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ☆ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (۲)، بیشک ہمارے ذمہ ہے اس قرآن کو سمیٹ کر رکھنا، اور اس کا پڑھنا، پھر جب ہم پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کے ساتھ رہ، پھر بے شبہ ہم پر ہے اس کو کھول کر بتانا۔ (سورہ قیامہ)

دیکھو آج تمام دوسری آسمانی کتابیں گم ہیں، اور جو باقی ہیں ان کی حقیقت جعل و تحریف کی تاریکیوں میں مستور، مگر دیکھو اس نیرنگ آباد عالم کی تیرہ سو پچاس بہاریں دیکھ چکنے کے بعد بھی یہ امام الصحف آج کروڑوں سینوں میں ایک نقطہ کی کمی بیشی کے بغیر محفوظ ہے۔

اور پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مبین کی حفاظت کی ذمہ داری نہ صرف لفظ وعبارت کی جہت سے اپنے اوپر لی، بلکہ بیان یعنی معنے کی جہت سے بھی اسے تا ابد محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا اور یہی وہ وعدہ ہے جو اس آیت میں دہرایا گیا:۔ ﴿وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ☆ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (حٰم سجدہ)(۳)، ''اور بیشک یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے، جو غالب ہے، باطل نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس

---

(۱) الحجر:۹۔ (۲) القیامہ:۱۷۔۱۹۔ (۳) فصلت:۴۱۔۴۲۔

کے پیچھے سے اس کے پاس آئے گا، ایک حکمت والے اور خوبیوں والے کی طرف سے اترا''۔

قرآن غالب ہے، اپنے ہر حریف کو اپنے دلائل کے زور سے ہزیمت دے گا، باطل نہ اس کے سامنے سے اس میں راہ پائے گا، اور نہ پیچھے سے، نہ لفظ وعبارت کی طرف سے اور نہ حقیقت ومعنی کی جہت سے۔

اور جب یہ نور کا صحیفہ آیا، ہاں وہ صحیفہ جو''ساری سچائی کی راہ بتانے'' آیا، وہ صحیفہ جو قیامت تک کے لئے نوع انسانی کے رشد وہدایت کا کفیل بن کر آیا، وہ صحیفہ جو تمام اگلی آسمانی کتابوں کی صداقتوں اور تعلیموں کی امانت اپنے آغوش میں لے کر آیا، تب اللہ رب العزت نے فرمایا:۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الاحزاب)(۱)۔

محمد (ﷺ) تم میں سے کسی ایک مرد کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے پیامبر ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے، اور اللہ کے احاطہ علم سے کوئی شیء باہر نہیں۔

روئے زمین پر ندا کردی گئی کہ محمد ﷺ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) ایک ایسا گھرانا روئے زمین پر آباد کرے گا جو قیامت تک اس کے ایک بڑے حصہ پر قابض رہے گا، وہ تم میں سے کسی ایک مرد کا باپ نہیں، اور یہ اس کی شان کے شایاں بھی نہ تھا، وہ اللہ کا پیامبر ہے اور اس کی امت کے تمام مرد اس کے بیٹے ہیں، اور وہ اپنے ان بیٹوں پر ان کے صلبی باپوں سے بڑھ کر، اور کہیں بڑھ کر، شفیق اور مہربان ہوگا، اور یہ بیٹے اس کے ادب واحترام کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھیں گے، میدان محشر میں محمد ﷺ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) اپنا

(۱) الاحزاب: ۴۰۔

یہ گھرانہ دوسرے گھرانے والوں کو دکھائے گا اور خوش ہوگا! یہ گھرانا، یہ محمدی گھرانا قیامت تک آباد رہے گا، اور محمد رسول اللہ (ﷺ) ہی اس کے سرخیل رہیں گے، کہ نبوت ان پر ختم ہوچکی، اور نبوت کا وہ حوض کوثر (قرآن) ان کے حصہ میں آچکا، جس سے عرفان الٰہی اور نور ہدایت کے صاف اور شفاف چشمے قیامت تک پھوٹ پھوٹ کر بہتے اور تشنہ کامانِ محبت کو سیراب کرتے رہیں گے۔

اس گھرانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے یوں روشناس کرایا:۔ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آل عمران) (۱)، "(اے پیروانِ دعوتِ ایمانی) تم تمام امتوں میں بہتر امت ہو جو لوگوں کی ارشاد واصلاح کے لئے ظہور میں آئی ہے، تم نیکی کا حکم دینے والے برائی سے روکنے والے اور اللہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو"، اسی طرح فرمایا:۔

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (بقرہ) (۲)، اور (اے پیروان دعواتِ قرآنی) (جس طرح یہ بات ہوئی کہ بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ قبلہ قرار پایا) اسی طرح یہ بات بھی ہوئی کہ ہم نے تمہیں نیک ترین امت ہونے کا درجہ عطا فرمایا۔ تاکہ تم تمام انسانوں کے لئے سچائی کی شہادت دینے والے ہو، اور تمہارے لئے اللہ کا رسول شہادت دینے والا ہو، یعنی تم اللہ کے رسول سے دعوتِ حق کا پیغام حاصل کرو اور دنیا کی تمام نسلیں اور قومیں تم سے حاصل کریں۔

غرض قرآن آخرین صحیفہ آسمانی، اور تمام اگلے صحف آسمانی کی صداقتوں اور تعلیموں پر شاہد وحاوی اور قیامت تک کے لئے بنی نوع انسان کی ہدایت وسعادت کا کفیل

---

(۱) آل عمران: ۱۱۰۔ (۲) البقرۃ: ۱۴۳۔

آیا، اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخرین پیامبر اور قیامت تک کے لئے تمام جن و بشر کے راہنما، اور تمام عالم کے لئے رحمت، اور تمام نبیوں کے خاتم وسرور آئے، اور امت محمد یہ آخرین امت، بہترین امت اور نیک ترین امت آئی!!!

اب دیکھو ''پیر کادیان'' کس طرح دجل وفریب کا دام بچھاتے ہیں، پہلا حملہ وہ قرآن کے آخری، اور مکمل ترین صحیفۂ آسمانی ہونے پر کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں قرآن کے آچکنے کے بعد بھی رسول و نبی اور وحی والہام کی ضرورت باقی رہ گئی تھی! مرزا صاحب کے دعوائے نبوت ورسالت کے معنی سوا اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں؟

برادرانِ ملت، اس مقام سے سرسری طور پر نہ گذر جاؤ، ٹھہرو اور غور کرو، قرآن نے تصریح فرمائی کہ دین الٰہی مکمل ہوگیا، اور سچائی کی ساری باتیں اس میں (قرآن میں) جمع کردی گئیں، اب کسی نئے کلام کا انتظار نہ کرو، کہ نعمتیں ساری پوری ہوگئیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتاب اللہ اور میری سنت پر نظر رکھو کبھی جادۂ حق سے نہ بھٹکو گے (۱)، کہ باتوں میں سب سے بہتر بات اللہ کی ہے اور راہوں میں سب سے سیدھی اور بے خطر راہ محمد ﷺ کی ہے (۲)، امت محمد یہ نے اس بات پر اجماع کرلیا۔ مگر میرزا صاحب نے (خاکم بدہن) قرآن کی تکذیب کی، محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کو غلط ٹھہرایا، امت محمد یہ کا اجماع برسرِ خطا بتایا، اور نجات اپنے طامات کے قبول کرنے پر منحصر بتائی!! ﴿تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ (۳)، قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑوں کے پرزے اڑ جائیں!!!

پھر دیکھو قرآن نے تصریح کی کہ ''محمد ﷺ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم

---

(۱) موطأ الإمام مالک: کتاب القدر، باب النھی عن القول بالقدر، حدیث: ۱۷۱۸۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب الجمعہ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبہ، حدیث: ۸۶۷۔

(۳) مریم: ۹۰۔

کرنے والے ہیں"۔ اور اللہ کے پیارے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے بموجب آیہ کریمہ ﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ (نحل)(۱) اور (اے محمد ﷺ) یہ کتاب (قرآن) تو ہم نے تجھ پر اسی غرض سے اتاری ہے کہ تو انہیں صاف صاف بتادے۔ قرآن کی اس آیت کی تفسیر فرمائی اور فرمایا: «فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ» (مشکاۃ: ص: ۵۰۴ (۲)، رواہ مسلم فی الفضائل)(۳)، مجھے تمام نبیوں پر چھ [۶] باتوں میں فضیلت عطا ہوئی، [۱] مجھے جوامع الکلم عطا ہوئے یعنی چھوٹے چھوٹے جملوں میں حکمت ودانائی کے دفتر محفوظ کر دینے کی قدرت عطا ہوئی۔ [۲] ہیبت حق سے میری نصرت کی گئی۔ [۳] ریغمال میرے لئے حلال کردیا گیا۔ [۴] بسیط ارض میرے لئے مسجد بنادی گئی اور مٹی سے میرے لئے پاکی حاصل کر لینا یعنی ضرورت کے وقت تیمّم کر لینا جائز قرار دیا گیا۔ [۵] میں تمام عالم کے لئے پیامبر بنا کر بھیجا گیا۔ [۶] اور نبیوں کا سلسلہ مجھ تک پہنچا کر ختم کردیا گیا۔ (اس کو مسلم نے بیان کیا)۔ پھر ایک دوسری حدیث میں اللہ کے نبی صلوات اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی:۔ «إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ، وَيَعْجَبُونَ لَهُ، وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ (۴) وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ» (رواہ

---

(۱) النحل: ۶۴۔ (۲) مطبوع نسخہ میں "مشکاۃ" کا حوالہ نہیں ہے، مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، حدیث: ۵۲۳۔

(۳) اصل نسخہ میں ایسے ہی ہے اس لئے ہم نے ایسے ہی باقی رکھا ہے ورنہ ترجمہ اس بات کا شاہد ہے کہ یہاں جو بیچ کی عبارت ہے وہ لکھتے وقت چھوٹ گئی ہے اور وہ عبارت "قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ"، ہے، اور یہی مکمل حدیث بھی ہے۔

البخاری فی کتاب الانبیاء، ومسلم فی الفضائل، وأحمد فی مسندہ والنسائی والترمذی)(۱)، وفي بعض ألفاظه: «فكنت أنا سددت موضع اللبنة، وختم بي البنيان، وختم بي الرسل» (هكذا في الكنز عن ابن عساكر)(۲)، اللہ کے رسول نے ایک تمثیل دی، اور اپنا مقام اگلے انبیاء میں یوں سمجھایا کہ کسی نے ایک ایوان تعمیر کیا، زیبائی وجمال میں بلند پایہ، مگر اس کا کوئی ایک گوشہ ناتمام رہا، اور ایک اینٹ اپنی جگہ پر نہ رکھی گئی، لوگوں نے اس محل کو دیکھا، اور اس کی خوبیوں اور رعنائیوں کا اعتراف کیا، مگر یہ بھی کہا کہ کاش یہ ایک خشت بھی اپنی جگہ پر رکھ دی گئی ہوتی (تا یہ حیرت خانہ زیبائی وجمال اتمام کو پہنچ گیا ہوتا) لوگوں یہ خالی جگہ میں ہی نے پر کی اور اب یہ ایوانِ (نبوت) ہر پہلو سے کامل ہے، لوگوں میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں یا یوں فرمایا کہ رسولوں کا سلسلہ مجھ تک پہنچ کر ختم ہوگیا۔ (اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، نسائی اور ترمذی رحمہما اللہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے)۔

شیخین (۳) اور ابن ابی حاتم کی ایک اور روایت میں «إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ، فختم بي الأنبياء» آیا ہے۔

اک اور روایت میں ہے:۔ أن النبي ﷺ قال: «أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي، الَّذِي يُمْحَىَ الله بِيَ الْكُفْرُ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى عَقِبِي،

(۱) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ، حدیث: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین، حدیث: ۲۲۸۶، مسند احمد: (۱۵/۸۸)، حدیث ۹۱۶۸، سنن ترمذی: أبواب المناقب، باب، حدیث: ۳۶۱۳، سنن الکبری از نسائی: (۱۰/۲۲۶)، حدیث: ۱۱۳۵۸۔

(۲) الشریعۃ از آجری: (حدیث: ۹۹۲)، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ، حدیث: ۳۵۳۴، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین، حدیث: ۲۲۸۶۔

وَأَنَـا الْـعَـاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِي» (رواہ البخاری ومسلم)(۱)، فرمایا میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں مٹانے والا ہوں جس کے ذریعہ اللہ تعالی کفر کو مٹائے گا، میں اکٹھا کرنے والا ہوں، لوگ میرے ہی بعد میدان محشر میں اکٹھا کئے جائیں گے اور میں ہی سب سے اخیر میں آنے والا ہوں، وہ جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ (بخاری ومسلم)

اک اور مقام پر فرمایا: ”دیکھو میری امت میں تیس (۳۰) جھوٹے پیدا ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک جھوٹا دعوائے نبوت کرے گا۔ مگر دیکھو واقعہ یہ ہے کہ میرے بعد اب کوئی نبی نہ آئے گا کہ مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا“ (مسلم، ترمذی: (ص: ۳۲۳)(۲))(۳)۔

اک دوسرے مقام پر علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: ”علی تمہیں یہ بات خوش نہیں آتی کہ تم میرے ہارون علیہ السلام بنو؟ (پھر دیکھو فوراً ہی غلط فہمیوں کا دروازہ قیامت تک کے لئے مسدود فرما دیا) فرمایا: ہاں مگر تم ہارون علیہ السلام کی طرح نبی نہیں، (اور تم نبی کیوں کر ہو سکتے تھے) نبوت تو مجھ پر ختم ہو گئی، میرے بعد اب کسی کو نبوت نہ ملے گی“، (مسلم)(۴)۔

نوٹ: قارئین کرام یہاں ٹھہر جائیں اور غور کریں، موسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام جب کوہِ طور پر بلائے گئے، ہارون علیہ السلام کو انہوں نے اپنا نائب وخلیفہ بنا کر پیچھے چھوڑا،

(۱) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۳۵۳۲، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فی أسماء النبی ﷺ، حدیث: ۲۳۵۴، مسند أحمد: (۲۹۳/۲۷)، حدیث: ۱۶۷۳۴۔

(۲) مطبوع نسخہ میں ترمذی کا حوالہ نہیں موجود ہے، مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس کا اضافہ کیا ہے۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی ان یکون مکان المیت من البلاء، حدیث: ۱۵۷، سنن ترمذی: أبواب الفتن، باب ماجاء لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون ثلاثون، حدیث: ۲۲۱۹، مسند احمد: (۷۹/۳۷)، حدیث: ۲۲۳۹۵، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۴) صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک، وھی غزوۃ العسرۃ، حدیث: ۴۴۱۶، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب من فضائل علی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۰۴۔

یہ بھی نبی تھے، مگر مستقل اور صاحب شریعت نبی نہ تھے بلکہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے متبع تھے اور ان کے امتی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی غیر مستقل نبوت کے سلسلہ کے متعلق بھی فرمادیا کہ اب وہ بھی منقطع ہے۔ میرے بعد اب کوئی غیر مستقل نبی بھی نہ آئے گا۔ (مستقل اور غیر مستقل کا فرق وامتیاز اور یہ اصطلاح پیروانِ مرزا کی اختراع ہے۔ شریعت میں ہر نبی مستقل ہے۔ میں نے یہ اصطلاح انہیں حضرات کے لئے استعمال کی ہے)۔ (مؤلف)

پھر ایک اور حدیث میں آیا ”یا« أیها الناس إنه لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ » (بخاری) (۱)، لوگوں دیکھو اب نبوت کی باتوں میں سے کوئی بات باقی نہیں رہی، ہاں اچھے خواب البتہ باقی ہیں“۔ ایک اور روایت میں یوں آیا ہے:۔”یا« أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، يَرَاهَا الْمُسْلِمُ، أَوْ تُرَى لَه » (رواہ مسلم ”فی باب النہی عن قرائۃ القرآن فی الرکوع“ (۲) والنسائی وغیرھما) (۳)، لوگوں دیکھو نبوت کی خبر نیک دینے والی باتوں میں سے اب کوئی ایک بات بھی باقی نہیں رہی، ہاں اچھے سپنے البتہ باقی رہ گئے ہیں، جو مسلمان دیکھیں گے یا دکھائے جائیں گے“ (مسلم اور نسائی وغیرھما)۔ ایک ”اور روایت“ (۴) میں آیا دیکھو کیسی روشن بات ہے۔ فرمایا: ”«إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ » (رواہ الترمذی: (ص:۳۳۱))، وقال هذا

---

(۱) مطبوع نسخہ میں یہاں (بخاری ومسلم) ہے، لیکن مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ (ومسلم) کا لفظ کاٹ دیا ہے۔ دیکھیں ((صحیح بخاری)): کتاب التعبیر، باب المبشرات، حدیث: ۶۹۹۰۔

(۲) مطبوع نسخہ میں یہ عبارت ”فی باب النہی عن قرائۃ القرآن فی الرکوع“ نہیں موجود ہے، لیکن مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس کا اضافہ کیا ہے۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب النہی عن قرائۃ القرآن فی الرکوع والسجود، حدیث: ۴۷۹۔

(۴) مطبوع نسخہ میں یہاں عبارت (ایک اور آیت) ہے جو کہ واضح غلطی ہے اسی لئے مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس کی تصحیح کیا ہے اور اس کو (ایک اور روایت) کیا ہے۔

حدیث صحیح، وقال ابن کثیر: (۸۹/۸)، اخرجہ احمد ایضا) (۱) لوگوں ''اب اس میں کوئی شک نہ کرو کہ نبوت اور رسالت کا دروازہ بند ہوگیا، پس میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی''۔ (روایت کی یہ حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے، اور فرمایا حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہ اس روایت کی تخریج امام احمد رحمہ اللہ نے بھی کی ہے)۔

ایک اور روایت میں ہے:۔«وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ» (رواہ ابن ماجہ رحمہ اللہ فی سننہ) (۲)، لوگوں ''میں نبیوں میں آخرین نبی ہوں اور تم آخرین امت''۔ (روایت کی یہ حدیث ابن ماجہ رحمہ اللہ نے)۔

ایک روایت اور سنئے۔عمر رضی اللہ عنہ اک بار بارگاہِ رسالت میں آئے اور کہا ''اے اللہ کے پیامبر آج میں اپنے ایک قُریظی بھائی سے ملا، انہوں نے تورات سے مجھے کچھ حکمت ودانائی کی باتیں لکھ کر دی ہیں، اذن ہو تو پیش کروں'' سنتے ہی اللہ کے پیامبر کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ فرمایا: ''قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے دستِ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے آج تم میں (اللہ کے نبی) موسیٰ علیہ السلام پھر سے آجائیں اور تم ان کے پیرو بن جاؤ، تو بھی تم گمراہ ہو جاؤ''۔ اور پھر فرمایا: «إِنَّكُمْ حَظِّي مِنَ الْأُمَمِ، وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّينَ» (رواہ احمد فی مسندہ، کذا قال السیوطی فی تفسیرہ) (۳)، ''اے عمر یقین کرو

---

(۱) سنن ترمذی: ابواب الرؤیا، باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات، حدیث: ۲۲۷۲، مسند احمد: (۳۲۶/۲۱)، حدیث: ۱۳۸۲۴، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۲) سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن، باب خروج الدجال وخروج عیسی بن مریم وخروج یاجوج وماجوج، حدیث: ۴۰۷۷، اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیکھیں: ((صحیح الجامع الصغیر)): (۱۳۰۰/۲)، حدیث: ۷۸۷۳، اور ((قصۃ مسیح الدجال)): (ص:۴۱) یہ دونوں شیخ البانی رحمہ اللہ کی تالیف ہیں۔

(۳) مسند احمد: (۱۹۸/۲۵)، حدیث: ۱۵۸۶۴۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی جابر جعفی ہے جو باتفاق علماء محدثین ضعیف ہے۔

امتوں میں سے یہ امت یعنی تم میرے حصہ میں آئے ہو اور نبیوں میں سے میں تمہارے حصہ میں آیا ہوں''۔ (روایت کی یہ حدیث امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں)۔

قارئین کرام آپ نے سن لیں تصریحات قائد الانبیاء خاتم المرسلین ﷺ کی؟ اب بھی کوئی شبہ آیہ کریمہ ﴿وَلَكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (۱) کے صحیح معنی میں باقی ہے؟ مسلمانوں کے لئے تو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔

اللہ اللہ، اس صادق مصدوق کی حقیقت بین نگاہیں بعد کے پر آشوب زمانوں کے فتنے گویا برائ العین دیکھ رہی تھیں! ختم نبوت کی حقیقت باہرہ کس کس طرح عریان و بے نقاب فرمائی ہے!! صلى الله على نبيه محمد خاتم الأنبياء وآخر المرسلين الذي لا رسول بعده ولا نبي وبارك وسلم۔

قارئین کرام، حدیثیں اس باب میں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں، اور امت محمدیہ کا عہد نبوت سے لے کر آج تک، ہر عہد میں اس بات پر قطعی اجماع رہا ہے کہ نبوت عامہ محمدیہ کے بعد اب ''نبوۃ ورسالت'' کا دروازہ بند ہے، اور اس کا منکر بلا ریب ملحد و بے دین ہے۔

مگر دیکھو میرزا غلام احمد نے کس طرح قرآن وحدیث کی تکذیب کی ہے کس کس طرح کی جعل وتحریف کا دام بچھایا ہے، کہیں ظلی و بروزی نبی بنے ہیں، کہیں ''حقیقۃ محمدیہ'' کا ظہور بنے ہیں، کہیں خود محمد رسول اللہ ﷺ بنے ہیں، کہیں ان سے بھی بڑھ کر ہونے کا دعوی ہے، اور بالآخر ایک مستقل اور صاحب کتاب وشریعت نبی ورسول ہونے کا اعلان ہو گیا؟

دیکھو، ''پیر کادیان'' کی الحاد طرازیاں دیکھو:۔

آنچہ دادست ہر نبی را جام　　　داد آن جام را مرا بہ تمام

جس نے نبیوں کو نبوت کے جام عطا کئے، جب میری باری آئی تو اس نے یہ جام

(۱) الاحزاب: ۴۰۔

(نبوت) لبالب مجھے عطا کیا، (ملاحظہ ہو: ((نزول المسیح)): (ص:۹۹)) (۱)۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے　　　　من بعرفان نہ کمترم زکسے

یوں تو نبی بہت سے گزرے ہیں، مگر عرفانِ الٰہی میں میرا مقام کسی نبی سے پست نہیں۔

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین　　　　ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

یقین کرو میں ان (نبیوں) میں سے کسی نبی سے بھی مرتبت میں کم نہیں، جھوٹے پر خدا کی لعنت، (ملاحظہ ہو: ((نزول المسیح)): (ص:۹۹)) (۲)۔

منم مسیح زماں ومنم کلیم خدا　　　　منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

ہاں میں کلیم ہوں، مسیح موعود ہوں، ہاں میں محمد مجتبیٰ ہوں، ہاں میں احمد مجتبیٰ ہوں، (ملاحظہ ہو: ((درثمین)): (ص:۱۵۸)) (۳)۔

میرزا صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو، دجل وفریب کی انتہا ہے، لکھتے ہیں:۔

''لیکن اگر کوئی شخص اس خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا انعکاس ہوگیا ہو (اپنی جانب اشارہ ہو رہا ہے۔ مؤلف) تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیوں کہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر، پس باوجود اس شخص کے دعوائے نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا ہے (اپنی جانب اشارہ ہو رہا ہے۔ مؤلف) پھر بھی سیدنا محمد ﷺ خاتم النبیین ہی رہا، کیوں کہ یہ محمد ثانی (خود مرزا جی۔ مؤلف) اسی محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے'' (ملاحظہ ہو: ((ایک غلطی کا ازالہ)) (۴)، اے غلامان محمد ﷺ، اے شہنشاہ کونین کی غلامی کرنے

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۸/۴۷۷)۔　　(۲) ایضاً۔

(۳) اور دیکھیں: ((تریاق القلوب)): (ص:۳)، ((روحانی خزائن)): (۱۵/۱۳۴)۔

(۴) (ص:۳)، ((روحانی خزائن)): (۱۸/۲۰۹)۔

پرناز کرنے والو!، اور اے خدا تاجدار مدینہ کے نامِ پاک پر نقدِ جاں نچھاور کرنے والو، سنتے ہو، اس مغل زادہ ’’کادیان‘‘ کا چہرہ، صاحب ﴿وَالضُّحٰی﴾ (۱) کے چہرۂ پرنور کا عکس ہے؟ یہ مغل زادۂ کادیان صاحب ﴿دَنَا فَتَدَلّٰی ☆ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰی﴾ (۲) کی تصویر ہے!! ہاں یہ مغل زادۂ کادیان محمد ثانی ہے!!!

آہ، دور نہیں کہ سات آسمان زمین پر آ رہیں، زمین کا کلیجہ پھٹ جائے، پہاڑ چور چور ہو جائیں، مرزا کی عبارتیں نقل کرتے قلم تھراتا ہے، مگر حقیقت منصۂ شہود پر کیوں کر آئے گی۔

ایک اور عبارت سنو ارشاد ہوتا ہے:۔

’’ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں (دم نہیں مار سکتے) (مؤلف) کیوں کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام: ﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰی لَهُمْ﴾ (۳)، یہ ((براہین احمدیہ)) میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی، اور اس پر تئیس (۲۳) برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی (اس پر سوال پیدا ہوا کہ مرزا صاحب۔ یہ تو قرآن مجید کی آیتیں ہیں اور تیرہ سو پچاس (۱۳۵۰) برس ہوئے کہ خاتم المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئیں، تو مرزا صاحب جواب میں گوہر فشاں ہوتے ہیں) (مؤلف)، اور کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد نہیں جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولٰی ☆ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰی﴾ (۴)، {یعنی قرآنی تعلیمات توریت میں بھی موجود ہے}۔ اور اگر یہ کہو کہ

(۱) الضحیٰ: ۱۔ (۲) النجم: ۸-۹۔ (۳) النور: ۳۰۔ (۴) الاعلیٰ: ۱۸۔

شریعت وہ ہے جس میں باستیفائے (تمام مؤلف) امرونہی کا ذکر ہوتو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفائے احکامِ شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی ضرورت نہ رہتی'' (ملاحظہ ہو مرزا صاحب کی مشہور کتاب ((اربعین)) (ص:٦) نمبر:۴) (۱)۔

اسی مقام پر مرزا صاحب فٹ نوٹ میں فرماتے ہیں:''اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا، اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہو سنے'' (اربعین: (ص:٦) نمبر:۴) (۲)۔

قارئین! اب کیا باقی رہا؟ میرزا صاحب نبی ہیں، رسول ہیں، دارائے شریعت ہیں، صاحب امت ہیں، ان پر ایمان لے آنا مدار نجات ہے! قرآن کا محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت ﴿وَلَـٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (۳) فرمانا (خاکم بدہن) غلط، رسول اللہ ﷺ کا اپنی نسبت ''ختم بي النبيون، وختم بي الرسل'' فرمانا (العیاذ باللہ) خطا، امت محمدیہ کا اس معنی میں ختم نبوت کے عقیدہ پر عہد نبوت سے لے کر آج تک اجماع، (نعوذ باللہ من ذلک) ایک گمراہی ہے!! محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی غلط تفسیر فرمائی (معاذ اللہ) خلفائے راشدین مہدیین، آل بیتِ رسول، صحابہ کرام، أئمہ دین، علمائے امت، غرض سب نے (عیاذاً باللہ) قرآن غلط سمجھا!! قرآن کے اسرار اگر کسی پر کھلے تو میرزا غلام احمد اور ان کے صحابیوں پر کھلے، ورنہ تیرہ سو پچاس برس تک یہ کتاب اک چیستان بنی رہی، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

قارئین! اب یہ صریح کفر والحاد نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ کھلی کھلی بے دینی اور شریعت

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۴۳۵/۱۷)۔

(۲) ((روحانی خزائن)): (۴۳۵/۱۷) حاشیہ۔ (۳) الاحزاب: ۴۰۔

محمد یہ کے ساتھ تمسخر واستہزاء نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ مسلمانوں کے خدا، ان کے رسول، ان کے قرآن، ان کے خلفاء، ان کے ائمہ اور ان کے علماء کی خاک اڑانا نہیں تو اور کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ فرمائیں: «إنكم حظي من الأمم، وأنا حظكم من النبيين» (۱)، «لا نبي بعدي ولا أمة بعد أمتي» (۲)، «أنا آخر الأنبياء، وأنتم آخر الأمم» (۳)۔

میرزا غلام احمد کہیں: ''نہیں آخرین امت میری امت ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں ''رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد نبياً'' (۴) پر ایمان وعمل نجات کے لئے کافی ٹھہرے، میرزا غلام احمد کہیں: ۔اس بھروسہ نہ رہنا، میری بیعت تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ٹھہری ہے، جو مجھ پر ایمان نہیں لاتا وہ نجات کی بھی امید نہ رکھے!! معاذ اللہ۔

مسلمانو، بتاؤ یہ شہنشاہِ کونین ﷺ کے خلاف کھلی کھلی بغاوت کا اعلان نہیں تو اور کیا ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے — امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر وکسری — خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں — اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے۔

(۱) اخرجہ احمد رحمہ اللہ فی مسندہ ذکرہ السیوطی فی تفسیرہ۔ (مؤلف)

(۲) اخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ذکرہ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ۔ (مؤلف)

(۳) ۳ اخرجہ ابن ماجہ فی سنتہ (مؤلف)۔ان سب حدیثوں کی تخریج گزر چکی۔

(۴) اخرجہ البخاری (مؤلف)۔دیکھیں: ((صحیح بخاری)): کتاب العلم، باب من برک علی رکبتیہ عند الامام أو المحدث، حدیث: ۹۳۔

﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ﴾۔وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

﴿إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ☆ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾

انجمن اشاعت الاسلام کے سلسلہ تبلیغ ودعوت

کا

ٹریکٹ نمبر (۴)

ثناء رحمانی برقضاء قادیانی

یا

قضاء ربانی بردعاء قادیانی (یعنی الٰہی فیصلہ)

جس میں اشتہار "مولانا ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" پر ایک قطعی وفیصلہ کن بحث کی گئی ہے اوراس کے متعلق تمام قدیم وجدید قادیانی ولاہوری تحریروں کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔

تالیف

محدث علامہ شیخ محمد ابوالقاسم سیف بن محمد سعید بنارسی

تحقیق وتعلیق

عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱)

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله وأصحابه الذين صدقوا وعيده ووعده۔ أما بعد:

مسلمان بھائیو! مرزا صاحب قادیانی نے جن امور میں امت مسلمہ سے تفرد کیا ہے انہیں کئی بحثوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، جو وقتاً فوقتاً مختلف رسالوں (ٹریکٹس) کی صورتوں میں آپ کے سامنے پیش کیے جائیں گے، ان شاء اللہ العزیز۔ آج ہم آپ کے سامنے ایک ایسا امر پیش کرتے ہیں جو مؤثر اور فیصلہ کن ہے، بقولے ع:

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اور وہ مرزا صاحب قادیانی کا وہ آخری فیصلہ ہے جو بصورت اشتہار ((اخبار الحکم)) قادیان ۱۷/اپریل ۱۹۰۷ء و ((اخبار البدر)) قادیان ۱۸/اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا جو درج ذیل ہے۔

اعلام۔ اس سے پیشتر کہ ہم اس اشتہار کو نقل کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم وہ تعلق بتائیں جو مرزا صاحب قادیانی اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مابین تھا، جس سے آپ کو وہ وجہ معلوم ہو جائے گی جس وجہ سے مرزا صاحب نے بڑے الحاح وزاری سے اپنی آخری دعا شائع کی۔ مرزا صاحب ((ضمیمہ حقیقۃ الوحی)) (ص: ۳۰) (۲): میں لکھتے ہیں:۔

''مولوی ثناء اللہ صاحب دوسرے علماء سے توہین میں بڑھے ہوئے ہیں'' اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب بہ نسبت دیگر علماء ثناء اللہ صاحب کو اپنا سب سے زیادہ مخالف

(۱) مطبوعہ نسخہ میں اس ٹریکٹ کا کوئی نام نہیں مذکور ہے، اس کے نام کا اضافہ مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ کیا ہے۔

(۲) ((روحانی خزائن)): (۲۲/۲۶۴)۔

اور بڑا دشمن سمجھتے تھے۔اسی لئے مرزا صاحب مولانا ممدوح کو سب سے زیادہ برائی سے یاد کرتے تھے۔مرزا صاحب نے اپنی کتاب ((مواہب الرحمٰن)) کے (ص:۱۰۹)(۱) پر مولانا امرتسری کو دجال کے لفظ سے یاد کیا ہے۔((ضمیمہ انجام آتھم)) کے (ص:۲۵)(۲) پر مولانا امرتسری کی شان میں لکھا ''کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں'' پھر خود ہی جھوٹ کا مرداریوں کھایا کہ ((اعجاز احمدی)) کے (ص:۲۳)(۳) پر لکھ مارا:۔

''مولوی ثناء اللہ دو دو آنے کے لئے در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گزارہ ہے''۔حالانکہ مولانا امرتسری کے موافقین ومخالفین سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا یہ بیان محض دروغ بے فروغ ہے۔صداقت کا اس میں کہیں اتہ پتہ بھی نہیں ہے۔مولانا امرتسری تو کسی مسجد کے امام بھی نہیں ہیں،ان کا گزارہ ان کی وسیع تجارت،اور مختلف مکانوں کے کرایہ کی آمدنی پر ہے نہ مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر۔اس ایک بات سے ہی مرزا صاحب کی صداقت آشکارہ ہو جاتی ہے۔جیسا کہ خود ہی ((چشمۂ معرفت)) کے (ص:۲۲۲)(۴) پر لکھ گئے ہیں:

''جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا''۔نیز ((تتمہ حقیقۃ الوحی)) کے (ص:۲۶)(۵) میں لکھتے ہیں:۔

''جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں''۔

ایک اور سبب:

مولانا ثناء اللہ صاحب سے مخالفت عظیمہ کا ایک اور بھی سبب ہے،وہ یہ کہ مولانا

---

(۱)((روحانی خزائن)):(۳۲۹/۱۹)۔ (۲)((روحانی خزائن)):(۳۰۹/۱۱)۔

(۳)((روحانی خزائن)):(۱۳۲/۱۹)۔ (۴)((روحانی خزائن)):(۲۳۱/۲۳)۔

(۵)((روحانی خزائن)):(۴۵۹/۲۲)۔

صاحب نے مرزا صاحب کی ایک پیشین گوئی اپنے عمل سے جھوٹی کردی، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے رسالہ ((اعجاز احمدی)) (۱) میں لکھا تھا:۔ اگر یہ (مولانا ثناء اللہ صاحب) سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیشین گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں۔

''واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ قادیان میں تمام پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے''۔ (ص:۳۷) (۲)۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے مرزا صاحب کی اس پیشین گوئی کو یوں جھوٹا ثابت کردیا کہ آپ ۱۰ رجنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان جادھمکے اور مرزا صاحب کو للکارا کہ لو میں آگیا ہوں، میں مجمع میں تمہاری تمام پیشین گوئیوں کی حقیقت ظاہر کروں گا مجھے وقت اور اجازت دو۔

(ناظرین مولانا امرتسری کے پورے خط کو مولانا ممدوح کی کتاب ((تاریخ مرزا)) (۳) کے (ص:۵۵) پر ملاحظہ فرمائیں)

مرزا صاحب نے جواب میں ایک طویل خط لکھا کہ ''میں خدا تعالیٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ لوگوں سے مباحثات ہرگز نہ کروں گا (۴)۔ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف ایک سطر یا دو سطر تحریر دیں گے۔ آپ اس کو سنا نہ سکیں گے ہم خود پڑھ لیں گے۔ تین گھنٹے تک میں جواب دوں گا وغیرہ۔ مولانا امرتسری نے جواب دیا کہ آپ کی شرطیں منظور۔ مگر میں اپنی دو تین سطریں کھڑا ہو کر مجمع کو سنا دوں گا۔ اور ہر گھنٹہ پر ۵ منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت اپنی رائے ظاہر کروں گا''۔ اس کا جواب مرزا صاحب نے مولوی محمد

---

(۱) (ص:۱۱)، ((روحانی خزائن)): (۱۹/ ۱۱۷۔۱۱۸)۔ (۲) ((روحانی خزائن)): (۱۹/ ۱۴۸)۔

(۳) یہ کتاب نیز مولانا امرتسری کی دیگر کتابیں جو قادیانی مشن سے متعلق ہیں، سعیدیہ ایجنسی محلہ دارانگر بنارس سے خرید کر ملاحظہ کریں۔ (مؤلف)

(۴) کتاب ((انجام آتھم)) کے آخری صفحہ پر جو لکھا ہے: ''عزمنا أن لا نخاطب العلماء'' الخ، اسی کی طرف اشارہ ہے۔ (مؤلف)

احسن امروہوی کے قلم سے لکھوا کر یہ بھجوا دیا کہ ''آپ مناظرہ چاہتے ہیں اور مرزا صاحب خدا سے عہد کر چکے ہیں کہ وہ مناظرہ نہ کریں گے الخ''۔ اب کیا تھا۔ آغا کو دیکھ کر ساری فارسی بھول گئی۔ ع۔

بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے۔

مولانا امرتسری یہ مصرع پڑھتے ہوئے قادیان سے واپس چلے آئے، ع:

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم (۱)۔

مرزا صاحب نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے قادیان پہونچنے کا اقرار ((مواہب الرحمٰن)) کے (ص:۱۰۹) (۲) پر کیا ہے، لکھتے ہیں: ''ما کتبنا إلى ثناء الله أمرتسري إذ جاء قاديان و كان هذا عاشر شوال ''الخ یعنی مولانا ثناء اللہ صاحب دسویں شوال کو قادیان آئے تھے۔ مرزا صاحب کی جب ایسی ذلتیں ہوئیں تو آخر کو یہ دعا شائع کردی۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلي على رسوله الكريم ۔ ﴿يَسْتَنبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِيْ وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ﴾ (۳)۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدیٰ مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے، ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت

(۱) ترجمہ: میں بڑے شوق سے آیا لیکن محروم واپس گیا۔

(۲) ((روحانی خزائن)): (۱۹/۳۲۹)۔ (۳) یونس: ۵۳۔

شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعوی مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہو سکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے، اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے، اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشین گوئیاں نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے یہ فیصلہ چاہا ہے، اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے، آمین۔

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر، مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے۔ بجز اس صورت کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین، میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا، مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی، وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے، اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت ﴿**لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ**﴾ (۱)، پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے، سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے، اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما، اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک! تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔

---

(۱) الاسراء:۳۶۔

﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ﴾ (۱) آمین، بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم: عبداللہ الصمد۔ میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ

مرقومہ۔ یکم ربیع الاول ۲۵ھ۔ ۱۵/اپریل ۷۰ء (۲)۔

ناظرین! آپ نے مضمون اشتہار ملاحظہ فرمالیا۔ اب آپ منتظر ہوں گے کہ اس کا انجام معلوم کریں تو سنئے کہ میرزا صاحب ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴/ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ یوم سہ شنبہ کو ہیضہ کی بیماری میں لاہور میں مرگئے۔ ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (۳)۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا۔

اشتہار مذکور پر انعامی مباحثہ:

قدرت الہیہ سے جب حق وباطل کا فیصلہ ہوگیا تو قادیانیوں نے۔ ہاں ان لوگوں نے جو مرزا صاحب کو ملہم اور مامور من اللہ کہتے تھے۔ یہ راگ الاپنا شروع کیا کہ "مرزا صاحب نے اشتہار مذکور بحکم الہی نہیں لکھا، نہ اس کی قبولیت کا منجانب اللہ کوئی وعدہ تھا" حتی کہ مرزائیوں نے اس پر مباحثہ کا چیلنج بھی دے دیا، مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس چیلنج کو قبول کرلیا، اور لودھیانہ میں مباحثہ قرار پا گیا، یہ وہی لودھیانہ تھا جس کی بابت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ "حدیث میں باب اللد پر دجال کا مقتول ہونا جو مذکور ہے اس لد سے مراد لدھیانہ ہے"

---

(۱) الاعراف: ۸۹۔ (۲) دیکھیں: ((مجموعہ اشتہارات)) احمد قادیانی: (۳/۵۷۸-۵۷۹)۔

(۳) الأنعام: ۴۵۔ (پھر ظالموں کی جڑ کٹ گئی، اور اللہ کا شکر ہے، جو تمام عالم کا پروردگار ہے)۔

(حاشیہ الھدی: (ص:۹۱))(۱)۔

دیکھو اس لدھیانہ میں دجال حال کیسا قتل ہوا، کہ دلائل مرزائیہ کی گردن توڑ دی گئی اور مبلغ تین سو روپیہ تاوان کے طور پر بھرے گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ مباحثہ کی شرطیں طے ہوئیں آخری شرط یہ تھی کہ اگر فیصلہ مدعی کے حق میں ہو تو مدعی علیہ مدعی کو تین سو روپیہ کی رقم بطور تاوان یا انعام کے دے گا۔ چنانچہ ۱۷/اپریل ۱۹۱۲ء کو مباحثہ شروع ہوا۔ ۲۱/ اپریل ۱۲ء کو بوقت شام سردار بچن سنگھ صاحب گورنمنٹ پلیڈر نے جو مسلم الطرفین ثالث تھے اپنا فیصلہ سنا دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

''مرزا صاحب کا اشتہار مذکور بحکم خداوندی تھا اور خدا نے دعا قبول فرمائی''۔

مرزائیوں کو حسب اقرار طوعا وکرہا مبلغ تین سو روپیہ کی بھرنی پڑی اور مولانا ثناء اللہ صاحب فاتح ومنصور، سالم وغانم ہو کر خوش خوش واپس ہوئے اور ہندوستان کے مسلمانوں نے آپ کو فاتح قادیان کا لقب دیا (اس مناظرہ کی تفصیل رسالہ ''فاتح قادیان'' میں پڑھو)۔

قابل غور:

مسلمانو! ذرا سوچو، جبکہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے حق وباطل کا فیصلہ کر دیا، پھر مسلمانوں اور مرزائیوں کے مسلم ثالث نے بھی فریقین کی بحثوں کو سن کر فیصلہ کر دیا۔ تو اب کون سا حیلہ باقی رہ گیا؟ کونسی حجت باقی رہ گئی کہ اشتہار مذکور کو فیصلہ کن قرار نہ دیا جائے، لیکن بقول ع:

مرزائی آں باشد کہ چپ نشود (۲)۔

قادیانی اور لاہوری دونوں پارٹیاں اب تک یہی راگ الاپ رہی ہیں کہ دعائے مذکور بحکم الہی نہ تھی اور طرح طرح کے عذر اور بہانے کرتے ہیں اور اپنی زبان سے مولانا امرتسری فاتح قادیان کی شان والا شان میں کلمات ناشائستہ نکالتے ہیں، سچ فرمایا ہے

(۱)((روحانی خزائن)):(۱۸/۳۴۱)۔ (۲) لیکن مرزائی کہاں چپ ہونے والے تھے۔

ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ نے «إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ» (۱)، یعنی جب شرم اٹھ گئی تو جو دل چاہے کرو۔

لاہوری ٹریکٹ:

قادیانی تو مرغے کی ایک ٹانگ کی صدا لگا ہی رہے تھے لاہوری پیغامی بھی ان کے ہمنوا ہو گئے، اور ایک چو ورقہ شائع کر دیا جس میں بڑا زور اس امر پر دیا گیا ہے کہ ۱۵/اپریل والا اشتہار ایک دعائے مباہلہ تھا (ص:۸) (اس مباہلہ کی حقیقت آگے چل کر ظاہر ہوگی) بنارس کی انجمن مرزائیہ نے بھی اس لاہوری چو ورقہ کو شہر میں تقسیم کیا ہے۔ اس لمبی چوڑی تحریر جو (آٹھ (۸) صفحوں میں ختم ہوئی ہے) کی جان یا خلاصہ ہم اپنے لفظوں میں نہیں بتاتے بلکہ ٹریکٹ مذکور سے نقل کرتے ہیں جو یہ ہے:۔

''مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہے کہ اشتہار ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء ایک دعائے مباہلہ تھا''۔ (ص:۸)۔ ع:

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

اب ہمارا فرض تو اتنا ہی رہ جاتا ہے کہ ہم بدلائل یہ ثابت کر دیں کہ دعائے مرزا دعاء مباہلہ نہ تھی لیکن ہم اتنا ہی نہ کریں گے بلکہ ان تمام عذرات کی بدلائل ساطعہ تردید کریں گے جنھیں عام طور سے مرزائیوں کی کل پارٹیاں پیش کرتی ہیں تاکہ عام مسلمانوں کو آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو جائے کہ مرزا صاحب کی دعا منجانب اللہ تھی جو قبول ہوئی اور حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا اور مرزائیوں کے اعذار یکسر غلط اور باطل ہیں، بعون اللہ وصونہ وتوفیقہ وتوفیقہ۔

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث الغار، حدیث: ۳۴۸۳۔۳۴۸۴۔

اعذار خمسہ

عذر اول:

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس دعا کو منظور ہی نہیں کیا، چنانچہ ((اخبار اہلحدیث)) ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ یہ تحریر مجھے منظور نہیں، نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔

جواب۔ (۱) اشتہار مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب بحیثیت مظلوم کے دعا کر رہے ہیں ان کے الفاظ ہیں: ''میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا'' پس کیا مظلوم کی دعا کی قبولیت کے لئے ظالم کی رضا بھی شرط ہے؟ کیا پیغمبر صادق احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے جو بددعا ابوجہل وغیرہ کے لئے فرمائی تھی "اللھم علیك بأبي جهل بن هشام "(۱) الخ، اسے ابوجہل وغیرہ نے منظور کر لیا تھا؟ کیا موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے حق میں جو بددعا کی تھی ﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ﴾ (۲)، اسے فرعون اور اس کے اتباع نے منظور کر لیا تھا؟ کیا نوح علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّاراً﴾ (۳)، اس دعا کے لئے کفار نے منظوری دے دی تھی؟ ہرگز نہیں، معلوم ہوا کہ پیغمبر کی دعا کی قبولیت اس کے دشمن کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتی اور نہ آج تک کوئی اس کا قائل ہوا۔ ع:

یہ تیرے زمانہ میں دستور نکلا۔

(۲) خود مرزا صاحب نے اپنی دعاء مولانا ثناء اللہ صاحب کی منظوری پر موقوف

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسیر، باب مالقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین، حدیث: ۱۷۹۴۔

(۲) یونس: ۸۸۔ (۳) نوح: ۲۶۔

نہیں رکھی، بلکہ اپنے اشتہار میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:۔

"بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں، اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے"۔

نیز اشتہار کے اوپر جو قرآن مجید کی آیت لکھی ﴿یَسْتَنبِئُونَکَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِیْ وَرَبِّیْ إِنَّهُ لَحَقٌّ﴾ (۱)، اس سے دعائے مرزا کا فیصل کن ہونا اور خدا کی طرف سے حق ہونا ظاہر ہے۔ ترجمہ آیت کا یہ ہے: لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ آیا یہ بات حق ہے؟ کہہ دے کہ قسم میرے رب کی ضرور ضرور وہ حق ہے۔ اسی طرح اشتہار کے آخر میں حضرت شعیب (علیہ السلام) والی دعا لکھی ہے، ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ﴾ (۲)، یہ دعا اہل حق اور اہل باطل میں فیصلہ ہوجانے کے لئے مرزا صاحب نے تحریر فرمائی تھی پس خدا نے فیصلہ کردیا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب خواہ منظور کریں یا نہ کریں۔ اور جب مولانا امرتسری (جو مرزا صاحب کے مدمقابل اور اشد دشمن تھے) کی عدم منظوری کو اس دعا میں مطلق دخل نہیں ہے تو نائب اڈیٹر صاحب کا کچھ لکھ دینا یا حکیم محمد الدین مرحوم امرتسری کا اشتہار شائع کرنا اس فیصلۂ الٰہی میں کیا دخل انداز ہوسکتا ہے؟

(۳) اب ہم مرزا صاحب کی تحریر سے ثابت کردیتے ہیں کہ دعائے مذکور الہامی تحریک سے کی گئی تھی اور فیصلہ اسی دعا پر موقوف تھا۔ مرزا صاحب نے اشتہار ۱۵/اپریل والے کے شائع کرنے کے تقریباً ڈیڑھ مہینہ بعد مولانا ثناء اللہ صاحب کو ایک خط بھجوایا تھا اور اسے اخبار بدر ۱۳/جون ۱۹۰۷ء میں شائع بھی کرادیا تھا، اس میں مرقوم تھا:۔

مشیت ایزدی نے حضرت حجۃ اللہ (مرزا صاحب) کے قلب میں ایک دعا کی

---

(۱) یونس:۵۳۔ (۲) الاعراف:۸۹۔

تحریک کر کے فیصلہ کا اور طریق اختیار کیا، (ص:۲، کالم:۱)۔

معلوم ہوا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب کا اپنی عدم منظوری کا اعلان فضول ثابت ہوا، ان کی عدم منظوری سے دعائے مرزا منسوخ نہیں ہوئی بلکہ فیصلہ کا یہ جدید طریق قائم و باقی رہا۔

ازالۂ شبہ:

بعض مرزائیوں نے اس پر یہ شبہ بھی وارد کیا ہے کہ ''مشیئت رضا کو مستلزم نہیں ہوتی''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کلیہ کو پیغمبروں سے بھی متعلق ماننا صحیح نہیں۔ مشیئت الٰہی جو انبیاء سے متعلق ہوتی ہے وہ اس مشیت کے ہم مثل نہیں ہوتی جس کا تعلق دیگر خلائق سے ہوتا ہے جس طرح انبیاء کے خواب دوسرے لوگوں کے خواب کے مثل نہیں ہوتے۔ پڑھو آیات قرآنیہ: ﴿قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ﴾ (۱)، ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ﴾ (۲)، ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ﴾ (۳)۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر (۴)

دوسرا عذر:

اشتہار مذکور میں تو صرف دعا کا ذکر ہے قبولیت دعا کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ پس نہیں کہا جا سکتا کہ دعائے مذکور قبول بھی ہوگئی۔

جواب (۱): مرزا صاحب کو بہت پہلے سے یہ الہام ہو چکا ہے ''أجیب کل دعائك'' (تریاق القلوب: (ص:۳۸)) (۵)، خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اے مرزا میں تیری تمام دعائیں قبول کروں گا۔ ان تمام دعاؤں میں مرزا صاحب کی یہ دعا بھی داخل ہے جو حسب وعدۂ الٰہی قبول ہوگئی۔

---

(۱) یونس:۱۶۔ (۲) محمد:۳۰۔ (۳) الفتح:۲۷۔

(۴) نیک لوگوں کے کام کو اپنے پر مت قیاس کرو، اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) ایک طرح ہوتا ہے۔

(۵) ((روحانی خزائن)): (۲۱۰/۱۵)۔

(۲): ((ریویو آف ریلیجنز)) جلد ۶ بابت مئی ۱۹۰۷ء کے (ص: ۱۹۲) پر مرقوم ہے:۔

''ان (مرزا صاحب) کے من جانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں''۔

تو اب مرزائی کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب من جانب اللہ نہیں تھے جب کہ ان کی دعائے مذکور بقول مرزائیاں قبول نہیں ہوئیں، یہ تو اپنے پیغمبر کا صریح انکار ہے۔

(۳): مرزا صاحب نے اپنے اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:۔

''مجھے بارہا خدا تعالی مخاطب کر چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں: ''رب''(۱) أني مغلوب'' (ضمیمہ تریاق القلوب: (نمبر: ۵، ص: ۴))(۲)۔

مرزا صاحب کا یہ بھی دعوی ہے کہ خدا تعالی نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے۔ (براہین احمدیہ: (۸۶/۵))(۳)۔ چونکہ مرزا صاحب نے دعا کے موقع پر حضرت نوح علیہ السلام سے اپنی مشابہت لکھی ہے، لہذا قرآن پاک سے حضرت نوح کی دعا اور اس دعا کی قبولیت اور انجام ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:۔ ﴿قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ﴾ (الی قولہ) ﴿وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالاً ☆ مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَاراً فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَاراً ☆ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّاراً﴾ (۴)، یعنی نوح نے (میری جناب میں) عرض کی کہ اے میرے رب ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور (ایسا کر کہ) ان ظالموں کی گمراہی روز بروز

---

(۱) قرآن مجید میں اس دعا میں لفظ ''رب'' نہیں ہے۔ (مؤلف)

(۲) ((روحانی خزائن)): (۵۱۵/۱۵)۔ قرآن مجید میں اس دعا میں لفظ رب نہیں موجود ہے، بلکہ قرآن میں اس طرح ہے ''أني مغلوب''۔

(۳) ((روحانی خزائن)): (۱۱۳/۲۱)۔

(۴) نوح: ۲۱۔ ۲۶۔

بڑھتی چلی جائے (تا) اے میرے پروردگار ان کافروں میں سے (کسی متنفس کو بھی زندہ) نہ چھوڑ (کہ) روئے زمین پر بسا ہوا (نظر آئے) اس دعا کا نتیجہ "**مِمَّا خَطِيْئَاتِهِمْ**" سے "**أَنصَارًا**" تک مذکور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "اپنی شرارتوں کی وجہ سے غرق کر دیئے گئے، پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے اور خدا کے سوا کوئی مددگار بھی ان کو نہ ملا"، اسی طرح حضرت نوح کی دعا ﴿**أَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ**﴾ ۔قرآن مجید سورہ قمر (۱) میں مذکور ہے۔سورہ مؤمنون میں ﴿**إِنَّهُمْ مُغْرَقُوْنَ**﴾ (۲) موجود ہے۔پس جس طرح نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوگئی مرزا صاحب کی دعا بھی اسی طرح قبول ہونی چاہئے ورنہ مشابہت باقی نہیں رہتی، واقعہ شہادت دیتا ہے کہ مرزا صاحب کی دعا قبول ہوگئی۔ وھوالمراد

(۴): مرزا صاحب کی ڈائری جو اخبار بدر ۲۵ر اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی تھی اس میں مرقوم ہے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:۔

"ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے، ایک دفعہ ہماری توجہ اس طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا "اجیب دعوۃ الداع "صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہے باقی سب اس کی شاخیں" (اخبار بدر: ۲۵ر اپریل ۱۹۰۷ء)۔ یہ عبارت بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب نے جو دعا آخری فیصلہ کی صورت میں شائع کی تھی وہ خدا کے وعدہ کے مطابق قبول شدہ تھی۔لہذا دعائے مذکور کی قبولیت میں مطلق شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

دفع دخل:

بعض مرزائیوں نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "ڈائری مذکور ۱۵ر اپریل والے اشتہار سے پہلے کی ہے۔یعنی ۱۴ر اپریل ۱۹۰۷ء وقت عصر کی ہے، لہذا یہ ڈائری اس اشتہار کی بابت

(۱) القمر: ۱۰۔ (۲) المؤمنون: ۲۷۔

نہیں ہوسکتی"۔ یہ مرزائیوں کا محض مغالطہ اور دفع الوقتی ہے، اس لئے کہ (۱) ڈائری مذکور اگر واقعی ۱۴/اپریل کی ہوتی تو ۱۸/اپریل کے اخبار بدر میں شائع ہو جاتی نہ ۲۵/اپریل کے اخبار میں۔ (۲) علاوہ ازیں دعاء والے اشتہار پر ۱۵/اپریل کی تاریخ مضمون لکھنے کی تاریخ نہیں ہے بلکہ اس کا مضمون یقیناً ۱۵/اپریل سے پیشتر لکھا جا چکا تھا، جس پر ڈائری کا فقرہ "لکھا گیا" شاہد عدل ہے۔ (۳) علاوہ بریں ڈائری اور اشتہار دونوں میں دعا کا ہی ذکر ہے۔ اور کسی مضمون میں جو مولانا ثناء اللہ صاحب کے حق میں مرزا صاحب کے قلم سے پیشتر نکل چکا تھا کسی دعا کا ذکر نہیں ہے، پس مطلع بالکل صاف ہے کہ ڈائری اشتہار مذکور سے ہی متعلق ہے، لا غیر۔

(۵) مرزا صاحب نے اپنے اشتہار مذکور میں لکھا ہے کہ "میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا" اور ((حقیقۃ الوحی)) کے (ص:۱۸)(۱) پر لکھا ہے:۔

"جب ان (مقبولین) کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بیقراری ہوتی ہے اور شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سنتا ہے، اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے"۔

پس شکل اس کی یوں بنی، مرزا صاحب نے مولانا ثناء اللہ صاحب سے بہت دکھ اٹھایا اور دکھیارے کی خدا سن لیتا ہے۔ لہذا مرزا صاحب کی دعا خدا نے سن لی۔ کیسا صاف نتیجہ ہے؟

تیسرا عذر:

مرزا صاحب نے اپنے ۱۵/اپریل والے اشتہار میں یہ بھی تو لکھا ہے کہ "یہ دعا کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشین گوئی نہیں ہے"۔ تو اس کی حیثیت ایک درخواست یا استغاثہ کی

(۱) ((روحانی خزائن)): (۲۲/۲۰)۔

رہ جاتی ہے۔اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ" مرزا صاحب نے اس دعا کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا ہے"۔(دیکھو:((اخبار اہل حدیث)):۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء)۔

جواب(۱):مولانا ثناء اللہ صاحب کا دعائے مذکور کو غیر الہامی لکھ دینا اشتہار مذکور کے فقرہ مرقومہ پر ہی مبنی تھا۔اس لئے کہ مولانا صاحب کا مضمون جو ۲۶/اپریل کے اہل حدیث میں شائع ہوا یقیناً ۱۹۔۲۰/اپریل کو لکھا گیا جیسا کہ اخبار شائع کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے اور اس وقت تک ۲۵/اپریل کا اخبار بدر ان کو نہیں ملا تھا اور نہ مل سکتا تھا جس سے ان کو معلوم ہو جاتا کہ دعا الہامی اور خدا کے وعدہ کے مطابق قبول شدہ ہے،کمامر۔

(۲):ہوسکتا ہے کہ مولانا امرتسری نے اپنی مسلمات کی بنا پر دعا کے الہامی ہونے سے انکار کیا ہو۔لیکن مرزائیوں کی مسلمات اور مرزا صاحب کی نصوص صریحہ سے تو دعا کا الہامی ہونا ثابت ہے۔

(۳):ہوسکتا ہے کہ خود مرزا صاحب کو بھی اشتہار کا مضمون لکھتے ہوئے تحریک الٰہی کا علم نہ ہوا ہو۔اور عدم علم سے عدم شئ لازم نہیں آتی (۱)۔جب مرزا صاحب کو اس دعا کی بابت الہام مل گیا"اجیب دعوۃ الداع"(بدر:۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء)،توانہوں نے فوراً اس الہام کو شائع کر دیا۔

ازالۂ شبہ:

اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ"اس سے لازم آیا کہ حکم کی تعمیل پہلے ہوا اور حکم پیچھے ملے"۔ اس لئے کہ سلسلۂ رسالت ونبوت میں ایسی کوئی نظیر موجود نہیں ہے کہ کسی نبی یا مامور نے کسی معاملۂ الٰہیہ میں از خود ایسی کوئی تحدی اور فیصلہ کی صورت شائع کی ہو جس کی تحریک خدا کی

(۱)دیکھو کتاب:((سرمہ چشمہ)):(ص:۱۷۳)۔(مؤلف)

جانب سے نہ ہو۔قرآن حکیم میں ہے﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (۱)،یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی رسول بغیر تحریک الٰہی کے کوئی بات پیش کرے﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ﴾(۲)،یعنی میں وہی کرتا ہوں جس کی مجھے وحی آتی ہے۔﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ☆ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾(۳)،یعنی رسول اپنی خواہش سے بلا وحی کے نہیں بولتا، یہ پچھلی آیت مرزا صاحب کو بھی پہلے الہام ہو چکی تھی۔(دیکھو:((اربعین)): نمبر:۲،(ص:۳۶)،سطر:۲۱،و((اربعین)):نمبر:۳،(ص:۳۶)،سطر:۳)(۴)۔علاوہ ازیں خود مرزا صاحب نے((نزول المسیح))(ص:۵۶)(۵)پر لکھا ہے کہ:۔

’’میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے‘‘۔لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حکم پیچھے ملا اور تعمیل پہلے ہوگئی:’’لأنه لا يقول بذلك إلا من سفه نفسه‘‘۔

(۴):ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب کو تحریک الٰہی کا بھی علم ہو چکا ہو، لیکن انہوں نے اس تحریری معاہدہ کی وجہ سے درج اشتہار نہ کیا ہو جسے ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کی عدالت میں ۲۴رفروری ۹۹ء کو بایں اقرار لکھا تھا کہ’’میں کسی چیز کو الہام بتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا‘‘الخ۔پھر بعد میں اصل حقیقت ظاہر کر دی کہ’’ثناء اللہ کے متعلق رات کو الہام ہوا: أجيب دعوة الداع‘‘(بدر:۲۵راپریل ۱۹۰۷ء)۔لیکن یہاں اشتہار ۱۵راپریل کا ذکر نہیں کیا صرف فقرہ’’جو کچھ لکھا گیا‘‘پر ہی اکتفا کیا۔

(۵):اشتہار مذکور کا فقرہ’’پیشین گوئی نہیں‘‘مرزا صاحب کی ایک دوسری تصریح

---

(۱)الرعد:۳۸۔　(۲)یونس:۵۱۔　(۳)النجم:۳-۴۔

(۴)((روحانی خزائن)):(۱۷/۴۲۶)۔　(۵)ایضا:(۱۸/۴۳۴)۔

کے خلاف ہے۔ مرزا صاحب نے ڈپٹی آتھم کے لئے جو دعا کی تھی جسے ((جنگ مقدس)) کے (ص:۱۸۸)(۱) پر یوں لکھا ہے:۔

''میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی ہے''۔

اسی دعا کو آگے چل کر پیشین گوئی سے تعبیر کیا اور لکھا ''اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی'' پس جیسے آتھم کے لئے بددعا، پیشین گوئی تھی مولانا ثناء اللہ صاحب کے لئے بھی پیشین گوئی ہے۔ اور نتیجہ کے اعتبار سے بھی واحد ہے۔ (۱۵) ماہ کی میعاد مقرر میں آتھم بھی نہیں مرا۔ مرزا صاحب کی زندگی میں مولانا امرتسری بھی نہیں مرے۔ فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق۔

چوتھا عذر:

قادیانی اور لاہوری پارٹی کہتی ہے کہ ۱۵/اپریل کے اشتہار کی دعاء مباہلہ ہے، مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو کتاب ((انجام آتھم)) میں بشمول دیگر علماء دعوت مباہلہ دی تھی اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود بھی اس کو مباہلہ تسلیم کیا ہے، چنانچہ ''مرقع قادیانی'' ماہ جون ۸ء کے (ص:۱۸) پر لکھتے ہیں ''قادیانی کرشن نے ۱۵/اپریل ۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا''۔ چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے مقابل میں نہ دعا کی نہ مرزا صاحب کی دعا پر آمین کہی بلکہ انکار کردیا، اس لئے مباہلہ منعقد نہیں ہوا۔ کیونکہ مباہلہ جانبین سے ہوتا ہے۔

جواب۔ (۱): اشتہار مذکور کو ایک بار پھر پڑھ جایئے، سارے اشتہار میں کہیں بھی مباہلہ کا لفظ نہیں آیا ہے۔

(۲): پرچہ مرقع قادیانی میں مولانا امرتسری نے آگے چل کر یوں لکھا ہے:۔

(۱)((روحانی خزائن)):(۲۹۱/۶)۔

''مرزا صاحب کو میرے حق میں دعا کئے ہوئے (جس کو وہ اوران کے دام افتادہ مباہلہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں) آج ایک سال سے کچھ زیادہ گذر چکے ہیں'' (ص:۱۹)۔

معلوم ہوا کہ دعائے مرزا کو مرزائی لوگ اور خود مرزا صاحب مباہلہ سے تعبیر کرتے تھے نہ کہ مولانا ثناء اللہ صاحب جیسا کہ اگلے پیراگراف میں ثابت کیا جاتا ہے۔ بعون اللہ وفضلہ۔

(۳): مباہلہ بروزن مفاعلہ ہے جو ایک جانب سے بھی ہوتا ہے جیسے ''عاقبت اللص'' (میں نے چور کو سزا دی) مشہور مثال ہے۔ اسی بناء پر خود مرزا صاحب نے کئی یک طرفہ دعاؤں کو مباہلہ سے تعبیر کیا ہے ملاحظہ ہو۔

الف: مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری نے مرزا صاحب کے حق میں دعا کی تھی کہ ''یا مالک الملک''! مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبۃ النصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت قرآنی کا بنا ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ (فتح رحمانی: (ص:۲۶۔۲۷))۔ اس دعا کو مرزا صاحب نے مباہلہ سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ ((حقیقۃ الوحی)) (ص:۲۲۸)(۱): میں لکھتے ہیں:۔

''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنے طور پر مجھ سے مباہلہ کیا'' الخ۔

ب: اسی طرح مرزا صاحب نے مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی کے لئے دعا کی جیسا کہ اپنے اشتہار مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں لکھتے ہیں:۔

''میں نے خدا تعالی سے دعا کی ہے کہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے''۔

پھر اسی یکطرفہ دعا کو مرزا صاحب نے مباہلہ بھی کہہ دیا چنانچہ ((راز حقیقت)) میں لکھتے ہیں:۔

(۱) ((روحانی خزائن)): (۲۲/۲۳۶)۔

''اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر ہیں کہ جو ۲۱/ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے'' (ص:۱) (۱)۔

(۴): عذر اول کے جواب میں مرزا صاحب کا ایک خط بنام مولانا ثناء اللہ صاحب اخبار بدر سے نقل کیا گیا ہے اسی خط میں آگے یہ عبارت بھی مرقوم ہے:۔

حضرت حجۃ اللہ (مرزا صاحب) کے قلب میں ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا، اس واسطے مباہلہ کے ساتھ جو اور شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نا قرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے۔ (اخبار بدر: ۱۳/ جون ۷۰۹ء)

لیجئے کتاب ((انجام آتھم)) میں جو مباہلہ تحریر تھا وہ منسوخ ہو گیا صرف دعا باقی رہ گئی۔

(۵): اسی ((اخبار بدر)) میں سوا دو ماہ کے بعد پھر ایک مضمون شائع ہوا جو فیصلہ کن ہے، وھو ھذا۔

حضرت اقدس مسیح موعود نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان کا ایک اشتہار دے دیا جس میں محض دعا کے طور سے خدا سے فیصلہ چاہا گیا ہے نہ کہ مباہلہ کیا گیا ہے (اخبار بدر: ۲۲/ اگست ۱۹۰۷ء، (ص: ۸) کالم اول)۔

(۶): اسی وجہ سے خلیفہ محمود نے (۲) ((تشحیذ الاذہان)) میں صاف صاف لکھ دیا:۔

''اس دعا کو جو حضرت صاحب نے شائع کی تھی مباہلہ قرار دینا افترا نہیں تو اور کیا ہے؟'' (دیکھو: (۳/ ۸۰)، نمبر: ۶۔ ۷، ماہ جون و جولائی ۱۹۰۸ء)۔

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۴/ ۱۵۳)۔

(۲) مطبوع نسخہ میں یہاں پر "اپنی خلافت کے بعد" عبارت زائد ہے، جس کو مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ حذف کر دیا ہے، اور پیرا کے آخر میں کتاب ((تشحیذ الاذہان)) کا سنہ و صفحہ نمبر درج کیا ہے۔ (خلیفہ محمود یہ غلام احمد قادیانی کا جانشین تھا)۔

اب کہاں ہیں لاہوری ٹریکٹ نویس! مرقومہ بالا تحریروں کو آنکھیں کھول کر پڑھیں۔

نوٹ: ٹریکٹ مذکور کے (ص:۸) پر ایک نوٹ دیا گیا ہے کہ ''مولوی ثناء اللہ صاحب اور اس کے ہمنوا کبھی اس آخری فیصلہ کو مباہلہ کہتے ہیں کبھی دعا اور کبھی پیشین گوئی''۔

ہماری اوپر کی تحریر میں عذر سوم کے نمبر (۵) اور عذر چہارم کے نمبر (۳) الف اور ب کو دوبارہ پڑھ کر انصاف کیجئے کہ خود مرزا صاحب اپنی دعا کو کبھی مباہلہ کہتے ہیں کبھی دعا اور کبھی پیشین گوئی۔ نہ کہ مولانا ثناء اللہ صاحب اور ان کے ہمنوا۔(۱) ﴿كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ﴾ (۲)۔

پانچواں عذر:

جب تمام عذروں کا مرزائی مسلمات سے مسکت جواب دے دیا جاتا ہے تو آخر میں ایک دھیمی سی آواز کانوں میں یہ آتی ہے کہ ''کچھ بھی کہو مولوی ثناء اللہ صاحب خوف زدہ تو ضرور ہی ہو گئے تھے''۔

جواب: دریں چہ شک؟ جب ہی تو مولانا ثناء اللہ صاحب نے اخبار اہلحدیث کو مرزائی مشن کی تردید کے لئے کافی نہ جان کر یکم رجون ۱۹۰۷ء سے ایک الگ پرچہ ماہوار ((مرقع قادیانی)) کے نام سے جاری کر دیا تھا جو مرزا صاحب کی موت کے بعد تک جاری رہا اور اس پرچہ میں بڑے زور شور سے مرزا صاحب کے جوابات شائع ہوتے رہے اگر اسی کا نام ''خوف'' ہے تو ہم بھی صاد کرتے ہیں۔

خلاصۂ مرام اینکہ ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کے آخری فیصلہ والے اشتہار کی بابت جتنے عذر اور بہانے کئے جاتے ہیں وہ پادر ہوا ہیں۔ مرزا صاحب کی دعا قبول ہو چکی تھی اور مئی ۱۹۰۸ء

---

(۱) یہ آیت لاہوری ٹریکٹ کے شروع میں مرقوم ہے۔ (مؤلف)

(۲) المائدۃ:۸۔

میں دنیا نے نتیجۂ دعا کا مشاہدہ بھی کر لیا، ولنعم ما قیل۔

گفت میرد آنکہ کاذب پیشتر ‌ ‌ ‌ در کذب کامل بود اول مردہ شد(۱)

تمام شد

۸؍ جمادی الأخری ۱۳۵۲ھ

(۱) ترجمہ: اس نے کہا تھا کہ کاذب (جھوٹا) پہلے مرے گا کذب (جھوٹ) میں سچا تھا پہلے مر گیا۔

انجمن اشاعت اسلام کے سلسلہ تبلیغ ودعوت

کا

ٹریکٹ نمبر (۵)

مولوی غلام احمد صاحب قادیانی

کے

بعض جوابات پر ایک نظر

تالیف

محدّث علامہ شیخ محمّد ابوالقاسم سیف بن محمّد سعید بنارسی

تحقیق وتعلیق

عبدالأحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونستعينه ونصلي ونسلم على سيد الأنبياء وخاتم المرسلين وعلى آله الطاهرين وعلى صحبه الهادين المهديين۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب خطیب مسجد شاہی نے قادیانی حضرات سے کچھ سوالات کئے تھے، مولوی غلام احمد صاحب کی طرف سے ان کا جواب شائع ہوا ہے، ہم نے بھی دیکھا کیا کہتے ہیں۔

نہ فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　　کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست (۱)

جن مسائل پر اس جواب میں مولوی غلام احمد صاحب نے گفتگو کی ہے ان پر ہماری انجمن کے بعض زیر تالیف وزیر طبع رسائل میں سیر حاصل بحثیں کی گئی ہیں، اور ان شاء اللہ عن قریب یہ سلسلۂ رسائل قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔ مگر پھر بھی جی چاہا کہ اس کے ایک حصہ پر ایک سرسری نظر ڈال دی جائے۔ نتیجہ اب قارئین کے پیش نگاہ ہے، بقیہ رسائل پر مولوی محمد ابراہیم صاحب تو روشنی ڈالیں گے ہی، مگر ہمارے رسائل بھی ان شاء اللہ بہت جلد اس دامِ تزویر و تلبیس کا تار تار بکھیر کر رکھ دیں گے۔ جو مسلمانوں کو ان کے دین متین سے برگشتہ و منحرف کرنے کے لئے آج کل بچھایا جا رہا ہے۔ وما توفیقنا الا باللہ۔

اس سرسری نظر سے مولوی غلام احمد صاحب کی راستبازی و دیانت داری کا اندازہ قارئین کرام کرلیں گے۔ اور اس طرح انہیں ان مولوی صاحب کے دوسرے دعووں کا وزن بھی اجمالاً معلوم ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

اب مولوی غلام احمد صاحب کے جوابات بھی ملاحظہ ہوں اور ہماری گذارشیں:۔

(۱) ترجمہ: سر سے پیر تک جہاں کہیں میں دیکھتا ہوں، کرشمہ (ادا) دامن دل کھینچتا ہے کہ وہ جگہ ہے۔

جواب سوال اول:۔

سوال نہایت صاف تھا، جو مسلمان میرزا غلام احمد بن حکیم غلام مرتضی قادیانی گورداسپوری پنجابی کو مسیح، اور مہدی نہیں جانتا، جو مسلمان میرزا غلام احمد بن میرزا غلام مرتضی قادیانی گورداس پوری پنجابی کو ان کے دعوائے نبوت ورسالت، مسیحیت ومہدویت میں جھوٹا، اور خداع جانتا ہے، اس کو آپ احمدی یا قادیانی یا میرزائی حضرات مسلمان جانتے ہیں، یا نہیں؟ جواب میں مولوی غلام احمد صاحب ہاں کہتے یا نا، مگر اس صاف گوئی پہ کیسے اتر آتے؟ ابھی تو مسلمانوں کو پرچانا ہے، دام میں آلیں تو ان سے نبوت مرزا بھی منوائی جائے اور ساری دنیا کے کلمہ گو، آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین جاننے والے، اوران کی حرمت پر جان چھڑکنے والے مسلمانوں کو کافر بھی کہلوایا جائے، ابھی تو گھی میں چپڑی باتیں کرنا ہے۔

مولوی غلام احمد صاحب یہ اینچ پینچ ٹھیک نہیں، سوال شخصیت کا ہے، سوال میرزا غلام احمد کا ہے، ان کو اپنے دعووں میں جھوٹا جاننے والا، مسلمان باقی رہ جاتا ہے یا نہیں؟ سوال باقی ہے جواب نہیں ہوا۔

جواب سوال (۲) یہاں بھی وہی پیچ وخم، حضرت صاف صاف فرمایئے یوں کہیے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو جو کوئی صرف مجدد یا بزرگ کہے، نبی اور رسول مسیح اور مہدی نہ پکارے تو وہ کافر ہے، اب چاہے عرب وعجم، نہیں سارے جہاں کے مسلمان کافر ہو جائیں، جواب یہ ہونا چاہئے تھا، مگر اینچ پینچ خمیر بن چکا ہے تو سیدھی باتیں کیوں کر ہوں، یقین ہے اب کی جواب صاف ملے گا، جواب صاف مل لے تو کچھ اور گزارش ہو۔

سوال (۳) کا جواب:۔

مولوی غلام احمد صاحب کو آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا تسلیم ہے، مگر وہ معنی جو" آج

کل کے عام مسلمان'' خاتم النبیین کے کرتے ہیں، وہ ان کے نزدیک غلط ہیں، وہ نہ قطعی ہیں نہ اجماعی اور نہ کسی مستند عالم کے بتائے ہوئے۔ مولوی غلام احمد صاحب کا یہ فقرہ:۔ ''جو آج کل کے عام مسلمان کرتے ہیں'' داد طلب ہے۔ ان کے اوران کے اس نبی میرزا غلام احمد صاحب کے سوا اس عہد کے تمام علمائے اسلام ''عوام'' کی صف میں کھڑے کر دیئے جانے کے قابل ہیں:

ہرایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے تمہیں بتاؤ۔۔۔ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

جواب میں ہم گزارش کریں گے کہ جناب کا یہ فتوی غلط ہے اور سرتاسر غلط، کیا خوب ہوتا اگر آپ نے اس ''مفہوم عوام'' کی تصریح بھی فرمادی ہوتی! غالباً مجالِ سخن باقی رکھنے کا ایک پہلو نکالا گیا ہے، درست ہے۔

بات وہ کر کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

خیر مسلمانوں کا عقیدہ ہم ہی عرض کئے دیتے ہیں۔ صدر اول سے لے کر آج تک تمام علمائے اھل السنۃ والجماعۃ سرورکائنات روح دو عالم ﷺ کو اس معنی میں خاتم النبیین جانتے اور مانتے آئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سلسلہ رسالت کے حلقۂ آخرین ہیں اور ایوان نبوت کی خشت ''پسیں''، ان پر نبوت اور رسالت ختم ہوگئی اور درِ رسالت ان کے بعد قیامت تک کے لئے مسدود ہو گیا۔ اب نہ کوئی مستقل اور دارائے شریعت نبی مبعوث ہوگا اور نہ کوئی غیر مستقل یا بقول قادیانی صاحبوں کے ظلی و بروزی، نبی حضرت عیسی بن مریم علیہما السلام اپنی پہلی نبوت کے ساتھ ظاہر ہوں گے مگر پیروی کریں گے شریعت محمدیہ کی۔

مولوی غلام احمد صاحب کی جسارت داد طلب ہے، فرماتے ہیں خاتم النبیین کے یہ معنی قطعی نہیں! ہم گذارش کریں گے مولوی صاحب خوف خدا کرو۔ خود رسول اللہ ﷺ نے

خاتم النبیین کے یہی معنی بتائے ہیں۔اوراس باب میں جوحدیثیں آنحضرتﷺ سے مروی ہیں وہ حدتواتر تک پہنچ چکی ہیں!اب اور قطعی کے معنی کیا ہوں گے۔حافظ ابن حزم اندلسی اپنی بلند پایہ کتاب ((ملل ونحل)) (۱/۷۷) میں فرماتے ہیں:۔

"وقد صح عن رسول الله ﷺ بنقل الكواف التي نقلت نبوته وإعلامه وكتابه أنه أخبر أنه لا نبي بعده" الخ (۱)۔جس طرح ایک جم غفیر نے آنحضرت کی نبوت کی خبر، آنحضرت کے معجزات ودلائل نبوت اور آنحضرت کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) ہم تک پہنچائی ہے اسی طرح اتنی ہی بڑی جماعت نے آنحضرت کی یہ حدیث بھی ہم تک پہنچائی ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ایسا گرامی قدر امام حدیث لکھتا ہے:۔

"وبذلك وردت الأحاديث المتواترة عن رسول الله ﷺ من حديث جماعة من الصحابة رضي الله عنهم" (تفسیر ابن کثیر: (۸۹/۸) (۲)۔

اور (ختم نبوت کے) اسی معنی کی تائید آنحضرت (ﷺ) کی احادیث متواترہ سے ہوتی ہے جن کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

علامۃ العراق سید محمود شکری آلوسی فرماتے ہیں:۔"وكونه ﷺ خاتم النبيين مما نطقت به الكتاب وصدعت به السنة وأجمعت عليه الأمة" (۳)۔اور آنحضرتﷺ کا خاتم النبیین ہونا، سواس کی شہادت قرآن نے دی۔اس کا اعلان احادیث نبویہ نے کیا،اور (بالآخر) اسی پر امت محمدیہ کا اجماع ہوگیا"۔

اب وہ حدیثیں کیا ہیں جن میں خاتم النبیین کے معنی بیان ہوئے ہیں؟ مولوی غلام

(۱) الفصل في الملل والأهواء والنحل از ابن حزم: (۱/۶۷-۶۸)۔

(۲) تفسیر ابن کثیر: (۶/۴۲۸)، مع تحقیق سلامہ۔ (۳) روح المعانی از آلوسی: (۱۱/۲۱۹)۔

احمد صاحب اوران کے ہم نواسنیں اورراستبازی کے ساتھ ان کے معانی پرغور کریں:۔

(۱) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ''اللہ کے جو نبی مجھ سے پہلے آئے ان کے ساتھ میری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی محل تعمیر کیا ہواوراس کی خوبی وزیبائی کا بھی خیال رکھا ہو، مگراس کا کوئی ایک گوشہ ایسا ہو جو ایک اینٹ بغیر ناتمام رہ گیا ہو، لوگ آ آ کے اس محل کو دیکھتے اوراس کی خوبی پرعش عش کرتے ہوں مگر کہتے ہوں یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی، (یہ اینٹ میری ہی نبوت نے رکھی) اور میں خاتم النبیین ہوں''۔ (رواہ البخاری رحمہ اللہ ومسلم رحمہ اللہ واحمد رحمہ اللہ) (۱)۔

یہی روایت دوسرے الفاظ کے ساتھ ((کنز العمال)) میں ابن عساکر (۲) سے یوں آئی:۔ ''پس اس اینٹ کی جگہ میں ہی نے پر کی، اور میری ہی بعثت سے نبوت کا یہ محل اتمام کو پہنچا، اور مجھ پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا''۔

شیخین (بخاری ومسلم) (۳) نے یہی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یوں بھی روایت کی ہے:۔ ''یہ محل خوب تعمیر ہوا، مگر اس ایک اینٹ کے بغیر ناتمام رہا، پس (یہ جگہ میں نے پُر کی) اور انبیاء کا سلسلہ مجھ پر ختم ہو گیا''۔

(۲) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:۔ ''بنی اسرائیل کی سیاست وتدبیر کا کام انبیاء کے ہاتھوں انجام پایا کرتا تھا، جب کوئی نبی مرجاتا اس کی جانشینی دوسرے نبی کو ملتی، مگر میرے بعد

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ، حدیث: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین، حدیث: ۲۲۸۶، مسند احمد: (۸۸/۱۵)، حدیث: ۹۱۲۸۔

(۲) مختصر تاریخ دمشق از ابن منظور: (۱۷۲/۲)، الشریعۃ از آجری: ۹۹۲، مسند البزار: (۱۳۳/۲)، حدیث: ۵۰۶، مسند الشامیین از طبرانی: (۱۷۵/۴)، حدیث: ۳۰۳۷، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ، حدیث: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین، حدیث: ۲۲۸۶۔

کوئی نبی نہیں، میرے جانشین خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے'' الحدیث۔ (رواہ البخاری ومسلم واحمد رحمہم اللہ)(۱)۔

اس روایت میں چند باتیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں:۔

اول: یہ کہ انبیاء بنی اسرائیل کے ذکر کے بعد آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا ''وأنہ لا نبي بعدي'' (اور میرے بعد کوئی نبی نہیں) اس بات پر کھلی ہوئی اور قاطع دلیل ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی غیر مستقل یا غیر تشریعی نبی بھی نہ آئے گا۔ اس لئے کہ انبیائے بنی اسرائیل جو تدبیر وسیاست اور اگلے نبیوں کی جانشینی کے لئے ظہور فرمایا کرتے تھے وہ مستقل اور صاحب کتاب وشریعت انبیاء نہیں ہوا کرتے تھے۔

دوم: یہ کہ یہاں سرور کائنات ﷺ نے اپنی امت کا وہ شرف بھی بتا دیا جس میں وہ اپنا کوئی ہم سر نہیں رکھتی اور وہ شرف یہ ہے کہ اس کے خلفاء انبیائے بنی اسرائیل کا منصب رکھیں گے، اور ان سے تدبیر وسیاست کی وہی خدمت بروئے کار آئے گی جو انبیائے بنی اسرائیل انجام دیا کرتے تھے۔

سوم: یہ کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ''لا نبي بعدي'' کے فقرہ پر اکتفا نہ فرمانا اور ''سیکون خلفاء'' بڑھا دینا ایک اور نکتہ پر تنبیہ کے لئے بھی تھا، اور وہ نکتہ یہ تھا کہ شریعت محمدیہ نے دین الٰہی کی تکمیل کر دی ہے۔ اور اس کا صحیفہ (قرآن حکیم) صحف آسمانی میں مکمل ترین صحیفہ ہے، اور یہ وہ صحیفہ ہے جس کی حفاظت ونگہداشت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے لی ہے، اب اس میں کسی طرح کی تحریف یا کمی بیشی کبھی راہ نہ پائے گی۔ پس جب ایسا ہے تو انبیاء کے ظہور کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے اور اس لئے میرے بعد اس شریعت کی اقامت اور میری امت کی تدبیر وسیاست کے لئے خلفاء میرے جانشین

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث: ۵۵۴۳، صحیح مسلم: کتاب الإمارۃ، باب الأمر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء، الأول فالأول، حدیث: ۱۸۴۲، مسند احمد: (۱۳/۳۴۰)، حدیث: ۷۹۶۰۔

ہوں گے انبیاء مبعوث نہ ہوں گے۔

(۳) غزوۂ تبوک کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے جب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو اپنا جانشین بنا کر مدینہ میں چھوڑنا چاہا تو وہ کچھ ملول نظر آئے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔ ''علی تم کو یہ بات خوش نہیں آتی کہ تم جانشین موسیٰ، ہارون (علیہما الصلاۃ والسلام) کی طرح میرے جانشین بنو؟ (ہاں تم میں اور ہارون میں اتنا فرق ہوگا کہ) میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا''۔ (رواہ البخاری ومسلم)(۱)۔

اس حدیث میں یہ بھی بات قابل لحاظ ہے کہ ہارون علیہ السلام کوئی صاحب شریعت اور مستقل نبی نہ تھے۔ ان کی جانشینی موسیٰ کے ذکر کے بعد آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اس بات پر ناقابل قطع دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اب ہارون علیہ السلام ایسا غیر مستقل اور غیر تشریعی نبی بھی نہ آئے گا۔

مسلم (۲) کی ایک روایت میں ''إلا أنه لا نبوة بعدي '' بھی آیا ہے، (باب فضائل علی رضی اللہ عنہ) معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد ہر طرح اور ہر نوع کی نبوت کی نفی فرمادی، وہ مستقل ہو یا غیر مستقل، تشریعی ہو یا غیر تشریعی، یا بقول قادیانی صاحبوں کے ظلی و بروزی۔

(۴) فرمایا رسول ﷺ نے:۔''لوگو!، یقین کرو (اب) نبوت سے کوئی حصہ باقی نہ رہا، سوا خوشخبریوں کے'' (رواہ البخاری ومسلم) (۳)۔ یہی روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی

(۱) صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک، حدیث: ۴۴۱۶، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فضائل علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۰۴۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فضائل علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۰۴۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب التعبیر، باب المبشرات، حدیث: ۶۹۹۰، صحیح مسلم: کتاب الرؤیا، حدیث: ۲۲۶۵۔

اللہ عنہا سے بھی آئی ہے، وہ فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نہ باقی رہا آپ کے بعد نبوت سے کوئی جز، یا حصہ، سوا خوشخبریوں کے۔ لوگوں نے پوچھا: حضور یہ خوشخبریاں کیا ہیں؟ تو فرمایا "اچھا خواب جو مسلمان دیکھے یا اسے دکھایا جائے" (کنز العمال بروایۃ احمد والخطیب) (۱)۔

اس حدیث صحیح نے بھی صاف صاف بتا دیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کسی شکل و صورت میں باقی نہ رہی، ہاں اس کا چھیالیسواں حصہ (اچھے خواب) ضرور باقی رہا، مگر اس چھیالیسویں حصہ (اچھے خواب) کو نبوت سے کیوں کر تعبیر کیا جا سکتا ہے، اس کا باب ہر مسلمان کے لئے کھلا ہوا ہے۔

(۵) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:۔ "یقین کرو کہ رسالت و نبوت منقطع ہو چکی، اب نہ کوئی رسول میرے بعد آئے گا اور نہ کوئی نبی" (رواہ الترمذی، وقال ھذا حدیث صحیح) (۲)۔

یہ حدیث بھی اس بات پر نص قاطع ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبوت خواہ وہ کیسی ہی ہو نہ آئے گی۔

(۶) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "اے ابوذر! سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں، اور سب سے آخر (پچھلے) محمد ﷺ"۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ) (۳)۔

مولوی غلام احمد صاحب فرمایئے خاتم النبیین کے وہی معنی خود سرور عالم ﷺ بیان فرما رہے ہیں یا نہیں "جو آج کل عام مسلمان کرتے ہیں"؟ کہیں ظلی و بروزی نبی کے ظہور کی گنجائش باقی رکھی؟

---

(۱) مسند احمد: (۴۴۳/۴۱)، حدیث: ۲۴۹۷۶، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۲) سنن ترمذی: أبواب الرؤیا، باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات، حدیث: ۲۲۷۲، مسند احمد: (۳۲۶/۴۱)، حدیث: ۱۳۸۲۴، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۳) صحیح ابن حبان: (۷۶/۲)، حدیث: ۳۶۱، اس حدیث کی سند ضعیف جدا ہے، اس میں ایک راوی ابراہیم بن ھشام الدمشقی ہے، اس کو ابو حاتم نے کذاب قرار دیا ہے، دیکھیں: ((الجرح والتعدیل)) از ابن ابی حاتم: (۱۴۲/۲-۱۴۳)۔

اور یہ "ظلی و بروزی" کا قصہ تو ناحق آپ لوگ چھیڑا کرتے ہیں۔ میرزا غلام احمد صاحب تو کسی نبی کا "سایہ" یا "بروز" ہونا قبول نہیں کرتے، وہ تو صاف صاف اور علانیہ اک مستقل اور صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ اس "ظل و بروز" کے جعل وفریب سے کیا حاصل؟

مولوی غلام احمد صاحب نے فرمایا یہ معنی خاتم النبیین کے اجماعی نہیں، ان احادیث نبویہ کے ہوتے نقل اجماع کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی مگر "تا بخانہ" والی بات پوری کر دینے کی غرض سے ہم امت کا اجماع بھی اس خصوص میں نقل کئے دیتے ہیں:۔

حافظ ابن حزم اور علامۃ العراق کی شہادتیں ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ چند اور وقیع شہادتیں ملاحظہ ہوں:۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ اپنی مشہور تالیف شفاء (۱) میں لکھتے ہیں:۔

"اب جو کوئی اپنے لئے دعوائے نبوت کرے، یا فلسفیوں اور غالی صوفیوں کی طرح ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ نبوت کا اکتساب یا اس رتبۂ بلند تک پہنچنا ممکن بتائے، یا اس بات کا دعوی کرے کہ اس پر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے، اگرچہ یہ شخص دعوائے نبوت نہ کرتا ہو۔۔۔ تو یہ سب کافر ہیں۔۔۔ اور (خاکم بدہن) محمد ﷺ کو جھٹلانے والے ہیں، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے خبر دے دی ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اور خدا کی طرف سے امت کو یہ بات بتلا دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور سارے جہاں کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور امت محمدیہ نے اس بات پر اجماع کر لیا ہے کہ ان احادیث اور آیت ﴿وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾ سے وہی معنی مراد لئے جائیں گے جو بظاہر ان سے سمجھے جاتے ہیں، اور جو معنی سمجھے جاتے ہیں وہی مراد (الٰہی) بھی ہیں، کسی طرح کی کوئی تاویل یا

---

(۱) (۲/۲۸۵)۔

تخصیص جائز نہیں، پس ان تمام لوگوں کے (جو نبوت کا دعوی کریں، یا اسے اکتسابی بتائیں یا اپنے تئیں مہبط وحی الہی جانیں، اگر چہ مدعی نبوت نہ ہوں۔۔۔) کفر میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں۔ان کا کفر قطعا، اجماعا، نیز احادیث کی رو سے ثابت ہے'' (ج ۲/۰ ۲۷۔ ۲۷۱)۔

حجۃ الاسلام امام غزالی اپنی کتاب ((الاقتصاد))(۱) میں لکھتے ہیں:۔

امت محمد یہ نے اس لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اب قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول، اس میں کسی طرح کے چون وچرا یا تخصیص کی مطلق گنجائش نہیں، (یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مستقل نبی نہ آئیں گے، مگر غیر مستقل یا ''ظلی وبروزی'' نبیوں کے آنے کی گنجائش باقی ہے)

اس باب میں چون وچرا یا تخصیص کرنے والا قطعا کافر ہے اس لئے کہ وہ اس صریح آیت قرآنی کو جھٹلا رہا ہے، اس آیت قرآنی ﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ کی نسبت تو امت محمد یہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ نہ تو اس کے مفہوم ومعنی میں کسی طرح کی تاویل جائز ہے اور نہ تخصیص''۔

اسی طرح کی وقیع اور مستند شہادتیں اور بھی پیش کی جا سکتی ہیں جن سے یہ بات آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو جاتی کہ صدر اول سے لے کر آج تک امت کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی معنی میں خاتم النبیین ہیں جو بقول مولوی غلام احمد صاحب کے ''آج کل کے عام مسلمان'' کرتے ہیں۔

اب رہا مولوی غلام احمد صاحب کا یہ فرمانا کہ یہ ایک عامیانہ معنی ہیں ''اھل السنت والجماعت کے کسی ایسے شخص کے بیان کردہ بھی نہیں جو اپنے زمانہ میں مشہور عالم اور اپنے

(۱)(ص:۱۳۷)۔

تقوے وعلم لدنی میں مرجع انام رہا ہو''۔ سو اس بات کا جواب لکھنے سے پیشتر ہم ان سے اتنا پوچھیں گے کہ اے بندۂ خدا، اتنا بڑا جھوٹ لکھ کر خلق خدا میں شائع کرتے آپ کو مطلق شرم نہ آئی؟ آپ کا جہاد اور آپ کی تبلیغ، یہ سب کچھ جھوٹ اور فریب کی راہ میں ہے؟

مولوی صاحب آپ نے اپنی پندار میں ''شہرت''، ''تقوی''، ''علم لدنی'' اور ''مرجعیت'' کی قید بڑھا کر گویا خلق خدا کی آنکھوں میں خاک جھونک ہی دی!!

لوگو! ذرا ان مولوی صاحب کی دلیری اور بے جگری دیکھنا! کیسی جسارت ہے اور کیسی جرأت!! فرماتے ہیں اور پھر کس انداز سے فرماتے ہیں:۔

''قرآن وحدیث میں یہ الفاظ آنحضرت ﷺ کی مدح میں وارد ہیں''۔

مولوی صاحب! یہ الفاظ ایک بڑی ہی مہتم بالشان دینی حقیقت کے اعلان کے لئے بولے گئے ہیں، محض مدح وستائش ان سے مقصود نہیں۔ آپ ان کو مدح کے الفاظ بتا کر ملت بیضاء کے اس اصل عظیم سے مسلمانوں کو برگشتہ ومنحرف دیکھنا چاہتے ہیں جس نے آج تک اسے بہت سے جہاں آشوب فتنوں سے بچائے رکھا ہے، جسے اگلی آسمانی کتابوں نے بھی اس شریعت غراء کا طغرائے امتیاز بتایا ہے، مگر آپ اس بہلاوے میں نہ رہیں، مسلمان جب تک مسلمان ہے اس پر یہ فریب نہیں چل سکتا۔

کیوں مولوی صاحب، رسول اللہ ﷺ کے جانشین اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے نزدیک کوئی مستند عالم دین ہیں یا نہیں؟ وہ تو خاتم النبیین کے وہی ''معنی کرتے ہیں'' جو آج کل کے عام مسلمان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''قد انقطع الوحي وتم الدين أو ينقص وأنا حي''؟ وحی منقطع ہو چکی، دین الٰہی مکمل ہو چکا، کیا یہ میری زندگی ہی میں نقصان پذیر ہوگا؟ (میری زندگی پھر کس دن اسلام کے کام آئے گی؟) (رواہ

النسائي بهذا اللفظ، ومعناه في الصحيحين، وكذا في الرياض النضرة للطبري، وتاريخ الخلفاء للسيوطي)(۱)۔

آنحضرت ﷺ کے وصال (۲) کے موقعہ پر فرمایا: ''اليوم فقدنا الوحي ومن عند الله عزوجل الكلام'' (رواہ ابواسماعیل الھروی فی دلائل التوحید (کنز العمال: (ج: ۵۰/۴))(۳)۔

آج وحی کلامی ہم سے منقطع ہوئی، اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہم سے رک گیا۔

ایک بار حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے کے لئے آئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے ہمراہ تھے، ام ایمن ان صاحبوں کو دیکھ کر رونے لگیں، ان صاحبوں نے سمجھایا کہ ام ایمن رونے کا کیا مقام ہے، آنحضرت ﷺ کیلئے وہی بہتر تھا جو اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کے لئے مقدر تھا۔ اس پر اس نیک بی بی نے کہا: ''یہ تو میں بھی جانتی ہوں، مجھے تو رونا اس بات پر آیا کہ آنحضرت ﷺ کی رحلت کے ساتھ وحی آسمانی بھی ہم سے منقطع ہوگئی''۔ اس پر ان بزرگوں کی آنکھیں بھی اشکبار ہوگئیں۔ (کنز العمال: (ج ۴۸/۴)، وصحیح مسلم: (ج ۲۹۱/۲))(۴)۔

مولوی غلام احمد صاحب فرمائیں: ۔صدیق اکبر، فاروق اعظم، خادم رسول، اور ام

---

(۱) ریاض النضرۃ: (۱۴۷/۱)، میں یہ عبارت من وعن موجود ہے، لیکن مجھے یہ اثر ((جامع الأصول)): (۲۰۵/۸)، حدیث: ۶۲۲۶۔ کے علاوہ کہیں نہیں مل سکا۔ بہت ممکن ہے کہ میں اپنی تحقیق میں بحث وتفتیش کا حق ادا نہ کر سکا ہوں بلکہ ایسا ہی ہے۔ تو اس مقام پر مجھ کو معذور سمجھ کر درگزر سے کام لیا جائے۔ واللہ اعلم

(۲) یہاں وصال کا لفظ وفات کے معنی میں ہے، گرچہ اس لفظ کا استعمال کرنے سے بچنا زیادہ صحیح ہے۔

(۳) الاربعون فی دلائل التوحید از هروی: (۸۶/۱)، حدیث: ۳۵۔

(۴) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ام ایمن رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۵۴۔

ایمن کا زہد وتقوی، علم وکمال، قابل اعتماد ہے یا نہیں؟۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے اور اسمائے گرامی بھی اس باب میں لئے جا سکتے ہیں، مگر بہ نیت اختصار ان کو ہم یہاں نہیں لکھتے، انجمن کے ٹریکٹ ''ختم نبوت اور میرزا غلام احمد قادیانی'' کا انتظار کیجیے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام اہل الفن محمد بن اسماعیل البخاری، علم المحدثین امام مسلم، امام اہل السنۃ امام احمد بن حنبل، امام دار الہجرۃ امام مالک بن انس وغیرہم رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی نسبت مولوی غلام احمد صاحب کا کیا فتوی ہے؟ ان بزرگوں کو علماء کی صف میں جگہ ملے گی، یا (خاکم بدہن) عوام کی بھیڑ میں؟

پھر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، حافظ ابن حجر، حافظ ابن کثیر، حافظ قسطلانی، شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، حجۃ الاسلام امام غزالی، قاضی عیاض صاحب شفا، حافظ ابن حزم اندلسی، عارف باللہ شیخ عبد الغنی نابلسی وغیرہم کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ کیا ان کو بھی طبقۂ عوام میں رکھا جائے گا یا مسند علم تک لائے جانے کی اجازت ہوگی؟

اللہ اللہ، ان میں سے ہر شخص اپنے زمانہ کا صاحب اورنگ علم وکمال، صدر نشین بزم ایقان ومعرفت، آیۂ ورع وتقوی، خزانہ علوم کتاب وسنت اور امیر المؤمنین حفظ ونقد تھا! ہم اخلافِ امت وبیچارگان دورۂ آخر تو ان ائمۂ دین وکاملین علوم کی خدماتِ جلیلۂ علم ودین کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ ان کی نسبت بھی مولوی غلام احمد صاحب ''عام مسلمان'' فرمادیں تو بس انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھئے اور چپ ہو رہئے۔

ان تمام بزرگوں کی تصریحات اگر نقل کی جائیں تو ان کے لئے ایک دفتر مطلوب ہوگا، مگر ان کو ہم بالکل نظر انداز کر جانا بھی نہیں چاہتے۔ حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حزم، قاضی

عیاض، امام غزالی رحمہم اللہ اجمعین کی تصریحات آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ((الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان))(۱) میں فرماتے ہیں:۔

''اگلی امتیں محدثین (وہ لوگ جن کو خدا شرف القاء کلام بخشتا ہے اگرچہ وہ نبی نہیں ہوتے) کی محتاج تھیں، مگر امت محمدیہ کو اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کے طفیل ان سے بھی بے نیاز فرمادیا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد نہ یہ امت کسی نبی کی حاجت مند رہی اور نہ کسی محدث کی، وہ ساری بزرگیاں، علوم اور نیکوکاریاں اگلے انبیاء میں پھیلی ہوئی تھیں محمد رسول اللہ ﷺ میں جمع کردیں''۔

اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم؟(۲)

شیخ عبدالغنی نابلسی ((شرح فصوص الحکم)) میں فرماتے ہیں:۔

''اور کچھ شک نہیں کہ نبوت ورسالت اپنی تمام شکلوں اور صورتوں میں ہمارے نبی ﷺ پر ختم ہوگئی، اب قیامت تک کسی کو نبوت یا رسالت نہ ملے گی''(۳)۔

شیخ موصوف اپنی تالیف ((شرح فراید)) میں لکھتے ہیں: ''قرآن مجید نے تصریح فرمادی کہ ''آنحضرت ﷺ خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہیں''۔ اور امت کا اس بات پر اجماع ہوگیا کہ یہ الفاظ اپنے ظاہر پر رکھے جائیں گے''۔ (ان میں کوئی تاویل وتخصیص وغیرہ جائز نہ رکھی جائے گی)۔

امام المفسرین ابن جریر الطبری فرماتے ہیں: ''ولکنه رسول الله وخاتم النبیین

---

(۱) (ص:۹۴)۔ (۲) اے خوبیوں کے مجموعے میں تجھے کیا نام دوں۔

(۳) مسمی بہ: ((جواہر النصوص فی حل کلمات الفصوص)): (ص:۸۱)۔

الذي ختم النبوة فطبع عليها ولا تفتح لأحد بعده إلى قيام الساعة "(تفسیر: (۱۱/۲۲))

(۱)۔ لیکن آنحضرت اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، وہ خاتم النبیین جن پر نبوت ختم ہوگئی، اور جن کے بعد اس پر مہر لگا دی گئی اب وہ آنحضرت کے بعد کسی کے لئے قیامت تک نہ کھلے گی۔

اب تو غالبا مولوی غلام احمد صاحب یہ نہ فرمائیں گے کہ خاتم النبیین کے جو معنی آج کل کے عام مسلمان کرتے ہیں، وہ کسی مستند عالم اہل سنت والجماعت نے نہیں بیان کئے ہیں۔

جواب سوال (۴): اس جواب میں تو مولوی غلام احمد صاحب نے قیامت ہی کردی، فرماتے ہیں "جتنے مقامات پر قرآن حکیم یا احادیث نبویہ میں یہ الفاظ "ختم النبيون" اور "لا نبي بعدي" آئے ہیں۔ اتنے ہی ان کے جدا جدا معانی ہیں"، بس انتہا ہوگئی۔ اب کتاب وسنت پر کس کو اعتماد رہے گا، جب ان کی پریشان بیانی کا یہ حال ہے کہ ایک ہی لفظ اور ایک ہی ترکیب اگر سو جگہ استعمال ہوئی ہے تو اس کے معانی بھی اتنے ہی ہیں درست ہے۔ جب تک کتاب وسنت کا سنگ گراں راہ سے نہ ہٹے گا میرزا غلام احمد صاحب اوران کے مریدوں کے منصوبے برروئے کار کیوں کر آئیں گے؟

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جعل وتحریف کی یہ پرخطر راہ اگر کھل گئی تو دین متین کو کہیں پناہ نہ ملے گی، مگر یہ قیامت تک نہ ہوگا۔

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (۲)۔

اس جواب میں اک اور قیامت کی، جناب مجاہد فرماتے ہیں: "ہم احمدی وہی معنی مراد لیتے ہیں جو آنحضرت ﷺ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، اور اولیاء امت نے بیان فرمائے ہیں"۔

---

(۱) دیکھیں: ((تفسیر ابن جریر)): (۱۹/۱۲۱)۔ (۲) الصف: ۸۔

مولوی غلام احمد صاحب آپ کی بے جگری کی جس قدر داد دی جائے کم ہے۔

قارئین کرام! آپ نے آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے معنی تو سن لئے یہ چند حدیثیں جو نقل ہوئیں خاتم النبیین کے معنی بتانے میں کتنی روشن ہیں، حدیثیں اور بھی ہیں مگر اختصار منظور تھا، انہی پر اکتفا کیا گیا۔

صحابۂ رسول ﷺ نے خاتم النبیین کے جو معنی سمجھے وہ بھی مذکور ہوئے، مسیلمہ، اسود عنسی، طلیحہ کے قصے بھی گوش زد ہوں گے، مسیلمہ نے تو قیامت کردی تھی، اذانوں میں بڑی بلند آہنگی سے پکرواتا: ''اشھد أن محمدا رسول اللہ''، مستقل نبوت کا کبھی دعوی نہ کیا، مگر پھر بھی باجماع صحابہ گردن زدنی قرار پایا۔

عائشہ صدیقہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کے اثر کی جو شرح بیان فرمائی ہے اس میں تو واقعی مولوی صاحب نے بے دھڑک جہاد کا ہاتھ دکھایا ہے، کیسی دل آویز تفسیر فرمائی ہے؟ فرماتے ہیں دیکھو: حضرت عائشہ فرماتی ہیں ''اے لوگو! آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد نبی نہ ہوگا (۱)، معلوم ہوا خاتم النبیین آئندہ ظلی نبوت کو نہیں روکتا'' مولوی صاحب کا یہ فقرہ بس بیت الغزل ہے۔ سبحان اللہ۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں　　زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

مولوی صاحب داد تو آپ کے اندازہ سے زیادہ آپ کو ملے گی لیکن اگر حضرت خلیفۃ المسیح کے تیور میلے نظر آئے تو؟

کیوں صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو "لا نبی بعدہ" کہنے سے کیوں روک دیا؟ آپ فرمائیں گے سبب ظاہر ہے۔ اس لئے روک دیا کہ اس فقرہ "لا نبی بعدہ" سے تو نبوت ظلی کی نفی بھی ہو جاتی تھی جو ام المؤمنین کو منظور نہ تھی'' خاتم النبیین'' کے

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: (۵۲۱/۱۴)، حدیث: ۲۸۳۵۴۔ دکتور شثری نے اس کی سند صحیح قرار دیا ہے۔

لفظ سے اس غلط فہمی کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہ تھا، اسے برقرار رکھا۔

مولوی غلام احمد صاحب، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے "لا نبي بعده" سے نبوت ظلی کا انتفا سمجھا، آپ کے نزدیک انہوں نے صحیح سمجھا، ہماری کیا مجال جو ہم اُم المؤمنین کے فہم عالی سے اختلاف کریں۔ اب یہ بات طے ہوگئی کہ "لا نبي بعده" سے نبوت ظلی کی نفی بھی ہو جاتی ہے، اور مقرر ہو جاتی ہے۔

اب فرمائیے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی تو یہی فقرہ بعینہا استعمال فرمایا ہے۔ اک ضمیر غائب و متکلم کا فرق ہے اور یہ فرق ہونا ہی تھا، جب آپ ﷺ گفتگو فرمائیں گے تو فرمائیں گے: ''کوئی نبی میرے بعد نہ ہوگا'' جب کوئی امتی یہی بات کہے گا تو کہے گا'' کوئی نبی آپ کے بعد نہ ہوگا''۔ فقرہ وہی رہا ترکیب وہی رہی۔ اب بقول صدیقہ رضی اللہ عنہا کے، نیز بقول آپ کے آنحضرت ﷺ نے ''لا نبي بعدي ''فرما کر ظلی نبوت کی نفی بھی فرمادی! اب کوئی ظلی نبی بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں آسکتا، چلئے قصہ پاک ہوا، اب جھگڑا کا ہے کا؟

شکر اللہ کہ میانِ من و تو صلح فتاد　　حوریان رقصِ کنان دست بہ پیمانہ زوند(۱)

اب ایک سوال البتہ بحث طلب رہ جاتا ہے۔ ایک طرف ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو (بہ پندار باطل مولوی غلام احمد) نبوت ظلی کے باب میں یہ اہتمام کہ وہ مسلمانوں کی زبان سے کوئی ایک ایسا فقرہ سننا پسند نہیں فرماتیں جس سے نبوت ظلی کا انقطاع بھی ٹپکتا ہو، دوسری طرف سرور دو عالم ﷺ کا فرمان واجب الاذعان کہ اب نبوت ظلی بھی منقطع ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کچھ ایسے مستند بزرگوں کی روایت سے ہم تک پہنچا ہے کہ بس مانتے ہی بن پڑے۔

(۱) ترجمہ: اللہ کا شکر ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان صلح ہوگئی حوریں ہاتھ میں پیمانہ لیکر رقص کر رہی ہیں۔

(۲) ہماری اس تدبیر کے بعد یاران طریقت کی کیا حیثیت ہے۔

چیست یارانِ طریقت بعد ازین تدبیر ما؟ (۲)

مولوی غلام احمد صاحب، پڑھئے لسان الغیب کا وہ شعر۔

الا یا ایہا الساقی اُدر کاً سا وناولہا * کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا! (۱)

مولوی صاحب۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نہ داند جام سندان باختن (۲)

احادیث نبویہ و آثار صحابہ سے کھیلنا آپ پر زیبا نہیں۔

سبک زجائے نہ گیری کہ بس گراں گہرست متاع من کہ مبادش نصیب ارزانی (۳)

آیئے اصل حقیقت ہم آپ کو بتائیں:

اول تو اس (اثر عائشہ رضی اللہ عنہا) کی سند سخت نا قابل وثوق ہے، یقین کے ساتھ کوئی اہل فن اس قول کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ جرأت ہو تو آیئے اور سند بتا کے اس پر از روئے قواعدِ اہل فن بحث کیجئے اور اسے قابل وثوق ثابت کیجئے۔

دوسرے اس ایک اثر کو صحیح اور مرفوع حدیثوں کے مقابلہ میں پیش کرنا کہاں کی دین پرستی ہے؟ ایک مجہول الاسناد اثر کو ((بخاری)) و ((مسلم)) اور اصحاب سنن کی صحیح اور مرفوع حدیثوں کے مقابلہ میں جو متعدد صحابیوں اور مختلف طرق سے آئی ہیں، پیش کرتے آپ ذرا نہ جھجکے، قیامت کر دی۔

اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے انقطاع نبوت و رسالت والی بھی حدیث

(۱) ترجمہ: اے ساقی ایک گلاس جام ہم کو بھی پلا، کہ عشق پہلے آسان معلوم پڑتا ہے بعد میں مشکل آپڑتی ہے۔

(۲) ترجمہ: ایک ہاتھ (ہتھیلی) میں شریعت کا جام اور دوسرے ہاتھ میں عشق کی نہائی، جام و سندان سے کھیلنا ہر بوالہوس کا کام نہیں ہے۔

(۳) ترجمہ: اور موتی بھاری ہے جو جگہ لیتی ہے، ہلکی چیز جگہ نہیں لیتی ہے، جو سستی چیز ہے وہ میرا مال نہیں ہے۔

آئی ہے جو اوپر مذکور ہوئی، فرماتی ہیں، عن النبي ﷺ أنه قال: «لا يبقى بعدي من النبوة شيء إلا المبشرات» الحديث، (کنز بروایت احمد رحمہ اللہ وخطیب) (۱)۔ اس حدیث میں کس صراحت اور قطعیت کے ساتھ وارد ہے کہ نبی ﷺ کے بعد نبوت کا کوئی حصہ کوئی جزء باقی نہ رہے گا، بجز اچھے خوابوں کے۔ اور ظاہر ہے کہ اچھا خواب کسی کو نبی اور رسول نہیں بنا دیتا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود ایک ایسی صاف اور صریح حدیث روایت کر رہی ہیں تو کیوں کر باور کر لیا جائے کہ انہوں نے یہ نبوتِ ظلی والی میخ آپ کی خاطر رکھنے کو لگا دی؟

مولوی صاحب، ((درمنثور)) ہی میں تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کا اثر بھی منقول ہے اسے کیوں آپ نے نظر انداز فرمایا؟ آپ کو اپنے مدعی کے لئے دو دو شہادتیں مل جاتیں۔

مجھ سے تم چھپ نہ سکے، جان جہان، دیکھ لیا — تم جہاں جا کے چھپے ہم نے وہیں دیکھ لیا

واقعہ یہ ہے کہ کچھ کوتاہ فہم سادہ مزاج حدیث ''لا نبي بعدي'' کے معنی یہ سمجھ رہے تھے کہ اب نہ کسی کو نئے سرے سے نبوت ملی گی اور نہ کسی ایسے نبی کا ظہور ممکن ہے جس کو نبوت آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے مل چکی ہو۔

ایسے کم فہم لوگوں کے لئے ان بزرگوں نے فرمایا کہ اگر حدیث ''لا نبي بعدي'' تم لوگوں کے لئے وجہ حیرت بن رہی ہے تو ایک خاتم النبیین ہی پر اکتفا کرو، کہ اس سے بھی مدعا حاصل ہو جاتا ہے، ورنہ تمہاری کوتاہ اندیشی تم سے نزول عیسیٰ کا انکار کرا دے گی حالانکہ ان کا نزول یقینی ہے، اور وہ آنحضرت سے پیشتر بھی نبی تھے اور آنحضرت ﷺ کے بعد بھی نبی ہوں گے، (مگر یہ وہی نبوت ہوگی جو آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پیشتر انہیں مل چکی تھی، کوئی نئی نبوت نہ ہوگی)۔

(۱) مسند احمد: (۴۴۳/۴۱)، حدیث: ۲۴۹۷۶، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اب آثار اور احادیث صحیحہ مرفوعہ کے درمیان کوئی تعارض نہ رہا۔ یہ ہم نے کوئی نئی بات نہیں کہہ دی ہے۔ تمام اکابر مفسرین واعیان علمائے دین نے اس نکتہ کا ذکر فرمایا ہے (۱)۔

مولوی صاحب! یہ بات خاطرِ عاطر سے کبھی نہ جائے کہ جب احادیث نبویہ اور آثار صحابہ میں تعارض نظر آئے تو آثار صحابہ تابع کردیئے جائیں گے احادیث کے، اور ان کی ایسی شرح کی جائے گی جو ان کو احادیث کے مطابق کردے، یہ سخت بے ایمانی ہے کہ صحیح اور مرفوع احادیث کے ہوتے آثار سے استناد کیا جائے اور پھر ان کی ایسی تاویل کی جائے جو ان کو احادیث صحیحہ سے ٹکراتی رہے۔ مولوی صاحب!

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن پسِ حدیثِ مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن (۲)

مولوی غلام احمد صاحب، اب آیئے آپ کی پیش کردہ حدیث ''لو عاش إبراهيم'' پر بھی ایک نظر ہو جائے۔

آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی مسلمان کو فریب دیتے، اور اس پر مجاہد اور داعی حق ہونے کے بلند بانگ دعوے؟ یہ کہاں کی راستبازی ہے کہ صحیح حدیثوں کو پردۂ خفا میں رکھا جائے یا ان کی تاویلیں کی جائیں اور ضعیف ومنکر حدیثوں کو شہرت دی جائے اور ان سے استناد کیا جائے؟

دیکھئے حدیث «ولو عاش إبراهيم لكان صديقا نبيا» (۳) سے متعلق کہیں دور جانے کی حاجت نہ تھی، سنن ابن ماجہ جس سے آپ نے یہ حدیث نقل کی ہے اس کے حاشیہ

---

(۱) تفصیل کے لئے ہمارے ٹریکٹ ختم نبوت کا انتظار کیجئے۔ (مؤلف)

(۲) ترجمہ: کلام اللہ کو معظم جاننا اور احادیث نبویہ کو دل سے تسلیم کرنا ہی دین کی اصل ہے۔

(۳) سنن ابن ماجہ: کتاب الجنائز، باب ما جاء في الصلاة على ابن رسول اللہ ﷺ وذكر وفاته، حدیث: ۱۵۱۱، مسند احمد: (۱۹/۳۵۹)، حدیث: ۱۲۳۵۸۔

ہی پر یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ یہ حدیث درخورِ استناد و قابل اعتماد نہیں، اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ''متروک الحدیث'' ہے(۱)، مگر اپنی دیانت ملاحظہ فرمائیے کہ اس بات کو آپ اس طرح پی گئے ہیں گویا قابل التفات تھی ہی نہیں!

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس راوی کی نسبت لکھتے ہیں: ''متروک الحدیث'' ہے، اس کی حدیث نہیں لی جاتی، (تقریب)(۲)۔

پھر ((تہذیب التہذیب)) میں اس راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کی نسبت ائمۂ رجال کی یہ رائیں نقل کی ہیں: ۔ضعیف ہے، قابل وثوق نہیں، درجہ اعتبار سے ساقط ہے، ائمہ حدیث نے اس کی روایتیں قبول نہیں کی ہیں۔ یہ شخص اپنے لکھے ہوئے مجموعۂ احادیث پر اپنے جی سے اضافے کردیا کرتا تھا۔ اس شخص کی روایتیں نہیں لکھی جاتیں۔ ''منکر الحدیث'' ہے، شعبہ نے اس شخص کو جھوٹا کہا ہے، وغیرہا (۳)، ائمۂ رجال کی یہ شہادتیں ملاحظہ فرمائیں آپ نے۔ اک ایسے راوی کی روایت سے مسئلہ ختم نبوت جیسے اہم مسئلہ میں استشہاد۔کیسی دلیری ہے!!

صاحبو! ان مولوی صاحب کی ایمانداری دیکھئے، اس ضعیف، منکر، اور نا قابل استناد حدیث سے پہلے اسی سنن ابن ماجہ میں اک صحیح اور درخور استناد اثر بھی جگر گوشۂ رسول ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے۔ یہ اثر چونکہ مولوی صاحب کے مدعی کے خلاف تھا بے تکلف ٹال گئے، اس طرح ٹال گئے گویا تھا ہی نہیں! وہ اثر مولوی صاحب کے مدعی کے لئے پیام موت ہے۔

عبداللہ ابن ابواوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے جگر بند رسول ﷺ ابراہیم کی دید سے آنکھیں روشن کی ہیں، وہ چھٹ پنے ہی میں اللہ کو پیارے ہوئے، اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا آنا مقدر ہوتا، تو ابراہیم (نور نظر ﷺ) کو زندگی ملتی، مگر (قضائے

---

(۱) دیکھیں: ((تقریب التھذیب)): (ص: ۹۲)، رقم: ۲۱۵۔

(۲) ایضا۔　(۳) دیکھیں: ((تہذیب التہذیب)): (۱/۱۴۴ـ۱۴۵)، رقم: ۲۵۷۔

الٰہی تو یہ ٹھہر چکی تھی کہ) آپ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا‘‘۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی فرمایا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

«ولكن لم يبق لأن نبيكم آخر الأنبياء» (أخرجہ ابوعمر)(۱)۔ وہ اس لئے زندہ نہ رہے کہ نبی کریم آخر الانبیاء ہیں۔

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا اثر امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: «لو قدر أن يكون بعده نبي لعاش إبراهيم» (۲)۔

سنن ابن ماجہ کی ضعیف الاسناد حدیث کس شدومد کے ساتھ پیش کی گئی تھی! مگر یہ صحیح اور قابل استشہاد آثار قابل ذکر بھی نہ سمجھے گئے۔

ان آثار سے یہ بھی روشن ہوگیا ہوگا کہ ابن ابی اوفی اور خادم رسول ﷺ انس بن مالک رضی اللہ عنہ جیسے اجلۂ صحابہ بھی خاتم النبیین کے وہی معنی بیان کرتے اور سمجھتے تھے جو بقول مولوی غلام احمد کے ’’آج کل کے عام مسلمان کرتے ہیں‘‘۔

---

(۱) ابن مندہ، ماخوذ از فتح الباری از ابن حجر العسقلانی: (۱۰/۵۷۹)، اور ابن حجر نے اس کی تصحیح کی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)): (۱/۳۸۸) میں فرماتے ہیں: ’’وهذه الروايات وإن كانت موقوفة فلها حكم الرفع إذ هي من الأمور الغيبية التي لا مجال للرأي فيها، فإذا عرفت هذا يتبين لك ضلال القاديانية في احتجاجهم بهذه الجملة: "لو عاش إبراهيم لكان نبيا" على دعواهم الباطلة في استمرار النبوة بعده ﷺ لأنها لا تصح هكذا عنه ﷺ وإن ذهبوا إلى تقويتها بالآثار التي ذكرنا كما صنعنا نحن فهي تلقمهم حجرا وتعكس دليلهم عليهم إذ إنها تصرح أن وفاة إبراهيم رضي الله عنه صغيرا كان بسبب أنه لا نبي بعده ﷺ ولربما جادلوا في هذا - كما هو دأبهم - وحاولوا أن يوهنوا من الاستدلال بهذه الآثار، وأن يرفعوا عنها حكم الرفع، ولكنهم لم ولن يستطيعوا الانفكاك مما ألزمناهم به من ضعف دليلهم هذا ولو من الوجه الأول وهو أنه لم يصح عنه ﷺ مرفوعا صراحة‘‘۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الأدب، باب من سمی باسماء الأنبیاء، حدیث: ۶۱۹۴۔

اولیاء اللہ اور علماء امت

پر

مولوی غلام احمد صاحب کے شرمناک بہتان

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔"(خاتم النبیین کے) ہم احمدی وہی معنی لیتے ہیں جو آنحضرت ﷺ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اولیاء امت رحمہم اللہ نے بیان فرمائے ہیں"۔

یہ مولوی صاحب جب اتنے دلیر و بے جگر ہیں کہ سرور کائنات ﷺ اور آپ کی عزیز بیوی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان جڑتے نہ جھجکے تو اولیاء اللہ اور علمائے امت کو کب خاطر میں لاتے! خاتم المرسلین آخر النبیین محمد الامین ﷺ کی پاک حدیثیں، اور صحابہ، علی الخصوص ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آثار آپ نے سن لئے اور مولوی غلام احمد صاحب کی راستبازی کے منظر دیکھ لئے، اب آیئے دیکھئے اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے ساتھ ان کا کیا برتاو ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوبِ گرامی سے یہ ثابت کرنے کی سعی بے سود کی گئی ہے کہ آپ نے بھی خاتم النبیین کے وہی معنی بیان فرمائے ہیں جو نبوت مرزائیہ کے نقیبوں نے بتائے اور بتا رہے ہیں۔ درپردہ یہ کہنا مقصود ہے، کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آنحضرت ﷺ کے بعد جدید نبیوں کا آنا جائز بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ جدید نبی چونکہ ظلی ہوں گے اور بہ تبعیت نبوت محمدیہ (علی صاحبہا اَلف اَلف تحیۃ) آئیں گے ان کا آنا آنحضرت ﷺ کی خاتم النبیینی کے منافی نہ ہوگا!

یقین کیجئے ان قادیانی صاحبوں کی بے دھڑک کتر بیونت دیکھ کر روح کانپ اٹھتی ہے حضرت مجدد الف ثانی اور ان کا خاتم النبیینی آنحضرت ﷺ!!! اللہ اللہ، یہ قادیانی حضرات بڑے دل گردے کے لوگ ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سے ایک ٹکڑا لے لیا باقی ٹکڑے پی گئے، لوگو! پورا مکتوب پڑھو اور انصاف کرو، حضرت مجدد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

حمد وصلاۃ کے بعد میرے فرزند مولانا امان اللہ پر واضح ہو کہ نبوت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں اور اس کا عروج حق تعالیٰ کی طرف میلان رکھتا ہے اور اس کا نزول خلق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالۃ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو نصیب ہے۔ اور یہ منصب انہی بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ منصب حضرت سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل صلی علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے۔

حاصل کلام یہ کہ تابعداروں اور خادموں کو اپنے مالکوں اور صاحبوں کی دولت اور پس خوردہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے، پس انبیاء علیہم الصلاۃ کے قرب سے ان کے کامل تابع داروں کو بھی حصہ حاصل ہوتا ہے اور اس مقام کے علوم ومعارف اور کمالات بھی بطریق وراثت کامل تابعداروں کو نصیب ہوتی ہیں۔ ع:

خاص کند بندۂ مصلحت عام را (۱)

پس خاتم الرسل علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کے بعد ان کے کامل تابعداروں کو بطریق تبعیت ووراثت کے کمالات نبوت کا حاصل ہونا ان کی خاتمیت کے منافی نہیں۔ ﴿فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ (۲) (مکتوب: ج ۱/۳۰۱)۔

اس مکتوب میں حضرت مجدد رحمہ اللہ نے جن حقائق ومعارف کی جانب اشارہ فرمایا ہے وہ ایسے تھے کہ اگر مولوی غلام احمد صاحب اور ان کے ہم نوا راستبازی کے ساتھ ان پر غور کرتے تو کبھی ایسا شرمناک بہتان ان پر نہ جوڑتے۔ حضرت مجدد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

---

(۱) مصلحت والا بندہ عام کو خاص کرتا ہے۔ (۲) آل عمران: ۶۰۔

(۱) نبوت میں ظلیت کی آمیزش نہیں۔ (۲) یہ قرب بالاصالۃ صرف انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے، (۳) یہ منصب انہیں بزرگواروں کے ساتھ خاص ہے، (۴) یہ منصب حضرت سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلاۃ پر ختم ہو چکا۔ (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ (۶) ان کو شریعت محمدیہ کی اتباع کرنا پڑے گا۔ (۷) جس طرح دولت مندوں کے خوانِ کرم سے ان کے خادموں کو بچا کھچا مل جاتا ہے، انبیاء علیہم السلام کے خوان نبوت سے بھی ان کے سچے خادموں اور پیرووں کو ان کا پس خوردہ مل جاتا ہے، یعنی ان کے علوم ومعارف اور ان کے کمالات سے ان کے سچے غلاموں اور ان کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دینے والوں کو بھی بقدر ظرف واستعداد وحوصلہ کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

صاحبو! خدارا بتاؤ کہیں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمایا کہ نبی کی اتباع کامل اس کے پیرو کو نبی بنا دیتی ہے؟ کہیں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے متبعین کاملین نبوت کا منصب پا سکتے ہیں؟ اور نبوت اتباع وپیروی، کسب وعمل، ریاضت ومجاہدہ سے مل کیسے سکتی ہے، وہ مقامِ حصول نہیں، مقام وصول ہے۔ دو چیزیں ہیں۔ نبوت اور علوم ومعارف نبوت جن کی تعبیر کمالات نبوت سے بھی کی گئی ہے۔ علوم ومعارف نبوت میں جاں سپارانِ راہ اتباع کو بہرہ بقدر ظرف وحوصلہ ملتا ہے، مگر نبوت نہیں ملتی، یہ آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگئی۔ اور ظاہر ہے کہ علوم ومعارف سے بہرہ پانا ختم المرسلینی کے منافی نہیں، معارف سے بہرہ کتنا ہی ''گراں وگرامی'' ہو صاحب نبوت نہیں بن جا سکتا، یہ ہے حقیقت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سامی کی، اس کو مولوی غلام احمد صاحب اس دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ سبحان اللہ!

اب آیئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ کی عبارت پر غور کیجئے، یہاں بھی قادیانی دجل وفریب کا وہی عالم نظر آئے گا۔

حضرت مولانا مرحوم ''إن الله خلق سبع أرضين في كل أرض آدم كآدمكم''
(۱) الحدیث۔ کے معانی عالیہ پر بحث کر کے یہ ثابت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ختم المرسلینی عالم گیر، اور جمیع طبقات ارض کو محیط ہے، اس سلسلہ میں آغاز کلام یوں فرماتے ہیں کہ:۔
''خیال۔۔۔ بالذات کچھ فضیلت نہیں'' معنی ظاہر ہیں کہ نفس تاخر وتقدم زمانی کوئی وجہ فضیلت نہیں، آگے چل کر حضرت رحمہ اللہ اپنی تقریر کا خلاصہ یوں تحریر فرماتے ہیں:۔
''بطور خلاصہ تقریر وفذلکۂ دلائل یہ عرض ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے، پر ہمارے رسول مقبول عالم ان سب کے خاتم، آپ کو ان کے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہ ہفت اقلیم کو بادشاہان اقالیم خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے، جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے، چنانچہ اسی وجہ سے اس کو بادشاہ کہا، آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے جو سب کا حاکم ہوتا ہے، ایسے ہی ہر زمین کی حکومتِ نبوت اس زمین کے خاتم پر ختم ہو جاتی ہے، پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجود یہ کہ بادشاہ ہے پر بادشاہِ ہفت اقلیم کا محکوم ہے، ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگر چہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع، جیسے بادشاہ ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے، جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی عزت اور عظمت فقط اس زمین کے انبیاء کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جاسکتی جتنے خاتمین اراضی سافلہ کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے'' (تحذیر الناس: (ص: ۳۵۔۳۶))۔

صاحبو! یہ عبارت غور سے پڑھو اور انصاف سے بتاؤ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ

---

(۱) تفسیر ابن جریر: (۲۳/۷۷)، الاسماء والصفات از بیہقی: (۲/۲۶۷۔۲۶۸)، حدیث: ۸۳۱۔۸۳۲۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، لیکن اس کے الفاظ شاذ ہیں، یعنی یہ روایت نا قابل حجت ہے۔

اللہ علیہ کی عبارت کے کسی فقرہ سے بھی قادیانی مدعیٰ ثابت ہوتا ہے؟ کسی فقرہ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا مرحوم آنحضرت ﷺ کے بعد نئے مستقل یا غیر مستقل نبیوں کا ظہور آنحضرت ﷺ کی ختم المرسلینی کے منافی نہیں جانتے؟ یہ ایک کھلا ہوا اور شرمناک بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟

مگر صاحبو! جن لوگوں نے قرآن حکیم کے ساتھ کھیلنا اور اس کی آیات میں کتر بیونت اپنا وتیرہ ٹھہرالیا ہو، وہ ایسے بہتان کب خاطر میں لائیں گے؟

مولوی غلام احمد صاحب خفا نہ ہوں، میں ثابت کردوں گا کہ خود جناب نے بھی قرآن حکیم کی آیہ کریمہ میں کتر بیونت کی ہے۔ مولوی صاحب خدا سے ڈرو، معلوم ہے کہ قرآن حکیم میں کتر بیونت جعل وتحریف، کمی وبیشی، تبدیل وترمیم کرنے والے کی سزا کیا ہے؟

مولوی صاحب آپ کو اپنی دیانت وراست بازی کا جنازہ اٹھتے نہ دیکھنا ہو تو ہمت کیجئے اور سورۃ الروم کی آیہ کریمہ میں، قرآن حکیم سے ''لغافلون'' دکھا دیجئے، جس طرح آپ کے اس اشتہار میں نقل ہے، ورنہ توبہ کیجئے اور اپنی غلطی کا اعتراف۔

اور یہ جو ہم نے عرض کیا کہ آپ لوگوں نے قرآن حکیم کے ساتھ کھیلنا اپنا وتیرہ ٹھہرا لیا ہے تو اس کی بنیاد جناب کے نبی اور رسول نے ڈالی، چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

آیات قرآنی	میرزا صاحب کی بگاڑی ہوئی آیتیں جن کو انہوں نے ہمیشہ آیات قرآنی بتایا۔
(۱) ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾ (۱)۔	(۱) ''یوم یأتي ربك في ظلل من الغمام'' (۲)۔ (حقیقۃ الوحی: (ص:۱۵۴))۔

(۱) البقرۃ: ۲۱۰۔　(۲) ((روحانی خزائن)): (۲۲/۱۵۸)۔

(۲)﴿يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ إِن تَتَّقُواْ اللّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَاناً وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾(۱)۔	(۲)''يا أيها الذين آمنوا إن تتقوا الله يجعل لكم فرقانا ويكفر عنكم سيئاتكم، ويجعل لكم نورا تمشون به''۔(آئینہ وساوس:(ص:۱۷۷))(۲)۔
(۳)﴿ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾(۳)۔	(۳)وجادلهم بالحكمة والموعظة الحسنة ۔(فریاددرد:(ص:۸)،و:(ص:۲۳)،ونورالحق:(۳۶/۱)(۴)،وتبلیغ رسالت:(ج۳/۱۹۴۔۱۹۵))۔
(۴)﴿قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْراً ☆ رَّسُولاً يَتْلُو عَلَيْكُمْ﴾(۵)۔	(۴)أنزل ذكرا ورسولا ۔(ایام الصلح اردو:(ص:۸۰۔۸۱))(۶)
(۵)﴿أَلَمْ يَعْلَمُواْ أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِداً فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ﴾(۷)۔	(۵)ألم يعلموا أنه من يحادد الله ورسوله يدخله نارا خالدا فيها ۔(حقیقة الوحی:(ص:۱۳۰))(۸)۔
(۶)﴿إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّواْ اللّهَ شَيْئاً يُرِيدُ اللّهُ أَلاَّ يَجْعَلَ لَهُمْ حَظّاً فِي الآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(۹)۔	(۶)إنهم لن يضروا الله شيئا ولهم عذاب عظيم ۔(براہین احمدیہ:(۲۲۹/۴))(۱۰)۔

(۱)الانفال:۲۹۔ (۲)((روحانی خزائن)):(۱۷۷/۵)۔

(۳)النحل:۱۲۵۔ (۴)((روحانی خزائن)):(۶۳/۸)

(۵)الطلاق:۱۰۔۱۱۔ (۶)((روحانی خزائن)):(۳۱۶/۱۴)۔

(۷)التوبۃ:۶۳۔ (۸)((روحانی خزائن)):(۱۳۳/۲۲)۔

(۹)آل عمران:۱۷۶۔ (۱۰)((روحانی خزائن)):(۲۵۳/۱)۔

(۷)﴿قُلْ مَا یَكُونُ لِیْ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِیْ﴾(۱)۔

(۷)قل ما یقول لي أن أبدله من تلقاء نفسي ۔(براہین احمدیہ:(۴/۴۸۲))۔

(۸)﴿لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(۲)۔

(۸)إن خلق السماوات والأرض أكبر من خلق الناس ۔(ایام الصلح اردو:(ص:۶۱))(۳)۔

(۹)﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ﴾(۴)۔

(۹)وإن لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار الخ ۔((حقیقۃ الوحی)):(۲۳۸)، سرمۂ چشم حاشیہ(ص:۱۰)، براہین احمدیہ:(ص:۲۲۰، ۵۴۶،۳۹۵)(۵)۔

(۱۰)﴿قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِیْ آمَنَتْ بِهِ بَنُوْ إِسْرَائِیْلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾(۶)۔

(۱۰) آمنت بالذي آمنت به بنو إسرائیل۔ (سراج منیر حاشیہ:(ص:۲۹))(۷)۔

تلک عشرۃ کاملۃ

اعلان

یہ ایک سرسری نظر تھی مولوی غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہار کے ایک حصہ پر، یقین ہے قارئین کرام نے مولوی صاحب کے اشتہار کے دوسرے حصہ کے متعلق بھی رائے قائم کرلی ہوگی۔ جب اس حصہ کا یہ حال ہے تو۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا(۸)

---

(۱)یونس:۱۵۔ (۲)غافر:۵۷۔

(۳)((روحانی خزائن)):(۱۴/۲۹۶)۔ (۴)البقرۃ:۲۴۔

(۵)((روحانی خزائن)):(۲۲/۲۵۰)،((روحانی خزائن)):(۲/۶۲)،حاشیہ۔

(۶)یونس:۹۰۔ (۷)((روحانی خزائن)):(۱۲/۳۱)۔

(۸)میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ لگالو۔

دوسرے حصہ کا حال بھی روشن ہے

دوسرے حصہ اشتہار میں مولوی غلام احمد صاحب نے جن مسائل پر داد تحقیق، یا داد تلبیس دی ہے۔ ان پر ہمارے آئندہ رسائل میں سیر حاصل بحثیں ملیں گی ان شاء اللہ بعض مباحث ہمارے ان رسائل کے یہ ہیں۔ ((حیات مسیح))، ((نزول مسیح))، ((دلائل مسیح))، ((خصوصیات امام منتظر))، ((عہد مہدی علیہ السلام))، ((دلائل نبوت ونوامیس فطرت تلبیسات مرزا))، وغیرھا۔(۱) واللہ الموفق۔

۱۵ر جمادی الآخرۃ ۱۳۵۲ھ

---

(۱) مطبوع نسخہ میں یہاں عبارت ''قارئین اس دلچسپ سلسلۂ رسائل کا انتظار کریں'' کا اضافہ ہے جس کو مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ حذف کر دیا ہے۔

﴿أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِيْ إِلَى النَّارِ﴾

(إلى قوله)

﴿أَنَّمَا تَدْعُونَنِيْ إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ﴾ (الخ)

انجمن اشاعت الاسلام کے سلسلۂ تبلیغ ودعوت

کا

ٹریکٹ (۶)

جوابِ دعوت

تالیف

محدّث علامہ شیخ محمّد ابوالقاسم سیف بن محمّد سعید بنارسی

تحقیق وتعلیق

عبدالأحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بگفتا قائلم بر چرخ موسیٰ زندہ و باقی است   مگر منکر شدہ معراج جسمی شاہ طیبہ را
زموتِ حضرتِ عیسیٰ بنا کفارہ محکم کرد   دلیری ہاپدید آمد پرستارانِ مرزا را

وختم الرسل بالصدر المعلى نبي هاشمي ذو جمال
وعيسى سوف يأتي ثم يتوى لدجال شقي ذي خبال

(بدء الأماني)

الحمد لله الذي صدق وعده، ونصر عبده، وهزم الأحزاب وحده، والصلاة والسلام على خاتم الرسل محمد العاقب الذي لا نبي بعده، وعلى آله وصحبه ومن بذل في تبليغ دين الله جهده، وأوفى بما أخذ الله عليه عهده، بأن يبطل ما خالف الكتاب والسنة ويرده، وبعد:

فأيها الإخوان ! چار صفحوں کا ایک ٹریکٹ، نام نہاد "دعوت الی الحق"، جس میں نہ بسم اللہ ہے نہ حمد وصلاۃ، تم نے بھی پڑھا ہوگا؟ اس کا ناشر احادیث نبویہ علی صاحبہا التحیۃ سے اثبات حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ایک "ناکام کوشش" سے تعبیر کرتا ہے، کیوں نہ ہو جب پیر مغان کا خود یہ قول ہو۔

"یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کرے"

(تحفہ گولڑویہ بارسوم حاشیہ (ص:۱۴)) (۱)۔

تو مرید بیک جنبش قلم احادیث صحیحہ کو حرف غلط کی طرح کاٹ دیں گے، ایسے ہی لوگوں کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے "إنهم أعداء السنن" (بیہقی) (۲) کا خطاب بخشا تھا۔

ناشر "دعوۃ" کو "ظہور امام" پر بڑا ناز ہے۔ دوستو! چند دنوں میں اس کا جواب تمہارے ہاتھوں میں ہوگا، اور تم دیکھو گے کہ ان کے "دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ" ﴿إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ﴾ سے زیادہ وقیع نہیں ہیں، ع:

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟

آج ہم دو ورقہ ((دعوۃ الی الحق)) پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں جس میں ناشر "دعوۃ" کے قول کو بعنوان "داعی" اور اس کے جواب کو بعنوان "مجیب" تحریر کریں گے تاکہ ناظرین ہر دو فریق کی تحریروں کو آسانی سے سمجھ لیں۔

داعی: حضرت عیسیٰ کے لئے قرآن مجید میں ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ (۳) اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ (۴) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن میں "توفی" کے معنی قبض روح یعنی موت ہے نہ کہ پورا لینے یا بھر لینے کے۔ (ص:۱)۔

مجیب: جب تک کہ علوم آلیہ اور کتب لغت صفحۂ ہستی پر موجود ہیں یہ "دجل قادیانی" کبھی فروغ نہیں پا سکتا۔

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۷/۵۱)، حاشیہ۔

(۲) المدخل إلی السنن الکبری از بیہقی: (۱/۱۹۰)، حدیث: ۲۱۳، سنن دارقطنی: (۵/۲۵۶)، حدیث: ۴۲۸۰، شرح أصول اعتقاد أهل السنۃ از لالکائی: (۱/۱۳۸)، حدیث: ۲۰۱۔ اس کی سند صحیح ہے۔

(۳) آل عمران: ۵۵۔ (۴) المائدۃ: ۱۱۷۔

(۱) سنئے۔ لفظ ''توفی'' کا مادہ ''وفا'' ہے، اور جس طرح مادہ کے حروف ہر صیغہ وباب میں باقی رہتے ہیں اسی طرح مادہ کے معنی بھی ہر صیغہ وباب میں باقی رہتے ہیں ''وفا'' کا لفظ اردو زبان میں بھی مشہور ہے اور معنی بھی اس کے وہی ہیں جو عربی میں ہیں یعنی ''پورا کرنا'' ((منجد)) (۲) میں ہے "وفّی وفاء" أتمہ۔ اسی طرح دیگر کتب لغت میں بھی ہے۔ اسی مادہ وفا سے توفی باب تفعل ہے پس اس کے معنی ہوئے ''اخذ الشیء وافیا'' کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ پادری لویس ((المنجد)) (۳) (مشہور لغت کی کتاب) میں لکھتا ہے ''توفی توفیا: وفی حقه: أخذه وافيا تاما، يقال: توفيت من فلان مالي عليه ''۔ (ص: ۱۰۱۱)، یعنی توفی کے معنی اپنا حق پورا پورا لے لیا، عرب بولتے ہیں میں نے فلاں سے اپنا حق پورا لے لیا'' اور اس جگہ ''توفیت'' بولتے ہیں۔ ((لسان العرب)) (جلد بستم) (۴) میں ہے ''توفيت المال منہ: أخذته كلہ'' یعنی ''توفیت'' کے معنی ہیں میں نے پورا لے لیا۔ نیز ((مصباح المنیر)) (۵) (لغت کی کتاب) میں ہے: ''توفیتہ واستوفیتہ بمعنی'' یعنی جو معنی استوفیت کے ہیں وہی معنی ''توفیت'' کے بھی ہیں یعنی پورا لے لیا۔ مرزا صاحب ((دافع الوساوس)) (۶) میں لکھتے ہیں ''أخذني ربي واستوفاني '' (ص: ۵۶۴)۔ اوپر لغت سے ثابت ہو چکا ہے کہ استیفا اور توفی ہم معنی ہے۔ پس دیکھو مرزا صاحب کے قول مذکور میں فاعل اللہ ہے اور مفعول خود مرزا صاحب ذی روح، اور اس سے مراد قبض روح یعنی موت نہیں ہے، اسی لئے تمام مفسرین نے بھی توفی کے معنی پورا لینا کیا ہے ((تفسیر بیضاوی)) (۷) میں زیر آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ لکھا ہے: ''التوفي أخذ الشيء وافيا والموت نوع منه ''یعنی توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا اور موت اس کی ایک نوع ہے،

---

(۱) (بحث توفی)، (مؤلف)۔ (۲) المنجد فی الاعلام از پادری لویس: (ص: ۹۱۱)۔
(۳) ایضاً۔ (۴) لسان العرب از ابن منظور: (۱۵/۴۰۰)۔ (۵) (۲/۶۶۷)۔
(۶) ((روحانی خزائن)): (۵/۵۶۴)۔ (۷) (۲/۱۵۱)۔

ایسا ہی ((تفسیر سراج منیر))(۱) میں بھی ہے۔ ((تفسیر کبیر))(۲) میں ہے "التوفي جنس تحته أنواع بعضها بالموت و بعضها بالإصعاد إلى السماء" (تحت آیت ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾) یعنی توفی بمنزلہ جنس ہے جس کے تحت میں کئی نوع ہیں (۱) موت، (۲) رفع الی السماء، معلوم ہوا کہ توفی کے معنی وضعی موت کے نہیں ہیں بلکہ موت اس کی ایک نوع ہے جیسے حیوان جنس ہے اور اس کے تحت بہت سی نوع ہیں، آدمی، گھوڑا اور کبوتر وغیرہ، اسی طرح توفی جنس ہے اس کی نوع (۱) نوم، (۲) موت، (۳) رفع ہیں۔ پس جنس کو کسی نوع میں معین کرنے کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے جہاں قرینہ موت یا موت کے لوازمات کا ہوگا وہاں توفی کے معنی موت کے ہوں گے نہ یہ کہ توفی کا لفظ موت کے لئے موضوع ہے اور جہاں قرینہ نیند یا نیند کے مقتضیات کا ہوگا وہاں توفی کے معنی نوم کے ہوں گے۔ اور جہاں قرینہ رفع کا ہوگا وہاں رفع کے معنی ہوں گے۔ چونکہ اللہ تعالی نے ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ کو ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ کے ساتھ ملایا ہے اس لئے عیسی علیہ السلام کی "توفی" بالرفع الی السماء متعین ہوگی مفصل بحث رسالہ ((ظہور امام)) کے جواب میں ملاحظہ ہو۔

داعی: "توفی" کے معنی جب کہ خدا تعالی فاعل اور ذی روح یعنی انسان مفعول ہو اور "توفی" باب تفعل سے فعل ہو۔ اور قرینہ نیند وغیرہ کا موجود نہ ہو تو سوائے قبض روح یعنی موت کے اور کوئی معنی نہیں ہوتے۔ (ص:۱)۔

مجیب: یہ ضابطہ خود ساختہ بالکل غلط ہے اہل زبان وائمۂ لغت کسی سے بھی اس ضابطہ کا ثبوت نہیں ہے ائمۂ لغت "توفی" کے معنی موت کے مجازی قرار دیتے ہیں، دیکھو علامہ زمخشری جو فن لغت وادب کے امام ہیں ((اساس البلاغۃ))(۳) (جو لغت کی قدیم

---

(۱) (۲۰۸/۱)۔ (۲) (۲۳۸/۸)۔ (۳) (۳۳۸/۲)۔

ترین کتاب ہمارے ہاتھوں میں ہے اس) میں لکھتے ہیں:"ومن المجاز توفي فلان وتوفاه الله، أدركته الوفاة"۔((تاج العروس شرح قاموس))(۱) میں ہے"ومن المجاز أدركته الوفاة: أي الموت والمنية، وتوفي فلان إذا مات"۔پس اہل لغت کا''توفي'' کے معنی موت کے مجازی لکھنا ضابطہ خودساختہ مذکورہ کی صاف تردید کررہا ہے کیوں کہ''توفي'' کے معنی حسب ضابط مذکورہ اگر موت کے ہی ہوں تو پھر کسی قرینہ حالیہ یامقالیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی،اس صورت میں آیت قرآنی ﴿اللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا﴾ (۲)۔میں جب کہ''توفی'' باب تفعل سے ہے اور فاعل اللہ موجود ہے اور مفعول انفس (ذی روح انسان) بھی مذکور ہے اور قرینہ نیند وغیرہ کا بھی اس فقرہ میں نہیں ہے،اس صورت میں اگر سوائے موت کے کوئی دوسرے معنی نہیں ہوسکتے تو ﴿حِیْنَ مَوْتِھَا﴾ کا جملہ تطویل ہوگا یا حشو اور زاید، بہرصورت آیت فصاحت سے گرجاتی ہے والعیاذ باللہ،اس کے فیصلہ کی آسان صورت یہ ہے کہ کتب لغت عربیہ میں''توفی'' کو تلاش کرو،اگر یہ وفا کے ضمن میں مذکور ہو تو اسے وفا سے مشتق مانو۔پھر جملہ تصریفات وفا پر نظر کرو،توتم کو آفتاب نیمروز کی طرح معلوم ہوگا کہ اس کے معنی پورا کرنے پورا لینے کے ہیں۔اور چونکہ اس کے مفہوم میں (۱) رفع، (۲) موت اور (۳) نیند بھی داخل ہیں اس لئے اس لفظ کا اطلاق رفع کے قرینہ پر رفع کے لئے اور موت کے قرینہ پر موت کے لئے اور نیند کے قرینہ پر نیند کے لئے ہوگا۔صرف اس اعتبار سے کہ''توفی'' جنس ہے اور رفع،موت،اور نوم اس کی نوعیں ہیں،نہ اس لئے کہ یہ لفظ بحسب الوضع موت کے لئے موضوع ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے،پس ضابطہ مخترعہ غلط ہے،اس کی تفصیل آپ کو((ظہور امام)) کے جواب میں ملے گی۔فانتظرہ۔

(۱)(۴۰/۲۲۰)۔ (۲) الزمر:۴۲۔

داعی: قرآن مجید میں جو حضرت عیسیٰ کے متعلق ﴿وَرَافِعُکَ إِلَيَّ﴾ اور ﴿بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ﴾ میں ''رفع'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اور جس میں خدا تعالیٰ فاعل اور حضرت عیسیٰ (ذی روح) مفعول ہیں، اس کے معنی آسمان پر اٹھالے جانے کے نہیں بلکہ مقرب بنانے اور درجات بلند کرنے کے ہیں۔ (ص:۱)۔

مجیب: یہ ضابطہ مخترعہ بھی اوپر کے ضابطہ مستحدثہ کی طرح بے ثبوت اور غلط ہے ورنہ وہی محذور لازم آئے گا جو اوپر مذکور ہوا یعنی بہت سی آیات قرآنیہ مثلاً: (۱) ﴿رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾ (۲)، ﴿نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ﴾ (۳)، ﴿وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾ (۴) اور ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾ (۵)، ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ (۶)، وغیرھا، بوجہ تطویل یا حشو کے فصاحت سے گر جائیں گی۔ کیوں کہ ان آیات میں ﴿رَفَعَ﴾ کے مشتقات بولے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور ذی روح (پیغمبران و اہل علم و مومنین وغیرہ) مفعول ہیں، اور پھر لفظ ﴿دَرَجَاتٍ﴾ بھی ذکر کیا گیا ہے، پس اگر ضابطہ مخترعہ مذکورہ کے مطابق ﴿رَفَعَ﴾ کے معنی درجات بلند کرنے کے ہی ہیں تو لفظ ﴿دَرَجَاتٍ﴾ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ آیات مذکورہ میں ﴿رَفَعَ﴾ کے معنی معین کرنے کے لئے ﴿دَرَجَاتٍ﴾ بطور قرینہ کے مذکور ہوا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ﴿رَفَعَ﴾ کے معنی حسب قرائن کئے جائیں گے۔ کیوں کہ لغت میں اس کے حقیقی اور وضعی معنی ''اوپر کو اٹھانا'' ہیں۔ (۱) پس جہاں ﴿رَفَعَ﴾ کا مفعول کوئی جسم ہوگا وہاں معنی اس جسم کے نیچے سے اوپر کو حرکت دینا اور اٹھانا ہوں گے، لغت کی کتاب ((مصباح منیر)) (۷) میں ہے: ''فالرفع في الأجسام حقيقة في الحركة والانتقال،

(۱) بحث رفع۔ (مؤلف)　(۲) البقرة: ۲۵۳۔　(۳) الانعام: ۸۳۔
(۴) الانعام: ۱۶۵۔　(۵) الزخرف: ۳۲۔　(۶) المجادلة: ۱۱۔　(۷) (۲۳۲/۱)۔

وفي المعاني علی ما یقتضیہ المقام"یعنی لفظ ﴿رَفَعَ﴾ جسموں کے متعلق حقیقی معنی کی رو سے حرکت اور انتقال کے لئے ہوتا ہے اور معانی کے متعلق جیسا موقع ومقام ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ﴾(۱) یہاں ﴿رَفَعَ﴾ کا فاعل اللہ ہے اور مفعول پہاڑ ہے جو جسم والا ہے اور مراد مجسم پہاڑ کو نیچے سے اوپر حرکت دینا اور بنی اسرائیل کے سروں پر چھت کی طرح اٹھانا ہیں، اس کی تائید سورہ اعراف کی اس آیت سے ہوتی ہے ﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ﴾(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ ان کے اوپر جیسے سائبان، اور ڈرے کہ وہ گرے گا ان پر۔ نیز فرمایا ﴿وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾(۳) یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو تخت کے اوپر بٹھایا۔ یہاں ابوین کا بجسد ھما تخت کے اوپر مرفوع ہونا مراد ہے۔(۴) اور جہاں ﴿رَفَعَ﴾ کا صلہ ''الی'' مذکور ہو وہاں معنی شيً مذکور کا مدخول الی کی طرف مرفوع ہونا ہوں گے، بولتے ہیں "رفعه إلى الحاكم"، "رفعه إلى السلطان"، قال أبو هريرة لسارق التمر: "لأرفعنك إلى رسول الله (ﷺ)" (بخاری)(۴)، أي لأذهبن بك أشكوك، يقال: رفعه إلى الحاكم إذا أحضره للشكوى۔ (فتح الباری شرح بخاری، پ۹، (ص:۱۳۴)(۵)، میں تجھ کو حاکم، بادشاہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس پکڑ لے جا کر تیری شکایت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾(۶)، اس آیت میں ''رفع'' اور ''صعود'' دو لفظ آئے ہیں جو ہم معنی ہیں اور صلہ ''الی'' بھی مذکور ہے پس کلمہ کا عمل صالح کے ساتھ مدخول الی یعنی اللہ کی طرف آسمان پر جانا صاف ثابت ہے جیسا کہ حدیث ابن مسعود میں وارد ہے "أخذهن ملك فجعلهن

---

(۱) البقرۃ:۶۳۔ (۲) الاعراف:۱۷۱۔

(۳) یوسف:۱۰۰۔ (۴) صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، حدیث:۳۲۷۵۔

(۵)(۴/۴۸۸)۔ (۶) فاطر:۱۰۔

تحت جناحه، ثم صعد بهن إلى السماء"((ابن جریر،ابن کثیر،فتح البیان،حاکم،بیہقی، طبرانی،وغیرہ))(۱) یعنی ان کلمات کوفرشتہ اپنے بغل میں داب کرآسمان پر لے چڑھتا ہے۔ نیز حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں وارد ہے:۔"وإذا تواضع العبد رفعه الله إلى السماء السابعة"(کنزالعمال:(ج۲/۲۵)(۲)،منتخب کنز برحاشیہ مسنداحمد جلداول: (ص:۱۶۰))(۳)،یعنی بندہ جب تواضع کرتا ہے تواللہ اس تواضع کوساتویں آسمان کےاوپر اٹھالیتا ہے۔کتاب الاخلاق کے باب حکمت سے ایک تواضع بھی ہے اس امرکو نیز حدیث مذکور کے مطلب کوایک دوسری حدیث واضح کرتی ہے جوانہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بحوالہ((طبرانی))(۴)اسی((کنزالعمال))(۵) میں مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:۔"فإذا تواضع قيل للملك: إرفع حكمته"(کنزالعمال:(۲/۲۵)(۶)، جامع الصغیر للسیوطی:(۲/۱۲۷))(۷)،یعنی بندہ جب تواضع کرتا ہے توفرشتۂ موکل کوحکم ہوتا ہے کہ اس کی حکمت یعنی تواضع کو لے کر چڑھ آ۔کلمات''عباد''و''افعال حسنہ''و''اعمال صالحہ''کافرشتوں کے ذریعہ سے آسمانوں پر جانا بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔((صحیح

---

(۱) المعجم الکبیر ازطبرانی:(۹/۲۳۳)،حدیث:۹۱۴۴،شعب الایمان:(۲/۱۳۹)،حدیث:۶۱۶،الاسماء والصفات:(ص: ۳۹۹)،حدیث:۷۳۱،مستدرک حاکم:(۲/۳۶۱)،حدیث:۳۵۸۹،اور دیکھیں:((تفسیر ابن جریر)):(۱۹/۳۳۸)، ((تفسیر ابن کثیر)):(۶/۵۳۷)،((فتح البیان)):(۱۱/۳۲۸) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۲) مطبوع نسخہ میں کنزالعمال غیرموجود ہے،مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس کا اضافہ کیا ہے۔

(۳) مکارم الاخلاق ازخرائطی:(۲/۷۱۷)،اس سند اور اس لفظ کے ساتھ یہ حدیث موضوع ہے،اس میں ایک راوی''محمد یونس کدیمی''ہے جوحدیثیں گھڑتا تھا۔دیکھیں:((سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)):(۱۴/۱۰۸۳)،حدیث:۶۹۸۳۔

(۴) المعجم الکبیر ازطبرانی:(۱۲/۲۱۸)،حدیث:۱۲۹۳۹،یہ حدیث حسن ہے۔

(۵) مطبوع نسخہ میں یہ عبارت''انہیں ابن عباس سے طبرانی میں مروی ہے''مذکور ہے،جس کی مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ تصحیح کیا ہے۔ (۶) مطبوع نسخہ میں''کنزالعمال''کا ذکر نہیں ہے،مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۷) دیکھیں:((صحیح الجامع الصغیر)) از شیخ البانی:(۲/۹۹۰)،حدیث:۵۶۷۱۔

مسلم))میں ہے"یرفع إلیه عمل اللیل قبل عمل النهار"الخ(١)اور((صحیح بخاری))
میں ہے"ثم یعرج إلیه الذین باتوا فیهم "الخ(٢)،ان مثالوں سے جس طرح''رفع''
کا صلہ''الی''مذکور ہونے کے باعث،شی مذکور کا مدخولِ الی کی طرف مرفوع ہونا ثابت ہوا اسی
طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی وارد ہوا ہے﴿رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾
﴿رَافِعُكَ إِلَيَّ﴾جس کے معنی ہوئے کہ عیسیٰ کا رفع بجسدہ وبحیاتہ مدخول الی یعنی سما کی
طرف ہوا۔

ارتفاع إلی اللہ وصعود إلی السماء تساوي في المعنی ہیں کما ذکرتہ۔اور﴿رَافِعُكَ﴾
میں مخاطب کی ضمیر منادیٰ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور اسم عیسیٰ معبر ہے جسم مع
الروح سے کیوں کہ محض روح بغیر تعلق بدن کے قابل تسمیہ نہیں ہوتی۔پس اس ضمیر میں
حضرت عیسیٰ کا رفع جسد مع الروح ثابت ہوجاتا ہے،لہذا''ناشر دعوت''کا بناوٹی قاعدہ
مذکورہ غلط ثابت ہوا۔اور''رفع''سے مراد رفع الی السماء مع الجسد والروح کا ہونا کالشمس فی
نصف السماء ظاہر وباہر ہوا والحمد للہ۔

سوال:حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات نبوی کے وقت فرمایا تھا''رفع کما رفع
عیسی''(حجج الکرامۃ:(ص:١٠١))،اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ کی
وفات کے وقت خطبہ دیا تھا کہ جس رات کو حضرت علی کی وفات ہوئی ہے وہ رات وہ ہے
کہ''عرج فیها بروح عیسی''((طبقات ابن سعد))(٣):(٣/٢١)ان سے معلوم ہوا
کہ حضرت عیسیٰ یہاں مر گئے تھے اور ان کی روح کا رفع الی اللہ ہوا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب:کتاب((حجج الکرامۃ))میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بلا سند کے مذکور
ہے بلکہ اس کتاب کا حوالہ تک ندارد ہے جہاں سے یہ قول نقل کیا گیا ہے،البتہ حضرت عمر کا

---

(١)صحیح مسلم:کتاب الایمان،باب قولہ علیہ السلام:إن اللہ لا ینام۔۔۔الخ،حدیث:١٧٩۔
(٢)صحیح البخاری:کتاب بدء الخلق،باب ذکر الملائکۃ،حدیث:٣٢٢٣۔ (٣)(٣/٣٨)۔

قول سند کے ساتھ ((مسند دارمی)): (ص:۲۳)(۱) میں یوں مروی ہے "لکن عرج بروحه كما عرج بروح موسى "یعنی جیسے حضرت موسی مرے تھے اوران کی روح کی معراج ہوئی تھی اسی طرح آنحضرت ﷺ کی روح کی بھی۔ معلوم ہوا کہ کتاب ((حجج الکرمة)) میں بجائے موسی کے عیسی غلط لکھا گیا ہے، اوراگر لفظ عیسی صحیح ہے تو اس میں "رفع إلى السماء" مرقوم ہے، جس سے حضرت عیسی کا جسم وروح کے ساتھ رفع ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، حضرت عمر کا مطلب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ بھی اسی طرح مع الجسم والروح زندہ آسمان پر چلے جائیں گے کیوں کہ ان کا قول تھا "لا يموت رسول الله" (دارمی)، یعنی آنحضرت کو موت نہیں آئے گی، ان کا یہ شبہ حضرت ابوبکر کے خطبہ سے دفع ہوا۔ رہا امام حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ وہ تو بالکل صاف ہے۔ روح عیسی سے مراد حضرت عیسی کی جان نہیں ہے بلکہ روح حضرت عیسی کا نام صفاتی قرآن میں آیا ہے پوری عبارت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خطبہ کی یہ ہے "ولقد قبض في الليلة التي عرج فيها بالروح عيسى بن مريم" (طبقات ابن سعد)(۲)، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل اسی شب میں ہوا ہے، جس شب کو حضرت روح اللہ عیسی بن مریم (مع الجسم والروح) آسمان پر چڑھائے گئے تھے۔ حافظ سیوطی نے تفسیر ((درمنثور))(۳) میں اسی کو یوں نقل کیا ہے "قتل ليلة أسري بعيسى وليلة قبض موسى "(۴)((۳۶/۲)، از حاکم)، یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شب میں حضرت عیسی کو آسمان پر لے جایا گیا تھا اور جس شب میں حضرت موسی کی جان نکالی گئی تھی اسی شب کو میرے والد کو شہادت ملی۔ پس یہ ہماری دلیل ہوئی نہ مخالف کی۔

داعی: حضرت سرور کائنات ﷺ کی توہین کے مرتکب ہونے سے بچیے۔

---

(۱)(۳۸/۳)۔ (۲)(۲۲۶/۲)۔

(۳)(۲۲۰/۱)، حدیث:۸۴، اس حدیث کی سند کے رجال ثقات ہیں، لیکن یہ مرسل ہے کیونکہ عکرمہ تابعی ہیں۔

(۴) مستدرک حاکم: (۱۵۴/۳)، حدیث:۴۶۸۸۔

(آپ ﷺ تو زمین میں مدفون ہوں اور حضرت عیسیٰ دو ہزار برس سے آسمان پر زندہ ہوں۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہوں آسمان پر مدفون ہوں زمین میں شاہ جہاں ہمارا

(ص:۱۰۲)

مجیب: آپ کے مرزا صاحب ((نور الحق)) (ص:۵۰) (۱) میں فرماتے ہیں ''یہ موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لا دیں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہیں، اور مردوں میں نہیں۔ مگر ہم قرآن میں بغیر وفات کے عیسیٰ کے کچھ نہیں پاتے''۔ مرزا صاحب کی یہ تفریق (کہ عیسیٰ کو مردہ کہا اور موسیٰ کو زندہ) بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب حضرت موسیٰ کو جسمانی زندگی سے آسمان پر زندہ سمجھتے تھے۔ پس جواب بالقلب سنئے۔

حضرت سرورِ کائنات ﷺ کی توہین کے مرتکب ہونے سے اے مرزائیوں بچو آپ تو زمین میں مدفون ہوں اور حضرت موسیٰ تین ساڑھے تین ہزار برس سے آسمان پر زندہ ہوں؟

غیرت کی جا ہے موسیٰ زندہ ہوں آسمان پر مدفون ہوں زمین میں شاہِ جہاں ہمارا

مرزائیو! غیرت کی جا نہیں ہے بلکہ ہمارے سرورِ کائنات ﷺ کا زیرِ زمین مدفون ہونا کمال عزت ہے سنئے۔

کسے بگفت کہ عیسیٰ بمرتبۂ اعلیٰ است کین بزیرِ زمیں خفتۂ وآں باوجِ سماست
گفتمش کہ حجت قوی نمی گردد حباب برسرِ آب وگہرتہِ دریاست (۱)

---

(۱) ((روحانی خزائن)):(۸/۶۸۔۶۹)۔

(۱) ترجمہ: کسی نے کہا کہ یہ عیسیٰ کا مرتبہ اونچا ہے کہ یہ یعنی محمد ﷺ زمین میں مدفون ہیں اور وہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی بلندی میں ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہاری دلیل کمزور ہے پانی کا بلبلہ پانی کے اوپر ہوتا ہے اور موتی دریا کی تہہ میں۔

داعی: اس حدیث شریف میں ''ینزل'' اور ''ابن مریم'' کے الفاظ سے دھوکا لگا ہے۔ (ص:۲)

مجیب: جی ہاں احادیث نبویہ سے ہی مسلمان دھوکا کھائیں تو ہدایت یابی معلوم۔ کیوں نہ ہو مرزا صاحب جو فرما گئے ہیں:"وقد مزق الأخبار کل ممزق، فکل بما هو عنده یتبشر" ((اعجاز احمدی: (ص:٦٥))(١)۔ لیکن ہم تو ان احادیث متواترہ کو چھوڑ نہیں سکتے کیوں کہ آنحضرت نے اس امر کو مختلف مواقع میں مختلف الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔ ((صحیحین)) میں "نزل فیهم"(٢)،" ینزل فیهم"(٣) آیا ہے، ((صحیح مسلم)) میں "بعث الله المسیح ابن مریم"(٤)،" فیبعث الله عیسی ابن مریم"(٥) وارد ہے۔ ((مستدرک حاکم))(٦) میں "لیهبطن عیسی ابن مریم حکما" منقول ہے۔ ((مسند احمد)) جلد چہارم (٧) میں "فیهبط عیسی ابن مریم" مروی ہے۔ ((تفسیر ابن کثیر))(٨) وغیرہ میں "إنه راجع إلیهم" کی حدیث موجود ہے۔ اور آسمان سے اترنے کی تصریح بھی رسول اللہ ﷺ نے ہی فرمائی ہے۔ امام بیہقی نے ((کتاب الاسماء))(٩) میں ابوہریرہ سے بالسند روایت نقل کی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا "کیف أنتم إذا نزل

(١) ((روحانی خزائن)): (١٦٨/١٩)۔

(٢) صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث: ١٥٥۔

(٣) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر، حدیث: ٢٢٢٢، صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث: ١٥٥۔

(٤) صحیح مسلم: کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ، حدیث: ٢٩٣٧۔

(٥) صحیح مسلم: کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب فی خروج الدجال ومکثہ فی الارض ۔۔۔ الخ، حدیث: ٢٩٤٠۔

(٦) (٦٥١/٢)، حدیث: ٤١٦٢، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(٧) (١٧٤/٢٩)، حدیث: ١٧٦٢٩، اس حدیث کی سند صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔ (٨) (٤٧/٢)۔

(٩) دیکھیں: کتاب ((الأسماء والصفات)): (٣٣١/٢)، حدیث: ٨٩٥، یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن مریم من السماء فیھم "(ص:۱۰۳)۔ابن عساکر ابن عباس سے روایت لائے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا"فعند ذلك ینزل أخي عیسی بن مریم من السماء"(۱)۔ ((منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد)) جلد ششم (ص:۶۵) اور ((مشکاۃ)) اور ((کنز العمال)) میں:"إلی الأرض "(۲) بھی وارد ہے۔اس لئے ہم حضرت عیسی کا آسمان سے زمین پر اترنا مانتے ہیں، لأن الحدیث یفسر بعضھا بعضا۔

داعی: نزول کا لفظ قرآن مجید میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے اور وہاں آسمان سے اترنے کے کسی جگہ بھی ہمارے مخالف معنی نہیں لیتے۔(ص:۲)۔

(۳) مجیب: مسلمان علماء جو معنی ان مقامات میں مراد لیتے ہیں وہ تو آگے چل کر معلوم ہوں گے بالفعل یہاں ہم نزول کے معنی سے متعلق کچھ تحریر کرتے ہیں، ((صراح)) میں ہے''نزول فرود آمدن انزال فرود آوردن''۔((منتہی الارب)) میں ہے''نزول فرود آمد''۔یعنی نزول کے معنی نیچے آنا،''انزال'' کے معنی نیچے لانا ہیں۔عربی لغت ((مصباح منیر))(۴) میں ہے"نزل من علو إلی أسفل "یعنی نزول کے معنی اوپر سے نیچے آنا۔ امرأالقیس کہتا ہے۔

تقول وقد مال الغبیط بنا معا　　　عقرت بعیري یا امرأ القیس فأنزل (۵)

مشہور لغوی علامہ راغب اصفہانی ((مفردات))(۶) (قرآن کا لغت) میں

(۱) دیکھیں: ((تاریخ دمشق)) از ابن عساکر: (۵۰۵/۴۷)۔

(۲) یہ الفاظ امام مسلم کے ہیں، دیکھیں: ((صحیح مسلم)): کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، حدیث: باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ، حدیث: ۲۹۳۷۔ چونکہ یہ حدیث ((صحیح مسلم)) کی ہے اس لئے ہم نے ان کتابوں کے حوالہ جات کو درج نہیں کیا ہے جو مؤلف رحمہ اللہ نے ذکر کئے ہیں، کیونکہ یہ کتابیں تخریج کی ہیں اصل متون حدیث نہیں ہیں۔

(۳) بحث نزول۔(مؤلف)۔　(۴) (۲۰۰/۲)۔　(۶) (ص:۷۹۹)۔

(۵) اس نے کہا: جب کہ ہودج ہم دونوں کے ساتھ جھکتا جا رہا تھا، (ملاعبہ کی وجہ سے)، اے امرأالقیس اتر جاؤ اونٹ زخمی ہو گیا ہے۔

لکھتے ہیں:۔"النزول في الأصل هو انحطاط من علو ... وإنزال الله تعالى إما بإنزال الشيء نفسه كإنزال القرآن، وإما بإنزال أسبابه و الهداية إليه، كإنزال الحديد و اللباس، و نحو ذلك" ا.ھ۔یعنی نزول کے اصل معنی اوپر سے نیچے اترنا ہیں، اللہ تعالی کا اتارنا (دوطرح پر ہے) یا تو شی بنفسہ کا اتارنا جیسے قرآن کا اتارنا۔یا اس شی کے اسباب وذرائع اور اس کی طرف (توفیق) ہدایت کا اتارنا جیسے انزال حدید اور انزال لباس اور اس کے مثل (انزالِ میزان، انزالِ رزق، انزالِ انعام، انزالِ رجز وعذاب وغیرہ) انتھی۔علامہ کی اس تصریح سے آپ کی پیش کردہ آیات کی بخوبی وضاحت ہوجاتی ہے اور ہم کو الگ الگ ان پر بحث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔لیکن بپاس خاطر ناظرین ہم ہر ایک نمبر پر نظر ڈالتے ہیں۔

داعی:(۱) ﴿قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْراً ☆ رَّسُولاً يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ﴾ ۔اس آیت میں حضرت کے لئے انزل کا لفظ استعمال ہوا ہے (تا) بطن آمنہ سے پیدا ہوئے تھے۔(ص:۲)۔

مجیب:(۱) کاش آپ اس مقام کو مشہور درسی کتاب ((جلالین))(۱) میں دیکھ لیتے تو ایسا نہ لکھتے ملاحظہ ہو: ﴿قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْراً﴾ هو القرآن ﴿رَّسُولاً﴾ "أي محمدا ﷺ منصوب بفعل مقدر أي وأرسل"، (جلالین، خازن، کشاف، مدارک، سراج منیر)(۲)، یعنی ﴿ذِكْراً﴾ سے مراد قرآن ہے جسے اللہ نے (آسمان سے) نازل کیا ہے اور ﴿رَّسُولاً﴾ کے پہلے "أرسل" محذوف ہے یعنی محمد ﷺ کو رسول بنایا۔اسی

(۱)(ص:۷۵۰۔۷۵۱)۔

(۲)تفسیر الکشاف:(۳۶۱/۴)، تفسیر النسفی:(۵۰۱/۳)، تفسیر الخازن:(۳۱۰/۴)، تفسیر الجلالین:(ص:۷۵۱)، سراج منیر:(۳۲۰/۴)۔

لئے قرآن مجید میں ﴿ ذِکْـــراً ﴾ کے بعد آیت کا گول نشان بنا ہوا ہے جسے آپ نے عمداً حذف کر دیا ہے اور ﴿ رَسُـــولاً ﴾ الگ دوسری آیت میں قرآن مجید میں اس طرح مرقوم ہے ﴿قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْراً ☆ رَّسُولاً يَتْلُو عَلَيْكُمْ ﴾ الخ(۱) ذکر قرآن مجید کا دوسرا نام ہے اور اس کا نزول بہت سی آیات میں آیا ہے، چودہویں پارہ کا تین مقام ملاحظہ ہو ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾(۲) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ ﴾(۳) ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ ﴾(۴) ﴿وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ﴾(۵) ﴿أَأُنزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ ﴾(۶) ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴾(۷) ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴾(۸) پہلی، تیسری اور چوتھی آیت میں نزول ذکر کی من جانب اللہ صراحت ہے۔ چھٹی اور ساتویں میں ذکر کا قرآن ہونا مصرح ہے۔ (۲) اگر ﴿ رَسُولاً ﴾ کو منصوب بفعل مقدر نہ مانیں بلکہ ﴿ ذِكْراً ﴾ سے بدل قرار دیں یا عطف بیان کہیں، تو اس صورت میں رسولا سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہوں گے (تفسیر کشاف وبیضاوی)(۹)۔ جو بواسطہ محمد ﷺ کے بندوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور جبرئیل کا نزول من السماء متفق علیہ ہے اور یہ سب کچھ قرآن مجید سے ثابت ہے، سورہ تکویر میں وارد ہے ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ☆ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴾(۱۰)۔ یہاں جبرئیل علیہ السلام کو رسول فرمایا اور جس چیز کو یہاں "قول" سے تعبیر فرمایا ہے، اسی کو سورہ طلاق میں ﴿يَتْلُو عَلَيْكُمْ ﴾(۱۱) کہا ہے، اور سورہ

(۱) الطلاق: ۱۰۔۱۱۔ (۲) الحجر: ۹۔ (۳) الحجر: ۶۔

(۴) النحل: ۴۴۔ (۵) الانبیاء: ۵۰۔ (۶) ص: ۸۔

(۷) فصلت: ۴۱۔ (۸) یس: ۶۹۔

(۹) تفسیر الکشاف: (۴/۵۶۰)، تفسیر البیضاوی: (۵/۳۴۲)۔

(۱۰) التکویر: ۱۹۔۲۰۔ (۱۱) الطلاق: ۱۱۔

قیامہ میں ﴿قُرْاٰنَهٗ﴾ (۱) اور جس طرح سورہ طلاق میں ﴿اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (۲) آیا ہے اسی طرح سورہ شعراء میں ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ☆ عَلٰی قَلْبِكَ﴾ (۳) اور سورہ بقرہ میں ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (۴) فرمایا گیا ہے۔ ان آیات سے جبرئیل کا رسول ہونا، اللہ ذو العرش سے قرآن کی آیات لے کر نازل ہونا، اور آنحضرت ﷺ کے قلب منور پر وارد کرنا، اور آپ کو پڑھانا صاف صاف ثابت ہے، پس یہ تفسیر آیات ما نحن فیہا کی بہتر تفسیر ہے۔

داعی: (۲) ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ﴾ (۵) اور ہم نے لوہا اتارا، اب غور کیجئے کہ کیا لوہا آسمان سے نازل ہوتا ہے یا کانوں سے نکلتا ہے (ص:۲)۔

مجیب: (۱) اس آیت کی تفسیر میں اگر ہم آپ کو یہ حدیث نبوی سنا دیں: عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ: "إن الله أنزل أربع بركات من السماء إلى الأرض، الحديد" الخ (۶) (معالم، خازن، کشاف، کبیر، سراج منیر)۔ یعنی اللہ نے چار چیزیں آسمان سے زمین کی طرف اتاری ہیں ان میں سے ایک لوہا ہے، تو آپ فوراً اپنے مرزا صاحب کا یہ قول پیش کر دیں گے کہ "حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں" (اعجاز احمدی: (ص: ۳۰)) (۷)۔ اس لئے ہم ان بزرگ کا قول پیش کرتے ہیں جن کے قول سے مرزا صاحب نے بڑی تعریف کے بعد استناد کیا ہے۔ (ازالہ (ص:۴۶۳)) (۸)۔ اور واقعی ان کی جتنی

---

(۱) القیامۃ:۱۸۔　(۲) الطلاق:۱۰۔　(۳) الشعراء:۱۹۳۔۱۹۴۔
(۴) البقرۃ:۹۷۔　(۵) الحدید:۲۵۔

(۶) مسند الفردوس از دیلمی: (۱/۱۷۵)، حدیث:۶۵۳، یہ حدیث موضوع ہے، اس کی سند میں ایک راوی سیف بن محمد ہے، جسے محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔ دیکھیں: ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)) از شیخ البانی: (۷/۵۳)، حدیث:۳۰۵۳۔ اس مقام پر مؤلف رحمہ اللہ نے چند تفسیر کی کتابوں کا حوالہ درج کیا ہے جیسے: (معالم التنزیل، تفسیر خازن، کشاف، تفسیر کبیر، سراج منیر) وغیرہ لیکن ہم نے حدیث کی کتاب سے اس کا حوالہ درج کرنے پر اکتفا کیا ہے، لعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ۔

(۷) ((روحانی خزائن)): (۱۹/۱۴۰)۔　(۸) ایضاً: (۳/۲۳۵)۔

بھی تعریف کی جائے کم ہے وہ بزرگ حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں: عن ابن عباس قال: "ثلاثة أشياء نزلت مع آدم السندان و الكلبتان والميقعة" (ابن کثیر، وابن جریر) (۱)، وفي رواية: "نزل آدم من الجنة ومعه سبعة أشياء من الحديد والسندان والكلبتان والميقعة والمطرقة والإبرة والمر والمسحاة" (کشاف، ومدارک، وابوالسعود، وسراج منیر) (۲)، یعنی حضرت آدم علیہ السلام جنت السماء سے سات چیزیں لوہے کی اپنے ساتھ لے کر اترے تھے۔ (۱) نہائی (گھن)، (۲) سڑسی، (۳) ریتی، (۴) ہتوڑی، (۵) سوئی، (۶) بیلچہ، (۷) پھاوڑا، (کدال) فرمایئے جناب! اب کیا ارشاد ہوتا ہے؟ مرزا صاحب کے مسلم مفسر کی تفسیر کی بنا پر آیت ﴿أَنزَلْنَا الْحَدِيدَ﴾ کے معنی شروع زمانہ میں آدم کے ساتھ آسمان سے لوہا اتارنے کے ثابت ہو گئے نا؟ ع: ہاتھ لا اویار کیوں کیسی کہی؟۔

(۲) آیت مذکور میں دراصل "انزال" سے مراد انزالِ امر ہے جیسا کہ اوپر ((مفردات)) (۳) راغب سے عبارت "والهداية إليه، كإنزال الحديد" نقل کی جا چکی ہے۔ یعنی لوہے کے استعمال کی ہدایت اور حکم، اللہ نے نازل فرمایا ہے، ((تفسیر سراج منیر)) (۴) و ((کشاف)) (۵) میں ہے "إن أوامره تنزل من السماء وقضاياه وأحكامه"، ((بیضاوی)) (۶) میں ہے "الأمر بإعداده"، یعنی استعمال حدید کا امر و حکم آسمان سے اترا ہے، جو قرآن مجید کے دوسرے مقامات میں موجود ہے۔ ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم

---

(۱) تفسیر ابن جریر الطبری: (۳۲۵/۲۲)، تفسیر ابن عطیہ: (۲۶۹/۵)، تفسیر ابن کثیر: (۲۸/۸)، یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں ایسے رواۃ ہیں جو مجہول ہیں۔

(۲) تفسیر الزمخشری: (۴۸۰/۴)، مدارک از نسفی: (۴۴۱/۳)، ابوالسعود: (۲۱۲/۸)، سراج منیر: (۲۱۴/۴)، اس کی سند بھی پچھلی حدیث کی سند کی طرح نامعلوم رواۃ سے پر ہے، لہذا نا قابل قبول ہے۔

(۳) (ص: ۷۹۹)۔ (۴) (۲۱۴/۴)۔ (۵) (۴۸۰/۴)۔ (۶) (۱۹۰/۵)۔

مَا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ ﴾(۱)،﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ﴾(۲)، ﴿وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ﴾(۳)،ان آیات میں لوہے کے ہتھیار اور ڈھال وغیرہ کے استعمال کا حکم اللہ تعالی نے نازل فرمایا ہے،اسی کی طرف ﴿وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ﴾ میں اشارہ فرمایا ہے۔پس چوں کہ آہنی اسلحہ کے استعمال اور تیار کرنے کا سبب امر منزل من اللہ ہے، لہذا﴿وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ﴾من قبیل"اطلاق المسبب والمراد بہ السبب" ہے جس کی تفصیل اگلے جواب میں ملاحظہ ہو۔

داعی:(۳)﴿يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً﴾(۴)،اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس اتارا،فرمایئے کہ کپڑے جو ہم پہنتے ہیں کیا وہ آسمان سے اترتے ہیں؟(ص:۲)۔

مجیب:محاورات عرب جاننے والوں سے مخفی نہیں کہ کلام میں کبھی سبب بولتے ہیں اور مراد مسبب لیتے ہیں جیسے"رعينا الغيث: أي النبات الذي سببه الغيث "(مطول)۔ ہم نے بارش چرائی یعنی گھاس،جس کے اگنے کا سبب بارش ہے،اور کبھی مسبب بولتے ہیں اور مراد سبب لیتے ہیں جیسے﴿وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن رِّزْقٍ﴾(۵)۔اللہ نے آسمان سے رزق نازل فرمایا،یعنی بارش برسائی جو سبب ہے رزق کے پیدا ہونے کا،پس رزق مسبب ہوا۔اسی طرح﴿أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً﴾فرمایا،لباس مسبب ہے اور سبب اس کا بارش ہے،((تفسیر کبیر))(۶)میں ہے:"أنزل المطر وبالمطر تتكون الأشياء التي منها يحصل اللباس"(جلد:۴)،((تفسیر معالم))(۷)میں ہے:"اللباس يكون من نبات الأرض، والنبات يكون بما ينزل من السماء، فمعنى قوله: ﴿أنزلنا﴾ أي: أنزلنا أسبابه"،((تفسیر خازن))(۸)و((فتح البیان))(۹)میں ہے:"أنزل المطر

(۱)الانفال:۶۰۔ (۲)النساء:۷۱۔ (۳)النساء:۱۰۲۔ (۴)الاعراف:۲۶۔
(۵)الجاثیہ:۵۔ (۶)(۲۲۱/۱۴)۔ (۷)(۹۶/۲)۔ (۸)(۹۶/۲)۔
(۹)از نواب صدیق حسن قنوجی:(۳۲۲/۴)۔

من السماء وهو سبب نبات اللباس "، ((تفسیر مدارک))(۱) میں ہے:"لأن أصله من السماء وهو منها"، اسی طرح ((بیضاوی))(۲)((ابوالسعود))(۳) و((سراج منیر))(۴) میں اسباب نازلہ مرقوم ہے۔ حاصل سب عبارتوں کا یہ ہوا کہ وجود لباس کا سبب بارش ہے آسمان سے پانی برستا ہے اس سے روئی کا درخت پیدا ہوتا ہے روئی سے سوت اور سوت سے لباس تیار ہوتا ہے۔ پانی برستا ہے گھاس پیدا ہوتی ہے جسے بھیڑ اور دنبہ کھاتے ہیں ان کے بال بڑھتے ہیں جس سے اونی لباس بنتے ہیں۔ بارش ہوتی ہے شہتوت اور بیر کے درختوں کی پتیاں ہری بھری ہوتی ہیں۔ ان کو ریشم کے کیڑے کھاتے ہیں اور ریشم نکالتے ہیں جس سے ریشمی لباس وجود میں آتے ہیں۔ غرض کہ لباس ورزق کا وجود وحصول اسباب سماویہ ومواد ارضیہ سے مل کر ہوتا ہے جیسا کہ سورہ یونس میں فرمایا ہے:۔﴿قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ﴾(۵)۔ اس کے آگے چھٹے رکوع میں ہے:۔﴿مَا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ﴾(۶)۔ سورہ جاثیہ کی آیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ سورہ ذاریات میں وارد ہوا﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾(۷)۔ اور سورہ عبس میں تو صاف فرمایا ہے﴿أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبّاً ☆ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقّاً ☆ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبّاً﴾(۸) الآیۃ، ان آیات سے آسمانی بارش اور نبات ارضی سے انسانی معیشت کا حصول ثابت ہے، اسی قبیل سے یہ آیت بھی ہے﴿أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً﴾، اس کو کہتے ہیں "تسمية الشيء باسم المسبب"، پس "انزال" کے معنی آسمان سے اتارنا اس آیت میں بھی اسی طرح ثابت ہوئے جس طرح اوپر کی دونوں آیتوں میں۔ والحمد للہ علی ذلک۔

داعی: دوسرا تشریح طلب لفظ "ابن مریم" ہے۔ جہاں پوری پوری مشابہت پائی جائے وہاں ایک نام کا اطلاق دوسرے پر ہوسکتا ہے۔ الخ (ص:۲)۔

---

(۱) از نسفی: (۵۶۲/۱)۔　(۲) (۵۰/۴)۔　(۳) (۱۰۰/۵)۔　(۴) (۴۱۹/۲)۔

(۵) یونس: ۳۱۔　(۶) یونس: ۵۹۔　(۷) الذاریات: ۲۲۔　(۸) عبس: ۲۵۔ ۲۷۔

مجیب: جب کہ بصراحۃ النص بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ ابن مریم بنت عمران علیہم السلام کا آسمان سے اتر کر زمین پر دوبارہ تشریف لانا ثابت ہے۔ کما بینۃ، تو مثلیت اور مشابہت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن مرزا صاحب چونکہ ((براہین احمدیہ)) (۱) میں لکھ گئے ہیں کہ ''اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے'' (ص:۴۹۹)۔ اسی لئے ناشر ((دعوۃ)) نے بھی مشابہت تامہ کا ترجمہ ''پوری پوری مشابہت'' کر دیا۔ اور اس کو علم بلاغت سے ثابت کرنے کے درپے ہوئے، چاہئے تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات وعلامات لکھ کر مرزا صاحب میں ان کو دکھاتے لیکن اس کے لئے ٹریکٹ (۲) کا وعدہ کر دیا (۲) (ص:۳۰)۔ ہم بھی ان شاء اللہ کسی اگلے ٹریکٹ میں قرآن وحدیث سے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی علامات اور حالات تحریر کریں گے جن کا شمار ایک سو اسی (۱۸۰) ہوگا۔ پھر دکھا دیں گے کہ مرزا صاحب میں ان میں کی ایک بھی علامت نہیں پائی گئی۔ یہ ٹریکٹ بڑا ہی مزیدار ہوگا ناظرین اس کا انتظار کریں، اس وقت ہم قادیانی لٹریچر اور مرزائی مسلمات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مختصر حالات اور علامتیں لکھتے ہیں۔ اور پھر قادیانی لٹریچر سے ہی ثابت کریں گے کہ مرزا صاحب میں وہ باتیں نہیں پائی گئیں:۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم رسول ربانی	مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
(۱) حضرت عیسیٰ ابن مریم بغیر باپ کے پیدا کئے گئے تھے (ازالۂ اوھام: (ص:۲۷۳)) (۳)۔	(۱) مرزا غلام احمد صاحب اپنے باپ مرزا غلام مرتضیٰ سے پیدا ہوئے تھے (کشف الغطاء: (ص:۲)) (۴)۔
(۲) حضرت عیسیٰ نے مہد میں کلام کیا (تریاق القلوب: (ص:۴۱)) (۵)۔	(۲) مرزا صاحب سے مہد میں کلام کرنا ثابت نہیں نہ آپ نے کہیں لکھا ہے۔

(۱) ((روحانی خزائن)): (۵۹۴/۱)۔ (۲) افسوس یہ وعدہ بھی وفا نہ ہوا۔ (مؤلف)

(۳) ((روحانی خزائن)): (۲۶۱/۳)۔ (۴) ایضا: (۱۷۹/۱۴)۔ (۵) ایضا: (۲۱۷/۱۵)۔

حضرت عیسیٰ	مرزا صاحب
(۳) حضرت عیسیٰ کی بیوی نہ تھی (ریویو ماہ اپریل ۱۹۰۲ء، (ص:۱۲۴))۔	(۳) مرزا صاحب کے کئی بیویاں تھیں۔ (ثبوت کی ضرورت نہیں)
(۴) حضرت عیسیٰ کے اولاد نہ تھی (تریاق القلوب کا حاشیہ: (ص:۹۹))(۱)۔	(۴) مرزا صاحب کے کئی اولاد (لڑکے اور لڑکیاں) ہوئیں (ظاہر ہے)۔
(۵) حضرت عیسیٰ توام نہیں پیدا ہوئے تھے (نزول المسیح (ص:۱۲۷))(۲)۔	(۵) مرزا صاحب توام پیدا ہوئے تھے (نزول المسیح، (ص:۱۲۷))(۳)۔
(۶) حضرت عیسیٰ حضرت محمد ﷺ سے چھ سو (۶۰۰) برس پہلے پیدا ہوئے تھے (حاشیہ راز حقیقت: (ص:۱۵))(۴)۔	(۶) مرزا صاحب محمد ﷺ کے بہت بعد ۱۲۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے (تریاق القلوب: (ص:۶۸))(۵)۔
(۷) حضرت عیسیٰ میں محض جمالی رنگ تھا (نزول المسیح (ص:۱۲۷))(۶)۔	(۷) مرزا صاحب فرماتے ہیں ”میں جمالی اور جلالی دونوں رنگ رکھتا ہوں“ (نزول المسیح (ص:۱۲۷))(۷)۔
(۸) حضرت عیسیٰ مکتب میں بیٹھے تھے استاد سے توریت پڑھی تھی (کتاب ایام الصلح اردو: (ص:۱۴۷))(۸)۔	(۸) مرزا صاحب فرماتے ہیں ”میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا“ (ایام الصلح اردو: (ص:۱۴۷))(۹)۔
(۹) حضرت عیسیٰ نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی اس لئے نبی سیاح کہلائے (کتاب مسیح ہندوستان میں: (۵۳))(۱۰)۔	(۹) مرزا صاحب نے صوبہ پنجاب اور یوپی سے باہر کہیں کی بھی سیاحت نہیں کی۔ من یدعیہ فعلیہ البیان

(۱) ایضا: (۱۵/۳۶۳)۔ (۲) ایضا: (۱۸/۵۰۵)۔ (۳) ایضا۔ (۴) ایضا: (۱۴/۱۶۷)۔
(۵) ایضا: (۱۵/۲۸۳)۔ (۶) ایضا: (۱۸/۵۰۵)۔ (۷) ایضا۔ (۸) ایضا: (۱۴/۳۹۴)۔
(۹) ایضا۔ (۱۰) ایضا: (۱۵/۵۵)۔

(۱۰) حضرت عیسیٰ نے براہ راست فیضان پایا ہے (حقیقۃ النبوۃ: (ص:۱۳۷)) ۔	(۱۰) مرزا صاحب کو حضرت محمد کی اتباع سے حاصل ہوا (حقیقۃ النبوۃ: (ص:۱۳۷)) ۔
(۱۱) حضرت عیسیٰ نے کہا میں اسرائیل کی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ (چشمۂ معرفت: (ص:۶۸)) (۱) ۔	(۱۱) مرزا صاحب کا الہام ہے "قل یا ایها الناس إني رسول الله إليكم جميعا"۔ (میں تمام انسانوں کی طرف رسول ہوں) (حقیقۃ النبوۃ: (ص:۱۹۹۔۲۰۰)) ۔
(۱۲) حضرت عیسیٰ جنگل کا ساگ پات کھاتے اور مٹی کا تکیہ بناتے (عسل مصفی حصہ اول: (ص:۱۹۱و۱۹۲))	(۱۲) مرزا صاحب کے پاس تین لاکھ روپیہ تھا، برابر لنگر خانہ جاری رہتا (حقیقۃ الوحی: (ص:۲۱۱)) (۲)۔ پھر کیسے کیسے مرغن کھانے پکتے ہوں گے۔

اس طرح کا ایک دفتر محض قادیانی لٹریچر سے پیش کیا جا سکتا ہے، والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔ ناشر ((دعوۃ)) کو بتانا چاہئے کہ "پوری پوری مشابہت" کیا اسی کا نام ہے؟ احادیث صحیحہ سے جو علامات و برکات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہیں ان میں سے ہم بالفعل یہاں پر صرف چار نقل کر کے مرزا صاحب کے زمانہ سے مقابلہ کرتے ہیں تا کہ اس مزعومی "پوری پوری مشابہت" کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔ بعونہ وصونہ۔

برکات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام	مشئومات حضرت مرزا صاحب علیہ ما علیہ
(۱) "ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد" (صحیح مسلم) (۳)۔ یعنی حضرت عیسیٰ کی برکت سے مسلمانوں کا کینہ، بغض اور حسد دور ہو جائے گا۔	(۱) ہندوستان کے عام باشندوں خصوصا مسلمانوں میں دشمنی اور حسد اور بغض کی آگ لگی ہوئی ہے اور ایسی عداوت پیدا ہوگئی ہے جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلق بلکہ قطع رحم ہو چکا ہے۔

(۱) ((روحانی خزائن)): (۲۳/۷۶)۔ (۲) ایضا: (۲۲/۲۲۱)۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث: ۱۵۵۔

(۲)"ویفیض المال حتی لا یقبله أحد" (بخاری ومسلم) (۱)۔ حضرت عیسیٰ کی برکت سے مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ زکاۃ لینے والے نہ ملیں گے۔

(۲) سب قوموں میں سے زیادہ فقیر اور محتاج مسلمان ہیں اگر ایک شخص خیرات کرنے لگتا ہے تو اس کثرت سے فقراء ومساکین جمع ہوجاتے ہیں کہ اس بیچارے کو گھر کا دروازہ بند کرلینا پڑتا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ مسلمان افلاس کی وجہ سے آریہ اور عیسائی بنتے جارہے ہیں۔

(۳)"حتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا" (صحیح مسلم) (۲)۔ مطلب یہ کہ حضرت عیسیٰ کی برکت سے دنیا سے بے رغبتی اور عبادت کے شوق سے آخرت کی تیاری کی فکر پیدا ہوجائے گی۔

(۳) لالچ اور نفسانی طمع میں ترقی ہے حلال وحرام کی تمیز اٹھ گئی ہے، رشوت خیانت اور غبن کا وقوع بکثرت ہے، رہزنی، ڈاکہ اور غصب کی فراوانی ہے، طمع مال میں قتل وغارت گری کے واقعات روز مرہ ہیں، عاقبت کی کوئی فکر نہیں، بلکہ مسلمان اسلام کو ہی خیر باد کہہ رہے ہیں۔

(۴) حضرت عیسیٰ کی برکت سے بارش بر وقت اور مناسب ہوگی۔ دودھ اور پھل معمول سے زیادہ ہوں گے (صحیح مسلم) (۳)۔ اور جو امر عامۂ خلق کے حق میں مضر ہوں گے وہ بند ہو جائیں گے (ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ) (۴)۔

(۴) خشک سالی یا تباہ کن سیلاب کی کثرت، بہر دوصورت ہر جنس کی گرانی خصوصاً گھی اور دودھ کی قلت، نت نئی بیماریاں اور وبائیں، زلزلے اور بہت سی مصیبتیں دنیا میں عام طور سے بدامنی اور لڑائیاں موجود ہیں۔

---

(۱) بخاری: کتاب أحادیث الانبیاء، باب نزول عیسی ابن مریم علیه السلام، حدیث: ۳۴۴۸، صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسی ابن مریم علیه السلام حاکما بشریعة نبینا محمد ﷺ، حدیث: ۱۵۵۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسی علیه السلام حاکما بشریعة نبینا محمد ﷺ، حدیث: ۱۵۵۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذکر الدجال وصفته وما معه، حدیث: ۲۹۳۷۔

(۴) سنن ابوداود: کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث: ۴۳۲۱، سنن ابن ماجه: کتاب الفتن، باب فتنة الدجال

دوستو! آپ نے دیکھا کیسی ''پوری پوری مشابہت'' ہے؟ اسی لئے ناشر ''دعوۃ'' کو ہمت نہیں ہوئی کہ مسیح اصلی و مسیح نقلی کا تقابل دکھائیں، استاد صائب نے غالباً اسی موقع کے لئے پیش گوئی کی تھی۔

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را عیسی نتواں گشت بتصدیقِ خرے چند(۱)

داعی: ﴿یا أُختَ هارُونَ﴾۔ اس آیت میں حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا گیا ہے حالانکہ تواریخ سے ثابت ہے کہ حضرت مریم کا کوئی بھائی ہارون نہ تھا الخ (ص:۲)۔

مجیب: کاش آپ لوگ احادیث نبویہ کو مانتے تو ہرگز ایسا نہ لکھتے۔ ((صحیح مسلم)) میں ہے: عن المغيرة بن شعبة، قال: لما قدمت نجران سألوني، فقالوا: إنكم تقرؤن يا أخت هارون، وموسى قبل عيسى بكذا وكذا، فلما قدمت على رسول الله ﷺ سألته عن ذلك، فقال: «إنهم كانوا يسمون بأنبيائهم والصالحين قبلهم» (مسلم: (ج ۲/ ۲۰۷)) (۲)۔ کذا فی الترمذی والنسائی واحمد۔ مغیرہ بن شعبہ صحابی کہتے ہیں کہ جب میں نجران آیا تو (عیسائیوں نے) مجھ سے سوال کیا کہ تمہارے قرآن نے مریم کو ہارون کی بہن کہا ہے (جو موسیٰ کے بھائی تھے) اور موسیٰ کا زمانہ عیسیٰ سے بہت پہلے ہے تو میں نے (مدینہ آکر) آنحضرت ﷺ سے اس امر کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ (یہاں ہارون سے موسیٰ کے بھائی مراد نہیں ہیں بلکہ) وہ لوگ اپنے پہلے کے پیغمبروں اور صالحوں کے نام پر نام رکھتے تھے، معلوم ہوا کہ یہ ہارون حضرت مریم کے رشتہ کے کوئی بھائی

= وخروج عیسی بن مریم وخروج یأجوج ومأجوج، حدیث: ۷۵۰۴، سنن ترمذی: أبواب الفتن، باب ما جاء فی فتنۃ الدجال، حدیث: ۲۲۴۰، مسند احمد: (۱۷۲/۲۹)، حدیث: ۱۷۶۲۹۔

(۱) ترجمہ: اپنی موتی کسی پارکھ (صاحب نظر) کو دکھاؤ چند گدھوں کی تصدیق اسے موتی نہیں ثابت کرسکتی۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب الآداب، باب النهی عن التکنی بأبی القاسم وبیان ما یستحب من الأسماء، حدیث: ۲۱۳۵۔

تھے ان کے والدین نے ان کا نام ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون کے نام پر تبرکا رکھ دیا تھا۔ اب سنئے اکابر مفسرین کی تصریحات، امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: " كان لها أخ يسمى هارون من صلحاء بني اسرائيل فعيرت به، وهذا هو الأقرب " (تفسیر کبیر جلد پنجم، کذا فی السراج المنیر)(۱)۔ یعنی حضرت مریم کا بھائی ہارون بنی اسرائیل میں نیک آدمی تھا، مریم کو انہیں کا طعنہ دیا گیا تھا۔ اور یہی بات ٹھیک ہے۔ ((تفسیر رحمانی))(۲) میں ہے: " ﴿يَا أُخْتَ هَارُونَ﴾ من أبويه أو من أبيه "، یعنی ہارون حضرت مریم کے سگے بھائی تھے یا سوتیلے۔ ((تفسیر مدارک))(۳) میں ہے: " كان أخاها من أبيها "، یعنی ہارون حضرت مریم کے سوتیلے بھائی تھے۔

داعی: (۲) « إنكن صواحب يوسف »، آنحضرت نے اپنے آپ کو یوسف اور اپنی ازواج مطہرات کو "یوسف والیاں" ٹھہرایا ہے (ص: ۲)۔

مجیب: آپ کا یہ بیان علم بیان سے جہل پر مبنی ہے یہ تشبیہ ملفوف نہیں ہے نہ تشبیہ الجمع، بلکہ تشبیہ مفرد کی مفرد سے ہے، جو بوجہ نہ مرقوم ہونے حرف تشبیہ کے موکد، اور بسبب نہ مذکور ہونے وجہ شبہ کے مجمل ہے، شاید آپ کو مشبہ بہ کے مرکب اضافی ہونے کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہے کہ آپ نے اس کو متعدد سمجھ لیا، اسے جہل مرکب کہوں یا تجاہل، مرکب اضافی میں طرفین تشبیہ متعدد نہیں ہوتے، پس مضاف ایک مشبہ بہ اور مضاف الیہ دوسرا مشبہ بہ نہیں ہو سکتا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے " إن حمزة أسد الله " (فتح الباری پ: ۱۶)(۴)۔ یعنی حضرت حمزہ اللہ

(۱) تفسیر کبیر: (۲۱/۵۳۰)۔ (۲) مسمی بہ ((تبصیر الرحمٰن)) از مہائمی: (۲/۶)۔

(۳) از نسفی: (۲/۳۳۳)۔

(۴) المعجم الکبیر از طبرانی: (۳/۱۴۹)، حدیث: ۲۹۵۲، مستدرک حاکم: (۳/۲۱۲)، حدیث: ۲۸۸۱، اس حدیث کی سند منکر ہے، اس کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن عبد الرحمٰن جو واہ (واہیات) ہے۔ دیکھیں: ((سلسلة الأحاديث الضعيفة)):

کے شیر ہیں۔ اس میں حمزہ عم رسول مشبہ ہیں اور ''اسداللہ'' مشبہ بہ، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ''آنحضرت'' نے اپنے آپ کو خدا ٹھہرایا ہے اور اپنے چچا حمزہ کو شیر خدا۔ اسی طرح «إنكن صواحب يوسف» (۱) میں ''زوجہ نبی'' مشبہ ہے اور ''صواحب یوسف'' مشبہ بہ، اور ''اخفا'' مراد وجہ شبہ ہے۔ یوسف (بوجہ مضاف الیہ ہونے کے) کوئی دوسرا مشبہ بہ نہیں ہے کہ اس کا مشبہ ذات سرور کائنات علیہ السلام کو قرار دیا جائے۔ اور کہا جائے کہ آنحضرت یوسف ہیں، جیسے اسد اللہ میں اللہ (بوجہ مضاف الیہ ہونے کے) دوسرا مشبہ بہ نہیں ہے کہ اس کا مشبہ ذات رسالت مآب کو قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ آنحضرت معاذ اللہ خدا ہیں۔ بلکہ عم رسول ﷺ کی تشبیہ شیر خدا سے ہے، اور زوجہ رسول ﷺ کی تشبیہ (حدیث مذکور میں) زنانِ یوسف سے ہے اور بس، فافہم۔

داعی: حدیث میں آنحضرت کو ابن ابی کبشہ کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث زیر بحث میں ''ابن مریم'' آتا ہے حالانکہ نہ حضور کے والد ماجد نہ آپ کے آباء واجداد میں کسی کا نام ابی کبشہ تھا (ص:۲)۔

مجیب: آپ کو نسبت کی کچھ خبر ہے؟ دائی حلیمہ کے شوہر کی کنیت ابو کبشہ تھی اور یہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے لہذا ہم کو نہ کسی حاشیہ کے دیکھنے کی ضرورت ہے نہ شرح کی۔ سنئے صحابہ کی سیرت میں مشہور کتاب ((اصابہ)) (۲) میں ہے: "أبو كبشة حاضن النبي ﷺ الذي كانت قريش تنسبه إليه فتقول قال ابن أبي كبشة، وهو الحارث بن عبد العزى السعدي زوج حليمة (إلى) عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال حدثني حاضني أبو كبشة" الخ (جلد رابع)۔ یعنی ابو کبشہ آنحضرت ﷺ کے دودھ باپ ہیں قریش آپ کو انہیں کی طرف منسوب کرتے اور کہتے کہ ابو کبشہ کا بیٹا، ان کا نام حارث تھا اور

(۱۳/۹۶ے)، حدیث: ۶۳۵۶، لیکن حمزہ رضی اللہ عنہ کا یہ لقب تاریخی روایات سے ثابت ہے۔

(۱) صحیح بخاری: کتاب الأذان، باب حد المریض أن یشهد الجماعة، حدیث: ۶۶۴۔ (۲) (۷/۲۸۴)۔

حلیمہ کے شوہر تھے، (حدیث مرفوع میں وارد ہے) ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے دودھ باپ ابو کبشہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ۔ ۔ ۔'' جب کہ رسول اللہ آنحضرت ﷺ خود ابو کبشہ کو اپنا دودھ باپ فرما رہے ہیں تو یہ حقیقت ہوئی اسی طرح ''ابن مریم'' سے بھی مراد حقیقت ہے فبطل زعم ناشر الدعوۃ علیہ ما یستحقہ۔

داعی: بخاری کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ عرب جیسے شرک آباد ملک میں ایک شخص ابی کبشہ گزرا تھا، جو توحید کا قائل تھا (ص:۲)۔

مجیب: حدیث نبی اور تصریح رسول کے بعد نہ کسی حاشیہ کی ضرورت رہتی ہے نہ شرح کی "إذا جاء نهر الله بطل نهر معقل"، اور پھر یہ بالکل غلط ہے کہ ابو کبشہ خزاعی توحید کا قائل تھا تمام شراح بخاری بالاتفاق لکھتے ہیں کہ وہ مشرک اور ستارہ پرست تھا، (۱) ((عون الباری)) (۱)، (۲) ((فتح الباری)) (۲)، (۳) ((قسطلانی)) (۳)، اور (۴) ((عینی)) (۴) شروح بخاری میں ہے "حالف قریشا في عبادة الأوثان فعبد الشعرى"، شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۵) ((تیسیر القاری)) اور ان کے پوتے شیخ الاسلام ابن حافظ فخر الدین (۶) ((شرح بخاری)) میں لکھتے ہیں ''برخلاف عرب عبادت شعری کہ نام کو کہے ست میکرد'' یعنی یہ شخص عرب کی طرح بتوں کو نہیں پوجتا تھا بلکہ ستارۂ شعری کی پرستش کرتا تھا، ایسے مشرک کو توحید کا قائل بتانا، اور آنحضرت ﷺ کو اس کا مشابہ قرار دینا فرقہ مرزائیہ کا ہی کام ہے، استغفر اللہ منہ۔

داعی: امت پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ وہ یہودی ہو جائیں گے تا آخر (ص:۳)۔

مجیب: مسلمانو! سنتے ہو؟ یہ مرزائی تم سب مسلمانوں کو یہودی بنا رہا ہے، دیکھو اس

---

(۱) از نواب صدیق حسن قنوجی: (۸۲/۱)۔　(۲) از ابن حجر: (۴۰/۱)۔

(۳) ارشاد الساری: (۸۶/۱)۔　(۴) عمدۃ القاری: (۸۰/۱)۔

جرأت اور بہتان کو، پھر ان سے پوچھو کہ یہودیوں کی اصلاح کے لئے صرف حضرت عیسی علیہ السلام ہی تو نہیں آئے تھے بلکہ موسی علیہ السلام کے بعد سے تمام انبیاء بنی اسرائیل اسی غرض سے تشریف لائے تھے جن میں حضرت داؤد و سلیمان جیسے باسطوت پیغمبر بھی تھے، پڑھو آیت ﴿يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا﴾ (۱)، پس آنے والے شخص کے لئے محض عیسی ابن مریم کی صفات سے متصف ہونا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اسے حضرت یوشع کی طرح جہاد، حضرت داؤد کی طرح قتال اور حضرت سلیمان کی طرح عظیم بادشاہت بھی تو کرنی چاہئے تا کہ محمد ﷺ کی ''یہودی امت'' کی اصلاح، وعظ و بیان، سیف و سنان ہر طرح سے کر سکے۔ کیا مرزا صاحب ایسے ہی تھے؟ ہرگز نہیں وہ تو فرماتے ہیں:۔ ''یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا، درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے'' (ازالہ اوھام: (ص:۸۴)) (۲)۔ پھر مرزا صاحب اس ''یہودی'' امت کی کیا اصلاح کر سکتے ہیں؟ دیکھ نہ لو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟ مرزا صاحب آئے بھی اور چلے بھی گئے، لیکن کیا اصلاح کی؟ یہی نا کہ اپنے اتباع کے ماسوا تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر اور جہنمی بنا دیا، کیا اچھی اصلاح ہوئی؟ اور اپنے اندر عیسی ابن مریم کی صفات کا کیسا اچھا ثبوت دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا تھا "يهلك الله في زمانه الملل كلها إلا الإسلام، تملأ الأرض من المسلم" (ابوداود) (۳)۔ یعنی حضرت عیسی کے زمانہ میں سوائے اسلام کے اور کسی دین کا پتہ بھی نہ ہوگا، ساری زمین مسلمانوں سے بھر جائے گی۔ لیکن مرزا صاحب نے چالیس کڑور مسلمانوں (اور بقول خود نوے (۹۰) کڑور مسلمانوں (تحفہ گولڑویہ کا حاشیہ: (ص:۱۰۸)) (۴) کو بوجہ مرزا صاحب

(۱) المائدۃ:۴۴۔ (۲) ((روحانی خزائن)): (۳/۱۹۷۔۱۹۸)۔

(۳) سنن ابوداود: کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث: ۴۳۲۴، مسند احمد: (۱۵/۳۹۸)، حدیث: ۹۶۳۲، یہ حدیث حسن ہے۔ (۴) ((روحانی خزائن)): (۱۷/۲۰۰)۔

پر ایمان نہ لانے کے کافر بنایا ہے (حقیقۃ الوحی: (ص:۱۶۳و۱۷۹))(۱)، پس ساری زمین تو کافروں سے بھر گئی انا للہ۔

داعی: "أن ینزل فیهم" میں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کیا ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوگا، الخ (ص:۳)۔

مجیب: خطاب صحابہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ عامۂ امت محمدیہ تا قیامت مخاطب ہے ابن خزیمہ وحاکم نے روایت نقل کی ہے عن أنس، قال النبي ﷺ: "سیدرك رجال من أمتي عیسی ابن مریم" (۲) الخ (کنز العمال: (۲۰۲/۷))، یعنی میری امت کے لوگ عیسی کا زمانہ پائیں گے نہ صحابہ لوگ۔ اور دیگر احادیث صحیحہ کثیرہ میں حضرت عیسی کا قرب قیامت تشریف لانا مصرح ہے ملاحظہ ہوں:۔ قال: "لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسی ابن مریم" (مسند احمد: (ج ۴۹۳/۲)، وابن ماجہ: (ص:۳۸))(۳)۔ "لن تقوم الساعة حتی ترون قبلها عشر آیات، ...ونزول عیسی ابن مریم" (صحیح مسلم: ج:

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۷۹/۲۲)۔

(۲) صحیح ابن خزیمہ: (۱۳۳۲/۳)، حدیث: ۳۱۶۲، مستدرک حاکم: (۵۸۷/۴)، حدیث: ۸۶۳۴، مسند ابویعلی الموصلی: (۲۰۳/۵)، حدیث: ۲۸۴۰، المعجم الاوسط از طبرانی: (۲۶۸/۴)، حدیث: ۴۱۶۰، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، بلکہ امام ذھبی رحمہ اللہ نے مستدرک حاکم کی تلخیص میں اس کو منکر قرار دیا ہے، اور امام ہیثمی نے بھی ((مجمع الزوائد)): (۲۸۸/۷)، حدیث: ۱۲۲۴۷ میں اس حدیث کی سند کو عباد بن منصور کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ)): (۱۹۴/۸)، حدیث ۳۷۱۶، اور ((ضعیف الجامع الصغیر)): (۴۸۴/۱)، حدیث: ۳۳۰۰ میں ضعیف منکر قرار دیا ہے۔ رہی بات اس امر کے ثبوت کی جو مؤلف رحمہ اللہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی سب سے بڑی دلیل امر واقع ہے، ہم اس زمانہ میں ہیں اور صحابہ کو اس دنیا سے ختم ہوئے تیرہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا لیکن اب تک دجال کا ظہور نہیں ہوا ہے، تو بلا شبہ دجال کا ظہور جس زمانہ میں ہوگا اس وقت کے مسلمان نبی ﷺ کے عام امتی ہوں گے نہ کہ صحابہ کرام، واللہ اعلم۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب المظالم والغصب، باب کسر الصلیب وقتل الخنزیر، حدیث: ۲۴۷۶۔

"لا تقوم الساعة حتی ...فینزل عیسی ابن مریم "(صحیح مسلم: ۳۹۳/۲)) (۱)۔"ظاهرین إلی یوم القیامة فینزل عیسی ابن مریم "(صحیح مسلم: ج ۳۹۳/۲)) (۲)۔"کیف تهلك أمة أنا أولها، والمهدي وسطها، والمسیح آخرها"(مشکاۃ: (ص:۵۷۵)) (۴)۔ان تمام حدیثوں میں حضرت عیسی کا نزول قرب قیامت مذکور ہے اور پچھلی روایت میں امت محمدیہ کے آخر زمانہ میں حضرت مسیح کا ہونا مصرح ہے، نہ عہد صحابہ میں، نہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال کے بعد۔

داعی: کسر صلیب کے یہ معنی ہیں کہ دین نصاری کو باطل کریں گے تاکہ حقیقۃً صلیب ٹوٹ جائے (ص:۳)۔

مجیب: آپ لوگوں کے دین وامانت کا ماتم کیا جائے یا علم وفضل کا ((فتح الباری)) سے عبارت نقل کر کے عمداً ترجمہ میں تحریف کرتے ہو، اللہ سے ڈرو۔عبارت مذکور یہ ہے "یبطل دین النصرانیة بأن یکسر الصلیب حقیقة "(فتح الباری: (ص:۱۸۲) پ:۱۴) (۵)۔بتاؤ اس عبارت میں "تاکہ" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ دین نصرانیت کو اس طور پر باطل کریں گے کہ صلیب کو حقیقت میں توڑ ڈالیں گے۔اگر ابطال دین نصاری ہی کسر صلیب ہے (بقول ناشر دعوۃ) تو یہ کسر صلیب مجازاً ہوئی نہ حقیقۃً حالانکہ لفظ حقیقۃً اس معنی کی تردید کر رہا ہے، علاوہ ازیں "بأن" کے معنی "تاکہ" نہیں ہوتے "بایں کہ" معنی ہوتے

(۱) صحیح مسلم: کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعة، حدیث:۲۹۰۱۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب فی فتح قسطنطینیہ وخروج الدجال، حدیث: ۲۸۹۷۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسی علیہ السلام حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث:۱۵۶۔

(۴) مستدرک حاکم: (۴۳/۳)، حدیث:۴۳۵۱، اس حدیث کی سند مرسل منکر ہے، اس کے راوی جبیر بن نفیر صحابی نہیں ہیں، دیکھیں: ((مختصر تلخیص الذهبی)) از ابن ملقن: (۱۴۲/۲)، اور دیکھیں: ((سلسلة الاحادیث الضعیفة)) از شیخ البانی: (۳۷۱/۵)، حدیث:۲۳۳۹۔

(۵) فتح الباری از ابن حجر: (۴۹۱/۶)۔

ہیں۔((صحیح بخاری))(١)میں ہے:"یقیم به الملة العوجاء بأن یقولوا لا إله إلا الله"۔ ترجمہ اس کا((تیسیر القاری))میں یوں لکھا ہے"راست می کند بوے ملت ابراہیم را باین کہ می گویند کلمۂ توحید را(٢)"(٢٦١/٢)۔"تا کہ"ترجمہ نہیں کیا ہے۔قرآن میں ﴿لَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا﴾(٣)،﴿رَضُوا بِأَن يَكُونُوا﴾(٤)،کا ترجمہ کسی مترجم نے"تا کہ"نہیں کیا ہے۔اور نہ یہ ترجمہ صحیح ہوسکتا ہے اس کتاب کے شروع میں ہمارا خطبہ پڑھو"بأن یبطل "الخ۔ غرض کہ حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں کسر صلیب حقیقۃً ہوگی((صحیحین))(٥)کی حدیث میں اگر "یکسر الصلیب" آیا ہے تو((مسند احمد))(٦)میں"یمحوا الصلیب "وارد ہے (ج ٢٩/٢)،یعنی صلیب کا نام ونشان مٹادیں گے۔اور((ابوداود))(٧)میں"فیدق الصلیب"مروی ہے(١٣٥/٢)،یعنی صلیب کو چور چور کردیں گے یہ سب الفاظ دال بر حقیقت ہیں،جس طرح آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ میں اصنامِ کعبہ کو اپنے دست مبارک سے توڑ پھوڑ ڈالا تھا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی صلیب کو اپنے دست مبارک سے چکنا چور کردیں گے،گرجوں کا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔چونکہ مرزا صاحب بزعم خود مسیح موعود بنے اور کسر صلیب نہ کرسکے اس لئے آپ لوگ تاویل نہیں تحریف پر آمادہ ہوگئے۔والعیاذ باللہ۔

داعی:"یقتل الخنزیر" کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ"سوروں کو آپ قتل کریں گے"۔کیوں

---

(١) کتاب البیوع،باب کراہیۃ السخب فی السوق،حدیث:٢١٢٥۔

(٢) ترجمہ:ابراہیم کی ٹیڑھی ملت کو اس طرح سیدھی کردیں گے کہ ان کی زبانوں پر کلمۂ توحید ہوگا۔

(٣) البقرۃ:١٨٩۔ (٤) التوبۃ:٨٧۔

(٥) صحیح البخاری:کتاب البیوع،باب قتل الخنزیر،حدیث:٢٢٢٢،صحیح مسلم:کتاب الإیمان،باب نزول عیسی ابن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ،حدیث:١٥٥۔

(٦) (٢٨٠/١٣_٢٨١)،حدیث:٧٩٠٣،اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(٧) کتاب الملاحم،باب خروج الدجال،حدیث:٤٣٢٤،اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

کہ یہ ایک نبی کی شان کے خلاف ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپ خنزیر صفت لوگوں الخ (ص:۳)۔

مجیب: اب آپ کا فرض ہے کہ ایک نیا لغت تیار کریں جس میں امت محمدیہ کے معنی یہودی، صلیب کے معنی عیسائی، خنزیر کے معنی آدمی، دمشق کے معنی قادیان، کدعہ (اصل لفظ کرعہ ہے) کے معنی کادیان، لد کے معنی لودھیانہ، خر دجال کے معنی ریل گاڑی، ابن مریم کے معنی غلام احمد، دو زرد چادروں کے معنی مراق اور سلس البول، مدینہ کے معنی بہشتی مقبرہ وغیرہ وغیرہ لکھ دیں اور تحریر و تقریر میں اسی لغت ((انیث البحر)) کا حوالہ دے دیا کریں لوگ بلا چوں چرا مان لیں گے!! ورنہ محاورہ؟ عرب کی رو سے یہاں "یقتل" "من باب اطلاق الفعل علی القول" ہے یعنی یأمر بالقتل، چنانچہ ابن عساکر کی حدیث میں یوں آیا ہے: "فیأمر عیسی بالصلیب فیکسر و بالخنزیر فیقتل ۔۔۔" (منتخب کنز (ج ۲۶/۶)، بر حاشیہ مسند احمد) (۱)۔ یعنی حضرت عیسی لوگوں کو کسر صلیب اور قتل خنزیر کا حکم دیں گے، جیسے قرآن مجید میں ہے ﴿وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ﴾ (۲)، "أي يأمر بكتاب ما يبيتون" (تفسیر جلالین و سراج منیر وغیرہ) (۳)، یعنی منافقین راتوں میں جو مشورہ کرتے ہیں اللہ تعالی ان کے لکھنے کا (فرشتوں کو) حکم دیتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ﴿بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ﴾ (۴)، ان کے پاس ہمارے فرشتہ لکھتے ہیں۔ اسی طرح ((صحیح بخاری)) (۵) میں ہے: "أخذ رسول الله ﷺ الكتاب فكتب" الخ (پ ۱۰، پ ۱۷)، یعنی آنحضرت نے رقعہ صلح نامہ لے کر خود لکھ دیا، اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ امی تھے لکھنا پڑھنا نہیں

(۱) تاریخ دمشق: (۵۰۷/۴۷)۔ یہ عبارت مطبوع نسخہ میں نہیں ہے مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس کا اضافہ کیا ہے۔

(۲) النساء: ۸۱۔ (۳) تفسیر جلالین: (ص: ۱۱۵)، سراج منیر: (۳۱۸/۱)۔ (۴) الزخرف: ۸۰۔

(۵) کتاب الصلح، باب کیف یکتب ھذا: ما صالح فلان بن فلان، وفلان بن فلان، وان لم ینسب الی قبیلتہ ونسبہ، حدیث: ۲۶۹۹۔

جانتے تھے پھر کیسے سارا صلح نامہ خود لکھ دیا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہاں فعل کا اطلاق قول پر ہے، یعنی لکھنے کا حکم دیا ((فتح الباری شرح بخاری))(۱) میں ہے:"كتب بمعنى أمر بالكتابة، وهو كثير كقوله كتب إلى قيصر، وكتب إلى كسرى"، (ص:۲۲، پ:۱۷)، یعنی "کتب" معنی میں امر بالکتابہ کے ہے اور ایسا اطلاق بہت ہے جیسے کہ قیصر روم کو چٹھی لکھی خسروئے فارس کو خط لکھا یعنی لکھوایا۔ اسی طرح "يقتل الخنزير" کے معنی "يأمر بقتل الخنزير" ہیں، یعنی مسیح علیہ السلام قتل خنزیر کا حکم دیں گے۔ جس طرح آنحضرت ﷺ نے مدینہ طیبہ میں قتل کلاب کا حکم مرحمت فرمایا تھا، پس اگر امر بقتل الکلاب شانِ مصطفوی کے خلاف تھا تو امر بقتل الخنزیر بھی شانِ عیسی کے خلاف ہوگا، والا فلا۔

داعی: ابن کثیر سے جو حدیث (تا) صفحہ نقل نہ کیا (ص:۳)۔

مجیب: حافظ ابن کثیر نے مشہور محدث ابن ابی حاتم سے بالسند اپنی تفسیر (جلد ثانی)(۲) میں یہ حدیث نقل کی ہے، قال رسول اللہ ﷺ:"إن عيسى لم يمت وإنه راجع إليهم قبل يوم القيامة" (ج:۲/۲۳۰)۔ حدیث مذکور کو محدث کبیر ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر ((جامع البیان)) جلد سوم (ص:۱۸۳)(۳) میں اور حافظ سیوطی نے ((درمنثور)) جلد دوم (ص:۳۶)(۴) میں نقل کیا ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے یہود سے فرمایا تھا کہ بے شک عیسی نہیں مرے ہیں اور بے شک وہ لوٹ آنے والے ہیں تمہاری طرف قیامت سے پیشتر، پس جو شخص اس قول نبوی سے منکر ہو وہ کافر ہے جیسا کہ شیخ ابو بکر بن اسحاق نے

---

(۱) از ابن حجر: (۷/۵۰۴)۔

(۲) (۲/۴۷)، اور دیکھیں: ((تفسیر ابن ابی حاتم)): (۴/۱۱۱۰)، اس کی سند مرسل ہے، اور مفہوم دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

(۳) (۵/۴۴۸)۔

(۴) (۲/۲۲۵)۔

((معانی الاخبار))(۱) میں بالسند نقل فرمایا ہے: عن جابر قال: قال ﷺ: من أنكر نزول عيسى ابن مريم عليه السلام فقد كفر "(فصل الخطاب نسخہ قلمی)۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا انکار کرے وہ کافر ہو گیا۔

داعی: یہ حدیث نہیں بلکہ حسن بصری کا قول ہے۔ پس ایک انسان کے قول کی کیا حیثیت ہے (ص:۳)۔

مجیب: وہ تو حدیث مرفوع تھی، حسن بصری کا بھی ایک قول ((تفسیر ابن کثیر)) (۲) (جلد سوم) میں بایں الفاظ بالسند منقول ہے: عن الحسن: "﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال: قبل موت عيسى، والله إنه لحي الآن عند الله، ولكن إذا نزل آمنوا به أجمعون "(ج ۲۳۱/۳)۔ یعنی حسن بصری نے آیت "نہیں ہے کوئی اہل کتاب مگر ضرور ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے" کی تفسیر میں فرمایا کہ "موتہ" میں ضمیر عیسیٰ کی طرف لوٹتی ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے (پھر فرمایا) قسم ہے اللہ کی بیشک عیسیٰ اس وقت اللہ کے پاس البتہ زندہ ہیں اور جب وہ اتریں گے تو سب لوگ ان پر ایمان لائیں گے۔ حسن بصری کا یہ قول ((تفسیر ابن جریر)) (ج ۱۲/۶) (۳) و ((در منثور)) (ج ۲۴۱/۲) (۴) اور ((فتح الباری شرح صحیح بخاری)) (پارہ:۱۳، ص:۲۸۱)) (۵) میں بھی منقول ہے۔ ظاہر ہے کہ حسن بصری کا یہ قول قرآن مجید سے مستفاد

---

(۱) (۱۵/۲ ـ ۷)، اس روایت کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ((لسان المیزان)): (۱۳۰/۵)، نمبر: ۴۳۷، میں ذکر کیا ہے اور اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ اگر چہ یہاں ہم نے اس روایت کو محدثین کے قواعد اور علمی دیانت کے مطابق موضوع قرار دیا ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل سنت والجماعت (اہل حدیث) کے عقائد میں سے ایک بنیادی عقیدہ اور قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ایک علامت عیسیٰ علیہ السلام کا اس دنیا پر دوبارہ نزول اور مسیح دجال کا ان کے ہاتھوں قتل ہونا ہے، جو مؤلف رحمہ اللہ کی ذکر کردہ متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے، لہذا جو کوئی اس عقیدہ کا منکر ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(۲) (۲۵۳/۲)۔ (۳) (۲۶۵/۷)۔ (۴) (۷۳۵/۲)۔ (۵) (۴۹۲/۶)۔

و مستخرج ہے اور اس حدیث مرفوع کے مطابق جو اوپر منقول ہوئی۔

داعی: اس کا نشان صحاح ستہ میں ہونا چاہئے تھا الخ (ص:۳)۔

مجیب: صحاح ستہ سے بہت سی حدیثیں اوپر ہم نے آپ کے جواب میں نقل کردی ہیں پھر احادیث نبویہ صحاح ستہ ہی میں محصور نہیں ہیں اور یہ تو بتایئے کہ حبیبین والی بے سند روایت کہاں سے آپ پیش کرتے ہیں؟ جناب مرزا صاحب نے ((ضمیمہ انجام آتھم)) کے حاشیہ (ص:۵۳)(۱) میں جو حدیث "یتزوج ویولد لہ" لکھی ہے وہ صحاح ستہ میں کہاں ہے؟

(۲)((حقیقۃ الوحی))(ص:۱۹۴)(۲) وحاشیۂ ((چشمۂ معرفت))(ص:۳۱۴)

(۳) میں جو روایت کسوف وخسوف در رمضان تحریر کی ہے وہ صحاح ستہ میں کس جگہ ہے؟

(۳)((ضمیمہ انجام آتھم))(ص:۴۱)(۴) وحاشیہ ((کتاب البریہ))(ص: ۲۲۶)(۵) میں جو اثر خروج مہدی از کدعہ درج کیا ہے وہ صحاح ستہ کی کس کتاب کا ہے؟

(۴) کتاب مسیح ہندوستان میں (ص:۵۳، ۵۴)(۶) میں جو تین حدیثیں حضرت عیسی کی سیاحت سے متعلق تحریر ہیں ان کا پتہ صحاح ستہ سے بتاؤ۔ ایسی بہت سی حدیثیں مرزا صاحب کی تصانیف سے پیش کی جاسکتی ہیں جو صحاح ستہ کی نہیں ہیں۔ مرزائیو! این گنا ہے ست کہ در شہر شما نیز کنند۔

داعی: ﴿قَبۡلَ مَوۡتِهِ﴾ کی ضمیر حضرت عیسی کی طرف لوٹتی ہی نہیں کیوں کہ حضرت ابن عباس سے اس کی دوسری قراءت "قبل موتھم" مروی ہے۔ (دیکھو ابن جریر وتفسیر کشاف)۔ (ص:۴)۔

---

(۱) اور دیکھیں: ((روحانی خزائن)): (۱۱/۳۳۷)۔
(۲) اور دیکھیں: ((روحانی خزائن)): (۲۲/۱۶۸)۔
(۳) اور دیکھیں: ((روحانی خزائن)): (۲۳/۳۲۹)۔
(۴) اور دیکھیں: ((روحانی خزائن)): (۱۱/۳۲۵)۔
(۵) اور دیکھیں: ((روحانی خزائن)): (۱۳/۲۶۱)۔
(۶) ((روحانی خزائن)): (۱۵/۵۵-۵۶)۔

مجیب:(۱) جو مرجع بہ کی ضمیر کا ہے وہی ''موتہ'' کی ضمیر کا، ورنہ انتشار ضمائر لازم آئے گا جو مخل فصاحت ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس سے قراءۃ ''قبل موتھم'' کہیں بھی مروی نہیں ہے، نہ ((ابن جریر)) میں، نہ ((کشاف)) میں، نہ کسی تفسیر میں، یہ آپ کا جھوٹ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ پر صریح اتہام ہے۔ اگر ابن عباس کی قراءۃ ''قبل موتھم'' کی تفسیر ((کشاف)) و((ابن جریر)) سے آپ دکھلادیں تو کم ازکم میرے خیال میں اتنی تبدیلی ضرور ہو جائے گی کہ میں سمجھوں گا کہ مرزائی کبھی سچ بھی بول دیتے ہیں۔

(۳) صاحب کشاف نے یہ بھی تو لکھا ہے: "الضمیران لعیسی بمعنی: وإن منکم أحد ﴿إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ﴾ بعیسی قبل موت عیسی وھم أھل الکتاب الذین یکونون في زمان نزوله" (ج۱/۲۳۹)(۱)۔ یعنی بہ اور موتہ کی دونوں ضمیریں عیسی کی طرف پھرتی ہیں اس معنی میں کہ اہل کتاب سب کے سب ضرور ایمان لائیں گے عیسی پر عیسی کی موت سے پہلے۔ اور یہ وہ اہل کتاب ہوں گے جو نزول عیسی کے وقت موجود ہوں گے۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ ''ضمیر حضرت عیسی کی طرف لوٹتی ہی نہیں'' قول مذکور کے مقابل میں غلط اور باطل ہوا یا نہیں؟

(۴) اب محدث کبیر ابن جریر کا فیصلہ سنئے جن کا نام آپ نے پہلے لکھا ہے فرماتے ہیں:۔ "إنما معناه ﴿إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ﴾ بعیسی قبل موت عیسی (إلی قوله) وإن ذلك کان عند نزوله" (ج۶/۱۴)(۲)۔ یعنی جز این نیست کہ معنی آیت یہ ہے کہ ضرور ضرور عیسی پر ایمان لائیں گے عیسی کی موت سے پہلے، اور یہ ان کے نزول کے وقت ہوگا۔ اس

---

(۱) دیکھیں: ((تفسیر الکشاف)): (۱/۵۸۹)۔ (۲) تفسیر ابن جریر الطبری: (۷/۶۷۳)۔

کے بعد احادیث نزول نقل کی ہیں۔ اور اس عبارت کے پیشتر بڑی تفصیل سے اس معنی (اہل کتاب اپنی موت سے پہلے ایمان لائیں گے) کی خرابی بیان کرتے ہوئے ان الفاظ میں تردید کی ہے "فلو كان كل كتابي يؤمن بعيسى قبل موته لوجب أن لا يرث الكتابي إذا مات على ملته إلا أولاده الصغار أو البالغون منهم من أهل الإسلام إن كان له ولد صغير، أو بالغ مسلم، وإن لم يكن له ولد صغير ولا بالغ مسلم كان، يكون ميراثه مصروفا حيث يصرف إليه مال المسلم يموت ولا وارث له، وأن يكون حكمه حكم المسلمين في الصلاة عليه وغسله وتقبيره، لأن من مات مؤمنا بعيسى فقد مات مؤمنا بمحمد وبجميع الرسل "الخ (ج ١٤/٦)(١)۔
یعنی اگر ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے عیسیٰ پر ایمان لے آتا ہے تو ایسی صورت میں جب کہ وہ ملتِ عیسیٰ پر مرا ہے ضروری ہے کہ اس کے وارث، چھوٹے بچے (جو فطرۃ اسلام پر ہوتے ہیں) یا وہ بالغ اولاد جو مسلمان ہوں، بشرطیکہ موجود ہوں وارث بنیں۔ اگر یہ موجود نہ ہوں تو اس مرنے والے کا مال اسی طرح اسلامی بیت المال کے حوالہ کیا جائے جس طرح لاوارث مسلمان مرنے والے کا مال اسلامی بیت المال کو دیا جاتا ہے اور اس (کتابی ملتِ عیسیٰ پر) مرنے والے کا حکم جنازہ پڑھنے، غسل دینے اور دفن کرنے میں وہی ہونا چاہئے جو مسلمان کے لئے ہے، اس لئے کہ جس (کتابی) کی موت اس حالت میں ہوئی کہ وہ عیسیٰ پر ایمان لا چکا تھا تو وہ محمد ﷺ اور تمام پیغمبروں پر ایمان لا چکا۔ فرمایئے جناب! اس کا کیا جواب ہے؟

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (جن کو مرزا صاحب نے ((ازالۂ اوھام)) کے (ص: ٦٧ و ٦٨) میں ''رئیس محدثین'' کا خطاب دیا ہے) قرآن مجید کی آیت مذکورہ کا

(١) تفسیر ابن جریر الطبری: (٦٧٢/٧)۔

ترجمہ یوں لکھتے ہیں ’’البتہ ایمان آورد بعیسی پیش از مردن عیسی‘‘ پس ثابت ہوگیا کہ ’’موتہ‘‘ کی ضمیر حضرت عیسیٰ ہی کی طرف لوٹتی ہے لاغیر اور ’’ناشر دعوۃ‘‘ کا انکار مبنی بر جہل ہے۔

داعی: حضرت ابو ہریرہ یہ معنی لیتے تھے کہ اہل کتاب اس فیصلہ پر کہ مسیح مقتول بالصلیب نہیں ہوا۔ مسیح موعود کے وقت یقین کرلیں گے، الخ (ص:۴)۔

مجیب: حضرت ابو ہریرہ صحابی رضی اللہ عنہ پر یہ صریح اتہام ہے ورنہ بتلاو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی کس حدیث کی کتاب میں منقول ہیں؟ بصورت عدم ثبوت اس آیت کو سن لو، ﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ (۱)۔ جھوٹی افتراء وہی کرتے ہیں جن کو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہے اور جھوٹے یہی لوگ ہیں۔ اور یہ کہنا کہ مسیح کے مقتول بالصلیب نہ ہونے پر مسیح موعود کے وقت اہل کتاب یقین کریں گے بالکل غلط ہے اس لئے کہ یہ یقین تو اہل کتاب کے بہت سے فرقوں کو محمد رسول اللہ ﷺ سے بہت پیشتر ہی سے حاصل تھا۔ جارج سیل نے قرآن کے انگریزی ترجمہ (ص:۳۸) کے حاشیہ پر لکھا ہے ’’فرقہ‘‘ ’’بے سی لی ڈین‘‘ جو عیسائیت کی شروع میں تھا مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کرتا تھا۔ ایسے ہی فرقہ ’’سیر نتھین‘‘ جو ان سے بھی پیشتر تھا اور ’’کارپا کریشن‘‘ جو مسیح کو انسان مانتے ہیں ان کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے‘‘، اسی طرح ’’فوٹیس‘‘ کا بھی ایک حوالہ نقل کیا ہے اور ذرا یہ تو بتائیے کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق مسیح موعود آیا اور چلا بھی گیا کیا، اہل کتاب نے اس فیصلہ پر کہ مسیح مقتول بالصلیب نہیں ہوا یقین کرلیا ہے؟ واذ لیس فلیس۔ افسوس کوئی بات تو ٹھکانے کی کرتے؟

داعی: حیات مسیح کا عقیدہ نصرانی ہے نہ اسلامی الخ (ص:۴)۔

مجیب: حضرت عیسیٰ کی مصلوبیت اور موت کا عقیدہ نصرانی ہے اور اس کا گھڑنے

(۱) النحل:۱۰۵۔

والا پولوس ہے، پڑھو پولوس کے خطوط رومیوں اور کرنتھیوں کے نام جو عہد نامۂ جدید میں منقول ہیں۔

داعی: خدا نے دو ہزار برس سے ان کو زندہ اور اپنی طرح سے حی و قیوم رکھا ہوا ہے (ص:۴)۔

مجیب: خدا کی پناہ اس افتراء سے۔ کس مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کی طرح حی و قیوم ہیں؟ جب کہ ہم ان کی موت بعد النزول کے قائل ہیں۔ ان احادیث نبویہ کو غور سے پڑھو "ثم يتوفى فيصلي عليه المسلمون ويدفنونه" (مسند احمد: (ج ۲/ ۴۳۷)) (۱)، "ثم يموت فيدفن معي في قبري" (مشکاۃ: (ص:۴۸۰)) (۲)، "يعمل فيهم بكتاب الله وسنتي ويموت" (الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ للبرزنجی (ص:۲۴۹) عن أبی الشیخ) (۳)، "إن عيسى يأتي عليه الفناء" (ابن جریر: (ج ۳/ ۱۰۰۔۱۰۱)) (۴)، یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعد نزول (۱) عیسیٰ فوت ہوں گے مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور دفن کریں گے۔ (۲) پھر عیسیٰ مریں گے بعدہ میرے مقبرہ میں میرے پاس مدفون ہوں گے۔ (۳) عیسیٰ قرآن و حدیث پر عمل کریں گے اور مر جائیں گے۔ (۴) عیسیٰ پر فناء آئے گی (یہ نصاریٰ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا) نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی زبان سے کہلوایا تھا ﴿يَوْمَ أَمُوتُ﴾ جس دن میں مروں گا۔ پس فنا پذیر ہستی کس طرح اللہ تعالیٰ کی طرح حی و قیوم

---

(۱) سنن ابوداود: کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث:۴۳۲۴، مسند احمد: (۱۵/ ۳۹۸)، حدیث:۹۶۳۲، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲) العلل المتناهیۃ از ابن الجوزی: (۲/ ۴۳۳)، حدیث:۱۵۲۹، یہ حدیث اور اس سے متعلق امور پر کلام گزر چکا۔

(۳) أشراط الساعۃ از برزنجی: (۲۴۹)۔

(۴) تفسیر ابن جریر: (۵/ ۱۷۴)، تفسیر ابن ابی حاتم: (۵/ ۵۸۵)۔

ہوسکتی ہے اور کون مسلمان ایسا کہہ سکتا ہے۔ درحقیقت یہ تمام مسلمانوں پر اتہام ہے۔ اور تہمت لگانی مرزائیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

داعی: وفات مسیح کے عقیدہ کو لبیک کہئے (تا) عیسائیت کی بنیادیں کھوکھلی اور عیسائی مذہب پاش پاش ہوجاتا ہے (ص:۴)۔

مجیب: وفات مسیح کا عقیدہ رکھنے سے عیسویت کی بنیادیں مستحکم اور مذہب عیسوی انتہا درجہ کی تقویت پاتا ہے اس لئے کہ نصرانیوں کے مذہب کا دارومدار کفارہ پر ہے اور وفاتِ مسیح دلیل کفارہ ہے۔ البتہ حیات مسیح کے عقیدہ سے کفارہ باطل ہوجاتا ہے اور نصرانیت کی بنیادیں کھوکھلی اور عیسوی مذہب پاش پاش ہوجاتا ہے اب میں آپ کے الفاظ میں کہتا ہوں ''وفات مسیح کا عقیدہ نصرانی ہے نہ اسلامی۔ افسوس اور صد افسوس کہ قادیانی مبلغین نصرانی عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں اور عیسائیوں کے عقیدۂ کفارہ کی تائید کر رہے ہیں جس سے ہزاروں اسلام کے قائل حلقہ بگوش عیسویت ہو رہے ہیں''، اسی کو کہا ہے ؎

زموتِ حضرت عیسیٰ بنا کفارہ محکم کرد　　　دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ مرزا را (۱)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم المرسلين آخر النبيين، وآله وأصحابه وسائر أتباعه أجمعين۔

۲۹؍جمادی الآخرۃ ۱۳۵۲ھ

تمام شد

(۱) عقیدۂ موت عیسیٰ سے کفارہ کی بنیاد مستحکم کیا، مرزا کے پجاریوں کی دلیریاں سامنے آگئیں۔

أَنَـا خَـاتَـمُ الـنَّبِيِّيـنَ لَا نَبِـيَّ بَـعْدِي

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

انجمن اشاعت اسلام کے سلسلۂ تبلیغ ودعوت

کا

ٹریکٹ نمبر (۷)

معیارِ نبوت

تالیف

محدّث علامہ شیخ محمّد ابوالقاسم سیف بن محمّد سعید بنارسی

تحقیق وتعلیق

عبدالأحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي قال في كتابه المبين ﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُواْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (١)، والصلاة والسلام على محمد الصادق المصدوق الذي جاء بالصدق وصدق المرسلين وعلى آله وصحبه الذين صدقوا أنبياء الله ونصروا دين نبيهم حتى أتاهم اليقين، وقاتلوا الذين كذبوا على الله وبرزوا في حلل الأنبياء بعد خاتم النبيين، وعلى أوليائه وسائر أتباعه أجمعين۔

مسلمانو! ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے قرنوں بعد جبکہ بنو آدم میں مسئلہ توحید، اختلافی مسئلہ بن گیا، اور لوگوں کو رفتہ رفتہ توحید سے نفرت، اور شرک واوہام پرستی سے الفت پیدا ہونے لگی، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے رسولوں کو بھیجنا شروع کیا تاکہ ان کے ذریعہ سے نور حق واضح ہو اور ظلمت باطل کافور، جیسا کہ سورہ یونس میں ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلاَّ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُواْ﴾ (۲)، اور سورہ بقرہ میں ہے: ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُواْ فِيهِ﴾ (۳)، یعنی سب لوگ ایک دین (توحید) پر تھے پھر انہوں نے اختلاف کیا تو اللہ نے نبیوں کو خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور ان پر سچی کتاب اتاری تاکہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کردے۔

انبیاء کرام نے تشریف لاکر تمام اختلافات دور کیے، راہ حق پر گامزن ہونے والوں کو وعدۂ نجات کی بشارت سنائی، اور باطل پرستوں کو وعید عذاب سے ڈرایا، اپنی صداقت کے

(۱) آل عمران:۹۵۔ (۲) یونس:۱۹۔ (۳) البقرۃ:۲۱۳۔

لئے اللہ کے حکم سے معجزے دکھائے، پیش گوئیاں کیں، جن کو منکرین نے بھی حرف بحرف پوری ہوتے ہوئے دیکھا لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، نہ ماننا تھا نہ مانے، ﴿جاء تھُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا﴾ (۱)، یعنی پیغمبر دلائل و معجزات لائے پر لوگ ایمان نہ لائے۔ بلکہ ان کی صداقت اور رسالت کو اپنے خودساختہ معیاروں پر جانچنا چاہا، کسی نے کہا کہ (۱) رسول کو جنس بشر سے نہیں ہونا چاہئے، قرآن مجید میں ان کا قول یوں منقول ہے ﴿مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ (۲) وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ☆ وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَراً مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذاً لَّخَاسِرُونَ﴾ (۳)، دیکھو جی یہ تو تمہارے جیسا بشر ہے جو تم کھاتے ہو یہ کھاتا ہے جو تم پیتے ہو یہ پیتا ہے، اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کی تو تم خسارہ میں رہو گے، اللہ پاک نے ان کو جواب دیا ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالاً نُّوحِيْ إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لا تَعْلَمُونَ ☆ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِيْنَ﴾ (۴)، یعنی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب مرد (انسان) تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے رہے، سو جاننے والوں سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے، اور ہم نے ان کو جسم (بلاروح) نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانے نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

(۲) کسی نے کہا کہ رسولوں کو سامان خورد و نوش کے لئے بازاروں میں پھرنا زیبا نہیں، ﴿مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (۵)، یہ کیسے پیغمبر ہیں کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں پھرتے ہیں، اللہ نے جواب دیا ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا

---

(۱) یونس: ۱۳۔ (۲) اصل مطبوع نسخے سے اور احتساب دونوں جگہ آیت سے (منہ) کا لفظ ساقط ہے۔

(۳) المؤمنون: ۳۳۔۳۴۔ (۴) الانبیاء: ۷۔۸۔ (۵) الفرقان: ۷۔

قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَیَأْکُلُونَ الطَّعَامَ وَیَمْشُونَ فِی الْأَسْوَاقِ﴾ (۱)، یعنی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب ہی تو کھانے کھاتے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔

(۳) کوئی بولا کہ رسول کے پاس اپنا باغ ہونا چاہئے جس کا پھل وہ کھالیا کرے اورخزانوں سے اس کا گھر بھرا ہو، ﴿أَوْ یُلْقَی إِلَیْهِ کَنزٌ أَوْ تَکُونُ لَهُ جَنَّةٌ یَأْکُلُ مِنْهَا﴾ (۲)، اس پر خزانے برسیں، اس کا اپنا باغ ہو جس سے پھل کھائے، ان کو جواب دیا گیا ﴿تَبَارَکَ الَّذِیْ إِن شَاء جَعَلَ لَکَ خَیْراً مِّن ذَلِکَ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَیَجْعَل لَّکَ قُصُوراً﴾ (۳)، بابرکت ہے وہ اللہ اگر چاہے تو رسول کو اس سے کہیں بڑھ کر بہت سے ایسے باغات مہیا کر دے سکتا ہے جس کے نیچے سے پانی کی نہریں جاری ہوں اور بہت سے محلات بھی دے سکتا ہے۔ (لیکن ان چیزوں کو معیار نبوت سمجھنا کافروں کا جہل ہے)۔

(۴) کوئی ہرزہ سرائی کرتا کہ رسول کو عورتوں سے بے تعلق رہنا چاہئے اللہ تعالی نے جواب دیا ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَذُرِّیَّةً﴾ (۴)، یعنی ہم نے رسولوں کو بیویاں اور اولاد مرحمت فرمائی تھیں۔

(۵) کوئی لب کشائی کرتا کہ رسول کو عذاب کے آنے یا قیامت کے برپا ہونے کی تاریخ ووقت کا بھی علم ہونا چاہئے اور وہ آ کر دریافت کرتے ﴿مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن کُنتُمْ صَادِقِیْنَ ☆ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ (۵)، بتاؤ وعدۂ عذاب کب پورا ہوگا؟ (جواب ملا) کہہ دو کہ علم خدا کو ہے میں تو (منکر کو عذاب سے) ڈرا دینے والا ہوں، ﴿یَسْأَلُونَکَ عَنِ السَّاعَةِ أَیَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّیْ لاَ

---

(۱) الفرقان: ۲۰۔ (۲) الفرقان: ۸۔ (۳) الفرقان: ۱۰۔
(۴) الرعد: ۳۸۔ (۵) الملک: ۲۵۔۲۶۔

یُجَلِّیهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ﴾ (۱)، پوچھتے ہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ (جواب آیا) کہہ دو کہ اس کا علم اللہ کو ہے وہی اس کو اپنے وقت پر ظاہر کرے گا۔

(۶) منکرین نے جب دیکھا کہ پیغمبر ہمارے مقرر کردہ معیار پر پورے نہیں اترتے تو انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ ایسے رسول کی ہم کو ضرورت نہیں۔ اللہ کو جو پیغام دینا ہو ہم سے براہ راست فرمادے، جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول منقول ہے، ارشاد ہے ﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ﴾ (۲)، بے علموں نے کہا کہ اللہ خود ہم سے کیوں نہیں بولتا یا کوئی بڑا نشان ظاہر ہو، اللہ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ﴾ الخ (۳)، یعنی اللہ کسی بشر سے کلام نہیں کرتا مگر اس صورت میں کہ اس پر خفیہ وحی کرے یا پس پردہ فرمائے یا فرشتہ بھیجے جو اس کے اذن سے اس بشر کو وحی پہنچائے۔

(۷) منکرین نے کہا کہ ہمارے پاس فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیج دے، ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً﴾ (۴)، ﴿لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ﴾ (۵)، یعنی اللہ فرشتہ کو اتار دے، اللہ نے جواب دیا، ﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ﴾ (۶)، اگر ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجیں تو آدمی کی شکل میں بھیجیں گے پھر تو وہی شبہ ہوگا جو انسانی پیغمبروں پر تم کو ہے۔

(۸) تب منکروں نے کہا کہ اچھا بشر رسول کے ساتھ فرشتہ رسول بھی ہاں میں ہاں ملائے ﴿لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا﴾ (۷)، یعنی کیوں پیغمبر کی طرف فرشتہ نہیں اتارا گیا جو اس کے ساتھ ہم کو انذار کرے۔ جواب ملا ﴿وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ

---

(۱) الاعراف: ۱۸۷۔ (۲) البقرۃ: ۱۱۸۔ (۳) الشوریٰ: ۵۱۔
(۴) المؤمنون: ۲۴۔ (۵) الفرقان: ۲۱۔ (۶) الانعام: ۹۔ (۷) الفرقان: ۷۔

الأمْرُ ثُمَّ لا يُنظَرُونَ﴾ (۱)، یعنی فرشتہ کے آنے پر تو معاملہ کا فیصلہ ہی ہو جائے گا اور منکرین کو پھر مہلت نہیں ملنے کی۔

(۹) منکروں نے کہا کہ پھر ہماری حسب منشا پیغمبر پر معجزے اترنے ضروری ہیں: ﴿وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ﴾ (۲)، خدا پیغمبر پر نشانیاں (معجزے) کیوں نازل نہیں فرماتا؟ ان سے کہا گیا ﴿قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ☆ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ﴾ (۳)، اے پیغمبر، ان سے فرمادو کہ معجزے اللہ کے اختیار میں ہیں میں تو صرف ایک ڈر سنانے والا ہوں، کیا ان کو (یہ معجزہ) کافی نہیں جو کتاب ہم نے اتاری ہے اور ان پر پڑھی جاتی ہے؟ یعنی سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید موجود ہے۔

(۱۰) منکرین اس پر بولے کہ خدا معجزہ نہیں بھیجتا تو پیغمبر آپ ہی بنا کر لائیں ﴿وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَى إِلَيَّ مِن رَّبِّي هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ☆ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (۴)، "اے پیغمبر جب آپ کوئی معجزہ نہیں پیش کرتے تو یہ کہتے ہیں کہ از خود کیوں نہیں بنا لاتے؟ ان کو جواب دیجئے کہ میں تو صرف وحی الٰہی کا تابع ہوں، یہ قرآن بڑا معجزہ موجود ہے جو ماننے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سبب ہے (افسوس کہ تم اس کو سنتے ہی نہیں تم کو چاہئے کہ) جب قرآن پڑھا جائے تو تم چپ چاپ ہو کر (غور سے) سنو تا کہ تم پر رحمت (ہدایت نصیب) ہو" سبحان اللہ کیسا معقول جواب ہے۔

(۱۱) منکرین نے کہا کہ ہم قرآن کو اس صورت میں مان لینے کو تیار ہیں کہ اس کو

---

(۱) الانعام: ۸۔ (۲) العنکبوت: ۵۰۔
(۳) العنکبوت: ۵۰-۵۱۔ (۴) الاعراف: ۲۰۳-۲۰۴۔

بدل کر دوسری کتاب لے آؤ یا اسی میں کچھ رد و بدل کر دو، ﴿قَالَ الَّذِیْنَ لاَ یَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَیْرِ ھٰذَا أَوْ بَدِّلْہُ﴾ (۱)، کافروں نے کہا کہ اس کے سوا دوسرا قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو، جواب دیا گیا، ﴿قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْ أَنْ أُبَدِّلَہُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِیْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا یُوْحٰی إِلَیَّ﴾ (الیٰ قولہ) ﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُراً مِّنْ قَبْلِہٖ أَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ﴾ (۲)، یعنی مجھے حق نہیں کہ کلام الٰہی کو خود بدل دوں میں تو وحی ربانی کا تابع ہوں، میں نے اپنی پہلی ساری عمر تم میں بسر کی ہے ذرا عقل سے کام لو۔ یعنی پہلے کبھی تم نے مجھے جعل سازی کرتے نہیں دیکھا، تو اب مجھ سے کس وجہ سے جعل سازی کی توقع رکھتے ہو؟

(۱۲) معاندین نے آخر میں کہا کہ اچھا پہلے کی طرح ایک بار پھر آسمانوں کے اوپر جاؤ اور خدا کے پاس سے لکھا ہوا قرآن اتار لاؤ، ہم مان لیں گے ﴿أَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَاءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتَاباً نَّقْرَؤُہٗ﴾ (۳)، آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور صرف چڑھ جانے کی سند نہیں وہاں سے لکھا ہوا قرآن لانا ہوگا جس کو ہم پڑھ لیں، ان کو جواب دیا گیا، ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ إِلَّا بَشَراً رَّسُوْلاً﴾ (۴)، آپ فرمادیں کہ میرا رب پاک ہے (کہ کوئی اس پر زور زبردستی کرے) میں تو صرف (فرمانبردار) انسان اور رسول ہوں۔ کفار کو اس بات کا علم تھا کہ آنحضرت ﷺ معراج جسمانی کے مدعی ہیں، اس لئے انہوں نے ﴿تَرْقٰی فِی السَّمَاءِ﴾ کے بعد یہ قید بھی لگادی ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتَاباً نَّقْرَؤُہٗ﴾، کہ مبادا آپ پچھلے اسراء (معراج) کا حوالہ نہ دے دیں۔

اعلام: یہاں پر یہ بتادینا ضروری ہے کہ فقرہ ﴿ھَلْ کُنْتُ إِلَّا بَشَراً رَّسُوْلاً﴾، آسمان پر چڑھ جانے کے محال ہونے پر دلالت نہیں کرتا، بہ وجہ، اول (۱): آیت مذکورہ میں

(۱) یونس: ۱۵۔ (۲) یونس: ۱۵۔۱۶۔ (۳) الاسراء: ۹۳۔ (۴) الاسراء: ۹۳۔

منکرین کے اور بھی اقتراحات وسوالات کا تذکرہ ہے۔ اوران کل امور کا ممکن اور غیر ممتنع ہونا قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے صاف ثابت ہے۔ دوم (۲): انبیاء کی ذات سے خرق عادت امروں کا باذن الٰہی واقع ہونا مستبعد نہیں ہے، عادت جاریہ کے خلاف کسی امر کا پیغمبر سے صدور ہی تو معجزہ ہے۔ سوم (۳): کفار کا سوال ہی بتاتا ہے کہ وہ ان امور کا ظہور پیغمبر سے ممکن جانتے تھے اسی لئے انہوں نے کہا کہ آپ ان ممکنات کو بصورت واقعات کر دکھائیں۔

معیار نبوت:

ناظرین! آپ منتظر ہوں گے کہ اصل معیار نبوت سے آپ کو باخبر کیا جائے لیکن ذرا ٹھہریئے۔ پہلے آپ کو یہ بتادوں کہ منکرین اسلام کے خودساختہ معیاروں کی طرح، پنجابی متنبی کی امت نے بھی ایک جدید معیار گھڑ لیا ہے جو یہ ہے ﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً مِّن قَبْلِهِ﴾ (۱)۔

ابھی آپ اوپر نمبر (۱۱) میں پڑھ آئے ہیں کہ فقرہ مذکورہ کفار کے تبدیل قرآن کی فرمائش کے جواب میں وارد ہوا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔ معیار نبوت وہ ہے جس پر تمام انبیاء ورسل برابر اتریں۔ انبیاء سابقین نے نہ تو اپنی عمر سابق بطور معیار کے پیش کی ہے نہ اس معیار پر تمام انبیاء پورے اتر سکتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے تو اس معیار کا صاف انکار کیا ہے جب کہ فرعون نے ان کی سابق زندگی کو قتل قبطی اور احسان فراموشی وغیرہ سے متہم کیا تھا، اور کہا تھا: ﴿لَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ☆ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ (۲)، یعنی اے موسیٰ تونے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں گذارے ہیں اور تو نے وہ کام (قتل) کیا جو کیا اور تو ناشکرا ہے، تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿قَالَ فَعَلْتُهَا إِذاً وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ☆ فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا

(۱) یونس: ۱۶۔ (۲) الشعراء: ۱۸۔۱۹۔

خِــفْتُــكُــمْ ﴾ (۱)، میں نے یہ کام (قتل) اس وقت کیا جب کہ میں گمراہوں سے تھا پھر تمہارے خوف سے میں نے راہِ فرار اختیار کی (مطلب یہ کہ میں اپنی صداقت میں اپنی پہلی زندگی نہیں پیش کررہا ہوں بلکہ معجزۂ عصا و ید بیضا پیش کرتا ہوں) اور دیکھو لوط علیہ السلام اہل سدوم کی طرف بھیجے گئے حالانکہ وہ خود سدوم کے باشندہ نہ تھے، تو سدوم والے لوط علیہ السلام کی پہلی زندگی کے حالات سے کیوں کر واقف ہو سکتے تھے؟ پس پیغمبر کی سابق زندگی معیار نبوت نہیں ہوسکتی۔

معیار نبوت کیا ہے؟

معیار نبوت وہ ہے جس پر تمام پیغمبر برابر اتریں اور وہ یہ ہے جس کو اللہ پاک نے بیان فرمایا ہے:۔﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِیٓ إِلَيْهِمْ ...ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنجَيْنَاهُمْ وَمَن نَّشَاءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ﴾ (۲)، یعنی جتنے رسول ہم نے بھیجے جن کو ہم وحی کرتے تھے،۔الی قولہ۔ان سے جو وعدے ہم نے کئے سچے کئے ان کو ہم نے (مکر کفار سے) بچایا اور جس کو ہم نے چاہا۔ اور منکرین و ماکرین کو ہلاک کردیا۔ اس آیت نے بتایا کہ معیار نبوت یہ ہے کہ پیغمبر وحی الٰہی سے جو خبر دیتا ہے، جو پیش گوئیاں کرتا ہے وہ حرف بحرف سچی نکلتی ہیں، اور کیوں نہ سچی نکلیں؟ وحی تو اللہ عالم الغیب کرتا ہے۔ اگر پیش گوئیاں اور خبریں جھوٹی ثابت ہوں تو اس کا الزام اللہ پر آئے گا کہ نعوذ باللہ خدا نے جھوٹ کہا، خدا ہی نے جھوٹا وعدہ کیا والعیاذ باللہ۔ حالانکہ اللہ صادق القول ہے، جھوٹ کے شائبہ سے بھی پاک ہے، اللہ فرماتا ہے:۔﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ (۳)، اللہ سے زیادہ باتوں میں کون سچا ہے؟ ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ (۴)، اللہ سے زیادہ

---

(۱) الشعراء: ۲۰۔۲۱۔ (۲) الأنبیاء: ۷۔۹۔

(۳) النساء: ۸۷۔ (۴) النساء: ۱۲۲۔

قول میں کون سچا ہے؟ ﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ﴾ (۱)، کہہ دو کہ اللہ سچا ہے، ﴿إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ (۲)، اللہ وعدوں کا خلاف نہیں کرتا، ﴿لَن يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ﴾ (۳)، ہرگز اللہ وعدہ خلاف نہیں کرے گا۔ غرض اس مضمون کی آیتیں بہت ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کا وعدہ:

امت مرزائیہ کہتی ہے کہ اللہ نے یونس علیہ السلام سے ان کی قوم کو ہلاک کر دینے کا وعدہ کیا تھا، لیکن ہلاک نہیں کیا، دوسرے لفظوں میں مرزائیوں کے نزدیک خدا نے اپنے پیغمبر سے صریح جھوٹ بولا، پناہ بخدا، پناہ بخدا، آسمان کیوں نہیں پھٹ پڑتا! زمین کیوں نہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی! اللہ اکبر، ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ (۴)۔

مسلمانو! سنو، حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں چار جگہ آیا ہے۔

(۱) سورہ یونس، (۲) سورہ انبیاء اور (۳) سورہ قلم میں اختصار کے ساتھ ہے اور (۴) سورہ صافات میں قدرے تفصیل سے، لیکن کہیں بھی اللہ کا وعدہ حضرت یونس سے ان کی قوم پر عذاب بھیجنے کا مذکور نہیں ہے، اگر وعدۂ الٰہی ہوتا تو ضرور پورا ہو کر رہتا، اللہ فرماتا ہے ﴿فَلاَ تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ﴾ (۵)، یعنی مت سمجھو اللہ کو پیغمبروں سے وعدہ کر کے خلاف کرنے والا، وہ عزیز ہے یعنی غلبہ رکھتا ہے۔

---

(۱) آل عمران: ۹۵۔　(۲) آل عمران: ۹۔　(۳) الحج: ۴۷۔
(۴) الکھف: ۵۔　(۵) ابراہیم: ۴۷۔

اب دیکھو سچے پیغمبر کی پیش گوئیاں یوں پوری ہوتی ہیں:۔

(آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیاں)

مشتے نمونہ از خروارے

(۱) عن أنس قال: "ندب النبي ﷺ الناس فانطلقوا حتى نزلوا بدرا، فقال ﷺ: هذا مصرع فلان، ويضع يده على الأرض ههنا وههنا، قال: فما أماط أحدهم عن موضع يد رسول الله ﷺ" (رواہ مسلم، مشکاۃ: (ص:۵۲۳و۵۳۵)) (۱)۔

آنحضرت ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام بدر پہونچے، آنحضرت ﷺ نے زمین پر دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ ابوجہل مقتول ہوکر اس جگہ گرے گا، فلاں کا فراس جگہ، صحابہ کہتے ہیں کہ کفار مقتولین سے ہر ایک کی نعش اسی جگہ پڑی تھی جس جگہ آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھ کر بتلایا تھا، ذرا بھی کوئی ادھر ادھر نہ تھا۔

(۲) عن سهل بن سعد أن النبي ﷺ قال: "يوم خيبر لأعطين الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه" الخ (متفق علیہ، مشکاۃ: (ص:۵۳۵)) (۲)۔

جنگ خیبر میں ایک روز آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل جھنڈا ایک ایسے بہادر (علی مرتضی) کو دونگا جس کے ہاتھوں اللہ کل فتح بخشے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، صبح کو حیدر کرار تشریف لے گئے مرحب کو قتل کیا، قلعہ کا پھاٹک توڑ دیا، یہود کو شکست دی، اور خیبر فتح ہوگیا۔

(۳) عن سهل بن حنظلة قال: جاء هوازن بظعنهم ونعمهم إلى حنين فتبسم النبي ﷺ، وقال: "تلك غنيمة المسلمين غدا إن شاء الله" (رواہ ابوداود،

(۱) صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسیر، باب غزوۃ بدر، حدیث:۱۷۷۹۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الجهاد والسیر، باب دعاء النبی ﷺ الناس الی الاسلام والنبوۃ الخ، حدیث:۲۹۴۲، صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم، باب من فضائل علی رضی اللہ عنہ، حدیث:۲۴۰۵۔

مشکاۃ: (ص:۳۴۵)) (۱)۔

فتح مکہ کے بعد حنین میں کفار ہوازن اپنی عورتوں بچوں اونٹوں جانوروں سمیت میدان جنگ میں آئے تھے، آنحضرت ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ مسکرائے اور فرمایا: کل یہ سب چیزیں مسلمانوں کو غنیمت میں ملیں گی، ان شاء اللہ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ایک ایک صحابی کے حصہ میں سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) اونٹ پڑے۔

(۴) عن أبي سعيد أن النبي ﷺ قال: "رأيتني أسجد في ماء وطين من صبيحتها، فمطرت السماء تلك الليلة، فرأيت النبي ﷺ يسجد في الماء والطين، حتى رأيت أثر الطين في جبهته" (مسلم، بخاری ومشکاۃ: (ص:۱۸۴)) (۲)۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں نے اپنے کو شب قدر کی صبح کو نماز میں سجدہ کیچڑ میں کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ شب قدر میں بارش ہوئی، مسجد کی چھت کے ٹپکنے سے ٹھیک اسی جگہ بارش کے قطرے گرے جس جگہ سجدہ میں آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک ہوتی تھی، چنانچہ آپ نے کیچڑ میں سجدہ ادا کیا، صبح کو دیکھا گیا تو آپ کے ماتھے پر کیچڑ کا نشان موجود تھا۔

(۵) عن ابن عمر قال: أمر النبي ﷺ في غزوة مؤته زيد بن حارثة فقال: إن قتل زيد، فجعفر، وإن قتل جعفر فعبد الله بن رواحة (إلى) أخذ الراية زيد فأصيب ثم أخذ جعفر فأصيب ثم أخذ عبد الله بن رواحة فأصيب" الخ (صحیح بخاری: پ:۱۷، باب غزوہ مؤتہ) (۳)۔

---

(۱) سنن ابوداود: کتاب الجہاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ، حدیث: ۲۵۰۱، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، والاعتکاف فی المساجد کلھا، حدیث: ۲۰۲۷، صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستۃ أیام من شوال اتباعا لرمضان، حدیث: ۱۱۶۷۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام، حدیث: ۴۲۶۱۔

جنگ موتہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت زید کو افسر بنایا اور فرمایا کہ زید کی شہادت کے بعد حضرت جعفر سردار ہوں، جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے، عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد کسی اور کو منتخب کر لینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پہلے زید شہید ہوئے، پھر حضرت جعفر نے جام شہادت پیا، پھر حضرت عبداللہ نے شربت شہادت نوش کیا۔ (رضی اللہ عنھم اجمعین)

(۶) عن أبي هريرة، قال: وكلني النبي ﷺ بحفظ زكاة رمضان فأتاني آت فجعل يحثوا من الطعام (إلى قوله) قال: أما أنه سيعود فرصدته فجاء فأخذته" الخ (صحیح بخاری، مشکاۃ: (ص: ۱۷۷)) (۱)۔

حضرت ابو ہریرہ کو صدقۂ فطر کی حفاظت پر مقرر کیا گیا تھا ایک شخص آکر اناج چرانے لگا، میں نے اس کو پکڑا، اس نے مفلسی کی شکایت کی میں نے اسے چھوڑ دیا اور آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا وہ پھر آئے گا، میں اس کی تاک میں رہا، چنانچہ دوبارہ وہ آیا میں نے اسے پکڑ لیا (ایسا کئی بار ہوا)۔

(۷) عن عائشة: "أن جبريل جاء بصورتها في خرقة حرير خضراء إلى رسول الله ﷺ، فقال: هذه زوجتك في الدنيا والآخرة" (رواہ الترمذی، مشکاۃ: (ص: ۵۶۵، ۵۶۶)) (۲)۔

حضرت عائشہ کے نکاح سے بہت پہلے حضرت جبریل نے ان کی تصویر سبز ریشمی کپڑے پر لاکر آنحضرت ﷺ کو دکھائی اور کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہوگی، دنیا اور آخرت دونوں

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوکالۃ، باب إذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا فاجازہ الموکل فھو جائز، حدیث: ۲۳۱۱۔

(۲) سنن ترمذی: أبواب المناقب، باب من فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۸۰، الشریعۃ از آجری: ۶/۱۸۷۷، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

جگہ میں، آنحضرت ﷺ نے یہ خبر صحابہ کو سنائی، آخر ایک دن حضرت عائشہ سے آپ کا نکاح ہوگیا۔ (محمدی بیگم کا واقعہ ملحوظ رہے) (۱)۔

(۸) عن شداد بن أوس: "أن النبي ﷺ أخبر قريشا صبيحة المعراج أن عيرهم تقدم في يوم كذا فقدمت الظهر يقدمهم الجمل الذي وصفه" (رواه البزار والطبرانی، فتح الباری: پ: ۱۵، (ص: ۴۵۳)) (۲)۔

آنحضرت ﷺ نے شب معراج کی صبح کو قریش سے فرمایا تھا کہ تمھارے تجاروں کا قافلہ (جو مجھے راستہ میں ملا تھا) فلاں دن مکہ پہنچ جائے گا اس کے آگے فلاں رنگ کا اونٹ ہے۔ آخر وہ قافلہ روز معین پر ظہر کے وقت مکہ پہنچ گیا، آگے وہی اونٹ تھا جس کا حلیہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔

(۹) أخبر النبي ﷺ: "عمه أنه أرسل على صحيفتهم الأرضة فأكلت جميع ما فيها إلا ذكر الله، فأخبر أبو طالب قريشا، فأنزلوا الصحيفة، فرأوا الأمر كما أخبر به النبي ﷺ" اھ ملتقطا۔ (زادالمعاد: (ج ۱/۲۹۹)) (۳)۔

مکہ معظمہ میں مسلمانوں کی روزانہ ترقی دیکھ کر کفار نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کیا چمڑہ پر عہد نامہ لکھا گیا، آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا اور بیوی بچوں، تمام مسلمانوں اور کل بنو ہاشم کے ساتھ دو تین سال تک ایک پہاڑ کی گھاٹی میں نہایت عسرت کے ساتھ دن کاٹے ایک دن آپ نے ابو طالب سے کہا چچا جان! اللہ کے حکم سے اس عہد نامہ کو دیمک نے چاٹ کر صاف کر دیا ہے اس میں بس اللہ کا نام باقی ہے، ابو طالب نے قریش کو خبر دی انہوں نے خانہ

---

(۱) مرزا نے اس سے شادی کی پیش گوئی کی تھی جو پوری نہ ہوئی۔

(۲) مسند البزار: (۴۰۹/۸)، حدیث: ۳۴۸۴، المعجم الکبیر: (۲۸۲/۷)، حدیث: ۷۱۴۲۔ اس حدیث کی سند پر کلام ہے۔

(۳) دیکھیں: ((زادالمعاد)) از ابن قیم: (۲۷/۳)۔

کعبہ کے دروازہ پر سے عہد نامہ کو اتار کر دیکھا، تو اسے ویسا ہی کرم خوردہ پایا جس طرح آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی۔

(۱۰) آنحضرت ﷺ کی ایک پیش گوئی آئندہ کے متعلق سنئے اور اس کے وقوع کی تصدیق بھی ملاحظہ فرمایئے، وعن عدي قال: قال النبي ﷺ:"يا عدي هل رأيت الحيرة؟ فإن طالت بك حياة فلترين الظعينة ترتحل من الحيرة حتى تطوف بالكعبة لا تخاف أحدا إلا الله، ولئن طالت بك حياة لتفتحن كنوز كسرى (إلى)، قال: عدي: فرأيت الظعينة ترتحل من الحيرة حتى تطوف بالكعبة لا تخاف إلا الله وكنت في من افتتح كنوز كسرى بن هرمز" (رواہ البخاری، مشکاۃ (ص:۵۱۶)) (۱)۔

آنحضرت ﷺ نے عدی بن حاتم سے فرمایا تھا کہ تم کو شہر حیرہ کا جائے وقوع معلوم ہے نا؟ تمہاری زندگی دراز ہوگی تم دیکھو گے کہ وہاں سے شتر سوار عورت تن تنہا بلا خوف وخطر آ کر طوافِ کعبہ کرے گی، تمہاری عمر زیادہ ہوگی تو خسرو پرویز شاہ فارس کے خزانے فتح ہوتے دیکھو گے، عدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں حیرہ کی عورت کو تن تنہا مکہ پہنچ کر طواف کعبہ کرتے دیکھا، اور شاہ فارس کے خزانے فتح کرنے والوں میں میں خود شریک وشامل تھا۔

دوستو! آپ نے دیکھا کہ سچے پیغمبر کی خبریں اور پیش گوئیاں کیسی موبمو پوری ہوئیں، اب ذرا جھوٹے نبی کی پیش گوئیوں اور الہامات کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متنبی کی پیش گوئیاں

(۱) مرزا صاحب نے ۵/جون ۹۳ء کو امرتسر میں مباحثہ انصاری کے خاتمہ پر پیش گوئی کہ "ڈپٹی آتھم" (۱۵) ماہ کے عرصہ میں بہ سزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا (جنگ مقدس: (ص:۸۸)) (۲)۔ پندرہ مہینہ ختم بھی ہو گئے اور آتھم نہیں مرا نہ مسلمان ہوا، بلکہ

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث: ۳۵۹۵۔

(۲) ((روحانی خزائن)): (۲۹۲/۶)۔

اس کے بعد بھی دو سال کے قریب تک زندہ رہا۔

(۲) لیکھ رام آریہ کے بارے میں ۲۰؍فروری ۹۳ء کے اشتہار میں اعلان کیا کہ ''اس پر چھ سال کے عرصہ میں خارق عادات عذاب نازل ہوگا'' (سراج منیر: (ص:۱۲)) (۱)۔ حالانکہ وہ چار سال میں کسی ہندو کے چھرے سے مقتول ہوا، اس پر کوئی خارق عادات عذاب نازل نہ ہوا، کیونکہ قتل روزمرہ کی بات ہے۔

(۳) ۱۰؍جولائی ۸۸ء کو اشتہار دیا کہ ''محمدی بیگم'' جس کسی دوسرے سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک مر جائے گا (۲)۔ محمدی بیگم کا نکاح ۷؍اپریل ۹۴ء کو مرزا سلطان محمد ساکن پٹی ضلع لاہور سے ہو بھی گیا اور دونوں میاں بیوی مع بال بچوں کے آج تک زندہ ہیں مرزا صاحب کا البتہ پتہ نہیں۔

(۴) اشتہار مذکور میں محمدی بیگم سے نکاح کے متعلق یہ بھی لکھا کہ ''ہر مانع کو دور کر کے محمدی سے نکاح ہوگا'' (۳)، اور آسمان پر نکاح پڑھا بھی جا چکا تھا (تتمہ حقیقۃ الوحی (ص: ۱۳۲)) (۴)۔ اس انتظار میں بیس سال کامل گذر گئے لیکن ہنوز روز اول کا معاملہ رہا آخر اسی حسرت میں مرزا صاحب کی جان بھی گئی۔

(۵) ۲۱؍نومبر ۹۸ء کو مولانا محمد حسین بٹالوی کی نسبت کہا کہ ۱۳ ماہ میں ۱۵؍دسمبر ۹۸ء سے ۱۵؍جنوری ۱۹۰۰ء تک مر جائیں گے (۵)، حالانکہ مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے مرنے کے بعد بھی ۱۲ سال تک زندہ رہے۔

(۶) ۵؍نومبر ۹۹ء کو اشتہار شائع کیا کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے آخر دسمبر ۱۹۰۲ء تک تین سال میں کوئی بین آسمانی نشان ظاہر ہوگا۔ تین سال گذر گئے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا (۶)۔

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۲؍۱۵)۔
(۲) مجموعہ اشتہارات احمد قادیانی: (۱؍۱۵۸)۔
(۳) ایضا۔
(۴) ((روحانی خزائن)): (۲۲؍۵۷۰)۔
(۵) مجموعہ اشتہارات احمد قادیانی: (۳؍۶۰)۔
(۶) مجموعہ اشتہارات احمد قادیانی: (۳؍۷۷۔۷۸)۔

(۷) ۶رفروری ۹۸ء کے اشتہار میں دوسال میں پنجاب میں طاعون آنے کی پیش گوئی کی (۱)، لیکن طاعون چار سال بعد آیا۔

(۸) اشتہار مذکور میں حفاظت قادیان کا الہام آوی القریۃ شائع ہوا، جب قادیان میں طاعون آیا تو الہام "أحافظ کل من في الدار" (تتمہ حقیقۃ الوحی (ص:۱۱۱)) (۲) کی پناہ لی، آخر دار مرزا میں بھی طاعون گھسا اور شریف احمد نبی زادہ کو بھی طاعون ہوگیا (حقیقۃ الوحی (ص:۸۴)) (۳)۔ پس نہ قادیان محفوظ رہا نہ مرزا صاحب کا گھر۔

(۹) عمر کے بارے میں الہام ہوا کہ اسی (۸۰) برس یا پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم (ضمیمہ براہین (۵/۹۷)) (۴)، لیکن خیریت سے عمر صرف ۶۸ برس کی ہوئی (نور الدین (ص:۱۷۰))۔

(۱۰) مولانا ثناء اللہ صاحب کو قادیان بلایا پھر اعلان کیا کہ وہ قادیان نہیں آئیں گے (اعجاز احمدی (ص:۱۱، و:۳۷)) (۵)۔ مولانا ۱۰رجنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ گئے تو علماء سے گفتگو نہ کرنے کا خدائی معاہدہ سنا دیا، اور ۱۵راپریل ۱۹۰۷ء (۶) کو آخری فیصلہ کا اشتہار شائع کر کے ۲۶رمئی ۸ء کو خود ہی چل بسے۔ جیسا کہ ٹریکٹ (۴) میں بہ تفصیل لکھ کر شائع کر دیا گیا ہے۔

اعلام: ان دس پیش گوئیوں کی تفصیل اور ان پر مرزائیوں کے حذرات کے جواب مفصل دیکھنا ہو تو کتاب ((الہامات مرزا)) سعیدیہ ایجنسی دارانگر سے ۱۲ر(آنے) میں خرید کر ملاحظہ کر لیں۔

---

(۱) مجموعہ اشتہارات احمد قادیانی: (۲/۳)۔

(۲) ((روحانی خزائن)): (۲۲/۵۴۷)۔

(۳) ایضا: (۲۲/۸۷)۔

(۴) ایضا: (۲۱/۲۵۹)۔

(۵) ایضا: (۱۹/۱۴۸)۔

(۶) مجموعہ اشتہارات احمد قادیانی: (۳/۵۷۶)۔

بھائیو! اوپر آپ نے آنحضرت ﷺ کی دس پیش گوئیاں اوران کا حرف بحرف پورا ہونا دیکھا پھر مرزا صاحب کی دس پیش گوئیاں اوران میں سے ایک کا بھی پورا نہ ہونا ملاحظہ کیا۔ چونکہ مرزا صاحب نے ((دافع الوساوس))(ص:۲۸۸) میں نبوت کے اس معیار کو تسلیم کیا ہے۔ نیز قرآن مجید نے بھی اسی معیار کو پیش کیا ہے۔ اور مرزا صاحب اس معیار پر پورے نہیں اترے لہذا مرزا صاحب نہ رسول ہیں نہ نبی، نہ عیسیٰ ہیں نہ مسیح۔ بلکہ ؎

رسولِ قادیانی کی رسالت　　جہالت ہے ضلالت ہے بطالت

والحمد للہ اولا و آخرا

۱۰ / رجب الرجب ۱۳۵۲ھ

تمام شد

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ﴾

انجمن اشاعت الاسلام کے سلسلۂ تبلیغ ودعوت کا

ٹریکٹ (۸و۹و۱۰و۱۱)

مسمّٰی بہ

نورِ اسلام

بجواب

ظہورِ امام (۲و۳و۴و۵)

تالیف

محدث علامہ شیخ محمد ابوالقاسم سیف بن محمد سعید بنارسی

تحقیق وتعلیق

عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

ابن مریم کو خدا کس نے کہا ہے مجاہد کی سراسر افترا
کیا ملائک اور جن زندہ نہیں ابن مریم پھر بنے کیوں کر خدا

ایک دن آجائے گی ان پر فنا موت سے ہے مخلصی کس کو بھلا
افترا بہتان و تہمت کس لیے کچھ تو آخر چاہیے خوف خدا

جواب: قادیانی ٹریکٹ (۲)

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي رفع عيسى ابن مريم حيا إلى السماء ثم ينزله إلى الأرض قبل يوم الدين والصلاة والسلام على آخر رسوله محمد خاتم النبيين — الذي أخبرنا بخروج الدجاجلة الكذابين قريبا من ثلاثين — آخرهم المسيح الأعور الذي يقتله عيسى بحربته عند باب مدينة اللد من مدائن فلسطين، وعلى آله وأصحابه الذين أجمعوا على حياة عيسى ونزوله قبل قيام الساعة رضي الله عنهم أجمعين۔

مسلمانو! انجمن اشاعت اسلام کے مختلف ٹریکٹ اور رسالوں میں متنبّی قادیان کی پرفن چالیں اور ان کے مریدوں کی گستاخ طرازیاں آشکارا کی جاچکی ہیں، اس کا تازہ نمونہ ان کا ٹریکٹ (۲) ہے، جس پر ''سلسلہ ظہور امام'' کا عنوان جلی حرفوں میں قائم کیا گیا ہے، جو درحقیقت اس بات کا اعلان ہے کہ جس ''امام'' کے ظہور کی پیش گوئی کی گئی ہے وہ صرف ایک

ہی شخص نہ ہوگا، بلکہ اماموں کے ظہور کا لگا تار سلسلہ قائم رہے گا پھر جن آیتوں اور حدیثوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہوتی ہے، ان آیتوں اور حدیثوں کی تردید کا بھی دعویٰ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تردید اور رسالت مآب علیہ السلام کی باتوں کا جواب دیا جا رہا ہے، پس جو شخص اللہ کے مقابلہ و معارضہ پر آمادہ ہو، اللہ کے رسول ﷺ کی تصریحات کی تردید کر رہا ہو اس کی جرأت اور بے باکی کا کیا ٹھکانا؟ اس کے ایمان و اسلام کا کیا اعتبار؟ اس کی امانت اور دیانت کا کیا بھروسہ؟ وہ تو نور الٰہی کے بجھا دینے کے درپے ہے، لیکن ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کتاب و سنت کی یہ سچائیاں محض اس لیے جھٹلائی جارہی ہیں کہ ایک جھوٹا سچا ثابت ہو سکے، اس کے مکر و خدع، فریب و دجل پر پردہ ڈالا جاسکے، اس کی تزویر و تلبیس، تاویل و تحریف طشت از بام نہ ہو سکے ۔

بلا سے کوئی ادا اس کی بدنما ہوجائے　　کسی طرح تو مٹ جائے ولولہ دل کا

دوستو! انجمن ہذا کی مسلسل گولہ باریوں نے قادیانی قلعہ کو بیخ و بنیاد سے ہلا دیا ہے، انجمن کے مدلل اور مفصل رسالوں نے مرزائی کیمپ میں ہلچل ڈال دی ہے، ان کی ''چھاؤنی'' میں شتم و طعن کے بے کار اسلحے باقی رہ گئے ہیں، منہ میں کف بھر کے کسی کو ''سنی کوفی'' اور کسی کو ''نجدی وہابی'' کے طعنے دے رہے ہیں (ٹریکٹ ۲، ص:۲) اور جو شامت آئی تو ہماری انجمنوں کو بھی کوسنے لگے، انجمن اشاعت اسلام کو ''شامت اسلام'' (ص: ۲۰، ۲۱، ۲۲) اور انجمن اشاعۃ الحق کو ''شامت الحق'' بنا دیا۔ (ص: ۱۷، ۲۲، ۲۳ و ۲۴) ۔

لگے منہ بھی چڑھانے دیتے دیتے گالیاں صاحب　　زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیناد ہن بگڑا

مرزائیو! ہم بھی تمہاری ''انجمن احمدیہ'' کو انجمن احمقیہ لکھ سکتے تھے، ہم بھی ''مجاہد''

کا مجاہد بنا سکتے تھے، ہم بھی ''سلسلہ عالیہ'' کو غالیہ میں تبدیل کر دے سکتے تھے، لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے ہم کو قرآن پاک اس سے منع کرتا ہے، ہم کو ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے اس حرکت سے روک دیا ہے، ہمارے سچے پیغمبر تمہارے دیسی نبی کی طرح مخالفوں کو گالیاں نہیں دیتے تھے، بلکہ صبر کرتے اور ان کے لیے دعائیں فرماتے تھے۔

دشنام خلق را نہ دہم جز دعا جواب ابرم کہ تلخ گیرم و شیریں عوض دہم

قادیانی ٹریکٹ (۲) ہمارے کسی ٹریکٹ کا بھی جواب نہیں ہے۔

مرزائیوں نے اپنے ٹریکٹ (۲) کے ٹائیٹل پیج پر لکھ دیا ہے: ''بجواب ٹریکٹ ہائے'' (او۲و۳) درحقیقت یہ ایک کھلا ہوا مغالطہ ہے، ایک صریح دھوکا ہے جو عوام کو دیا گیا، لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، اور یہ باور کرایا گیا ہے کہ ہم (مرزائیوں) نے انجمن اشاعت اسلام کے تین ٹریکٹ کے جواب دے دیئے ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ مرزائیوں نے ہمارے کسی ایک ٹریکٹ کا بھی جواب نہیں دیا ہے۔ اور نہ ان کا جواب مرزائیوں کے بس کا ہے، وہ ایسے لوہے کے چنے ہیں، جن کو مرزائی آسانی سے نہیں چاب سکتے۔ ہمارے پہلے ٹریکٹ کو اٹھا کر دیکھیے اور پھر قادیانی ٹریکٹ (۲) کو بار بار پڑھیے، کہیں بھولے سے بھی اس کا ذکر نہیں آیا ہے۔ چہ جائیکہ کسی لفظ کا جواب ہو ﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾ (۱)، اسی طرح ہمارا دوسرا ٹریکٹ (اظہار حقیقت)، (طبع اول) (۲) جو تیرھویں صفحہ پر ختم ہو گیا ہے، ان (۱۳) صفحوں میں حیات مسیح کے جو دلائل مرقوم ہیں ان میں سے ایک کا بھی جواب نہیں دیا گیا ہے۔ بجز مرزا صاحب کے دو تائیدی حوالوں کے جو (صفحہ۳) میں ((براہین احمدیہ)) سے اور (صفحہ۶) میں ((ضمیمہ

(۱) الملک:۴۔ (۲) یہ مصنف رحمہ اللہ نے اثنائے مطالعہ اضافہ کیا ہے۔

انجام آتھم)) سے منقول ہیں۔ ان پر (صفحہ ۲۲ و ۲۳ و ۲۴) میں مجاہد صاحب نے جو خامہ فرسائی کی ہے اس کا کچا چٹھا اس رسالہ کے آخر میں کھولا جائے گا ان شاء اللہ۔ ہمارا ((ٹریکٹ ۳)) جو نزول مسیح اور ختم نبوت سے متعلق ہے، یہ بھی پہلے نمبر کی طرح اچھوتا اور لاجواب ہے، مرزائی فاضل مولوی نے اس نمبر کو ہاتھ تک نہیں لگایا ہے، لیکن اپنے ((ٹریکٹ ۲)) کے پہلے صفحہ پر ''بجواب ٹریکٹ ہائے'' (اس ''ہائے'' کے قربان) (نمبر: ۳) بھی لکھ دیا ہے تاکہ عوام سمجھیں کہ قادیانی پارٹی (۳) کے جواب سے بھی سبک دوش ہو چکی ہے، لیکن (۳) میں اپنی تردید آپ ہی کر دی ہے اور لکھ دیا ہے کہ ''تیسرے کے نصف حصہ کا جواب ہے'' حالاں کہ ایک لفظ کا بھی جواب نہیں دیا ہے بلکہ حقیقت میں جواب سے ہی جواب ہے، اگر نمبر شماری کا ہی نام جواب ہے تو اور نمبروں کے بھی ہندسے لکھ دیتے اور یوں تحریر فرماتے ''انجمن اشاعہ کے (رسائل ۱و۲و۳و۴و۵و۶و۷و۸و۹و۱۰و۱۱) اور جتنے نمبر آیندہ شایع ہوں ان سب کا ایک ہی جواب'' پبلک پھر کبھی بھی آپ سے ہمارے جوابوں کا مطالبہ نہ کرتی بلکہ کہتی ۔

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں وَاں ایک خامشی میرے سب کے جواب میں

وفائے عہد:

انجمن احمدیہ بنارس کا وعدہ، رسالہ ((دعوۃ الی الحق)) کے (صفحہ ۳) میں تو یہ تھا کہ ''آنے والے شخص کی مشارکت صفاتی یا مشابہت روحانی تفصیلی طور پر تو ہم ((ظہور امام)) کے ٹریکٹ (۲) میں ہی دیں گے'' ہم بھی منتظر تھے کہ ٹریکٹ (۲) میں اس ''مشارکت'' اور ''مشابہت'' کا نظارہ ہوگا، اسی لیے بڑے شوق سے ان کے (۲) کو پڑھا لیکن اس میں بجائے ''مشارکت'' کے مشاجرت اور بجائے ''مشابہت'' کے مشاتمت پایا، افسوس ۔

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال　　　اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

شکوۂ بے جا:

ہمارے فاضل مولوی کو شکایت ہے کہ ہمارا ٹریکٹ (۵) ان کے پاس نہیں پہنچا، پھر اس کی تاریخ اشاعت (۱۵/ جمادیٰ الاولیٰ) بھی لکھ دی ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہمارا ٹریکٹ ان کی نظر سے گذر چکا ہے، کیا لطف ہے کہ ایک ہی سطر میں ٹریکٹ (۵) کے نہ پہنچنے کی شکایت بھی ہے، اور پہنچنے کا اقرار بھی، یہ تو اس ناقب کی مثال ہوئی جس نے مجمع کی حیرت ان لفظوں میں دور کی تھی کہ ''گٹھری بھیتر اور میں باہر'' ۔

صاف انکار نہ کر وصل سے اوشوخ مزاج　　　بات وہ ہو کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

اختلاف بیانی

خشت اول چوں نہد معمار کج　　　تا ثریا می رود دیوار کج (۱)

حضرت مرزا صاحب کے اقوال باہم اس قدر متضاد اور متناقض ہیں کہ بجز ''حافظہ نباشد'' کے کوئی صورت تطبیق و جواب کی ممکن ہی نہیں، تو اس سنت پر عمل کرنا مرزائیوں کا فرض اولین کیوں نہ ٹھہرے؟ چنانچہ مجاہد صاحب کا یہ ٹریکٹ (۲) بھی اختلاف بیانیوں کا اچھا خاصا مجموعہ ہے، چند نمونے ملاحظہ ہوں:

تفاسیر سے متعلق:

(صفحہ ۱۷) کی آخری سطر میں ''تفاسیر کی کتابوں کو غیر معتبر'' قرار دیا ہے، (صفحہ ۱۸) میں علماء کو ان لفظوں میں الزام دیا ہے ''تفاسیر کی غیر معتبر باتوں پر دوسروں کو یقین کر لینے کی دعوت دیتے ہیں''، اور پھر خود ہی (صفحہ ۷) میں مسلمانوں کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت ''قبل موتھم''، جو انھیں ''غیر معتبر'' تفسیروں میں منقول ہے، قبول کر لینے کی دعوت دی ہے،

(۱) ترجمہ: معمار جب پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھتا ہے تو دیوار چاہے ثریا تک پہنچ جائے ٹیڑھی ہی ہوگی۔

اور قراءت شاذہ سے قراءت متواترہ کی تردید کی ہے، بے خبری میں اپنے پیر مغاں (مرزا صاحب) کی بھی تردید کردی ہے کیوں کہ مرزا صاحب تو مفسرین کی عزت کرتے اور ان کی تفسیروں سے استناد کرتے ہیں، چنانچہ ((تحفہ گول رویہ)) (صفحہ ۱۵۲) (۱) کے حاشیہ میں لکھتے ہیں "تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

اور مجاہد صاحب ان کو غیر معتبر بتارہے ہیں۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب ۔۔۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

احادیث سے متعلق:

(صفحہ ۲) میں لکھا ہے "احادیث کی کیا وقعت ہوسکتی ہے" پھر خود ہی (صفحہ ۳) میں تحریر کیا "احادیث کی روشنی میں پرکھتے ہیں" ایک جگہ انکار دوسری جگہ قبول ہے، (صفحہ ۱۹) میں ((صحیح بخاری)) اور ((ابن ماجہ)) کو معاریض ابراہیم علیہ السلام اور سحر نبی کے ذکر میں "غیر معتبر تفاسیر" کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور (صفحہ ۱۸) میں لکھا ہے کہ "ہم احمدی ان باتوں کو غلط سمجھتے ہیں" پھر خود ہی (صفحہ ۱۷) میں ((صحیح بخاری)) و ((ابن ماجہ)) کو "دنیائے اسلام کی معتبر اور مستند کتب احادیث" میں شمار کیا ہے اور (صفحہ ۱۵) میں "من السماء" کی بحث میں ((صحیح بخاری)) کو بطور شاہد کے پیش کیا ہے، یہاں غلط بات والی کتاب صحیح ہوگئی۔ (صفحہ ۱۴) میں جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کو جہنمی بتایا ہے اور پھر خود ہی (صفحہ ۱۵) میں "لو کان عیسی حیا" کی جھوٹی روایت، اور (صفحہ ۲) کی آخری سطر میں "ما وافق کتاب الله فاقبلوه وإن خالفه فردوه" (جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اسے صحیح سمجھنا جو مخالف ہو اسے رد کر دینا) کی موضوع حدیث (دیکھو: ((موضوعات)) صغانی: (ص: ۱۱)، و ((تذکرۃ الموضوعات)):

(۱) اصل نسخہ میں ایسے ہی ((تحفہ گول رویہ)) (ص: ۱۵۲) ہے، اسی لئے ہم نے اس کو باقی رکھا ہے، لیکن یہ واضح طباعتی غلطی ہے، اس لئے کہ مرزا کی کتاب کا نام ((تحفہ گولڑویہ)) ہے نا کہ ((تحفہ گول رویہ))۔ واللہ اعلم۔

(ص:۲۸) (۱) بیان کی ہے۔ (صفحہ۲۲) میں مشکاۃ کے فصل ثالث کی حدیث کو ''تھرڈ کلاس'' کی حدیث قرار دیا ہے۔ حالاں کہ صاحب مشکاۃ فصل ثالث میں ((صحیح بخاری)) اور ((صحیح مسلم)) کی متفق علیہ حدیثیں بھی نقل کرتے ہیں، شروع ((مشکاۃ)) کا (صفحہ ۸) (۲) ہی دیکھ لو، امام بخاری ومسلم کی حدیثوں کو صاحب مشکاۃ نے (صفحہ۳) (۳) میں اعلیٰ درجہ (فرسٹ کلاس) کی حدیث کہا ہے۔ لیکن مجاہد صاحب کے قاعدہ سے بخاری ومسلم کی روایت بھی بوجہ فصل ثالث میں مذکور ہونے کے تھرڈ کلاس کی حدیث ہوگئی۔ یہ ہے ان مرزائیوں کے قلب پُر کینہ میں احادیث نبویہ کی عزت، اور یہ ہے ان کا محدثانہ نظر واجتہاد ۔

ہر بوالہوس نے عشق پرستی شعار کی اب آبروے شیوۂ اہل نظر گئی

بزرگان سلف پر اتہام

مجاہد صاحب نے بڑی جدوجہد سے، سلف وخلف کے بعض معروف اور غیر معروف حضرات میں سے بیس نام گنوائے ہیں جو ان کے زعم فاسد میں ''وفات عیسیٰ'' کے قائل تھے، اور ان کے اقوال پیش کرنے کا وعدہ آئندہ ''کسی ٹریکٹ'' پر اٹھا رکھا ہے۔ (ص:۳)۔

مرزائیوں کی یہ بڑی جسارت اور ان کا صریح اتہام ہے، جسے وہ لوگ بزرگان سلف کے سر منڈھتے ہیں، إن یقولون إلا منکرا من القول وزوراً۔ ذیل میں ہم ان بزرگان سلف سے نام بنام بتائیں گے کہ وہ ہرگز ہرگز ان قادیانیوں کے ہم خیال نہ تھے اور یہ کہ ان کا دامن

---

(۱) دیکھو: ((الموضوعات)) از صغانی: (ص:۶۷)، حدیث: ۱۳۵، ((تذکرۃ الموضوعات)) از محمد فتنی: (ص:۲۸)۔ میں کہتا ہوں: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابن معین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''وضعتہ الزنادقۃ'' اس حدیث کو زندیق لوگوں نے اپنے من سے گھڑا ہے۔ دیکھیں: ((معالم السنن)): (۲۹۹/۴)۔

(۲) مشکاۃ المصابیح از خطیب التبریزی: (۷/۱)، مقدمۃ الکتاب، مع تحقیق الشیخ الالبانی۔

(۳) مشکاۃ المصابیح از خطیب التبریزی: (۳/۱)، مقدمۃ الکتاب، مع تحقیق الشیخ الالبانی۔

اس بہتان سے پاک ہے پہلے ہم بطریق عموم کے جماعت صحابہ کرام کی بابت دکھلانا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی بابت مشکاۃ نبوت سے کس قسم کا عقیدہ رکھنے کی ان کو تعلیم ملی تھی؟

صحابۂ کرام:

مدینہ طیبہ کی پاک سرزمین ہے، آفتاب اسلام کو طلوع ہوئے بائیس سال گذر چکے ہیں، بقعۂ حجاز مع اطراف کے نور ایمان سے منور ہو چکا ہے، مکہ بھی فتح ہو چکا ہے اور ﴿یَدْخُلُونَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً﴾ (۱) کا نظارہ لوگوں کے سامنے ہے، نبی کریم ﷺ کو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں قیام فرما ہوئے پورے نو سال ہو چکے ہیں، عام الوفود ہے یعنی عرب کے ہر چہار گوشوں سے مسلمانوں کے وفد دار ہجرۃ (مدینہ منورہ) کی جانب کشاں کشاں چلے آرہے ہیں، انصار کی سرزمین بے شمار مسلمانوں کی جماعت سے بھری ہوئی ہے کہ ایک روز یکا یک آفتاب کو گرہن لگتا ہے، جگر بند رسول، ابراہیم کی وفات ہوتی ہے، تمام مسلمانوں میں جن سے کہ مدینہ طیبہ کی ہر گلی اور کوچے، بازار اور سڑکیں پٹی ہوئی ہیں اضطراب برپا ہو جاتا ہے، اتنے میں منادی رسول کی صدا کانوں میں آتی ہے جو گرہن کی نماز کے لیے تمام لوگوں کو مسجد نبوی کی طرف دوڑ جانے کا اعلان کرتا پھرتا ہے، مدینہ کے تمام مکان مکینوں سے یک دم خالی ہو جاتے ہیں، چھوٹے اور بڑے مرد اور عورتیں لڑکے اور بچے مسجد نبوی میں حاضر ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں اور سب کو صلاۃ کسوف پڑھاتے ہیں، یہ نماز اتنی لمبی ہوتی ہے کہ عورتیں غش کھا کھا کر گر جاتی ہیں، نمازی دھوپ میں تلملا اٹھتے ہیں، بعد نماز حکم ہوتا ہے کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی، ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ بھی، عشرہ مبشرہ بھی موجود ہیں اور اصحاب بدر و رضوان بھی، غرض تمام مہاجرین و انصار،

(۱) النصر:۲۔

شہری و بیرونی صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک بصیرت افروز خطبہ دیتے ہیں، جس میں پہلے تمام حاضرین سے اپنی تبلیغ کی شہادت لیتے ہیں، جم غفیر بول اٹھتا ہے ''نشهد أنك قد بلغت ''، حضور! آپ نے فرض تبلیغ بخوبی ادا فرمادیا، پھر آپ گرہن کی حقیقت، ترغیب توبہ، تیس جھوٹے مدعیان نبوت کا خروج، اعور دجال کا ظہور اور اس کے دجل و مکر کا تفصیلی بیان دیتے ہوئے بلند آواز سے فرماتے ہیں ''فیصبح فیهم عیسی ابن مریم فیهزمه الله و جنوده ۔۔الخ'' ((مستدرک حاکم)) جلد اول: (ص:۳۳۱) (۱) یعنی عہد دجال اکبر ایک صبح کو حضرت عیسیٰ ابن مریم تشریف لائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی بدولت دجال اور اس کے لشکر کو شکست دے گا، دجال قتل کیا جائے گا الخ۔ حاصل کلام یہ کہ جس طرح تمام صحابہ کرام عقیدۂ توحید و رسالت، برزخ و معاد کی تعلیم آنحضرت ﷺ سے پاکر، ذرہ برابر اس میں تبدیلی نہیں کرتے، تو کیوں کر باور کرلیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تو ان کو معراج سے واپس تشریف لاکر حضرت عیسیٰ سے آسمان پر ملاقات ہونا اور بزمانہ خروج دجال حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اتر کر آنا اور دجال کا قتل کرنا خود حضرت عیسیٰ کی زبان سے سن کر بیان فرمایا، ((مسند احمد)): (۳۷۵/۱)، و((ابن ماجہ مصری)): (۲۶۸/۲) (۲) گرہن کے خطبہ

---

(۱) المعجم الکبیر از طبرانی: (۱۹۰/۷)، حدیث: ۶۷۹۸، مستدرک حاکم: (۳۷۸/۱)، حدیث: ۱۲۳۰، امام ہیثمی ((مجمع الزوائد)): (۲۱۰/۲)، حدیث: ۳۲۷۳، میں فرماتے ہیں: "رواه أحمد والطبراني في الكبير إلا أنه زاد: "وأنه سيظهر على الأرض كلها إلا الحرم وبيت المقدس"، وقال أيضا: قال الأسود بن قيس: وحسبت أنه قال: "فيصبح فيهم عيسى ابن مريم - ﷺ - فيهزمه الله وجنوده"، والباقي بنحوه، قال الترمذي فيما رواه منه: حديث حسن صحيح"۔

(۲) سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی بن مریم، وخروج یأجوج ومأجوج، حدیث: ۴۰۸۱، مسند احمد: (۱۹/۶-۲۰)، حدیث: ۳۵۵۶، اور دیکھیں: ((مصنف ابن ابی شیبۃ)): (۳۵۳/۲۱-۳۵۴)، حدیث: ۴۰۳۱۴، ((مسند ابویعلی)): (۱۹۶/۹)، حدیث: ۵۲۹۴، ((مستدرک حاکم)): (۳۱۶/۴)، حدیث: ۳۴۳۸، اور فرمایا امام حاکم نے کہ اس کی سند صحیح ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ یہ حدیث حجت ہے، دیکھیں: ((مصباح الزجاجۃ)) از بوصیری: (۲۰۱/۴)، حدیث: ۱۴۴۸، ((مسند ابویعلی)) کی تحقیق میں حسین سلیم نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے،

مذکور میں سب صحابہ کی موجودگی میں حضرت عیسیٰ کی تشریف آوری کا ذکر فرمایا، اور پھر صحابہ کا عقیدہ متبدل ہو جائے اور اپنے نبی کی تعلیم کے برخلاف ان کا مذہب یہ ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ مر گئے اور وہ اب نہیں آئیں گے؟

لا يقول بذلك إلا جاهل بليد، مفتر عنيد، أخزاهم الله و خيبهم و جعل النار ماواهم۔

(اوّ۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ:

تقریر بالا کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہتی کہ ہم نام بنام صحابہ سے حیات ونزول عیسیٰ کی بابت ثبوت پیش کریں لیکن جن چار صحابیوں کے نام ((ٹریکٹ۲)) کے (صفحہ۳) پر مرقوم ہیں ان کی بابت ہم چند تصریحات ذیل میں پیش کریں گے۔

پہلا نام حضرت ابوبکر صدیق کا ہے اور دوسرا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا۔ ہم ایسی ایک حدیث لکھتے ہیں جن میں دونوں بزرگوں کا نام ایک جگہ موجود ہے اور اس سے معلوم ہوگا کہ ان دونوں خلیفوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ کی بابت کیا ہو سکتا ہے؟ امام احمد بن حنبل (مرزائی ٹریکٹ میں ان کا نام بھی قائلین وفات کی فہرست میں مذکور ہے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بالسند حدیث نقل کرتے ہیں۔ جاء (رسول الله إلى ابن صياد) ومعه ابو بكر وعمر في نفر من المهاجرين والأنصار وأنا معه (إلى قولي) فقال عمر: ائذن لي فأقتله يا رسول الله، فقال رسول الله ﷺ: "إن يكن هو فلست صاحبه، إنما صاحبه عيسى ابن مريم عليه الصلاة والسلام، الحديث'' ((مسند امام احمد)) جلد

= گرچہ شیخ البانی نے اس کی تضعیف کی ہے مؤثر بن عفازہ کی وجہ سے، لیکن امام ابن حبان نے ((الثقات)) (۳۶۳/۵)، رقم: ۵۷۳۵، میں ان کو ذکر کیا ہے، لہذا یہ حدیث علی الاقل درجہ حسن کو پہنچتی ہے۔

سوم: (ص:۳۶۸) (۱)۔ یعنی آنحضرت ﷺ خروج ابن صیاد کی خبر سن کر تحقیق امر و تبلیغ دین کی غرض سے اپنی مسجد سے روانہ ہوتے ہیں آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ نیز ایک جم غفیر مہاجرین وانصار کا، رواں ہے (ابن صیاد سے بہت سی گفتگو اور سوال و جواب کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کر دینے کی اجازت طلب کی آنحضرت ﷺ نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ و جابر رضی اللہ عنہ و مہاجرین رضی اللہ عنہم وانصار رضی اللہ عنہم کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے) فرمایا اگر یہ وہی (دجال معہود) ہے تو تم اس کے قاتل نہیں ہو سکتے اس کے قاتل تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے۔ اس حدیث میں چند باتیں قابل غور ہیں:

(۱) آنحضرت ﷺ ابوبکر و عمر و دیگر مہاجرین وانصار کے سامنے یہ فرما رہے ہیں کہ دجال اکبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر قتل کریں گے۔

(۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالکل خاموش رہتے ہیں اور اعتراض نہیں کرتے کہ یارسول اللہ! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ اللہ تو فرماتا ہے ﴿قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (۲) یعنی آپ کے پہلے کے تمام رسول تو (بقول مرزائیاں) فوت ہو چکے ہیں تو عیسیٰ جب مر گئے پھر اب کیسے وہ آ کر دجال کو قتل کریں گے؟ بلکہ خاموشی سے فرمان نبوی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور آپ کے ساتھ (ابن صیاد کو چھوڑ کر) واپس چلے آئے، اور کسی روایت میں ان سے وفات عیسیٰ مصرح نہیں۔

---

(۱) مسند احمد: (۲۱۴/۲۳)، حدیث: ۱۳۹۵۵، امام ہیثمی اس حدیث کو ((مجمع الزوائد)): (۳/۸)، حدیث: ۱۲۵۶۰، میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "رواہ أحمد، ورجالہ رجال الصحیح"۔ یعنی اس سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں، اس طرح یہ حدیث بھی لائق حجت ہوئی۔

(۲) آل عمران: ۱۴۴۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی رائے کے مطابق وحی الٰہی نازل ہوتی تھی، جن کی شان میں «إن الله جعل الحق علی لسان عمر» ((مشکاۃ)): (ص:۵۴۹) (۱) وارد ہے، یعنی اللہ عمر کی زبان پر حق جاری کرتا ہے، جنھوں نے بارہا نبی کریم ﷺ کو بعض امور میں بغرض توضیح مسئلہ و بہ نیت طمانیت (قلب ٹوک دیا ہے، حدیبیہ کے صلح نامہ کے خلاف ان کی جدوجہد مشہور ہے، ابن ابی منافق کا جنازہ پڑھنے کو جب نبی کریم ورحیم آگے بڑھتے ہیں تو دامن تھام کر عرض کرتے ہیں ''أليس الله نهاك أن تصلي على المنافقين '' ((بخاری مصری)): (ج ۱/۱۴۵) (۲) کیا آپ کو خدا نے منافقوں کا جنازہ پڑھنے سے روکا نہیں ہے؟ سید الاوس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے جیسے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا «قوموا إلى سيدكم فأنزلوه » (۳)، اٹھ کر جاؤ اپنے سردار کو اتار لاؤ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''سيدنا الله عزوجل '' ((مسند احمد)): (ج ۶/۱۴۲) (۴) ہمارا سردار تو اللہ عزوجل ہے، تعجب ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ کی آمد سن کر بالکل خاموش رہتے ہیں اور کچھ نہیں بولتے کہ یارسول اللہ قرآن میں تو عیسیٰ کے لیے ''متوفيك'' اور ''توفيتني '' آیا ہے وہ تو وفات پا چکے ہیں، پھر کیوں کر وہ دوبارہ آکر دجال کو قتل کریں گے؟ ان کو کہنا تھا کہ حیات مسیح تا قیامت کا عقیدہ تو شرکیہ ہے (بقول مرزا) آپ شرک مٹانے کو آئے ہیں یا اس کے استحکام کو؟ جب عمر رضی اللہ عنہ کچھ بھی نہیں بولتے اور ابن صیاد کو چھوڑ کر خاموشی سے آپ کے ساتھ

---

(۱) مشکاۃ المصابیح از خطیب تبریزی: (۳/۱۷۰۴)، حدیث: ۶۰۴۲، اور دیکھیں: ((مسند احمد)): (۱۵/۱۱۷)، حدیث: ۹۲۱۳، ((سنن ترمذی)): أبواب المناقب، باب، حدیث: ۳۶۸۲، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب الكفن في القميص الذي يكف أولا يكف، ومن كفن بغير قميص، حدیث: ۱۲۶۹۔

(۳) مسند احمد: (۴۲/۲۶)، حدیث: ۲۵۰۹۷، فضائل الصحابۃ از امام احمد: (۲/۸۱۹)، حدیث: ۱۴۸۸، صحیح ابن حبان: (۱۵/۴۹۸)، حدیث: ۷۰۲۸، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴) مسند احمد: (۴۲/۲۶-۳۳)، حدیث: ۲۵۰۹۷، یہ لفظ حسن ہیں۔

واپس لوٹ پڑتے ہیں، تو صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی مذہب یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لائیں گے۔

(۳) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

مستدرک حاکم (جلد سوم): (ص:۱۴۳) (۱) میں ہے: عن الحريث سمعت الحسن بن علي يقول: «قتل ليلة أنزل القرآن، وليلة أسري بعيسى، وليلة قبض موسى» ((درمنثور)): (ج ۳۶/۲) حُریث کہتا ہے کہ میں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ جس شب میں قرآن نازل ہوا، جس رات کو عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چڑھا لیے گئے، جس رات کو موسیٰ علیہ السلام کی جان قبض کی گئی، اسی شب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت (فعل) اُسریٰ اسی طرح بولتے ہیں جس طرح قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کی معراج جسمانی کی بابت اسریٰ بولا گیا ہے۔ اور اسراء لغت میں اعضا سے متعلق مانا گیا ہے نہ روح سے۔ ((مصباح منیر)) (۲) (لغت کی معتبر کتاب) میں ہے ''السراية إذا قطعته بالسير''، یعنی جب تو اپنے جسم کے ساتھ چل کر کوئی مسافت طے کرے تو ''سرایت'' بولیں گے۔ اللہ نے موسیٰ کو وحی بھیجی ﴿فَأَسْرِ بِعِبَادِىْ لَيْلًا﴾ (دخان) (۳) بنی اسرائیل کو راتوں رات لے چل۔ لوط کو وحی آئی ﴿فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ﴾ (هود، وحجر) (۴) اے لوط تو اپنے لوگوں کو کچھ رات رہے اس بستی سے لے نکل۔ پس ثابت ہوا کہ ''اسراء'' انتقال مکانی کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ اگر امام حسن رضی اللہ عنہ کا مذہب وفات عیسیٰ کا ہوتا تو جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لیے انھوں نے قبض کہا تھا، عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہی فعل بولتے،

---

(۱) (۱۵۴/۳)، حدیث: ۴۶۸۸۔

(۲) (۲۷۵/۱)۔ (۳) الدخان: ۲۳۔ (۴) هود: ۸۱، الحجر: ۶۵۔

دونوں پیغمبروں کے لیے دو متناقض لفظ نہ فرماتے، پس آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوگیا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے۔ والحمد للہ۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ:

روى النسائي (۱) عن ابن عباس قال: ''لما أراد الله تعالى أن يرفع عيسى إلى السماء، الخ'' ((درمنثور)): (ج ۲/۲۳۸)، وأخرج أبوالشيخ (۲) عن ابن عباس: "مد في عمره حتى أهبط من السماء إلى الأرض لقتل الدجال" (ایضا: ۲/۳۵۰)، وروى الإمام أحمد عن ابن عباس في قوله ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾، قال: هو خروج عيسى بن مريم قبل يوم القيامة "(۳) ((مسند احمد)): (۱/۳۱۸)، و((مستدرک حاکم)): (۲/۴۴۸)، امام نسائی نے اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے کہا کہ جب اللہ حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھانے لگا۔۔۔۔۔۔'' نیز ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی عمر بہت لمبی کی گئی ہے یہاں تک کہ آسمان سے زمین پر اتر کر دجال کو قتل کریں گے''، اور آیت ﴿عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ''اس سے حضرت عیسیٰ کا قیامت سے پیشتر تشریف لانا مراد ہے''۔ لیجیے ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی حیات ونزول عیسیٰ کے قائل تھے۔

---

(۱) سنن کبریٰ: (۱۰/۲۹۹)، حدیث: ۱۱۵۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: (۱۷/۵۱۷-۵۱۹)، حدیث: ۳۳۰۴۱، تفسیر ابن ابی حاتم: (۴/۱۱۱۰)، حدیث: ۶۲۳۳، مستدرک حاکم: (۲/۵۴۹)، حدیث: ۳۸۰۷، امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیں: ((تفسیر ابن کثیر)): (۲/۴۴۹-۴۵۰)۔

(۲) دیکھیں: ((الدر المنثور)): از سیوطی: (۳/۱۳۴)، ((فتح القدیر)) از شوکانی: (۲/۱۱۰)، ((فتح البیان)) از نواب صدیق حسن خان: (۴/۹۲)۔

(۳) مسند احمد: (۵/۸۶)، حدیث: ۲۹۱۸، ومستدرک حاکم: (۲/۴۷۸)، حدیث: ۳۰۰۳، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۵) امام مالک رحمہ اللہ:

ابوعبداللہ مالکی نے صحیح مسلم کی شرح ((اکمال اکمال المعلم)) (۱) میں تحریر کیا ہے:

وفي ((العتبية)): قال مالك: بينا الناس قيام يستمعون لإقامة الصلاة فتغشاهم غمامة، فإذا عيسى قد نزل .. الخ ((ج۱/۲۶۶))، یعنی امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمان لوگ (امام مہدی کے پیچھے) کھڑے ہوکر نماز (فجر) کی تکبیر (اقامت) سن رہے ہوں گے کہ سر کے اوپر بدلی نظر آئے گی اس سے حضرت عیسیٰ اتریں گے۔ لیجیے حضرت! دیکھئے امام مالک رحمہ اللہ بھی حیات ونزول عیسیٰ کے قائل تھے۔ فموتوا بغیظکم۔

(۶) امام بخاری رحمہ اللہ:

امام بخاری نے اپنی ((جامع صحیح)) میں حضرت عیسیٰ کے اترنے کا ایک خاص باب ہی منعقد فرمایا ہے باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام (پ:۱۳)، اس باب میں دو حدیثوں سے حضرت عیسیٰ کا نزول ثابت کیا ہے۔ اسی طرح دوسرے مقامات میں بھی۔ چنانچہ (پارہ ۸) باب قتل الخنزیر و (پارہ ۹) باب کسر الصلیب میں احادیث نزول عیسیٰ لائے ہیں۔ نیز امام بخاری رحمہ اللہ اپنی ((تاریخ)) (۲) میں تحریر فرماتے ہیں: ''یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول الله ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعا'' ((درمنثور)): (۲/۲۴۵-۲۴۶)، حضرت عیسیٰ آنحضرت ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پاس (روضۂ مطہرہ میں) مدفون ہوں گے ان کی قبر وہاں چوتھی ہوگی۔ فرمایئے جناب! امام بخاری بھی تو نزول عیسیٰ اور (مدینہ) میں ان کے آئندہ زمانے میں دفن کیے جانے کے قائل ہیں (۳)۔

---

(۱) (ج:۱/ص:۲۶۶)، طبعۃ دار الکتب العلمیہ۔

(۲) تاریخ کبیر: (۱/۲۶۳)، رقم: ۸۳۹، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هذا لا يصح عندي ولا يتابع عليه"۔

(۳) ہم یہاں عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ امام بخاری کا کسی روایت کو اپنی تاریخ میں ذکر کرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ اس کی صحت کے بھی قائل ہیں کیوں کہ انہوں نے جو اہتمام اپنی ((صحیح)) کے جمع کرنے میں کیا ہے وہ کسی اور کتاب کے

(۷) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

امام صاحب اپنی مشہور ((کتاب فقہ اکبر)) میں فرماتے ہیں: "ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء... حق کائن"، ((ص: ۱۳) مطبوع دائرۃ المعارف دکن) یعنی حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اترنا حق ہے۔ ہونے والا ہے۔ کہیے مزاج بخیر ہے؟

(۸) امام شافعی رحمہ اللہ (۱):

امام شافعی، امام مالک کے شاگرد رشید ہیں ان کی کوئی تصنیف بھی "حدثنا مالك" سے خالی نہیں، اوپر امام مالک کا مذہب بیان ہو چکا ہے کہ وہ نزول عیسیٰ کے قائل تھے۔ نیز تمام صحابہ وتابعین وتبع تابعین کا یہی مذہب تھا، تو امام شافعی کا مذہب بھی اس کے خلاف نہیں ہوسکتا اور نہ کہیں بھی ان سے وفات عیسیٰ کی تصریح منقول ہے، برخلاف اس کے امام شافعی سے حضرت عیسیٰ کی آمد مروی ہے، چنانچہ سنن ابن ماجہ (۲) میں ہے یونس (شاگرد امام شافعی) کہتا ہے۔ حدثنا محمد بن ادریس الشافعی...: "لا تقوم الساعة إلا على شرار الناس ولا المهدي إلا عيسى ابن مريم" ((ابن ماجہ)) مصری: (۲/۲۵۷)، نہیں قائم ہوگی قیامت مگر بدترین

= جمع کرنے میں نہیں کیا ہے، اور پھر انہوں نے ((تاریخ کبیر)) (۲۶۳/۱) میں خود ہی اس کی تضعیف کی ہے، اس لئے یہ کہنا کہ وہ اس روایت کی صحت کے قائل ہیں محل نظر ہے، ہاں امام بخاری رحمہ اللہ حیات عیسیٰ علیہ السلام اور قرب قیامت ان کے نزول کے قائل ضرور ہیں، کیوں کہ یہ مسئلہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، اور اس سلسلہ کی صحیح حدیثیں خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں مختلف ابواب کے اندر ذکر کیا ہے۔

(۱) ان کو احمدیوں نے دوسری صدی کا مجدد مانا ہے۔ دیکھو: ((فہرست مجددین در عسل مصفی)): (۱۶۴/۱-۱۶۵)۔ اثنائے مراجعہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس کا حاشیہ میں اضافہ کیا ہے اسی لئے ہم نے بھی اس کو حاشیہ میں ہی درج کیا ہے۔

(۲) سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، حدیث: ۴۰۳۹، یہ حدیث ضعیف جدا ہے سوائے جملہ (ولا تقوم الساعة إلا على شرار الناس)، دیکھیں: ((سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ)): (۱۷۵/۱-۱۷۶)، حدیث: ۷۷۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث دو جملوں پر منقسم ہے جس کا دوسرا جملہ منکر ہے۔

لوگوں پر اور (اس سے پہلے کامل اور آخری اور معصوم) مہدی حضرت عیسیٰ بن مریم ہوں گے۔ یہ وہ روایت ہے جس کے نقل کرنے میں امام شافعی متفرد اور تنہا ہیں اور چوں کہ ان کا شیخ محمد بن خالد جندی منکر الحدیث ہے لہٰذا یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں ہے ہاں امام شافعی یا ان کے شیخ کا قول بے شک ہے(۱)۔ پس امام شافعی کا مذہب بھی وہی ہوا جو امام مالک کا تھا۔ اور امام شافعی سے حضرت عیسیٰ کا قریب قیامت کے آنا بصراحت ثابت ہوگیا۔ والحمدللہ۔

(۹) امام احمد بن حنبل:

مجاہد صاحب نے امام احمد کے بجائے ان کے دادا حنبل کا نام لکھا ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے یا مغالطہ۔ بہر حال امام احمد کا مذہب حضرت عیسیٰ کے نزول اور آمد ثانی کا اتنا مشہور ہے کہ اس کا انکار آفتاب کا انکار ہے، امام احمد نے اپنی مسند میں بکثرت احادیث صحیحہ نزول عیسیٰ سے متعلق درج کی ہیں اگر بتمامہا ان کو نقل کیا جائے تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو جائے۔ ہم ان کی کتاب مسند سے صرف چند صفحوں اور جلد کا حوالہ لکھ دیتے ہیں جس کا دل چاہے نکال کر ملاحظہ کرلے، ان روایات سے امام احمد کا مذہب نزول وحیات عیسیٰ کا صاف ظاہر ہے۔ ملاحظہ ہو: جلد اول صفحہ ۳۱۸، ۳۷۵، جلد دوم صفحہ ۱۶۶، ۲۹۰، ۲۹۸، ۳۳۶، ۴۱۱، ۴۳۷، ۴۹۴، وجلد سوم صفحہ ۳۴۵، ۳۶۸، ۳۸۴، ۴۲۰، وجلد چہارم صفحہ ۱۸۲، ۲۱۷، ۴۲۹، وجلد پنجم صفحہ ۱۳، ۲۷۸، وجلد ششم صفحہ ۷۵ (اس بحر بیکراں سے اتنے حوالے سرسری نظر سے ملے ہیں)۔

(۱۰) ابوعبداللہ رحمہ اللہ مالکی:

ان کا نام خواہ مخواہ نمبر بڑھانے کو لکھ دیا ہے۔ ان سے کہیں بھی وفات عیسیٰ کی تصریح

(۱) اگر چہ یہ روایت منکر ہے لیکن بلاشبہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک وہی ہے جو امام مالک کا ہے اور جو امام احمد بن حنبل کا ہے، (رحمہم اللہ)۔

منقول نہیں اور نہ ایسا ممکن ہے جب کہ ان کے استاذ امام (مالک رحمہ اللہ) نزول عیسیٰ کے قائل ہیں جیسا کہ خود انہیں ابو عبداللہ مالکی کی کتاب ((اکمال شرح صحیح مسلم))(۱) سے اوپر نمبر (۵) میں بذیل ذکر امام مالک نقل کیا جا چکا ہے اور خود ابو عبداللہ مالکی نے احادیث نزول صحیح مسلم کی شرح میں بڑے زور سے نزول عیسیٰ کی تائید کی ہے کل مالکیوں کا یہی مذہب ہے۔ قاضی عیاض مالکی کا مذہب خود اسی ((اکمال))(۲) میں نزول عیسیٰ کا منقول ہے، زرقانی مالکی کا مذہب ((شرح مواہب)) (جلد ششم) ذکر المعراج میں مسطور ہے (۳)، شیخ احمد مالکی نے ((صاوی علی الجلالین)) (جلد چہارم صفحہ ۴۴) پر نزول کی صراحت کی ہے۔ وقس علی ہذا۔

(۱۱) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

((الجواب الصحیح)) جلد اول صفحہ ۱۱۹، و ۱۵۵، و ۱۸۲، و ۲۱۷، و ۲۳۶، و ۲۹۷، و ۳۴۱، و ۳۶۰، ۳۶۱، وجلد ثانی صفحہ ۱۸۴، و ۲۱۰، و ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، وجلد ثالث صفحہ ۳۰۶، وجلد رابع صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶، وکتاب زیارۃ القبور صفحہ ۵۷ مطبوعہ لاہور (۴)۔

(۱۲) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ:

ان پر بھی وفات عیسیٰ کے اقرار کا الزام اسی طرح غلط ہے جس طرح ان دسوں بزرگوں (۵) پر جن کا اوپر بیان ہوا ہے۔ حافظ ابن قیم نے تو اپنی اکثر تصنیفات میں حیات ونزول عیسیٰ کا بصراحت اقرار کیا ہے ہم ان کی چند کتابوں سے ذیل میں حوالے درج کرتے ہیں،

---

(۱) دیکھیں: ((اکمال اکمال المعلم)): (۱/۲۶۵)، طبعۃ دار الکتب العلمیہ۔

(۲) اکمال المعلم: (۱/۴۷۰)۔

(۳) دیکھیں: (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ)): (۷/۳۹۵)۔

(۴) یہ پورا فقرہ مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے، کسی دوسرے نسخہ میں یہ فقرہ بالکلیہ موجود نہیں ہے۔

(۵) چونکہ مطبوع نسخہ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ذکر نہیں موجود ہے اس لئے اس طرح امام ابن قیم سے پہلے دس ہی ائمہ کا ذکر ہے۔

ابن قیم ((کتاب التبیان))(۱) میں لکھتے ہیں۔"وھذا المسیح ابن مریم حي لم یمت وغذاؤه من جنس غذاء الملائکة "(ص:۱۳۹)(۲)،"وإنه رفع المسیح إلیه" (ص:۲۲)،(دیکھو: تبیان فی أقسام القرآن مطبوع میری مکہ)۔یعنی حضرت عیسیٰ زندہ ہیں مرے نہیں اوران کی غذاوہی ہے جوفرشتوں کی ہےاور مسیح اللہ کی طرف (آسمان پر) اٹھا لیے گئے تھے۔نیز ابن قیم رحمہ اللہ ((مدارج السالکین))(۳) میں تحریر فرماتے ہیں:"وإذا نزل عیسی ابن مریم علیه السلام، فإنما یحکم بشریعة محمد ﷺ "((ج۲/۲۴۳)، مطبوع المنار،مصر)،یعنی حضرت عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو محمد ﷺ کی شریعت سے فیصلہ کریں گے۔اورابن قیم ((ہدایۃ الحیاری))(۴) میں ارقام فرماتے ہیں:"عیسی ابن مریم یظهر دین الله، ویقتل أعدائه، وهو نازل علی المنارة الشرقیة بدمشق نازلا من السماء، فیحکم بکتاب الله وسنة رسوله ﷺ"ا۔ھ ملتقطا (ہدایۃ الحیاری مع ذیل الفارق (ص:۳۴) مطبوعہ مصر)،یعنی حضرت عیسیٰ آسمان سے دمشق کے پورب والے منارہ پراتریں گے اللہ کے دین کو غالب کریں گے،اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے،قرآن وحدیث سے فیصلہ فرمائیں گے۔اورابن قیم ((قصیدۂ نونیہ)) میں فرماتے ہیں ۔

وإلیه قد رفع المسیح حقیقة ولسوف ینزل کي یری بعیان (۵)

وکذاك رفع الروح عیسی المرتضی حقا إلیه جاء في القرآن (۶)

---

(۱)(ص:۵۸۰)۔

(۲) گرچہ یہ امام ابن قیم کا مقولہ ہے یعنی کہ عیسی علیہ السلام بھی ویسے ہی رزق پاتے ہیں جیسے فرشتہ،لیکن یہ فقرہ دلیل کا محتاج ہے،کیونکہ کہیں سے بھی اس بات کا ثبوت نہیں ملتا،اور یہ چیز بھی انہی امور غیبیہ میں سے ہیں جن کا علم صرف اللہ رب العالمین کو ہے،رہی بات عیسی علیہ السلام کے زندہ ہونے کی اور اللہ کو ان کے زندہ اپنی طرف اٹھا لینے کی تو یہ قرآن اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

(۳)(۳۴۶/۳)۔ (۴)(ص:۲۵۳)۔ (۵)(ص:۳۶)۔ (۶)(ص:۱۲۰)۔

وإليـه قـد عـرج الـرسـول حقيقة　　وكـذا ابـن مريم مصعد الأبدان (۱)

وإليـه قـد صـعـد الـرسـول وقبلـه　　عيسى ابن مريم كاسر الصلبان (۲)

یعنی حضرت عیسیٰ درحقیقت آسمان پر اٹھائے گئے اور عنقریب نازل ہوں گے تاکہ آنکھوں سے دیکھے جائیں۔ روح اللہ عیسیٰ کا رفع الی السماء حق ہے قرآن میں آیا ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی معراج جسمی حقیقی ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ بدن کے ساتھ اٹھائے گئے۔ محمد ﷺ آسمان پر چڑھ کر گئے اور آپ کے پہلے حضرت عیسیٰ صلیب کے توڑنے والے بھی آسمان پر لے جائے گئے تھے۔ غرض ابن قیم سے میں کہاں تک نقل کرتا جاؤں۔ مرزائیوں کی تکذیب کے لیے اتنا بہت ہے۔

(۱۳) ابن حزم رحمہ اللہ:

علامہ ابن حزم ظاہری اپنی مشہور کتاب ((المحلّٰی)) (۳) میں لکھتے ہیں: "أن عيسى ابن مريم – عليه السلام – سينزل" (ج ۸/۱)، یعنی عیسیٰ بے شک نازل ہوں گے۔ پھر صفحہ (۹) میں نزول عیسیٰ کی حدیث بھی نقل کی ہے۔ نیز اپنی دوسری کتاب ((الفصل فی الملل)) (۴) میں لکھتے ہیں: "في الآثار المسندة الثابتة في نزول عيسى بن مريم عليه السلام في آخر الزمان" (مطبوع مصر جلد چہارم (ص: ۱۸۰))، یعنی آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ کا نزول احادیث میں آیا ہے جو بالسند اور ثابت ہیں۔ اور جلد اول میں لکھا ہے: "جاء ت الأخبار الصحاح من نزول عيسى عليه السلام (الی) فوجب الإقرار بهذه الجملة" (۵) (ج ۱/۷۷)، یعنی صحیح حدیثوں سے نزول عیسیٰ ثابت ہے اور اس کا اقرار کرنا واجب ہے، نیز جلد سوم میں لکھتے ہیں: "وأما من قال: أن بعد محمد ﷺ نبيا غير عيسى بن مريم فإنه

(۱) (ص: ۷۷)۔　(۲) (ص: ۱۵۱)۔　(۳) (۲۸/۱)۔

(۴) (۱۳۸/۴)۔　(۵) الفصل فی الملل والاھواء والنحل: (۶۸/۱)۔

لا یختلف اثنان في تکفیره"(۱) (ج ۲۴۹/۳)، یعنی جو شخص کہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے حضرت عیسیٰ کے سوا اور کوئی نبی ہوگا اس کے کافر ہونے میں دو شخصوں کا بھی اختلاف نہیں ہے، لیجیے ابن حزم آنحضرت ﷺ کے بعد صرف حضرت عیسیٰ کا آنا مانتے ہیں اور دوسرے مدعی نبوت کو کافر بنا رہے ہیں۔ مرزائیو! جن کو تم نے اپنا ہم خیال سمجھا تھا وہ تم کو کافر کہتے ہیں۔

(۱۴) ابن عربی رحمہ اللہ:

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی صوفی اپنی آخری تصنیف ((فتوحات مکیہ)) میں لکھتے ہیں: "عیسی علیه السلام إذا نزل یحکم بشریعة محمد ﷺ" (ب:۱۴)۔ "ینزل عیسی ابن مریم بالمنارة البیضاء شرقي دمشق" الخ (باب ۳۶۶، جلد سوم، (ص: ۳۲۷۔۳۲۸))۔" (۲) أنه لم یمت إلی الآن بل رفعه الله إلی هذه السماء وأسکنه فیها" (باب ۳۶۷، جلد سوم، (ص:۳۴۱))، "أنه یموت إذا قتل الدجال ... الخ" (باب: ۳۶۹)۔ حاصل ان عبارات کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم دمشق سے پورب سفید منارہ پر اتریں گے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدیہ سے فیصلہ کریں گے، وہ ابھی تک مرے نہیں بلکہ اللہ نے ان کو آسمان پر اُٹھا کر وہاں ہی بسایا ہے، جب وہ (آخر زمانہ میں اتر کر) دجال کو قتل کر دیں گے تو ان کو موت آئے گی، شیخ اکبر کا یہ فیصلہ کیا آپ لوگ مانیں گے؟۔۔۔ ابن عربی کی مزید تصریحات فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۱۳۵، و۱۴۴، و۱۸۵، و۲۲۴، وجلد دوم صفحہ ۳، و۴۹، و۱۲۵، وجلد سوم صفحہ ۵۱۳، و۵۱۴ میں بھی نزول عیسیٰ کی بابت صاف صاف موجود ہیں۔

(۱۵) جُبائی معتزلی:

قال الجبائي: "أنه لما رفع عیسی علیه السلام ... الخ" (کشف الاسرار مطبوع

---

(۱) الفصل فی الملل والاھواء والنحل: (۱۳۹/۳)۔

(۲) ابن عربی کی یہی عبارت ((فصوص الحکم مع شرح ملا جامی)) کے (صفحہ ۳۱۳) پر بھی ہے۔ ۱۲ منہ۔ (مؤلف)

مصر، وعقیدۃ الاسلام: (ص:۱۲۴))۔

صاحب کشف الاسرار علامہ جبائی سے ناقل ہیں جبائی نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ کا رفع الی السماء ہوا تو یہود نے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں سے قتل کر دیا، الخ۔ لیجیے جبائی معتزلی بھی موت عیسیٰ کے قائل نہیں ہیں بلکہ صاف صاف وہ حضرت عیسیٰ کا رفع تسلیم کرتے ہیں۔

(۱۶) شامی حنفی:

ابن عابدین شامی اپنی مشہور کتاب ((ردّ المحتار))(۱) میں لکھتے ہیں: "إنما يحكم (عيسى) بالإجتهاد أو بما تعلمه من شريعتنا وهو في السماء، أو أنه ينظر في القرآن فيفهمه منه (إلى قوله) أنه في الحقيقة خليفة عنه" (شامی مطبوع مجتبائی جلد اول (ص: ۳۹)۔ یعنی حضرت عیسیٰ جب آئیں گے تو فیصلے یا تو اپنے اجتہاد سے کریں گے یا ہماری شریعت جو کچھ انھوں نے آسمان پر سیکھی ہے اس سے فیصلے کریں گے یا قرآن مجید میں نظر وفکر کر کے فہم حاصل کریں گے اس سے فیصلہ کریں گے، کیوں کہ حقیقت میں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور قائم مقام ہوں گے۔ پس علامہ شامی بھی حضرت عیسیٰ کی آمد کے اقراری ہیں۔

(۱۷) ملا علی قاری حنفی (۲):

آپ ((شرح فقہ اکبر)) میں لکھتے ہیں: "إنه يذوب كالملح في الماء عند نزول عيسى من السماء" (مطبوع مصر (ص:۹۲) طبع: ۱۳۲۳ھ، و(ص:۱۰۱) طبع مصر ۱۳۲۷ھ)، یعنی حضرت عیسیٰ جب آسمان سے اتریں گے تو دجال اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں، اور ((شرح شفا))(۳) میں تحریر کرتے ہیں: "إن عيسى نبي قبله وينزل

---

(۱) (۱/۵۷)۔ (۳) (۲/۵۱۶)۔

(۲) ان کو احمدیوں نے دسویں صدی کا مجدد مانا ہے۔ (عسل مصفی جلد اول)۔ یہ مؤلف نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

بعده ویحکم بشریعته ویصلي إلی قبلته ویکون من جملة أمته" (مطبوع استنبول (ج۲،ص:۵۱۹)۔یعنی حضرت عیسیٰ نبی ہو چکے پیشتر آنحضرت ﷺ کے اور نازل ہوں گے بعد آپ کے اور فیصلہ کریں گے آپ کی شریعت سے اور نماز پڑھیں گے آپ کے قبلہ کی طرف اور ہوں گے آپ کی امت سے۔اور ((شرح مشکاۃ))(۱) میں لکھتے ہیں:"فینزل عیسی ابن مریم من السماء علی منارة مسجد دمشق فیأتي القدس "(مرقاۃ مطبوع مصر (ج۵،ص:۱۶۰)) ,یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے دمشق کی مسجد کے منارہ پر، پھر بیت المقدس تشریف لائیں گے۔اور ((شرح شمائل)) میں ارقام فرماتے ہیں:"إن عیسی علیه السلام یدفن بجنب نبینا – ﷺ – بینه و بین الشیخین"(۲)(جمع الوسائل مطبوع مصر (ص:۵۶۳))۔یعنی حضرت عیسی علیہ السلام (بعد نزول) ہمارے پیغمبر ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے آپ کے اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کے درمیان میں۔ملا علی قاری کے یہ چار حوالے مرزائیوں کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔

(۱۸) خواجہ محمد پارسا:

خواجہ صاحب اپنی کتاب ((فصول ستہ)) میں فرماتے ہیں:"حضرت عیسی علیہ السلام بعد از نزول عمل بمذہب۔۔۔"خواہد کرد۔(دیکھو مکتوبات سرہندی کا مکتوب ۱۷، دفتر سوم)۔پس خواجہ محمد پارسا بھی نزول عیسیٰ کی صراحت فرما رہے ہیں۔اور ((فصل الخطاب)) میں منکر نزول عیسیٰ کا کفر حدیث سے نقل کیا ہے۔

(۱۹) داتا گنج بخش:

حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش اپنی کتاب ((کشف المحجوب)) میں ترقیم فرماتے ہیں:"حضرت عیسیٰ مرقع (پیوند لگے ہوئے کپڑے) رکھتے تھے جس کو وہ آسمان

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح:(۳۴۱۲/۸)۔ (۲) جمع الوسائل:(۲۰۸/۲)۔

پر لے گئے'' (ص:۵۲)، اردو ترجمہ مطبوع لاہور)۔ لیجیے داتا گنج بخش صاحب تو حضرت عیسیٰ کے بدن کیا بدن کے کپڑے سمیت آسمان پر جانا لکھ رہے ہیں۔

(۲۰) حافظ محمد صاحب:

حافظ محمد صاحب لکھوکے (پنجاب) والے کا مشہور پنجابی شعر کتاب ((احوال الآخرۃ)) (صفحہ ۳۰) پر یوں مرقوم ہے۔

آسماناں تھیں حضرت عیسیٰ موڈھے ملکاں آوے

اوپر منارے شرقی مسجد جامع آن ملاوے

یعنی حضرت عیسی علیہ السلام آسمانوں سے فرشتوں کے کندھے کے سہارے آئیں گے دمشق کی جامع مسجد کے پورب والے منارے پر۔ اس سے زیادہ کیا چاہیے۔

(۲۱) علمی مرحوم:

مولوی محمد حسن علمی بھی حیات عیسیٰ کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: ''آسماں پر عیسیٰ اور داؤد و موسیٰ خاک میں'' (مجموعہ خطب علمی مطبوعہ علمی پریس لاہور: (ص:۱۳)) اگر بقول آپ کے وہ وفات عیسیٰ کے قائل ہوتے تو مصرع یوں لکھتے ''حضرت داؤد و موسیٰ اور عیسیٰ خاک میں'' جب وہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر فرمارہے ہیں اور حضرت موسی وداؤد کو خاک میں لکھتے ہیں تو صاف یہی معنی ہوئے کہ حضرت عیسیٰ تو زندہ آسمان پر چل بسے اور حضرت موسی وداؤد مرکر خاک میں مدفون ہوئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جتنے حضرات کے نام آپ نے قائلین وفات عیسیٰ کی فہرست میں گنوائے تھے وہ سب لوگ حیات ونزول عیسیٰ کے اقراری اور ہمارے ہم خیال نکلے، کیا خوب۔

سنا کرتے تھے شہرۂ ذوق جن کی پارسائی کا وہ سب رندِ خرابات اپنے نکلے ہمنوا نکلے

*****

''وغیرہ'' کی حقیقت

مجاہد صاحب نے بڑے مجاہدہ کے بعد بیس نام جو پیش کیے تھے ان کی حقیقت تو ظاہر ہو چکی اب ذرا ان کے ''وغیرہ'' کی حقیقت بھی ملاحظہ ہو۔

(۲۲) مجدد الف ثانی:

حضرت شیخ احمد سرہندی (۱) مکتوبات میں فرماتے ہیں: ''حضرت عیسیٰ کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود'' (مکتوبات ۱۷، دفتر سوم)، یعنی حضرت عیسیٰ آسمان سے نزول فرما کر خاتم النبیین کی شریعت کی پیروی کریں گے۔

(۲۳) پیران پیر:

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی ((غنیۃ الطالبین)) میں تحریر فرماتے ہیں: "رفع الله عزو جل عیسی علیه السلام إلی السماء " (مصری: (۶۱/۲))، یعنی اللہ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا۔

(۲۴) خواجہ اجمیری:

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا ارشاد سنو: ''حضرت عیسیٰ از آسمان فرود آید'' (انیس الارواح نولکشوری: (ص:۹))۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

(۲۵) شیخ صابری:

پیران کلیر والے شیخ محمد اکرم صابری کا فرمان سنو: ''مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسی علیہ السلام باو اقتدا کردہ نماز خواہد گزارد'' (اقتباس الانوار: (ص:۷۲))۔ یعنی امام مہدی حضرت فاطمہ کی اولاد سے ہوں گیا ور عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔

---

(۱) (جن کو احمدیوں نے گیارھویں صدی کا مجدد مانا ہے۔ عسل مصفی، جلد اول، (ص: ۱۶۳ تا ۱۶۵)، فہرس مجددین ۱۲،)۔ یہ مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۲۶) معروف کرخی:

عن ابی نعیم قال سمعت معروفا الکرخی یقول "أوحی الله إلی جبریل أن أرفع عبدي إلي " (حیاۃ الحیوان: (۳۵/۱)) ۔ حضرت معروف کرخی نے فرمایا کہ (مکر یہود کے وقت) اللہ نے جبرئیل کو وحی کی کہ میرے بندہ عیسیٰ کو میری (آسمان کی) طرف اٹھالاؤ۔

(۲۷) شیخ عطار:

مولانا فرید الدین عطار لکھتے ہیں۔

عشق عیسیٰ را بگردوں می برد　　یافتہ ادریس جنت از صمد

(مثنوی عطار: (ص:۲۰))

یعنی عشق الٰہی حضرت عیسیٰ کو آسمانوں پر لے گیا اور حضرت ادریس نے خدا سے جنت پائی۔

(۲۸) مولانا روم:

جس طرح مولانا عطار نے فرمایا ہے: ''عشق عیسی را بگردون می برد'' مولانا جلال الدین رومی بھی فرماتے ہیں: ''جسم خاک از عشق برافلاک شد'' (دیباچہ دفتر اول)، یعنی خاکی جسم عشق الٰہی کے باعث آسمانوں پر چلا جاتا ہے۔ دونوں بزرگوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

(۲۹) شاہ ولی اللہ:

حضرت شاہ صاحب (۱) ((تاویل الاحادیث)) میں لکھتے ہیں: "رفعه إلی السماء" (مترجم، (ص:۶۰)) ۔ اللہ نے عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا۔

(۳۰) شاہ رفیع الدین:

آپ اپنی مشہور کتاب ((علامات قیامت)) میں لکھتے ہیں۔ ''حضرت عیسیٰ دو

---

(۱) (ان کو احمدیوں نے بارھویں صدی کا مجدد مانا ہے)۔ (عسل) مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ کیے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوں گے'' (اردو ترجمہ، طبع دہلی، (ص:۱۰))۔

(۳۱) شاہ عبدالقادر:

آپ (۱) ((موضح القران)) میں لکھتے ہیں: ''حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں چوتھے آسمان پر۔ جب یہودیوں میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہاں میں آن کر اسے ماریں گے'' (مطبوع قیومی پریس، کانپور، (ص:۹۶))۔

اس مبحث میں مرزا صاحب نے اپنے ازالہ میں (۳۰) نمبر کھینچ تان کر پورے کیے تھے، ہم نے بھی سینکڑوں اقوال بزرگان سلف سے بالفعل صرف (۳۰) یہاں پر لکھ دیئے ہیں (۲) تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ۔

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم　　　جنید و شبلی و عطار شد مست (۳)

آغاز جواب

مجاہد کی ''اصولی بات'' پر ایک نظر:

ٹریکٹ ظہور امام (۲) کے (صفحہ۴) پر مجاہد صاحب نے ایک خود ساختہ غلط اصول پیش کرتے ہوئے کچھ خامہ فرسائی کی ہے جس میں عوام کالانعام کو کئی مغالطے دیئے ہیں۔

پہلا مغالطہ (ص:۴):

لکھتے ہیں: ''ہم احمدی لوگ تمام انبیاء کو۔۔۔ روحانی طور سے زندہ۔۔۔ ان کی

---

(۱) (ان کو بھی احمدیوں نے تیرھویں صدی کا مجدد مانا ہے)۔ (عسل) مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۲) چونکہ مطبوع نسخہ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ذکر نہیں موجود ہے اس لئے یہ گنتی بلا شبہ تمیں (۳۰) ہوتی ہے مگر مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ امام ابن تیمیہ کا اضافہ کیا ہے تو یہ گنتی (۳۱) ہو جاتی ہے۔

(۳) ترجمہ: میں اکیلا اس میخانہ میں مست نہیں ہوں، جنید شبلی اور عطار بھی مست ہیں۔

ارواح کو۔۔۔آسمانوں میں قرار یافتہ مانتے ہیں''۔

حالاں کہ مرزا غلام احمد صاحب حضرت موسیٰ کو جسمانی زندگی سے زندہ آسمان پر مانتے ہیں (نور الحق: (۱/۵۰))(۱) جیسا کہ ہمارے ٹریکٹ (۶) کے (صفحہ ۱۰۱)(۲) پر مفصل مرقوم ہے۔

دوسرا مغالطہ (ص:۴):

لکھتے ہیں: ''آج کے اکثر لوگ۔۔۔حضرت عیسیٰ کو۔۔۔خاکی جسم کے ساتھ۔۔۔آسمانوں پر زندہ مانتے ہیں''۔

آج کل کے لوگ نہیں بلکہ عہد نبوی سے حسب تعلیم نبوی تمام سلف و خلف کے لوگ ایسا ہی مانتے اور لکھتے چلے آئے ہیں، جیسا کہ اوپر تمیں بزرگوں کی تصریحات سے صاف ظاہر ہے جن میں صحابہ کرام، ائمہ عظام، محدثین فخام، اولیائے کبار اور فقہائے امصار سب ہی تو موجود ہیں۔

تیسرا مغالطہ (ص:۴):

لکھتے ہیں: ''کسی ضعیف حدیث میں یا غلط قول میں آسمان کا بھی لفظ ہو''۔

حالاں کہ جن احادیث میں "من السماء" کا لفظ آیا ہے (جواب دعوۃ کا صفحہ ۱۲ دیکھو) (۳) ان کو سلف و خلف میں سے کسی محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا ہے اور مجاہد صاحب نے بھی ان کی تضعیف میں کوئی ضعیف قول تک بھی کسی سے نقل نہیں کیا ہے۔ اسی طرح جن بزرگانِ سلف کی عبارات میں آسمان کا لفظ آیا ہے، مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ، شیخ اکبر ابن عربی رحمہ اللہ، علامہ شامی رحمہ اللہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، پیران پیر رحمہ اللہ، خواجہ اجمیری رحمہ اللہ، مولانا عطار رحمہ

(۱) ((روحانی خزائن)): (۸/۶۹)۔ (۲) اس مجموعہ کا صفحہ (۲۲۸) دیکھیں۔ (۳) اس مجموعہ کا صفحہ (۲۳۰)۔

اللہ، داتا گنج بخش رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ، شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ، حافظ محمد مرحوم رحمہ اللہ، علمی مرحوم رحمہ اللہ، جن کی تصریحات اوپر منقول ہو چکی ہیں نیز دیگر بزرگانِ سلف و خلف جن کے اقوال ہم آئندہ بھی نقل کریں گے ان تمام بزرگوں کے قول کو غلط قول کہنا بڑی جسارت اور عوام کو کھلا ہوا مغالطہ دینا ہے۔

چوتھا مغالطہ (ص:۴):

لکھتے ہیں: ''جسمانی زندگی ثابت نہیں کی جا سکتی جب تک حضرت عیسیٰ کے ذکر کے ساتھ جسم خاکی، آسمانی دنیا، جسمانی زندگی، کے تینوں الفاظ کی واضح تصریح نہ ہو''۔

کیا مرزا صاحب کو حضرت موسیٰ کے لیے یہ تینوں الفاظ کسی آیت یا حدیث میں مصرح مل گئے تھے جن کی بنا پر ((نور الحق)) میں انہوں نے حضرت موسیٰ کی جسمانی زندگی آسمان پر تحریر کی ہے؟ اگر یہ اصولی بات مرزا صاحب کے لئے ضروری نہ تھی تو ہمارے لیے کیوں ضروری ہے؟ اور کیا خدا اور رسول کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ آپ کی خود ساختہ اصولی بات کی پابندی کریں پھر یہ آپ کا مغالطہ نہیں تو کیا ہے؟

پانچواں مغالطہ (ص:۴):

لکھتے ہیں: ''حدیث میں آسمان کا لفظ ۔۔۔ مولوی صاحبان کی طبع آزمائی کا نتیجہ ہے نہ کہ آنحضرت ﷺ کا فرمودہ''۔

جس طرح مرزا غلام احمد صاحب نے ''ان لمھدینا آیتین '' الخ کو آنحضرت ﷺ کا فرمودہ لکھ دیا ہے (نور الحق: (۹/۲)) (۱) جیسے مولوی غلام احمد مجاہد نے ''جو قرآن کے مطابق ہو وہ صحیح سمجھنا'' الخ کو آنحضرت ﷺ کا فرمان تحریر کر دیا ہے (ظہور امام،

(۱) ((روحانی خزائن)): (۸/۱۹۶)۔

نمبر۲ (ص:۲)، سطر ۱۹-۲۰)، اسی طرح دوسرے علماء حق کو بھی سمجھتے ہیں کہ "من السماء" کا لفظ محدثین نے آنحضرت ﷺ کی طرف غلط منسوب کر دیا ہے۔ سچ ہے المرأ یقیس علی نفسہ پس یہ بھی صریح مغالطہ ہے۔

مجاہد کے جوابات کی حقیقت:

اس رسالہ کے شروع میں ہم لکھ آئے ہیں کہ ہمارا دوسرا ٹریکٹ جو ((اظہار حقیقت)) کے نام سے شائع ہوا تھا اور جو تیرھویں صفحہ پر ختم ہوگیا ہے (طبع اول) (۱)، اس کا جواب مجاہد صاحب نے نہیں دیا۔ ٹریکٹ مذکور کے آخر میں (صفحہ ۱۵ و ۱۶) پر ایک مختصری فہرس شائع کی گئی تھی مجاہد صاحب نے اس فہرست کے جواب دینے کی سعی لاحاصل کی ہے وہ بھی خیریت سے پوری نہیں بلکہ (۲۲) نمبروں (طبع ثانی میں (۲۳) نمبر ہیں) (۲) میں سے صرف دس نمبروں کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے یعنی نصف قرضہ بھی ادا نہیں کیا ہے پس جو کچھ بھی ملا ہے اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

****

بحث آیات

جواب دلیل نمبر (۱):

فہرست میں یہ دلیل (۵) تھی۔ مجاہد صاحب نے پانچ کو ایک بنا دیا، ہم نے صلبوہ کا ترجمہ ''صلیب پر چڑھانا'' لکھا تھا، جس طرح شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے ''نہ سولی پر چڑھایا'' شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے ''بردار نہ کردند اورا'' مجاہد صاحب لکھتے ہیں ''یہ ترجمہ غلط اور عربی زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے'' (ص:۵)۔ مرزا غلام احمد صاحب تو شاہ

---

(۱) مؤلف نے اثنائے مراجعہ اس کا اضافہ کیا ہے۔ (۲) ایضاً۔

ولی اللہ صاحب کو ''رئیس محدثین'' تسلیم کریں (ازالہ، ص:۶۸)(۱) اور مجاہد غلام احمد صاحب ان کو زبان عربی اور اس کی لغت سے سراسر ناواقف بتائیں۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا (۲)

صلب کے معنی:

مجاہد صاحب نے ایک نئی حقیقت بیان کی ہے کہ ''صلب کے معنی سولی پر چڑھانے کے نہیں، سولی پر چڑھا کر مار دینے کے ہیں'' (ص:۵)۔ کیا اچھا ہوتا کہ اگر مجاہد صاحب یہ بھی بتا دیتے کہ عربی زبان میں صرف سولی پر چڑھانے کے لیے کون سا لفظ بولا جاتا ہے؟ اجی حضرت! جو الفاظ کہ افعال کے لیے موضوع ہیں وہ صرف ان کی ابتدائی صورت کے لیے ہوتے ہیں، نتیجہ ان میں داخل نہیں ہوتا۔ نتیجہ پر دلالت ترکیب سے ہوتی ہے، یا زیادت سے۔ اسی لیے عربی لغت کی تمام کتابوں میں صلب کے معنی صرف سولی پر چڑھانا مرقوم ہیں، موت اسے لازم نہیں، ورنہ عرب عرباء کا کوئی شعر پیش کرو۔ مجاہد صاحب بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں لکھتے ہیں: ((لسان العرب))(۳) میں ہے: "الصلب، هذه القتلة المعروفة"۔ ((لسان العرب)) کا تمام عربی لغات سے اعلیٰ و افضل ہونا شئے دیگر ہے اور اس کا سمجھنا شئے دیگر۔ مجاہد صاحب نے جوش جہاد میں قِتْلَة کے معنی ''قتل کر دینا'' کیے ہیں۔ میں ان کی علمیت پر ہنسوں یا ان کے ''مولوی فاضل'' ہونے کا ماتم کروں؟

جناب والا! فِعْلَة کا وزن عربی زبان میں نوعیت ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے، قواعد فن صرف کی مشہور کتاب ((شافیہ))(۴) میں ہے: ''وبكسر الفاء للنوع نحو ضِربة وقِتلة '' پس ((لسان العرب)) میں صلب کے ضمن میں جو ''القِتْلَةُ المعروفة'' لکھا ہے اس

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۸۹/۳)۔
(۲) تو دیکھ راستہ کا فاصلہ کہاں سے کہاں تک ہے۔
(۳) (۵۲۹/۱)۔
(۴) الشافیہ از کردی: (۲۹/۱)۔

کے معنی یہ ہیں کہ صلیب بھی قتل کا ایک ذریعہ ہے'' کیوں کہ لفظ قتل عام ہے اس کی مختلف صورتیں ہیں، ایک ان میں سے صلیب بھی ہے''۔ اسی لیے قرآن مجید میں {ماقتلوہ} کے بعد {ماصلبوہ} کی تصریح کی ضرورت پڑی، قوم یہود قتل مسیح کی صورت، صلیب پر چڑھا کر مارنا کہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قتل کی نفی {ماقتلوہ} سے کی، اور صلیب پر چڑھانے کو {ماصلبوہ} سے رد کیا۔ پس {ماصلبوہ} میں فعل صَلبَ جومنفی ہے، صلیب پر چڑھانے کے معنی میں ہوا نہ صلیب پر مارنے کے معنی میں۔ کیوں کہ مارنے کی نفی تو ماقتلوہ میں ہو چکی تھی۔ رہا صلیب پر چڑھانا۔ سواس کی تردید {ماصلبوہ} سے کردی گئی فافہم۔

رفع کے معنی:

رفعہ اللہ الیہ فہرست میں دلیل (۶) تھی مجاہد صاحب نے اس کو بھی نمبر (۱) ایک میں داخل کردیا ہے، ((جواب دعوت)) کے (صفحہ ۶ تا ۹) (۱) میں رفع کے معنی سے متعلق ہم سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اس لیے یہاں ہم اختصار سے کام لیں گے۔ سنیے جب ''رفعَ یرفعُ رافعٌ'' میں سے کوئی بولا جائے جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول جوہر ہو (عرض نہ ہو) اور صلہ الیٰ مذکور ہو اور مجرور اس کا ضمیر ہو اسم ظاہر نہ ہو اور وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو وہاں سوا آسمان پر اٹھانے کے دوسرے معنی ہوتے ہی نہیں۔ اس کے خلاف کوئی آیت یا حدیث پیش کرو اور منھ مانگا انعام حاصل کرو۔ اب ہم مجاہد صاحب کے الفاظ میں لکھتے ہیں ''ہم بہانگ دہل کہتے ہیں کہ قرآن کریم اور احادیث میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملے گی جہاں رفع مستعمل ہو اور اللہ فاعل ہو اور کوئی جوہر مفعول ہو اور وہاں صلہ الیٰ جس کے بعد ضمیر اللہ کی طرف پھرتی ہو مذکور ہو پھر وہاں سوا آسمان پر اٹھانے کے کوئی دوسرے معنی ہوں، اگر ایک مثال بھی ایسی مل جائے تو بیشک ''رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ'' کے معنی جو سلف وخلف نے آج تک کیے ہیں غلط

(۱) اس مجموعہ کا صفحہ (۲۲۳) (تا) (۲۲۷) دیکھیں۔

ہوجائیں گے اور سب کے سب قرآن کریم میں اپنی رائے سے معنی کرنے کی وجہ سے (حسب تصریح مجاہد) جہنمی قرار پائیں گے"۔ ورنہ پھر مجاہد صاحب اوران کے ہم خیالوں کو اپنا ٹھکانا وہاں ہی تلاش کرنا چاہیے یا ان میں ہمت و جرأت ہوتو اپنے معنی ثابت کرنے کی غرض سے ہمارے پیش کردہ کلیہ اور قاعدہ کو توڑ دیں جس طرح ہم نے ان کے قاعدہ کو ((جواب دعوت)) میں توڑ دیا ہے (صفحہ ۶ سے ۹ تک ملاحظہ ہو) (۱)۔

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں　　کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

مجاہد صاحب نے ((لسان العرب)) (۲) سے ایک عبارت پیش کی ہے جو بالکل ہمارے موافق ہے اور وہ یہ ہے: "في أسماء الله الرافع هو الذي يرفع المؤمنين بالإسعاد وأوليائه بالتقريب"، کیوں کہ اس میں رفع کا صلہ الیٰ مع ضمیر کے جو فاعل کی طرف راجع ہو موجود نہیں پس اس میں آسمان پر اٹھائے جانے کے معنی نہیں ہوسکتے بلکہ اسعاد (نیک بخت بنانے) اور تقریب (مقرب بنانے) کے معنی ہوں گے۔ اور یہ ہماری بحث سے خارج ہے علاوہ ازیں یہ مومنین اور اولیاء اللہ سے متعلق ہے نہ انبیاء ورسل سے فافترقا۔ کہئے کچھ سمجھے بھی؟

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

جواب دلیل نمبر (۲): (۳)

﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ کا ترجمہ ہم نے "عیسیٰ کی موت سے پہلے" لکھا تھا جس طرح شاہ ولی اللہ صاحب نے (جن کو مرزا صاحب رئیس محدثین مانتے ہیں۔ دیکھو ازالہ، ص:۸۶) (۴)

(۱) اس مجموعہ کا صفحہ (۲۲۳) (تا) (۲۲۷) دیکھیں۔ (۲) (۱۲۹/۸)۔
(۳) (دلیل ۷، طبع ثانی)۔ اضافہ از مؤلف اثنائے مراجعہ۔ (۴) ((روحانی خزائن)): (۱۸۹/۳)۔

ترجمہ لکھا ہے ''البتہ ایمان آورد بعیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ'' اور جس طرح محدث ابن جریر طبری نے (جن کو مرزا صاحب نے نہایت معتبر اور ائمہ حدیث سے لکھا ہے دیکھو حاشیہ چشمہ معرفت، ص: ۲۵۰) (۱) ترجمہ لکھا ہے: "لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسی" (ج ۱۴/۶) (۲)، یعنی حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے۔ مجاہد صاحب بیک جنبش قلم اس مسلم اور قدیمی ترجمہ کو بھی غلط قرار دیتے ہیں اور اس کی چار وجہیں بیان کرتے ہیں دیکھو (صفحہ ۶)، (۱) پہلی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ''مرجع ضمیر میں جب مفسروں میں اختلاف ہے تو یہ آیت دلیل محکم نہ رہی اور ترجمہ بھی صحیح نہیں ہوا'' سبحان اللہ قربان جایئے اس فاضلیت پر، اللہ تعالیٰ نے جس کتاب کے دلائل کو محکم فرمایا ہے ﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ﴾ (۳) اس کا محکم ہونا مفسرین کے اختلاف سے باطل ہو جاتا ہے؟۔ نازم بریں فہم۔ (صفحہ ۱۷) میں کتب تفاسیر کو غیر معتبر قرار دیا ہے، اور یہاں اختلاف مفسرین سے آیت قرآنیہ کو ہی غیر محکم ٹھہرا دیا۔ غرض کتاب وسنت ان کے نزدیک بازیچہ طفلان ہے جہاں موافق باتیں مل گئیں وہاں معتبر ورنہ غیر معتبر، ع:

ایں کار از تو آید و مرزا چنیں کند (۴)

رہی ترجمہ کی صحت، اس کے متعلق ہم ((جواب دعوت)) کے (صفحہ ۳۲ و ۳۳) میں بوضاحت بتا چکے ہیں کہ جو ترجمہ ہم نے کیا ہے وہی صحیح ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ ''حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں (قبل موتھم) کا لفظ ہے پس یہاں عیسیٰ کی موت مراد نہیں بلکہ اہل کتاب کی موت مراد ہے'' اس کے تین جواب ہیں اولاً: یہ کہ حضرت ابی کی یہ قرأت بوجہ شاذہ ہونے کے متروک اور اس سے استدلال غلط ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۲۶۱/۲۳)۔　(۲) تفسیر ابن جریر الطبری: (۶۷۴/۷)۔

(۳) ھود:۱۔　(۴) یہ کام تیرے جانب سے ہوتا ہے اور مرزا بھی یہی کرتا ہے۔

وغیرہ صحابہ حضرت ابی کی اس قسم کی قرأتوں کونہیں مانتے تھے جیسا کہ ((صحیح بخاری)) پارہ (۲۰) کے آخر میں ہے۔قال عمر: أبي أقرؤنا وإنا لندع من لحن أبي ۔۔الخ (۱)۔یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابی بڑے قاری ہیں تو بھی ہم صحابہ لوگ ان کی غلط قرأتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔((فتح الباری)) میں ہے:"إنه ربما قرأ ما نسخت تلاوته لكونه لم يبلغه النسخ "(پ۱۸،ص:۱۱۷)(۲)۔یعنی حضرت ابی ایسی قرأت پڑھتے ہیں جس کی تلاوت منسوخ ہوچکی ہے اور ان کو اس کا منسوخ ہونا معلوم نہیں ہوا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرا قول ابی کے بارے میں یہ ہے:"أما إنه أقرؤنا للمنسوخ "(فتح الباری انصاری پ۲۰،ص۳۶۴)(۳)۔یعنی حضرت ابی الفاظ منسوخ التلاوۃ کو بہت پڑھا کرتے تھے۔ پس جب حضرت ابی کی قرأت کا یہ حال ہے تو ان کی قرأت "قبل موتهم" کیسے معرض استدلال میں پیش ہوسکتی ہے۔

ثانیاً: اگر ہم ابی کی قرأت کو مان بھی لیں تو اس صورت میں ہم کہیں گے کہ ابی کی قرأت محمول ہوگی ان کتابیوں پر جو نزول عیسیٰ سے قبل مریں گے اور قرأت متواترہ کا تعلق ان کتابیوں سے ہوگا جو نزول عیسیٰ کے زمانہ میں زندہ اور باقی رہیں گے جیسا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:"إذا كان عند نزول عيسى آمنت به أحياؤهم كما آمنت به موتاهم "(درمنثور: (ج۲/۲۴۱))(۴)،یعنی حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت جو کتابی زندہ ہوں گے اسی طرح ایمان لائیں گے جس طرح نزول عیسیٰ سے پیشتر وہ کتابی جو اپنے مرنے کے وقت ایمان لاکر مر چکے۔فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق۔

(۱) صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی ﷺ، حدیث:۵۰۰۵
(۲) (۱۶۸/۸)۔ (۳) دیکھیں: ((فتح الباری)) از ابن حجر: (۶۴۳/۸)۔
(۴) الدر المنثور از سیوطی: (۷۳۴/۲)۔

ثالثاً: مذہب اصولیین کے مطابق اگر قرأت شاذہ کو قرأت متواترہ کے تابع کریں تو دونوں ایک ہی محمل پر محمول ہوں گی اور مطلب یہ ہوگا کہ کل امت اہل کتاب من حیث القوم نہ من حیث الاشخاص اپنے فنا ہو جانے سے پیشتر حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں گی جیسا کہ ((عقیدۃ الاسلام)) میں ہے: أي يؤمنن به بأجمعهم معا قبل موتهم ويكون المصدر كما في قوله تعالى: ﴿ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ﴾ (ص:۱۴۳)، یعنی عیسیٰ پر ایمان لائیں گے سب کے سب اہل کتاب اپنے ایک دم سے مرجانے کے پہلے۔ اور مصدر (موتھم) کے وہی معنی ہوں گے جو قرآن کی آیت ﴿مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ﴾ کے معنی ہیں یعنی اللہ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ ہم نے تم کو زندہ کیا تم سب کے ایک دم سے مرجانے کے بعد۔ (بنی اسرائیل نے اللہ کے دیکھنے کی فرمائش کی تھی اس پر ان پر بجلی گری اور سب ایک دم سے مرگئے تھے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ نے ان کو زندہ کیا تھا) پس جیسے ''بعد موتکم'' کے معنی ہیں سب بنی اسرائیل کے ایک دم سے مرجانے کے بعد، اسی طرح قرأت ابی میں '' قبل موتھم'' کے معنی ہوں گے سب اہل کتاب کے ایک دم سے مرجانے کے پہلے۔ اور سب اہل کتاب کا ایک دم سے فنا ہو جانا اور ان کے کسی فرد کا باقی نہ رہنا قیامت کے قریب ہی ہوگا۔ نزول عیسیٰ کے بعد۔ پس قرأت ابی اور قرأت متواترہ کا حاصل ایک ہی ہوا۔ اور نزول عیسیٰ دونوں سے ثابت ہوا جو ہمارے موافق اور موید ہے۔ اور مرزائیوں کے مخالف اور ان کو مضر۔

زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعان کا ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

مجاہد صاحب نے اس مقام پر بھی اپنی حسب عادت ایک مغالطہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ سولی پر مرکر بموجب توریت بری موت مرگئے'' (ص:۷)۔ حالاں کہ توریت میں یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ مطلقاً ہر صلیب پر لٹکایا ہوا بری موت مرتا اور لعنتی ہوتا ہے، بلکہ خاص

اس شخص کو ملعون کہا گیا ہے جو کسی جرم واجب القتل کی سزا میں مصلوب ہو، دیکھو کتاب ((استثنا)) میں مرقوم ہے ''اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے اور اسے درخت میں لٹکائے (تا) جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے'' (باب ۲۱، آیت ۲۲-۲۳) فأنی هذا من ذاك۔

(۳) تیسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ ''قیامت کے دن عیسیٰ یہودیوں کے خلاف گواہ ہوں گے پہلے نہیں ہوں گے'' (ص:۷)۔

ہاں صاحب کون کہتا ہے کہ وہ قیامت سے پہلے اس دنیا میں گواہ ہوں گے؟ جو قرآن کہتا ہے وہی ہم بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ان پچھلے اہل کتاب کے ایمان کی شہادت قیام کے دن دیں گے۔ آپ نے ان کے برخلاف گواہ بننا کہاں سے سمجھ لیا؟ کسی مترجم قرآن نے بھی ان کے خلاف گواہ بننے کا ترجمہ نہیں لکھا ہے۔ شاید یہ دھوکا آپ کو ''علیہم شہیدا'' کے علیٰ سے ہوا ہے تو دیگر آیات سن لیجیے۔ ﴿جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً﴾ (۱) یہاں بھی اسی طرح ''عَلَيْكُمْ شَهِيداً'' وارد ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ امت وسط (صحابہ کرام) کے خلاف گواہ ہوں گے؟ اور سنیے: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيداً﴾ (۲) قیامت میں ہر پیغمبر اپنی امت کا گواہ ہوگا اور آنحضرت ﷺ ان پیغمبروں پر گواہ ہوں گے تو کیا آنحضرت کی گواہی پیغمبروں کے خلاف ہوگی؟ کیوں کہ یہاں بھی علیٰ موجود ہے۔ اور لیجیے: ﴿هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيداً عَلَيْكُمْ﴾ (۳) یہاں بھی علیٰ آیا ہوا ہے تو کیا آنحضرت ﷺ مسلمانوں کے برخلاف گواہ بنیں گے؟ اور جب

(۱) البقرۃ:۱۴۳۔　(۲) النساء:۴۱۔　(۳) الحج:۷۸۔

فرمانبرداروں کے خلاف آپ گواہی دیں گے تو خطا کاروں کا اللہ ہی مالک ہے۔ پس اگر خلاف کے معنی ان آیات میں غلط ہیں تو آیت: ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً﴾ (۱) میں کیوں کر صحیح ہو سکتے ہیں؟ معنی یہاں پر وہی صحیح ہیں جو ہم نے کیے ہیں یعنی قیامت کے دن حضرت عیسیٰ ان کے ایمان لانے کی شہادت دیں گے۔ کیوں کہ شاہد کا مشہود علیہم کی جماعت میں ہونا ضروری ہے پڑھو آیت: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَّا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ (۲) پس جو کتاب والے زمانِ نزول عیسیٰ میں ان پر ایمان لائیں گے حضرت عیسیٰ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے جیسا کہ ((تفسیر خازن)) (۳) میں ہے: "ویشهد علی تصدیق من صدقه منهم و آمن به"۔ محدث ابن جریر (جو مرزا صاحب کے نزدیک نہایت معتبر ائمہ حدیث سے ہے) ((جامع البیان)) (۴) میں لکھتے ہیں: "و تصدیق من صدقه منهم" (ج ۶/ ۱۵)، یعنی تمام مومنین و مصدقین اہل کتاب کی حضرت عیسیٰ قیامت میں تصدیق کریں گے۔ پس مجاہد صاحب کی اس تیسری وجہ کی دیوار جو "خلاف" کی بنیاد پر قائم کی گئی تھی ٹوٹ کر گر پڑی۔

(۴) چوتھی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قیامت تک یہودیوں اور عیسائیوں میں بغض و عناد باقی رہے گا اور عیسیٰ پر ایمان لے آنے کی صورت میں عداوت اور بغض باقی نہیں رہتا (ص: ۸، ملخصاً)۔

یہ وجہ بھی عجیب ہے سنیے جناب! ایمان اور عداوت میں منافاۃ نہیں ہے دونوں چیزیں یکجا جمع ہو سکتی ہیں جیسے قادیانی اور لاہوری دونوں پارٹیوں میں بغض و عداوت ہے لیکن دونوں مرزا صاحب کو مانتے ہیں، اب آیت قرآنیہ: ﴿وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ (۵) کا صحیح مطلب سنیے۔ ﴿إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ سے مراد قرب یوم القیامۃ

(۱) النساء: ۱۵۹۔　(۲) المائدۃ: ۱۱۷۔　(۳) (۱/ ۴۴۶)۔
(۴) (۷/ ۶۷۵)۔　(۵) المائدۃ: ۶۴۔

ہے، کیوں کہ فنائے عالم کے بہت عرصہ کے بعد قیامت کا دن ہوگا جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے پس جب کوئی آدمی ہی زندہ نہ ہوگا تو دشمنی کس میں ہوگی؟ پس لامحالہ الی کے معنی قریب کے کرنے ہوں گے اور جب قرب یوم القیامۃ معنی متعین ہوئے تو اس سے مراد زمانہ نزول عیسیٰ ہوا، اور حدیث مسلم (۱): «لتذهبن الشحناء والتباغض» کی رو سے زمانہ نزول عیسیٰ میں بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ یہودیوں میں آپس میں اور عیسائیوں میں آپس میں اس وقت تک عداوت رہے گی جب تک وہ یہودیت ونصرانیت پر قائم رہیں گے اور وہ اس حالت پر نزول عیسیٰ تک رہیں گے، جب حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو یہ سب ان پر ایمان لاکر مسلمان ہوجائیں گے۔ پس ان میں باہمی عداوت بھی نہ رہے گی کیوں کہ اب وہ نہ یہودی رہے نہ عیسائی۔

ان مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار   یہ حقائق ہیں تماشائے لب بام نہیں

جواب دلیل نمبر (۳):

فہرست میں یہ دلیل ۲ تھی (۲) مجاہد صاحب نے اس کو (۳) بنادیا ہے۔ ہم نے "متوفیک" کے وہی معنی کیے تھے جو مرزا صاحب نے ((براہین احمدیہ)) (صفحہ ۵۱۹) (۳) میں کیے ہیں یعنی "تجھے پوری نعمت دوں گا"۔ مجاہد صاحب کہتے ہیں کہ یہ معنی "زبان عربی کے بالکل خلاف ہیں" (ص:۹) معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی تادم تصنیف براہین احمدیہ زبان عربی سے یکسر نابلد تھے۔ بہت اچھا آپ ایسا کہیں، ہم تو نہیں کہتے۔ مجاہد صاحب نے ایک ہزار روپیہ کے انعام کا ذکر کرتے ہوئے وہی پرانا راگ الاپا ہے کہ "قرآن وحدیث، لغت سے ایک مثال

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث: ۲۴۳۔

(۲) (طبع ثانی میں ۳ ہی کردی گئی) مؤلف نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۳) ((روحانی خزائن)): (۱/۶۲۰)۔

ایسی دکھایئے جس میں توفی باب تفعل سے ہو، خدا فاعل ہو اور ذی روح کے لیے بولا گیا ہو پھر اس کے معنی سوا قبض روح (یعنی موت کے) کوئی اور ہوں" (ص:۸)۔قرآن مجید میں صاف صاف جب ﴿يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ﴾ (۱) موجود ہے جس میں توفی باب تفعل سے ہے اللہ فاعل ہے ذی روح (انسان) مفعول ہے پھر اس کے معنی قبض روح یعنی موت کے نہیں ہیں بلکہ سورہ زمر میں تو صاف صاف ﴿اللهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ﴾ کے ساتھ ساتھ ﴿وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ﴾ بھی مذکور ہے، جو اس امر کا ثبوت بالصراحت ہے کہ توفی بحسب الوضع بمعنی موت موضوع نہیں ہے۔اسی لیے قرآن مجید میں توفی کا لفظ حیات کے مقابلہ میں کہیں نہیں بولا گیا ہے بلکہ ہر جگہ موت یا اس کا مشتق استعمال کیا گیا ہے چند آیتیں ملاحظہ ہوں، ﴿يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾۔ ﴿وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾۔ ﴿أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا﴾۔ ﴿يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ﴾۔ ﴿أَمَاتَ وَأَحْيَا﴾۔ ﴿لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَا﴾۔ ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الميت﴾۔ ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾۔ ﴿الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾۔ ﴿يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ﴾۔ ﴿وَأُحْيِ الْمَوْتَى﴾۔اور جس طرح قرآن مجید میں توفی کی نسبت فرشتوں کی طرف کی گئی ہے۔جیسے ﴿تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا﴾، "اماتۃ" کی نسبت کہیں بھی غیر اللہ کی طرف نہیں کی گئی ہے بلکہ فعل اماتت ہر جگہ اللہ کی طرف ہی منسوب ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے ظاہر ہے۔ان باتوں سے صاف ثابت ہے کہ "توفی" کے معنی حقیقت میں موت کے نہیں ہیں اور جس نے بھی ایسا لکھا ہے بطور مجاز کے لکھا ہے۔جیسا کہ مجاہد صاحب نے بحوالہ بخاری "متـــوفيك" کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے "مـــميتك" نقل کر دیے ہیں (ص:۹) یہ معنی مجازی ہیں نہ حقیقی، جیسا کہ تاج العروس شرح قاموس میں صراحت کی ہے (جواب دعوت کا صفحہ ۵

(۱) الانعام:۶۰۔

دیکھو) (۱) ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تو حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء کے قائل ہیں جیسا کہ اسی رسالہ کے شروع میں نسائی ومسند احمد کے حوالہ سے نقل کیا جاچکا ہے، پس ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد "ممیتک" سے: "إماتة بعد النزول" ہے اور وہ اس آیت میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں جیسا کہ تفسیر ابن عباس میں ہے: "مقدم ومؤخر ۔۔۔ متوفیك قابضك بعد النزول" (ص:۸۳، مطبوع مصر) (۲) باقی بحث توفی کی ہمارے رسالہ ((جواب دعوت)) میں (از صفحہ ۳ تا ۶ ملاحظہ ہو) (۳)۔

آگے مجاہد صاحب نے اپنے سوم میں رفع کا ذکر پھر چھیڑ دیا ہے۔ اس پر بحث جواب دلیل نمبر (۱) ایک میں ہم بہت کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ البتہ یہاں پر مجاہد صاحب نے ایک عجیب بات لکھ دی ہے کہ "آنحضرت ﷺ ضرور آسمان پر جاتے ۔۔۔ مگر معراج کے بعد ایک دفعہ بھی ان معنوں میں آپ کا رفع نہیں ہوا کہ آپ آسمان پر اس جسم مبارک سے گئے ہوں" (ص:۹)۔

تو کیا شب معراج میں آنحضرت ﷺ کا اپنے جسم مبارک کے ساتھ ہفت افلاک کی سیر کرنا ہماری طرح آپ بھی مانتے ہیں؟ اگر آپ مانتے ہوں تو ذرا صاف صاف لکھ تو دیجیے کہ آنحضرت ﷺ کو معراج بجسدہ العنصری ہوئی تھی، پھر تو حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء کا اقرار بھی آپ سے ہم کرالیں گے ان شاء اللہ۔

راہ پر ان کو تو لے آئے ہیں ہم باتوں میں　　اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

رہی دعائے "وارفعني" تو ضرور قبول ہوئی پڑھو: ﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾، چوں کہ یہاں رفع کا صلہ الی مع اپنی ضمیر مجرور کے مذکور نہیں ہے اس لیے ارفعنی سے مراد رفع

(۱) اس مجموعہ کا صفحہ (۲۲۲) دیکھو۔

(۲) تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس: (۴۸/۱)۔

(۳) اس مجموعہ کا صفحہ (۲۲۰) (تا) (۲۲۲) دیکھو۔

الی السماء نہیں ہے بلکہ رفع ذکر و رفع مراتب مراد ہے۔ کما قال حسان رضی اللہ عنہ ۔

وضم الإلٰه اسم النبي مع اسمه إذ قال في الخمس المؤذن أشهد

جواب دلیل نمبر (۴):

فہرست میں یہ پہلی (۱) دلیل تھی جس کو مجاہد نے چار کر دیا۔ اور پھر چار نمبروں میں اس کا جواب (اپنے زعم میں) دیا ہے۔ ہم نے آیت: ﴿إِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (۲) میں علم کا ترجمہ نشان اور ساعۃ کا ترجمہ قیامت کیا تھا جیسا کہ (مرزا صاحب کے رئیس محدثین) ((ازالہ: (ص:۸۶)) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ترجمہ فرمایا ہے "عیسیٰ نشان است قیامت را"، اور شاہ رفیع الدین صاحب نے "علامت قیامت" ترجمہ کیا، اور شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی "نشان ہے" ترجمہ لکھا ہے۔ مجاہد صاحب نے نمبر (۱) میں لکھا ہے: "یہ ترجمہ سراسر غلط ہے" (ص:۱۰)، گویا یہ سب مترجمین لغت عرب سے نا آشنا تھے۔ تو کیوں نہ اپنی معتبر لغت کی کتاب ((لسان العرب)) کو (جس کو (صفحہ ۵) میں تمام عربی لغات سے اعلیٰ و افضل مانا ہے) یہاں پر کھول کر دیکھ لیا؟ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: "{وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ} وهي قراءة أكثر القراء... المعنى أن ظهور عيسى ونزوله إلى الأرض علامة تدل على اقتراب الساعة" ((لسان العرب: (۱۵/۳۱۴)) (۳)۔ اسی سے آپ کے تینوں نمبروں کا جواب ہو گیا تیسرے نمبر میں آپ نے "إنہ" کی ضمیر میں اختلاف بتایا ہے۔ ((لسان العرب)) سے فیصلہ ہو گیا کہ ضمیر عیسیٰ کی طرف راجع ہے، پہلے نمبر کا جواب بھی ہو گیا کہ علم کے معنی علامت (نشان) ہیں دوسرے نمبر کا فیصلہ بھی ہو گیا کہ ساعت سے مراد قیامت ہے کیوں کہ حضرت عیسیٰ کا نزول قرب قیامت ہی ہو گا۔ فرمایئے اس "اعلیٰ و افضل" لغت کی کتاب کا فیصلہ آپ

---

(۱) (اب طبع ثانی میں ۴ ہے)۔ مؤلف نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔ (۲) الزخرف:۶۱۔

(۳) دیکھیں: ((لسان العرب)): (۱۲/۴۱۹)۔

کو منظور ہے نا؟ یا ''میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو''۔ علم سے نشان مراد ہونے کی وجہ بھی سن لیجیے امام رازی فرماتے ہیں: "سمي الشرط الدال على الشيء علما لحصول العلم به" (تفسیر کبیر: ج ۷)(۱)، چوں کہ نشان مقصود پر دلالت کرتا ہے اور اس سے اس کا علم حاصل ہوتا ہے اس لیے اس کو بھی علم بولتے ہیں۔ دوسرے نمبر میں ''ساعت'' کے معنی پر جو کلام کیا ہے یہ اس لیے کہ آپ لوگوں کو قیامت پر یقین نہیں ہے ورنہ اتنی جرأت و جسارت چہ معنی دارد؟ آپ کو اختیار ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں ساعت سے قیامت مراد لی گئی ہے آپ اسے ''قوم کی تباہی'' کے معنی میں لے لیں، کوئی آپ کا کیا بگاڑے گا۔ اصل یہ ہے کہ جب ایمان کمزور ہو جاتا ہے تو فاسد العقیدہ طبائع ایسے ہی حیلے اور بہانے پیدا کر لیتی ہیں۔ ورنہ جب ذات سرور کائنات علیہ التحیات کا وجود علامات قیامت سے ہے تو شق القمر کا اعجاز کیوں نہ نشانات قیامت سے ہوگا؟ اسی لیے شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب نے اقتربت الساعۃ کا ترجمہ ''نزدیک آمد قیامت'' اور ''نزدیک آئی قیامت'' کیا ہے۔ آپ قیامت سے پڑے انکار کیا کریں آپ کا انکار مانع قیامت نہیں ہے علاوہ ازیں آپ کے مرزا صاحب نے آیت مذکورہ{ إِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ} کی تفسیر میں لکھا ہے: "يكون آية لهم على وجود القيامة" (حمامۃ البشری: (ص:۹۰))(۲)۔ مرزا صاحب نے خود ساعت کے معنی قیامت کے کیے ہیں۔

تیسرے نمبر میں لکھتے ہیں ''(إنه) کی ضمیر میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے'' (ص:۱۰)۔

کوئی وجود باری یا نبوت پیغمبر ﷺ میں اختلاف کر بیٹھے تو آپ ان دونوں چیزوں کا بھی انکار کر دیں گے؟ اجی حضرت! جب (إنه) سے پہلے اور پیچھے صریح الفاظ میں حضرت عیسیٰ کا ذکر موجود ہے چنانچہ ملاحظہ ہو ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ (إلى قوله) ﴿وَلَمَّا

(۱) تفسیر کبیر: (۲۷/۶۴۰)۔ (۲) ((روحانی خزائن)): (۷/۳۱۶)۔

جَاءَ عِیْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ﴾ الآیۃ (۱) تو سوائے حضرت عیسیٰ کے ضمیر کا کوئی دوسرا مرجع مراد لینا ضعیف و بعید ہوگا۔ قابل لحاظ وہ اختلاف ہوتا ہے جو ناشی از دلیل ہو، بلا دلیل اختلاف درحقیقت اختلاف ہی نہیں ہے۔ خاص کر ایسی حالت میں جب کہ سابقاً لاحقاً ذکر عیسیٰ موجود ہے۔ اسی لیے مرزا صاحب کے دست راست مولوی سید احسن صاحب امروہی قادیانی آنجہانی نے اپنی کتاب ((اعلام الناس)) میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ "ضمیر اِنَّہٗ طرف قرآن مجید یا آنحضرت کے راجع نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ ہی کی طرف راجع ہے" (۲/۵-۶)۔ چوتھے نمبر میں مجاہد صاحب نے یوں گل افشانی فرمائی ہے کہ "عیسیٰ کے قیامت کی نشانی ہونے سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں؟" (ص:۱۰)۔

سنیے جناب! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (جن کے بارے میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ابن عباس کے حق میں علم قرآن کی دعا مستجاب ہو چکی ہے)، ((ازالہ)): (ص: ۳۶۴)(۲) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "ما أدري علم الناس بتفسير هذه الآية، أم لم يفطنوا لها؟ {وإنه لعلم للساعة} أي: نزول عيسى ابن مريم" (تفسیر ابن جریر: (۲۵/۴۹)، مسند احمد: (ج ۱/۳۱۷، و۳۱۸))(۳)۔ محدث ابن جریر (جن کو مرزا صاحب نے معتبر ائمہ حدیث سے مانا ہے، ((چشمہ)): (ص:۲۵۰)(۴)) اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے ناقل ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "میں نہیں جانتا کہ لوگوں کو اس آیت کی صحیح تفسیر معلوم بھی ہے یا نہیں؟ "علم للساعۃ" سے مراد حضرت عیسیٰ کا نزول ہے" اور نزول مستلزم صعود ہے اور زمانہ قبل نزول میں حیات بھی ضروری ہے، اسی لیے آیت مذکورہ مثبت صعود

(۱) الزخرف: ۵۷-۶۳۔ (۲) ((روحانی خزائن)): (۳/۲۲۵)۔

(۳) تفسیر ابن جریر: (۲۰/۶۳۲)، مسند احمد: (۵/۸۵-۸۶)، حدیث: ۲۹۱۸، یہ سند حسن ہے۔

(۴) ((روحانی خزائن)): (۲۳/۲۶۱)۔

(رفع) ومثبت حیات ومثبت نزول سب کچھ ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

مجاہد صاحب نے آگے پھر ایک انوکھی بات کہہ دی ہے کہ "قیامت میں لوگوں کی دوبارہ پیدائش بغیر ظاہری سامان کے ہوگی" (ص:۱۰)۔ یہ بالکل غلط ہے حدیث متفق علیہ میں آیا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «ینزل الله من السماء ماء فینبتون کما ینبت البقل، ومن عجب الذنب یرکب الخلق یوم القیامة» أوکما قال (مشکاۃ)(۱) یعنی اللہ بارش برسائے گا اس سے لوگ ساگ پات کی طرح اُگیں گے اور ریڑھ کی ہڈی سے ترکیب بدن ہوگی۔ یعنی قیامت میں لوگوں کی دوبارہ پیدائش اسباب سے ہوگی، اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش بغیر اسباب کے ہوئی تھی جیسا کہ مجاہد صاحب کو بھی مسلم ہے فانی التشبیہ واین التقریب؟

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی پاپوش میں لگا دی کرن آفتاب کی

جواب دلیل نمبر (۵):

فہرست کی چوتھی دلیل (۲) کو مجاہد صاحب نے پانچویں بنا دیا ہے اور ہر آیت کے ترجمہ کو آپ غلط ہی فرمائے جاتے ہیں چنانچہ پہلے نمبر میں لکھتے ہیں: "کف فعل اس امر کو ضروری نہیں قرار دیتا کہ یہودی پاس ہی نہ پھٹکے ہوں" (ص:۱۱)۔

ہاں صاحب یہودی پاس ہی نہ پھٹک سکے تھے۔ بدو دلیل، اول یہ کہ: آیت ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ﴾ (۳) میں کف کا مفعول بنی اسرائیل کو بنایا ہے نہ کہ ضمیر مخاطب کو۔ یعنی میں نے دور ہٹائے رکھا بنی اسرائیل (یہود) کو تجھ سے۔ یہ نہیں فرمایا "کففتك عن بني إسرائيل" (ہٹا دیا تجھ کو بنی اسرائیل سے) "کیوں کہ ضرر پہنچانے کا ارادہ یہودیوں کا تھا"

(۱) صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب {یوم ینفخ في الصور فتأتون أفواجا}، حدیث: ۴۹۳۵، صحیح مسلم: کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ما بین النفختین، حدیث: ۲۹۵۵۔

(۲) (طبع ثانی میں دلیل ۹ ہے)۔ مؤلف نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔ (۳) المائدۃ: ۱۱۰۔

پس انھیں کو ہٹائے رکھنے کا ذکر مناسب ہے۔

(۲) دوم یہ کہ: کف کا صلہ عن ذکر کیا ہے جو بعد (دوری) کے لیے آتا ہے۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے ﴿لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ﴾ (۱) ہم یوسف سے برائی اور بے حیائی کو دور ہٹا دیں، یہ نہیں فرمایا: "نصرفہ عن السوء .. الخ"، (یوسف کو برائی سے ہٹا دیں) یہ اگر ہوتا تو شبہ ہوتا کہ یوسف کے دل میں برائی (قصد زنا) آ گئی تھی جیسا کہ مجاہد صاحب نے (صفحہ ۱۹) کے نمبر (۳) میں نقل کیا ہے۔ بلکہ اللہ نے برائی اور بدی کے ارادہ کو ہی دور دور رکھا، یوسف تک پہنچنے ہی نہیں دیا۔ اسی طرح اللہ نے یہود بے بہبود کو حضرت مسیح سے دور دور رکھا، ان کو حضرت عیسیٰ کے پاس پھٹکنے بھی نہ دیا۔ پھر وہ کس طرح آپ کو صلیب پر کھینچ سکتے ہیں؟ اور کیسے کوئی اذیت پہنچا سکتے ہیں؟ یہی مطلب آیت آل عمران ﴿وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (کافروں یعنی یہودیوں سے تجھ کو پاک رکھنے والا ہوں) کا بھی ہے، اس میں بھی تطہیر سے مراد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ یہودیوں کے مکر سے پاک رہیں گے۔ گویا ایک آیت دوسری کی تفسیر ہے۔ والحمد للہ۔

مجاہد صاحب آگے یوں گل افشانی فرماتے ہیں "کف فعل ان کی شرارت کے نتیجہ کو پورا نہ ہونا ظاہر کرتا ہے، یعنی انھوں نے پورا زور لگایا اور اپنی طرف سے جو کرنا تھا کر لیا مگر نتیجہ کے اعتبار سے وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوئے" (ص:۱۱)، پھر نمبر (۲) میں خود ہی اپنے اس بیان کی تردید بھی کر دیتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں "جب شروع شروع (تکرار کیوں شروع کر دی) میں حضرت عیسیٰ ان کے پاس دعوی لے کر آئے تو خدا تعالیٰ نے ان کے فوری جوش کو روک دیا (ص:۱۲) یہود کا جوش جب ابتدا میں ہی روک دیا گیا تو پھر یہود نے "شرارت"

---

(۱) یوسف:۲۴۔

کیوں کی؟ اور کس طور سے اپنی طرف سے جو کرنا تھا کرلیا؟ ان کا جوش تو خدا نے روک دیا تھا، پھر نتیجہ کی ناکامی کیسی؟ اس پر طرفہ یہ کہ آگے یہ بھی لکھتے ہیں کہ ''یہ کہاں ثابت ہوا کہ جب تک ان کا وجود رہا وہ بالکل محفوظ ہی رہے'' (ص:۱۲)۔ حالاں کہ اوپر یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ یہودیوں کا مقصد۔۔۔ سولی پر چڑھا کر مارنا مقصود تھا'' جس میں وہ کامیاب نہ ہوئے'' (ص:۱۱)۔ اور بقول یہود حضرت عیسیٰ کا وجود اس دنیا میں ان کے صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت تک تھا۔ تو مجاہد صاحب کی ہی مختلف تحریروں سے ثابت ہوگیا کہ ''جب تک حضرت عیسیٰ کا وجود رہا وہ بالکل محفوظ رہے'' کیوں کہ ایک تو ''شروع شروع'' کا وقت ہے جس وقت دشمنوں کو ''فوری جوش'' پیدا ہوا۔ یہ ابتداء ہوئی پھر یہودیوں کی ''شرارت'' اور ان کا ''پورا زور لگانا'' اور ''اپنی طرف سے جو کرنا تھا کرلینا'' پھر ''نتیجہ کی ناکامی اور پورا نہ ہونا'' یہ انتہا ہوئی۔ اس ابتدا اور انتہا کے مابین ''وجود مسیح کا محفوظ رہنا'' خود مجاہد صاحب کی ہی عبارتوں سے ظاہر ہو رہا ہے لیکن خود مجاہد صاحب کو پتہ نہیں کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں؟ طرفہ پر طرہ یہ کہ مجاہد صاحب کو قتل یحییٰ علیہ السلام سے بھی انکار ہے، اسے مسلمانوں (مفسروں) کا قول قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''بقول مسلمانوں کے یحییٰ بھی یہودیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تو ان کے قتل کا دعویٰ بھی یہودی کرتے الخ'' (ص:۱۱)۔

یہودی دعویٰ کریں یا نہ کریں، ہماری اور آپ کی مسلم کتاب قرآن مجید میں تو موجود ہے۔ ﴿يَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ﴾ (۱)، ﴿يَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ﴾ (۲)، ﴿فَرِيقًا يَقْتُلُونَ﴾ (۳)، پہلی آیت میں قوم موسیٰ کا ذکر ہے، دوسری میں اہل کتاب کا، تیسری میں بنی اسرائیل کی صراحت ہے، پس قرآن مجید سے ثابت ہے کہ یہود سے قتل انبیاء سرزد ہوا۔ نیز جرم قتل انبیاء سوائے قوم

(۱) البقرۃ:۶۱۔ (۲) آل عمران:۱۱۲۔ (۳) المائدہ:۷۰۔

یہود کے اور کسی امت سے ثابت نہیں اگر چہ ہر امت نے اپنے پیغمبر کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ پس آپ ہی فرمائیں کہ وہ کون سے انبیاء ہیں جنھوں نے یہود کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا ہے۔ اگر آپ مفسرین کی نہیں مانتے؟ ہاں یہ خوب کہی کہ ''یحییٰ کو بھی خدا تعالیٰ محفوظ رکھتا''۔ یہ سوال تو خدا پر ہے، میری سنیے تو عرض کروں کہ قرآن مجید میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے (رسولوں کی قسمیں) کہ خدا کے پیغمبر تین طرح پر بھیجے گئے ہیں (۱) اول وہ جو صاحب شریعت ہیں اور وہ پانچ ہیں نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام جن کا ذکر سورہ احزاب وسورہ شوریٰ میں ہے۔

(۲) دوم وہ جو صاحب شریعت تو نہ تھے البتہ صاحب معجزات اور اپنی قوم کی طرف مستقل رسول تھے جیسے ہود، صالح، شعیب، لوط، (۳) سوم وہ جماعت ہے جو حکمت ونبوت دی گئی لیکن اتباع تورات کی مامور تھی ﴿يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ﴾ یہ انبیاء مابین موسیٰ وعیسیٰ ہیں جن میں یحییٰ علیہ السلام وزکریا علیہ السلام بھی ہیں۔ قسم اول ودوم کے پیغمبروں کے برخلاف دشمن اپنی تدبیروں میں ناکام رہتے ہیں کیوں کہ ان کا قتل شریعت ورسالت میں شبہ ڈالتا ہے، بخلاف تیسری جماعت کے کہ ان کا قتل کتاب وشریعت میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو جام شہادت پی لینے دیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام چوں کہ صاحب شرع رسول ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ان کے پاس بھی پھٹکنے نہ دیا۔ اور چوں کہ یہود دعوائے قتل مسیح جزم ومفاخرت سے کرتے تھے اور کہتے تھے ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ﴾ یعنی یقیناً ہم نے مسیح کو قتل کردیا۔ یہود کے زعم میں قتل محل خاص میں واقع ہوا، اسی لیے مفعول المسیح کو موصوف ذکر کیا اور عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ اس کی صفت۔ پس اللہ نے ان کے فخر اور لاف زنی کی تردید وتکذیب ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ سے کی اور ان کے جزم کا ابطال ﴿وَمَا

قَتَلُوْهُ يَقِيناً ﴾ سے فرمایا۔ اور حقیقت امر کو ﴿ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ اور ﴿ بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ﴾ سے کھول دیا۔ لہٰذا مجاہد صاحب کا یہ لکھنا کہ ''دونوں کے قتل کرنے کی نوعیت میں فرق تھا'' (ص:۱۱) محض مہمل اور نتیجۂ جہالت ہے۔ یہود ایسے ہی قول کی وجہ سے ملعون قرار پائے اور آج جو مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا مانے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

تاریخی امور میں قیاس:

مجاہد صاحب امر واقع شدہ میں بھی قیاس کو دخل دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ''تمام نبیوں کو تکلیفیں پہنچیں سخت سے سخت مصائب کا سامنا ہوا، حتیٰ کہ حبیب خدا ﷺ پر بھی کئی دفعہ جان جوکھوں کے معاملے آئے اور خدا نے نہ روکا مگر عیسیٰ کے۔۔۔ پاس یہودیوں کا پھٹکنا بھی گوارا نہ ہوا الخ'' (ص:۲۱)۔

اجی حضرت! وقائع اور امور تاریخیہ میں قیاس کو بالکل دخل نہیں ہوتا اس لیے کہ وقوع حوادث کی صورت واحد نہیں ہوا کرتی، کہ تمام انبیاء کے واقعات کو ہم رنگ سمجھ لیا جائے، اس لیے کہ صورت نجات ایک ہی طریق میں منحصر نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دین اسلام سماعی ہے قیاسی نہیں ہے، جو امر جس طرح قرآن وحدیث میں وارد ہے، اسے اسی طرح ماننا اسلام ہے، نہ کہ اس میں اپنے قیاسات سخیفہ کو دخل دینا۔ قرآن مجید میں چوں کہ حضرت ابراہیم کا آگ میں ڈالا جانا اور پھر سلامت رہنا مذکور ہے، حضرت موسیٰ کے لیے بحر قلزم میں راستہ بن جانا (جس کو آپ نے (ص:۱۱) میں پایاب ہو جانا غلط لکھا ہے) قرآن حکیم ہی بیان کرتا ہے، آنحضرت ﷺ کا غار ثور میں امن پانا قرآن کریم ہی بتلاتا ہے اس لیے ان واقعات کو ہم اسی طرح مانتے ہیں اور چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر نہ چڑھایا جانا، اور یہودیوں کا آپ تک نہ پھٹکنا قرآن پاک میں صاف صاف آیا ہے، اس لیے اس کا ہم اسی طرح یقین رکھتے ہیں۔

اپنے قیاس سے کچھ نہیں کہتے۔ اور نہ واقعات میں قیاس کا دخل ہوتا ہے۔

کف قوم وکف ید:

مجاہد صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ یہی فعل کف مسلمانوں کے حق میں بھی استعمال ہوا ہے۔۔۔﴿فَعَجَّلَ لَکُمْ هٰذِهٖ وَکَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْکُمْ﴾(۱) کیا مخالف لوگ مسلمانوں کے پاس بھی نہ پھٹکے تھے؟ (ص:۱۱)۔

مجاہد صاحب نے غور نہ کیا یہاں کف فعل کا مفعول ایدی (ہاتھ) ہے اور آیت ما نحن فیہا میں کففت کا مفعول قوم بنی اسرائیل ہے۔ صلہ دونوں جگہوں میں عن آیا ہے۔ پس کف بنی اسرائیل عن المسیح تو یہ ہوا کہ قوم یہود حضرت مسیح کے پاس نہ پھٹکے دور دور رہے۔ اور کف ایدی عن المسلمین یہ ہے کہ لڑائی نہ ہو، قتال دور رہے خواہ مخالف پاس بھی آ جائیں۔ جس کو سورہ مائدہ میں یوں فرمایا ہے﴿اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَهُمْ فَکَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ﴾ یعنی یہود بنی النضیر نے مسلمانوں پر دست درازی کرنی چاہی۔ اللہ نے ان کے ہاتھ کو دور رکھا یعنی قتال نہ ہونے دیا۔ یہود مسلمانوں کو قتل نہ کر سکے۔ کف ید کی تفسیر قرآن خود یوں کرتا ہے﴿یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾(۲) یعنی کافروں کی جنگ کو خدا روک دے۔ جنگ وقتال پاس نہ پھٹکے۔ پس کف قوم وکف ید میں دقیق فرق ہے گو مآل دونوں کا (شر اعداء سے محفوظ رہنا) واحد ہے فافہم۔

نتیجہ:

مجاہد صاحب آخر میں لکھتے ہیں ''اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اب تک آسمان پر اس جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں'' (ص:۱۲)۔

(۱) الفتح:۲۰۔ (۲) النساء:۸۴۔

جب اس آیت سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ یہود کے ہاتھ سے حضرت عیسیٰ صلیب پر نہیں چڑھائے گئے کیوں کہ وہ آپ کے پاس بھی نہ پھٹک سکے، تو مسیح علیہ السلام آخر کہاں گئے؟ اور کیا ہوئے؟ اس کو ﴿بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ﴾ سے واضح فرمادیا، جس سے ان کا اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمانوں پر جانا ثابت ہوگیا، کما بینتہ مراراً۔

مجاہد کا میدان سے فرار:

حیات مسیح کے دلائل میں فہرست میں (۱۴) عدد آیات قرآنیہ پیش کی گئی تھیں، جن میں سے صرف چھ آیتوں کے متعلق مجاہد صاحب نے اپنا قلمی جہاد جیسا بھی ہوسکا اپنی جماعت میں لاج رکھنے کو پیش کیا۔ باقی آٹھ آیتوں کی بابت اعداد بڑھانے کا بہانہ کرکے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے سچ ہے ''المرأ یقیس علیٰ نفسہ''۔ جس طرح خود اعداد بڑھا کر لکھ دیا ''بجواب ٹریکٹ ہائے ۱، ۲، ۳'' حالاں کہ ہمارے تینوں ٹریکٹوں میں سے کسی کا بھی جواب نہیں دیا۔ اسی طرح اپنے خصم کو بھی اعداد کا بڑھانے والا سمجھ لیا۔

بہانہ کرتا ہے ساقیا کہ نہیں ہے شیشہ میں مئے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لینا تیرا سبو بھی نہیں رہے گا

بحث احادیث

جواب دلیل نمبر (۶):

فہرست میں یہ دلیل ۱۵ (۱) ہے، مجاہد صاحب اس کو ''چھٹی دلیل'' لکھتے ہیں۔ حدیث: ''لینزلن فیکم ابن مریم'' (۲) پر بحث کرتے ہوئے کس سادگی سے فرماتے ہیں

(طبع ثانی میں ۱۶ ہے)۔ مؤلف نے اثناء مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، حدیث: ۳۴۴۸، صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث: ۱۵۵۔

’’نزول کا لفظ آسمان سے اترنے کو ثابت نہیں کرتا‘‘ (ص:۱۳)۔ پھر تو قرآن مجید کی بابت بھی جس کے لیے نزل وانزل آیا ہے منزل من السماء ہونے کا انکار کر دیجیے۔ کیوں کہ آریہ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ’’نزول کا لفظ آسمان سے اترنے کو ثابت نہیں کرتا‘‘ ماھو جوابکم فھو جوابنا۔

کتب لغت میں نزول کے معنی "الانحطاط من علو الیٰ سفل" (اوپر سے نیچے کو اترنا) صاف صاف مرقوم ہیں جیسا کہ ہم ((جواب دعوت)) کے (صفحہ ۱۲، ۱۳) (۱) میں مع حوالہ لکھ چکے ہیں۔ اور اسی رسالہ کے (صفحہ ۹) میں حضرت عیسیٰ کا رفع بالبدن مدخول الیٰ یعنی سماء کی طرف ہم ثابت کر چکے ہیں، پس نزول بھی ان کا سماء (آسمان) ہی سے ہوگا۔ جیسا کہ نص احادیث اور تصریحات ائمہ سلف وخلف سے صاف ثابت ہے اور اسی رسالہ میں بیان ہو چکا ہے۔

مجاہد صاحب نے آگے آیات: (۱)﴿أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً﴾ (۲)، (۲)﴿وَأَنزَلْنَا الْحَدِيْدَ﴾ (۳)، (۳)﴿أَنزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْراً ☆ رَّسُولاً﴾ (۴)، (۴)﴿وَأَنزَلَ لَكُم مِّنْ الْأَنْعَامِ﴾ (۵)، (۵)﴿وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ﴾ (۶) تحریر کی ہے۔

(۱) انزال لباس کا جواب ٹریکٹ ((جواب دعوت)) کے (صفحہ ۱۷) پر اور (۲) انزال حدید کا جواب (صفحہ ۱۵ و ۱۶) پر اور (۳) انزال رسول کا جواب (صفحہ ۱۳ و ۱۴) پر ہم بسط سے دے چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں ہے۔ (۴) انزال انعام کا جواب اسی ٹریکٹ کے (صفحہ ۱۳) پر اور (۵) انزال رزق کا جواب (صفحہ ۱۷) پر ملاحظہ کر لیں۔ کہ ان آیات میں مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے۔ کیوں کہ بعض آیات میں محض نزول کا ہی ذکر نہیں ہے بلکہ آسمان کا لفظ بھی موجود ہے: ﴿مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ﴾ (۷)، ﴿أَنزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ

---

(۱) اس مجموعہ کا صفحہ (۲۳۰-۲۳۳) دیکھیں۔ (۲) الاعراف:۲۶۔ (۳) الحدید:۲۵۔
(۴) الطلاق:۱۰-۱۱۔ (۵) الزمر:۶۔ (۶) الحجر:۲۱۔ (۷) یونس:۳۱۔

مِن رِّزْقٍ﴾(۱)، ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ﴾(۲) لہٰذا تمام آیات مسبب کے سبب کو آسمان سے ہی اترنا ثابت کرتی ہیں وھو المراد۔

مجاہد صاحب کا ایک عجیب دجل ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ ''احادیث میں نزول (اترنے) لفظ دجال کے لیے بھی آیا ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ دجال بھی زندہ ہے۔ الخ'' (ص:۱۴)۔

ہاں صاحب دجال بھی زندہ ہے۔ حدیث تمیم داری ((صحیح مسلم)) میں ملاحظہ ہو اور سنیے شیطان بھی زندہ ہے اور وہ بھی جنت سے اتارا گیا تھا۔ پس دجال کے لیے اگر لفظ: "فينزل بعض السباخ" (صحیح بخاری: پ:۷، و۲۹) (۳)، وفی ((صحیح مسلم)) (۴): "فينزل بالسبخة" (ج ۲/۴۰۵) و"ينزل دبر أحد" (ج ۱/۴۴۴) (۵)۔ حدیث میں آیا ہے تو آپ کو کیوں قراقر (۶) ہو گیا؟ حدیث بیہقی میں اس کی سواری کا بھی تو ذکر موجود ہے: عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ قال: "يخرج الدجال على حمار ... الخ" (مشکاۃ: ص:۴۶۹) (۷) یعنی دجال گدھے کی سواری پر چلے گا۔ اور اسی سواری سے وہ اترے گا۔ کیوں کہ نزول کے معنی ہی ہیں اوپر سے نیچے اترنا کمامر، اسی معنی میں معلقہ امرء القیس کا شعر ''عفت

(۱) الجاثیۃ: ۵۔ (۲) الذاریات: ۲۲۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب الفتن، باب لا یدخل الدجال المدینۃ، حدیث: ۷۱۳۲۔

(۴) کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب قصۃ الجساسۃ، حدیث: ۲۹۴۳۔

(۵) صحیح مسلم: کتاب الحج، باب صیانۃ المدینۃ من دخول الطاعون، والدجال إلیھا، حدیث: ۱۳۸۰۔

(۶) قرقرہ کی جمع ہے جس کا معنی پیٹ بولنا، پیٹ میں گڑگڑ ہونا ہوتا ہے۔

(۷) خطیب تبریزی نے ((مشکاۃ)): (۳/۱۵۱۷)، حدیث: ۵۴۹۳، میں اس کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ: "رواه البيهقي في كتاب ((البعث والنشور))"، پر ہمیں اپنی بحث کی حد تک یہ حدیث امام بیہقی کی مذکورہ کتاب میں نہ مل سکی، البتہ یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ ((مصنف)): (۲۱/۳۵۸)، حدیث: ۴۰۳۲۴، میں اپنی سند سے لائے ہیں اور یہ سند صحیح ہے، اور جس سند کی طرف یہاں اشارہ مؤلف نے کیا ہے شیخ البانی رحمہ اللہ اور دوسرے محدثین نے اس سند کو ضعیف جدا قرار دیا ہے۔ دیکھیں: ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)): (۴/۴۳۸-۴۳۹)۔

بعيري يـا امرء القيس فأنزل "((جواب دعوت)) کے (صفحہ۱۲) پر پہلے ہی لکھا جاچکا ہے، جس میں پشت شتر سے زمین پر اترنا مذکور ہے، اسی طرح پشت خر سے دجال بھی سباخ (ارض مدینہ) پر اترے گا (اور ((صحیح مسلم)) (۱) میں بجائے "ینزل" کے "ينتهي إلى بعض السباخ" (ج ۴۰۲/۲) وارد ہے) (۲)۔ افسوس آپ کی عقل وخرد پر۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے — دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

جواب دلیل نمبر (۷):

ہماری فہرست میں یہ دلیل ۱۸ (۳) تھی، مجاہد صاحب نے اسے "ساتویں دلیل" بنادیا۔ "لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنا اسی کو کہتے ہیں" (ص:۱۴)، پھر مجاہد صاحب کو "خدا کا غضب" یاد نہ آیا کہ رسول پاک ﷺ کی فرمودہ حدیث سے انکار کر بیٹھے اور اپنے پیر مغاں متنبّی کی سنت پر عمل کیا کہ "حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں" (اعجاز احمدی: (ص: ۳۰))، (۴) ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (۵) کس بے باکی اور ڈھٹائی سے لکھتے ہیں "" من السماء " کے الفاظ رسول پاک ﷺ کے فرمائے ہوئے ہرگز نہیں ہیں (تا) کسی مولوی صاحب نے یا کسی کاتب نے من السماء کا لفظ اپنے پاس سے لکھ دیا ہے" (ص:۱۴، ۱۵)، ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾۔

جو چیز آپ کے مطلب کی ہو اس کو تو آپ لوگ آنحضرت ﷺ کی طرف انتساب

---

(۱) کتاب الفتن واشراط الساعة، باب في صفة الدجال، وتحريم المدينة عليه وقتله المؤمن وإحيائه، حدیث: ۲۹۳۸۔

(۲) یہ عبارت مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۳) (اب نمبر ۷ ہے طبع ثانی)۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۴) ((روحانی خزائن)): (۱۴۰/۱۹)۔ (۵) النور: ۶۳۔

کردیں اور جان بوجھ کر حضرت پر جھوٹ وافترا کریں جس طرح جناب مرزا صاحب نے ((چشمہ معرفت))(۱) میں لکھ دیا ہے کہ ''جونشانیاں زمانہ مہدی معہود کی آنحضرت ﷺ نے مقرر کی تھیں اس کے زمانہ میں کسوف خسوف رمضان میں ہونا الخ'' (ص:۳۱۴)، بتاؤ آنحضرت ﷺ نے کہاں فرمایا ہے؟ کہ مہدی کے زمانہ میں رمضان میں کسوف وخسوف ہوگا؟ کیا یہ قول رسول ﷺ ہے؟ اسی طرح مرزا صاحب نے ((ضمیمہ انجام آتھم))(۲) میں لکھا ہے۔

قال النبي ﷺ "يخرج المهدي من قرية يقال لها كدعة" (ص:۴۱)۔

بتاؤ آنحضرت ﷺ نے کہاں فرمایا ہے کہ مہدی کدعہ گاؤں سے خروج کرے گا؟ کیا یہ فرمان رسول ہے؟ کیا یہ روایت جھوٹی اور موضوع نہیں ہے؟ کیا اس کا راوی عبدالوہاب بن ضحاک کذاب نہیں ہے؟ (میزان)(۳)۔

مجاہد صاحب! کیا آپ نے خود بھی ایک جھوٹی روایت رسول پاک کی طرف اپنے اسی ٹریکٹ کے صفحہ (۲) میں منسوب نہیں کردی ہے کہ ''جوقرآن کے مطابق ہووہ صحیح سمجھنا''؟ آپ لوگ دیدہ ودانستہ جھوٹی حدیثیں رسول پاک کا نام لے کر بیان کریں اور خدا کے غضب سے مطلق نہ ڈریں۔اور ہم جب سچی حدیث جسے کسی محدث نے ضعیف تک بھی نہیں کہا ہو پیش کریں تو اس سے انکار کر جائیں اور اسے افترا نیز ''مولوی'' یا ''کاتب'' کا بڑھایا ہوا بتائیں؟ اللہ سے ڈرو۔ الیس منکم رجل رشید۔

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۳۲۹/۲۳)۔ (۲) ((روحانی خزائن)): (۳۲۵/۱۱)۔

(۳) الجرح والتعدیل: (۷۴/۶)، میزان الاعتدال از ذھبی: (۶۷۹/۲)۔

مجاہد صاحب نے آگے تمسخر کیا ہے لکھتے ہیں "جیسے۔۔۔کسی کاتب نے۔۔۔لفظ خرٔ کو۔۔۔خرعیسیٰ لکھ دیا تھا" (ص:۱۵)۔

اتنا اضافہ اور کر لیجیے، جیسے کسی نے ریل گاڑی کو خرمسیح بنا دیا تھا، جیسے کسی نے کدعہ کو قادیان کا مخفف کہہ دیا تھا (حاشیہ کتاب البریہ: (ص:۲۲۶)) (۱)، جس طرح کسی مصنف نے الفاظ حدیث: "یخرج فی آخر الزمان رجال" کو (دجال) اور "جلود الضان من اللین" (مشکاۃ باب الریاء) (۲) کو (من الدین) لکھ دیا تھا (تحفہ گولڑویہ: (ص:۱۴۰)) (۳)، اور جس طور سے کسی "مراق" نے آیت قرآنی ﴿قُلْ مَا يَكُونُ لِيْ أَنْ أُبَدِّلَهُ﴾ (۴) کو "ما یقول لي" سے بدل دیا تھا (براہین: (۴/۴۸۲)) اور خود مجاہد صاحب نے آیت سورہ روم ﴿هُمْ غَافِلُونَ﴾ (۵) کو (لغافلون) سے اصلاح کی تھی (اشتہار مجاہد بجوابات سوالات مولوی محمد ابراہیم صاحب)۔ اور دوسرے مرزائیوں نے مصر پہنچ کر بعض مطابع میں تصحیح پروف کے کام پر نوکری کی اور شرح فقہ اکبر کی طباعت کے وقت (۱۳۲۳ھ میں) مشہور حدیث "لو کان موسیٰ حیا" میں بجائے (موسیٰ) کے (عیسیٰ حیا) بنا دیا تھا۔ جس کو مجاہد صاحب نے کس بھولے پن سے محمدی عالم کے سر منڈھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں "کسی ہندوستانی مولوی صاحب نے ہماری ضد میں۔۔۔((شرح فقہ اکبر)) میں جواب شائع ہوئی ہے۔۔۔(عیسیٰ) کے بجائے (موسیٰ) لکھ دیا ہے" (ص:۱۵)۔ حالاں کہ شرح فقہ اکبر اب شایع نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ مرزا صاحب کے دعوائے نبوت سے بہت پیشتر لاہور میں طبع ہو کر شایع ہوئی تھی اس میں

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۳/۲۶۱)۔ (۳) ((روحانی خزائن)): (۱۷/۲۳۵)۔

(۲) سنن ترمذی: أبواب الزهد، باب، حدیث ۲۴۰۴، اس حدیث کی سند ضعیف جدا ہے، دیکھیں: ((ضعیف سنن ترمذی)) از شیخ البانی: (ص:۲۷۱)، حدیث: ۴۲۱۔

(۴) یونس: ۱۵۔ (۵) الروم: ۷۔

"لو کان موسی حیا" ہے۔ پھر مطبع مجتبائی دہلی میں ۱۳۰۷ھ میں طبع ہوئی اس میں بھی "لو کان موسی حیا" ہے۔ پھر اسی مطبع میں ۱۳۱۴ھ میں چھپی۔ اس کو مجاہد صاحب لکھتے ہیں ''اب شائع ہوئی ہے'' حالاں کہ اب یعنی ۱۳۲۳ھ میں مصر میں طبع ہوئی ہے۔

مصری نسخہ میں تحریف:

اس میں تمام قدیم مطبوع وقلمی نسخوں کے خلاف "لو کان عیسیٰ حیا" شائع ہوا ہے۔ پھر اسی کی نقل ۱۳۲۷ھ کے نسخہ میں طبع ہوگئی ہے جو سراسر محرَّف اور یقیناً کسی مرزائی کی کارستانی ہے جو مصر میں موجود ہیں اور حال میں مسلمانوں سے لڑائی بھی کر بیٹھے تھے، جس پر مصری عدالت نے مرزائیوں پر جرمانہ بھی کیا ہے (دیکھو: مصری اخبار ((الفتح)): نمبر ۳۷۷، (ص:۳)، ۱۱ر رمضان ۵۲ھ)۔ لہٰذا مجاہد صاحب کا یہ الزام کہ ''مرزائیوں کی مخالفت میں کسی ہندوستانی مولوی نے بجائے (عیسیٰ) کے "لو کان موسی حیا" لکھ دیا ہے''۔ بالکل غلط اور ہندی علماء پر سراسر اتہام ہے۔ کیوں کہ مجاہد صاحب کا یہ الزام اگر صحیح ہو اور ملا علی قاری نے حقیقت میں "لو کان عیسیٰ حیا" ہی تحریر کیا تھا تو پھر ملا علی قاری کی عبارت "عند نزول عیسی من السماء" کے کیا معنی ہوں گے؟ جو حدیث مذکور کے اوپر متصل مذکور ہے اور اسی کی دلیل میں حدیث مذکور تحریر کی ہے۔ یعنی دعوی ان کا یہ ہے کہ عیسی علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور دلیل یہ ہے کہ عیسیٰ مر گئے اگر زندہ ہوتے تو یہ کرتے؟ سبحان اللہ دعوی اور دلیل میں کیسی تقریب تام ہے کہ ''زمین گول ہے اس لیے کہ چاول سفید ہے'' ع

پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

مصری نسخہ میں تحریف ایک اور طریق سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ ((شرح فقہ اکبر)) (مطبوعہ مصر (صفحہ ۹۲)) میں ہے: "أشار إلى هذا المعنى ﷺ بقوله "لو كان عيسى

حیا ما وسعه إلا اتباعي" وقد بينت وجه ذلك عند قوله تعالى "وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ" الخ فــي ((شرح الشفا))"۔اس عبارت میں ملا علی قاری نے حدیث ''لوکان'' الخ لکھ کر حوالہ دیا ہے اپنی شرح شفاء کا۔پس دیکھنا چاہیے کہ ملا صاحب نے اپنی شرح شفاء میں آیت مذکورہ کے تحت میں کیا تحریر کیا ہے؟ ملا صاحب کی شرح شفاء استنبول میں ۱۳۰۹ھ میں ((شرح فقہ اکبر)) مطبوع مصر سے بہت پہلے طبع ہوئی ہے۔اس کی جلد اول کے فصل سابع میں آیت ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ﴾ کے تحت میں لکھتے ہیں "وإليه أشار ﷺ بقوله حين رأى عمر رضي الله عنه أنه ينظر في صحيفة من التوراة "لو كان موسى حيا لما وسعه إلا اتباعي" اھ (۱۰۶/۱)۔ یہاں تو صاف صاف بجائے عیسیٰ کے موسیٰ موجود ہے، استنبول میں تو کوئی ''ہندوستانی مولوی صاحب'' موجود نہ تھے اور ۱۳۰۹ھ میں وہاں مرزا صاحب کا کسی کو پتہ بھی نہ تھا کہ ضد ومخالفت کا شبہ ہو۔ پس ملا علی قاری نے جس طرح ((شرح شفا)) میں حدیث "لو كان موسى حياً" تحریر کی تھی اسی طرح ((شرح فقہ اکبر)) میں بھی تحریر کی۔اور اسی صورت میں وہ حدیث دعوائے نزول مسیح کی دلیل ہو سکتی ہے۔لہٰذا شرح فقہ اکبر کے تمام ہندی نسخے صحیح ہیں اور مصری نسخہ غلط ومحرّف ومبدّل ہیں۔

آج دعویٰ ان کی یکتائی کا باطل ہوگیا   روبرو ان کے جو آئینہ مقابل ہوگیا

محدثین کا طرز عمل:

یہ شبہ محض جہالت کا نتیجہ ہے کہ فلاں محدث نے اس لفظ کو متن حدیث میں ذکر نہیں کیا جیسا کہ مجاہد صاحب نے پیش کیا ہے کہ ''امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ، سیوطی نے حدیث نزول عیسیٰ میں من السماء کا لفظ درج نہیں کیا اس لیے یہ لفظ آج کل بڑھا دیا گیا ہے'' (ص: ۱۵)۔جن لوگوں کو فن حدیث میں ادنی مسکہ بھی ہے ان سے

پوشیدہ نہیں کہ محدثین کی حالتیں اور غرضیں بیان حدیث کے وقت مختلف ہوتی ہیں، حالتوں کی بابت امام مسلم مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''كانت لهم تارات يرسلون فيها الحديث، وتارات ينشطون فيها.. الخ'' (مطبوعہ مصر: (ص:۲۰)) (۱)۔ یعنی رواۃ حدیث کبھی حالت غیر نشاط میں ہوتے ہیں تو حدیث سے کچھ چھوڑ دیتے ہیں، کبھی نشاط میں ہوتے ہیں تو سب کچھ بیان کر دیتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں، ''مذهبهم في قبول ما يتفرد به المحدث من الحديث أن يكون قد شارك الثقات من أهل العلم والحفظ في بعض ما رووا، وأمعن في ذلك على الموافقة لهم، فإذا وجد كذلك، ثم زاد بعد ذلك شيئا ليس عند أصحابه قبلت زيادته'' (مطبوعہ مصر: (ص:۴)) (۲)، ''لأن المعنى الزائد في الحديث المحتاج إليه يقوم مقام حديث تام '' (ص:۳) (۳)۔ یعنی کوئی محدث حدیث کے کسی لفظ مثلاً (من السماء) کے بیان کرنے میں متفرد ہے تو اس کی قبولیت کے بارے میں محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس محدث کی مشارکت ثقہ حافظین کی بعض روایت (متن) میں ثابت ہو اور وہ دیگر رواۃ حدیث کی موافقت میں کوشش بھی کرتا ہو، پھر اگر اس کے بیان کردہ متن میں کوئی لفظ زیادہ مذکور ہو (جیسے بیہقی میں ''من السماء'' کی زیادتی) تو اس کی یہ زیادتی مقبول ہوگی۔ اس لیے کہ حدیث میں کوئی زائد معنی جس کی ضرورت بھی ہے وہ پوری حدیث کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اس اصل کو یاد رکھو اور امثلۂ ذیل ملاحظہ کرو۔

((صحیح بخاری)) (۴) میں حدیث ممانعت رفع نظر ''إلى السماء في الصلاة'' کی مطلق ہے (مصری: ۹۲/۱)۔ ((صحیح مسلم)) (۵) میں ''عندالدعاء'' زیادہ ہے (مصری:

---

(۱) مقدمہ صحیح مسلم: (ص:۳۲)۔ (۲) ایضا (ص:۶)۔ (۳) ایضا: (ص:۴)۔

(۴) کتاب الأذان، باب رفع البصر إلى السماء في الصلاة، حدیث: ۷۵۰۔

(۵) کتاب الصلاۃ، باب النهي عن رفع البصر إلى السماء في الصلاة، حدیث: ۴۲۹۔

ج ۱/۱۷۱)۔یعنی نماز میں دعا کرنے کے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاؤ۔((صحیح بخاری)) (۱) میں ہے «لخلوف فم الصائم أطیب عند الله تعالی من ریح المسك» (مصری: ج ۱/۲۱۳)((صحیح مسلم))(۲) میں «یوم القیامة» زیادہ ہے (مصری: ج ۱/۳۲۷)۔یعنی روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے روز اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ ہوگی۔

مجاہد صاحب کے اصول سے "عندالدعاء" اور «یوم القیامة» شاید امام مسلم نے یا کسی ''کاتب'' نے یا ''ہندوستانی مولوی'' نے بڑھایا ہوگا؟ کیوں ٹھیک ہے نا؟ اور سنیے۔

((صحیح مسلم))(۳) میں ہے «ثم وضع یده الیمنی علی الیسری» (مصری: ج ۱/۱۵۸)۔((صحیح ابن خزیمہ))(۴) میں "علی صدره" زیادہ ہے (بلوغ المرام)(۵)۔ راوی ایک، سند ایک۔اسی طرح کی سینکڑوں مثالیں کتب حدیث سے پیش کی جا سکتی ہیں۔لیکن آج تک کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہوا کہ یہ ''آنحضرت پر افتراء'' ہے، یا ''کسی مولوی یا کاتب'' نے بڑھا دیا ہے، یا ''کسی کی مہربانی کا نتیجہ ہے'' یا ''یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح بدلا گیا'' ہے۔جیسا کہ مجاہد صاحب نے زیادت "من السماء" پر ژاژ خائی فرمائی ہے۔یہ سب فن حدیث و اصول سے جہالت اور بیگانگی کا نتیجہ اور باطل مذہب کی پاسداری اور تعصب کا کرشمہ ہے۔

نہیں معلوم تم کو ماجرائے دل کی کیفیت
سنائیں گے تمہیں ہم ایک دن یہ داستاں پھر بھی

---

(۱) کتاب الصوم، باب فضل الصوم، حدیث:۱۸۹۴۔

(۲) کتاب الصیام، باب فضل الصیام، حدیث:۱۱۵۱۔

(۳) کتاب الصلاۃ، باب وضع یده الیمنی علی الیسری بعد تکبیرۃ الاحرام، حدیث:۴۰۱۔

(۴) (۱/۲۷۲)، حدیث:۴۷۹۔ (۵) کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، حدیث:۲۷۴۔

حدیث بیہقی:

ہم نے فہرست میں حدیث "ینزل من السماء" درج کی تھی اس میں نہ بیہقی کا نام لیا تھا نہ بیہقی میں "ینزل" ہے لیکن "چور کی ڈاڑھی میں تنکا" مجاہد صاحب کو حدیث بیہقی کا ہی خیال گذرا اور لکھ مارا" ان الفاظ کو امام بیہقی کی کتاب ((أسماء والصفات)) سے پیش کیا جاتا ہے" (ص:۱۴)۔ "ماں نہ ماں میں تیرا مہمان" اسی کو کہتے ہیں۔

آگے تحریر فرماتے ہیں: "سیوطی نے۔۔۔ بیہقی کے حوالے سے اسی حدیث کو اپنی کتاب ((تفسیر در منثور)) میں درج کیا۔ مگر "من السماء" کا لفظ نہیں لکھا (تا) اصل بیہقی میں نہیں ہے" (ص:۱۵)۔

سیوطی کا تساہل اور زلت قدم مشہور ہے۔ ((تفسیر جلالین))(۱) میں بحوالۂ ((صحیح مسلم)) حدیث: «ابدأوا بما بدأ الله به» بصیغہ امر نقل کر کے سعی کی فرضیت ثابت کرتے ہیں (مصری: ص:۱۴) حالاں کہ ((صحیح مسلم))(۲) میں اس طرح (بصیغۂ امر) نہیں ہے۔ اسی طرح آیت کلالہ کے بارے میں سیوطی صاحب تحریر کرتے ہیں: "نزلت في جابر وقد مات عن أخوات" (جلالین مصری: (ص:۵۸))(۳)۔ ان کی یہ بھول ہے حضرت جابر عہد نبوی میں آیت کلالہ کے نزول کے وقت نہیں مرے تھے بلکہ مدینہ طیبہ کے تمام صحابیوں کے بعد حجاج کے زمانہ میں مرے تھے (اصابہ)(۴)۔ اسی طرح سیوطی سے بہت سی غلطیاں ہر فن میں واقع ہوئی ہیں۔ تفصیل کے لیے حافظ سخاوی کی کتاب ((الضوء اللامع)) دیکھنی چاہیے۔ اسی طرح ان سے حدیث بیہقی کے نقل کرنے میں تساہل ہو گیا ہوگا اور "من

---

(۱) (ص:۳۲)۔

(۲) ((صحیح مسلم)): کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث:۱۲۱۸ میں «أبدأ بما بدأ اللہ بہ» ہے۔

(۳) تفسیر الجلالین: (ص:۱۳۴)۔ (۴) دیکھیں: ((الاصابۃ)) از ابن حجر: (۱/۵۴۷)۔

السماء" کا لفظ ان کو یاد نہ رہا ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی نظر بخاری ومسلم کے متن پر ہو اور بیہقی کا نام انھوں نے بوجہ توافق لاکثر المتن کے لکھ دیا ہو، جس طرح کہ خود امام بیہقی نے حدیث مذکور نقل کرکے رواہ البخاری واخرجہ مسلم کہہ دیا ہے: "لأنه ربما يعزو رواية لبعض المحدثين إذا أخرجها بأكثر كلماته، ولا يشترط استيعاب ألفاظ الرواية"۔ یعنی امام بیہقی نسبت کردیتے ہیں حدیث کو بعض محدثوں کی طرف جب کہ اس محدث نے اس حدیث کو اس کے اکثر کلمات سے نقل کیا ہو، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس حدیث کے پورے الفاظ اس محدث نے نقل کیے ہیں۔ "فإذا قال المحدث رواه البخاري كان مراده إن أصل الحديث أخرجه البخاري" (التصریح: (ص:۱۶))۔ پس جب کوئی محدث کہتا ہے کہ اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے تو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کی اصل ((جامع بخاری)) میں ہے (نہ پورے الفاظ) "كما لا يخفى على من له أدنى مسكة من الحديث ولا يجهل بصنيع المحدثين" جیسا کہ حدیث جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مجاہد صاحب کا یہ کہنا کہ ''من السماء کا لفظ اصل بیہقی میں نہیں ہے'' (ص: ۱۵)۔ اس امر پر دلیل ہے کہ انھوں نے اصل کتاب ((الأسماء والصفات)) دیکھی ہی نہیں۔ نہ ان کو یہ معلوم کہ کتاب مذکور کی حقیقت کیا ہے؟ سنیے۔ سلف میں ایک بڑا فتنہ ''فرقہ جہمیہ'' کے نام سے اسی طرح پیدا ہوا جس طرح آج کل فتنہ مرزائیہ۔ فرقہ جہمیہ اسماء وصفات باری میں طرح طرح کی تاویلیں بلکہ تحریفیں کرتا تھا اس لیے اہل سنت نے عموماً اور محدثین کرام نے خصوصاً اس فرقہ کی تردید میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں، کتاب ((الاسماء والصفات)) للبیہقی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جہمیہ کے عقائد باطلہ میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ "إن الله ليس في السماء" (کتاب العلو، مطبوعہ مصر، ص: ۳۴۷) (۱)۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب مذکور میں اس کی تردید میں

---

(۱) (ص: ۲۳۴)، رقم: ۵۵۳۔

کئی باب منعقد کیے ہیں اور اللہ فی السماء کو بہت سی حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ (صفحہ۲۹۹) میں "باب أأمنتم من في السماء" کا منعقد فرماتے ہیں اور مختلف احادیث نبویہ سے مسئلہ مذکورہ ثابت کرتے ہیں۔ اسی کے بعد (صفحہ۳۰۱) میں "باب رافعك إلي"، "رفعه الله إليه"، "تعرج الملائكة"، "إليه يصعد الكلم الطيب" کالائے ہیں اور مختلف حدیثوں سے فرشتوں، کلموں اور عملوں کا آسمان پر خدا کی طرف جانا ثابت کرتے ہیں، مثلاً: "ولا يصعد السماء إلا الطيب" (ص:۳۰۱،۳۰۲)۔ "عروج الملائكة إلى السماء" (ص:۳۰۲)۔ پھر یہ آیت بھی اس باب میں لائے ہیں ﴿أأمنتم من في السمآء﴾ (ص:۳۰۲)، اسی باب میں پہلی حدیث حضرت عیسیٰ کی بابت بھی لائے ہیں: "كيف أنتم إذا نزل ابن مريم من السماء فيكم ... الخ" (ص:۳۰۱)۔ پس انصاف کرو کہ جب مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ اس باب میں خصوصیت سے الی السماء، فی السماء، من السماء ثابت کیا جائے۔ تو یہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ "اصل بیہقی میں "من السماء" کا لفظ نہیں ہے"۔ جیسا کہ مجاہد صاحب نے کمال تعصب سے (ص:۱۵ میں) لکھ دیا ہے۔ حالاں کہ امام بیہقی اسی چیز کے ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

ہٹ چھوڑیئے بس اب سر انصاف آیئے انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک؟

"من السماء" کا لفظ دیگر کتب حدیث میں:

(۱) ((کنز العمال)) جلد ہفتم (ص:۲۶۸) میں ہے: قال ابن عباس: قال رسول الله (ﷺ): "فعند ذلك ينزل أخي عيسى بن مريم من السماء على جبل أفيق الخ" (۱)۔

(۲) منتخب الکنز علی ہامش المسند لاحمد جلد ششم (ص:۵۶) میں ہے: قال رسول

(۱) تاریخ دمشق از ابن عساکر: (۵۰۵/۴۷)۔

الله (ﷺ):"فعند ذلك ينزل أخي عيسى بن مريم من السماء الخ"(۱)۔

(۳) حجج الکرامہ (ص:۴۲۳) (جس کو مرزائی اکثر پیش کیا کرتے ہیں) میں ہے:

"سمعت رسول الله (ﷺ):"فعند ذلك ينزل أخي عيسى بن مريم من السماء"۔

(۴) محدث ابن عساکر بھی بسند اسحاق بن بشیر اپنی تاریخ میں اس حدیث کو یوں ہی لائے ہیں (۲)۔

(۵) سیوطی نے جمع الجوامع میں اس کو یوں ہی نقل کیا ہے۔

(۶) ایک حدیث کا حوالہ مرزا صاحب نے بھی یوں دیا ہے کہ "حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا" (ازالہ اوہام، طبع اول: (ص:۸۱) (۳)، وطبع حال: (ص:۳۶)) (۴)، غالباً اسی لیے مرزا صاحب نے ((براہین احمدیہ)) میں لکھا تھا کہ "حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے" (حاشیہ ص:۳۶۱) (۵)۔

(۷) [في الصحيح (۶) عن النبي ﷺ أنه قال:"ينزل عيسى بن مريم من السماء الخ" (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح لابن تیمیہ جلد اول (ص:۱۸۲))] (۷)، پس مجاہد صاحب کا "من السماء" سے انکار کرنا کتب حدیث اور خود اپنے نبی کی تصنیفات

(۱) ایضاً۔ (۲) ایضاً۔ (۳) ((روحانی خزائن)): (۱۴۲/۳)۔

(۴) واخبار بدر جلد ۲ (ص:۵) نمبر:۲۳، کالم ۲، مؤرخہ ۷/ جون ۱۹۰۶ء، واخبار تشحیذ الاذہان قادیان جلد اول نمبر ۲، بابت جون ۱۹۰۶ء وفات مرزا سے ۲ سال قبل کی تقریر و تحریر۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس کا اضافہ کیا ہے۔

(۵) ((روحانی خزائن)): (۴۳۱/۱)۔

(۶) یہاں ایک بات کی طرف اشارہ کرتا چلوں کہ یہاں (صحیح) سے مراد احادیث صحیحہ ہے، نہ کہ صحیح نامی کتابیں۔

(۷) مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس حدیث کا اضافہ کیا ہے۔ دیکھیں: ((الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح)) از ابن تیمیہ: (۱۷۸/۶)۔

سے ناواقفیت کی دلیل ہے ع:

خود فراموشی کند تہمت دہد اغیار را (۱)

جواب دلیل نمبر (۸):

فہرست میں یہ دلیل ۱۹ (۲) تھی مجاہد صاحب نے اس کا جواب تو کچھ نہ دیا، البتہ ایک تاویل باطل کردی کہ "حضرت عیسیٰ مقام "فج الروحاء" سے حج کا تلبیہ پکاریں گے، یہ آنحضرت ﷺ کا ایک کشف ہے" (ص:۱۶)۔ حالاں کہ حدیث مذکور میں آئندہ زمانہ کی خبر دی گئی ہے چنانچہ ((صحیح مسلم)) (۳) کا لفظ "لیھلن" ہے (ج ۱/۴۰۸)۔ اس میں نون ثقیلہ بالام تاکید آیا ہے جو مضارع کو خالص استقبال کے لیے کردیتا ہے اس پر تمام نحویوں کا اتفاق ہے (ملاحظہ ہو: ((کافیہ))، ((مفصل))، ((الفیہ))، ((شرح ملا))، ((رضی)) و ((تکملہ)) وغیرہ)۔ ((مغنی اللبیب)) (۴) میں ہے: "أما المضارع فإن كان حالا لم يؤكد بهما وإن كان مستقبلا أكد بهما وجوبا" (ج ۲/۲۲)۔ یعنی مضارع جب حال کے لیے ہوتا ہے تو نون ثقیلہ بالام تاکید اس پر نہیں ہوتا۔ اور اگر استقبال کے معنی میں ہو تو لام و نون کا اس پر داخل ہونا واجب ہے پس "لیھلن" کے معنی ہوئے آئندہ زمانہ میں تلبیہ پکاریں گے، دیگر احادیث سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔ (۱) ((مسند احمد)) (۵) میں ہے: قال ﷺ: "ينزل عيسى ابن مريم، فيقتل الخنزير، ويمحو الصليب ۔۔۔ وينزل الروحاء، فيحج منها الخ" (ج ۲/۲۹۰)۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ

---

(۱) ترجمہ: خود بھول لیں اور دوسروں پر تہمت لگائیں۔

(۲) (اب نمبر ۲۰ ہے طبع ثانی)، مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۳) کتاب الحج، باب إهلال النبی ﷺ وهديه، حديث: ۱۲۵۲۔

(۴) (ص: ۴۴۴)۔ (۵) (۱۳/۲۸۰-۲۸۱)، حدیث: ۷۹۰۴، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اتریں گے پس خنزیر کو قتل کردیں گے، صلیب کو مٹادیں گے، اور روحاء میں اتریں گے وہاں سے حج کریں گے۔ (۲) محدث ابن جریر حدیث لائے ہیں: یقول ﷺ: «لیھبطن اللہ عیسی ابن مریم حکما عدلا ...یکسر الصلیب، ویقتل الخنزیر، ...ولیسلکن الروحاء حاجا» الخ، (ج۳/۱۸۴) (۱)، آپ نے فرمایا کہ ضرور ضرور اللہ اتارے گا عیسیٰ علیہ السلام کو حاکم وعادل بنا کر، آپ صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کردیں گے اور ضرور ضرور وہ روحاء کو جائیں گے حج کے ارادہ سے (یہاں بھی نون ثقیلہ مع لام تاکید آیا ہے) اور سنیے، (۳) ((مستدرک حاکم)) (۲) میں ہے: ''قال ﷺ: «لیھبطن عیسی ابن مریم حکما عدلا، وإماما مقسطا ولیسلکن فجا حاجا، أو معتمرا أو بنیتھما ولیأتین قبري حتی یسلم علیه ولأردن علیه» (ج۲/۵۹۵)، حضور نے فرمایا البتہ ضرور اتریں گے عیسیٰ بن مریم حاکم عادل اور امام منصف ہو کر اور البتہ ضرور جائیں گے ''فج الروحاء'' کو حج یا عمرہ یا دونوں کے ارادہ سے اور البتہ ضرور آئیں گے (مدینہ) میری قبر کے پاس یہاں تک کہ مجھے سلام کریں گے اور میں (قبر میں سے) جواب دوں گا (سب فعل موکد بنون ثقیلہ ولام تاکید ہیں جو آئندہ زمانہ کی خبر دیتے ہیں)۔ (۴) ((صحیح مسلم)) (۳) میں ہے: قال ﷺ: «والذي نفسي بیده، لیھلن ابن مریم بفج الروحاء، حاجا أو معتمرا، أو لیثنینھما» (ج۱/۴۸۲ مطبوع مصر)، نبی

---

(۱) تفسیر ابن جریر الطبری: (۵/۴۵۱)۔

(۲) (۲/۶۵۱)، حدیث: ۴۱۶۲۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث اس طرح ان الفاظ سے اور اس سند سے منکر ہے، البتہ اس حدیث کا جو شروع کا جملہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے دنیا کی طرف بھیجے جانے اور ان کا امام ہونا اور حج کرنا وغیرہ مذکور ہے وہ ((صحیح مسلم)) کی حدیث سے ثابت ہے۔ جو دوسرا جملہ ہے کہ: ''وہ میری قبر کے پاس آئیں گے اور مجھ کو سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا'' یہ منکر ہے اس کی سند میں کئی علتیں ہیں، جن کی وجہ سے یہ لفظ منکر ہے''۔ دیکھیں: ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)): (۳/۶۴۸)، حدیث: ۱۴۵۱۔

(۳) کتاب الحج، باب إھلال النبی ﷺ وھدیه، حدیث: ۱۲۵۲۔

علیہ وسلم بتاکید قسم فرماتے ہیں کہ قسم اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور بضرور احرام باندھیں گے یا تلبیہ پکاریں گے حضرت عیسیٰ مقام فج الروحاء سے حج کا یا عمرہ کا یا دونوں کو ملائیں گے۔(۵) محدث ابن عساکر روایت لائے ہیں: یقول:"یھبط عیسی بن مریم فیصلي الصلوات ویجمع الجمع ویزید في الحلال ...تجد به رواحله ببطن الروحاء حاجا أو معتمر ا"(کنزالعمال:(ج ۷/ ۲۶۷))(۱)،فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم اتریں گے، نماز پنج وقتہ ونماز جمعہ پڑھائیں گے اور (شرع محمدی کی بعض حلال چیزوں کو بعض مفتیوں نے حرام کردیا ہوگا اسے وہ) حلال ٹھہرائیں گے، ان کی اونٹنیاں ان کو سوار کر کے وسط روحاء میں لائیں گی حج یا عمرہ کے لیے۔غرض میں کہاں تک حدیثیں لکھتا جاؤں۔کیا اب بھی کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ"یہ آنحضرت کا ایک کشف ہے" یا زمانہ آئندہ کی خبر ہے انصاف! انصاف!!؎

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مجاہد صاحب فرماتے ہیں:"ایک حدیث میں حضرت موسیٰ کا بھی تلبیہ کرنا، اونٹنی پر سوار ہوکر شعائراللہ میں پھرنا مذکور ہے"(ص:۱۶)۔

اس حدیث میں لام تاکید یا نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ فعل نہیں وارد ہے۔ بلکہ: «کأني أنظر إلی موسی علیه السلام فذکر من لونه وشعره » وارد ہے(صحیح مسلم مصری: (ج ۱/ ۸۱))(۲)۔دوسری روایت میں:«حین أسري بي لقیت موسی »(صحیح مسلم (ص:۸۱))(۳) آیا ہے۔یعنی شب معراج میں میں موسیٰ سے ملا۔ان کا رنگ ایسا، بال ایسے،صورت ایسی تھی گویا اس وقت بھی میں دیکھ رہا ہوں۔وہ تلبیہ پکارتے ہوئے وادی (ارزق)

(۱) تاریخ دمشق:(۴۷/ ۵۰۲)۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی السماء، وفرض الصلوات، حدیث:۱۶۶۔

(۳) ایضا، حدیث:۱۶۸۔

سے گذر رہے ہیں، پس یہ دیکھنا شب معراج میں ہے نہ ''کشف تعبیر طلب'' والحدیث یفصل بعضہ بعضا۔

مجاہد صاحب نے ازراہ تمسخر لکھا ہے ''یہ بھی اب عقیدہ رکھ لو حضرت موسی بھی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں'' (ص:۱۶)۔

کیا آپ کا عقیدہ یہ نہیں ہے؟ کیا آپ کے پیر پیغمبر جناب مرزا صاحب نے یہ نہیں لکھا ہے؟ کہ ''ہم پر فرض ہوگیا ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ موسیٰ زندہ آسمان میں موجود ہے'' (نور الحق، ج:۱،ص:۵۰)(۱)۔اس چیز کو ہم ((جواب دعوت)) کے (صفحہ ۱۱ (۲)) پر بہ تفصیل پیش کر چکے ہیں، پھر کس منہ سے اس کے خلاف آج آپ بول پڑے؟ کہیے، ع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

مجاہد صاحب آگے لکھتے ہیں: ''دوسری حدیث میں دجال کا بھی بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا جانا مذکور ہے'' (ص:۱۶)۔لیکن اس حدیث میں یہ نظر نہ آیا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "بينما أنا نائم رأيتني أطوف بالكعبة، ...فإذا رجل أحمر، (إلى قوله) قالوا: الدجال" (صحیح مسلم مصری: (۸۲/۱))(۳)،یعنی میں نے سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ میں طواف کعبہ کر رہا ہوں اچانک ایک سرخ رنگ کا آدمی (تا) لوگوں نے کہا یہ دجال ہے۔پس جب حدیث میں صاف طور سے مصرّح ہے کہ یہ خواب کا واقعہ ہے، تو اس پر حضرت عیسی علیہ السلام کے حج کو قیاس کرنا جب کہ ان کے لیے زمانہ آئندہ کی خبر صراحت سے دی گئی ہے قیاس مع الفارق ہے۔اسی کو کہا ہے ۔

(۱)((روحانی خزائن)):(۶۹/۸)۔ (۲)اس مجموعہ کا صفحہ (۲۲۸) دیکھیں۔
(۳) صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال، حدیث:۱۷۱۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک کجا عیسیٰ کجا دجال ناپاک (۱)

جواب دلیل نمبر (۹):

ہماری فہرست کی دلیل نمبر ۱۶ (۲) و ۱۷ کو نویں دلیل بنادیا اور ساتھ ہی شکایت بھی کردی کہ "حدیث "إن عیسی لم یمت" کا انجمن اشاعت اسلام نے حوالہ نہیں دیا" (ص: ۱۷)۔

حالاں کہ انجمن اپنے ٹریکٹ (۶) کے (صفحہ ۳۰) پر چار کتابوں کا حوالہ پیش کر چکی ہے، (۱) ابن جریر (۳)، (۲) ابن ابی حاتم (۴)، (۳) ابن کثیر (۵) اور (۴) درمنثور (۶)۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ "اس عبارت کو حدیث الرسول کہنا ہی غلط ہے" (ص: ۱۷)۔

یہی تو آپ لوگوں کے "یہود صفت ہونے کی دلیل ہے کہ جو حدیث آپ کے برخلاف ہو وہ حدیث الرسول نہیں ہے اور موضوعات واباطیل جن سے آپ کا مطلب نکلتا ہو وہ سب احادیث الرسول ہیں، جیسا کہ نمبر (۷) کے تحت میں ہم بہ تفصیل لکھ آئے ہیں۔ سچ فرمایا رب العزت نے: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَـٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا﴾ (۷) یعنی بدل دیتے ہیں یہود کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنی جگہ پر ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تو اس کو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ دیے جاؤ تو مت ماننا" صدق اللہ۔

آگے دلیل کیا خوب دیتے ہیں کہ اگر "یہ حدیث الرسول ہوتی۔۔۔ تو صحابہ کرام ۔۔۔ دوسروں کے پاس بیان کرتے الخ" (ص: ۱۷)۔

صحابہ نے بیان نہیں کیا تو ہم تک یہ حدیث پہنچی کیوں کر؟ بلا سند تو ہے نہیں۔ بلکہ

---

(۱) ترجمہ: مٹی کو پاک عالم سے کیا تعلق اور کہاں معصوم عن الخطا عیسی علیہ السلام اور کہاں ناپاک دجال۔

(۲) (طبع ثانی میں ۲۲ ہے)۔ مؤلف نے اثنائے مراجعہ اضافہ کیا ہے۔

(۳) تفسیر الطبری: (۴۴۸/۵)۔ (۴) تفسیر ابن ابی حاتم: (۱۱۱۰/۴)، حدیث: ۶۲۳۲۔

(۵) (۴۷/۲)۔ (۶) از سیوطی: (۲۲۵/۲)۔ (۷) المائدۃ: ۴۱۔

آنحضرت ﷺ کے ارشاد:"ان عیسیٰ لم یمت الخ" کو باب مدینۃ العلم مولیٰ علی مرتضیٰ (۱) نے سنا، ان سے حسن بصری (سید التابعین وشیخ الصوفیہ) نے اخذ کیا، ان سے ربیع نے ان سے ابوجعفر نے ان سے ان کے بیٹے عبداللہ نے ان سے اسحٰق نے ان سے مثنیٰ نے ان سے ابن جریر طبری نے (۱۸۳/۳)، تفسیر ابن جریر کتب متداولہ میں سے ہے اور اس میں حدیث کی سند متصل بھی موجود ہے، پھر مجاہد صاحب کا یہ لکھنا کہ ''سند کا ذکر نہیں'' اور ''کتب متداولہ میں باسناد متصل ضرور ذکر ہوتا'' (ص:۱۷)۔

کتنا غلط اور دلیل جہالت ہے۔ محمد بن جریر طبری اتنے بڑے پایہ کا محدث ہے کہ ابن خلکان وغیرہ نے ان کو ائمۂ مجتہدین میں سے لکھا ہے، خود آپ کے مرزا صاحب نے ((چشمہ معرفت)) (حاشیہ، ص:۲۵۰) (۲) میں لکھا ہے کہ ''ابن جریر ۔۔۔ نہایت معتبر اور ائمۂ حدیث میں سے ہے''۔

مجاہد صاحب نے حدیث مذکور کے لیے ''دنیائے اسلام کی معتبر و مستند کتب'' (ص: ۱۷)۔ کی ہی خواہش ظاہر کی ہے۔ جب مرزا صاحب قادیانی نے ابن جریر کو معتبر اور امام حدیث مان لیا ہے تو اب مجاہد صاحب و دیگر قادیانی حضرات کو حدیث "ان عیسیٰ لم یمت" کو فرمان رسول مان لینے میں کیا عذر ہے؟ رہ گیا یہ انوکھا مطالبہ کہ ''بخاری و مسلم و ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی میں ذکر ہونا چاہیے'' (ص:۱۷)۔ محض مہمل اور ہٹ دھرمی ہے۔ جب کہ خود مرزا صاحب نے بہت سی حدیثیں اپنے مدعا کے اثبات کے لیے صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے پیش کی ہیں، جس کا نمونہ ہم ((جواب دعوت)) کے (صفحہ ۳۱) پر دکھا چکے

(۱) جس حدیث کی بنیاد پر علی رضی اللہ عنہ کو باب العلم کہا جاتا ہے اسے امام ترمذی نے ''غریب، منکر'' کہا ہے۔

(۲) ((روحانی خزائن)): (۲۶۱/۲۳)۔

ہیں۔ اور خود محدثین کرام بھی تمام احادیث الرسول کو صحاح ستہ میں محصور نہیں مانتے۔

حدیث: "عیسی لم یمت" کے راوی صحابی کا نام:

مجاہد صاحب کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ ''رسول کریم سے یہ ارشاد سننے والے کا نام تک مذکور نہیں ہے'' (ص: ۱۷)۔

صحابی کے نام کا مذکور نہ ہونا حدیث کی صحت میں قادح نہیں ہوتا ((مقدمہ ابن الصلاح)) میں ہے "والجهالة بالصحابي غير قادحة لأن الصحابة كلهم عدول" (مصری، ص: ۲۲) (۱)۔ یعنی صحابہ چوں کہ سب عدول (ثقہ) ہیں اس لیے ان کے نام کا معلوم نہ ہونا حارج نہیں ہے۔ تاہم اگر مجاہد صاحب کی یہی خواہش ہے کہ وہ حدیث "ان عیسیٰ لم یمت" کی روایت کرنے والے صحابی کا نام ہی ضرور معلوم کریں گے تو ہم خود امام حسن بصری سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔ پس سنیے امام حسن بصری نے اپنے شاگرد یونس بن عبید سے فرمایا تھا: "كل شيء سمعتني أقول: قال رسول الله ﷺ، فهو عن علي بن أبي طالب، غير أني في زمان لا أستطيع أن أذكر عليا" ۔اھ (تہذیب الکمال للمزی) (۲)۔ یعنی جتنی حدیثوں میں میں قال رسول اللہ کہوں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مجھے پہنچی ہیں، میں ایسے (ظالم حجاج کے) زمانہ میں ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لے سکتا۔ پس ثابت ہو گیا کہ ابن جریر میں جو: قال الحسن قال رسول الله ﷺ: "لليهود إن عيسى لم يمت" الخ، بالسند منقول ہے اس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

کتب تفاسیر:

حدیث مذکور کی بحث میں مجاہد صاحب کتب تفاسیر کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں۔

---

(۱) (ص: ۵۶)۔ (۲) دیکھیں: ((تہذیب الکمال)) از مزی: (۶/۱۲۴)۔

حالاں کہ مرزا صاحب نے خود اکابر مفسرین سے استناد کیا ہے (تحفہ گولڑویہ: (ص:۱۵۲)) (۱)۔

مجاہد صاحب نے نقول حوالہ میں بڑی خیانت کی ہے چنانچہ پہلے نمبر میں قاضی شوکانی کی کتاب ((فوائد مجموعہ)) کے (صفحہ ۱۱۱) سے امام احمد کا قول نقل کرتے ہیں کہ ''تین قسم کی کتابیں بے اصل ہیں منجملہ ان کے کتب تفاسیر بھی'' (ص:۱۸)۔ اور آگے کی تمام عبارتیں کھا گئے: "هذا محمول على كتب مخصوصة في هذه المعاني الثلاثة غير معتمد عليها" الخ (ص:۱۱۱)۔ یعنی امام احمد کی مراد خاص خاص کتابیں ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ پھر آگے اس کی تصریح بھی کردی ہے یعنی تفسیر کلبی، تفاسیر مبتدعین، تفاسیر صوفیہ، تفسیر ثعلبی، تفسیر واحدی، تفاسیر روافض وغیرہ۔ امام احمد کی مراد محدثین کی تفاسیر نہیں ہے جو بالسند حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔ ورنہ امام احمد خود ایک مبسوط تفسیر کے مصنف ہیں، پھر تو وہ اپنے ہی قول سے ملزم ہوں گے اور ان کی تفسیر خود ان کے ہی قول سے بے اصل ہو جائے گی۔ اسی طرح صاحب ((فوائد مجموعہ)) بھی مصنف ((تفسیر فتح القدیر)) ہیں جو مصر میں طبع (۲) ہو چکی ہے۔ اسی طرح جلال الدین سیوطی جن کا قول نمبر (۳) میں لکھا ہے دو دو تفسیروں کے مولف ہیں یہ لوگ گویا خود اپنی تالیفات کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔ ولا یقول بذلک إلا من سفہ نفسہ۔

آگے نمبر (۲) میں جو علامہ ابن خلدون کا قول لائے ہیں اس سے نمبر ایک کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے۔ اس طرح پر کہ نمبر (۱) میں تو کتب تفاسیر کو بالکلیہ بے اصل ٹھہرایا۔ اور نمبر (۲) میں ان کتب میں اعلیٰ و مقبول باتوں کا ہونا بھی مان لیا، وهل هذا إلا تهافت۔ پھر ابن خلدون نے یہ بھی تو لکھا ہے جسے مجاہد صاحب ہضم کر گئے: "فكتب الكثير من ذلك

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۷/ ۳۰۸)۔ (۲) مصنف اپنے وقت کی خبر دے رہے ہیں۔

ونقلت الآثار الواردة فيه عن الصحابة والتابعين وانتهى ذلك إلى الطبري " (ج۱/۳۶۶)(۱)۔یعنی اکثر سلف نے تفسیریں لکھیں اور ان میں جو حدیثیں صحابہ سے مروی اور جو آثار تابعین سے منقول ہیں ان کتابوں میں لکھی گئیں اور یہ التزام محدث ابن جریر طبری پر منتھی ہوا۔ہم نے بھی تو حدیث "إن عيسى لم يمت" ابن جریر طبری سے ہی نقل کی ہے،جس کی تعریف علامہ ابن خلدون بھی فرمارہے ہیں اس کے بعد مجاہد صاحب نے نمبر (۳) میں جو جلال الدین سیوطی کی ((اتقان)) سے نقل کیا ہے''انھوں (مفسروں) نے اسنادوں کو ترک کردیا (تا) نقائص پیدا ہوگئے'' (ص:۱۸)۔یہ ان تفسیروں کی بابت ہے،جن کے مصنفوں نے سندیں ترک کردی ہیں اور تفسیر ابن جریر وابن کثیر ان تفسیروں میں سے ہیں جو سندیں بیان کرتے ہیں۔پس ظاہر ہے کہ یہ دونوں تفسیریں ان تفاسیر میں سے نہیں ہیں جن میں بوجہ ترک اسانید نقائص پیدا ہوگئے۔افسوس ہے مجاہد صاحب کی خیانت پر کہ اتقان سے جو عبارت نقل کی ہے اس کے اوپر کی عبارت قصداً چھوڑ گئے جو یہ ہے:"وبعدهم ابن جرير الطبري وكتابه أجل التفاسير وأعظمها (إلى) فهو يفوقها بذلك" (اتقان (۲)،مصری،ج:۲، ص:۱۹۰)۔یعنی تفسیر ابن جریر طبری تمام تفسیروں میں بڑی جلالت اور عظمت والی ہے اور سب میں فوقیت رکھتی ہے،پھر آگے لکھتے ہیں:"يعول عليه تفسير الإمام ابن جرير الطبري الذي أجمع العلماء المعتبرون على أنه لم يؤلف في التفسير مثله " (ج:۲،ص:۱۹۱) (۳)۔یعنی جس تفسیر پر بھروسہ کرنا چاہیے وہ تفسیر ابن جریر ہے،جس کے بارے میں اجماع ہوچکا ہے کہ تفسیر میں اس جیسی کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی۔اسی لیے حضرت مرزا صاحب نے اس کو معتبر مانا ہے (چشمہ معرفت کا حاشیہ: (ص:۲۵۰))(۴)۔اسی تفسیر میں "إن

---

(۱) دیکھیں: ((مقدمہ ابن خلدون)): (ص:۵۵۴)۔ (۲) (۲/۳۱۸-۳۱۹)،طبقات المفسرین۔

(۳) ایضا: (۲/۳۲۰)۔ (۴) ((روحانی خزائن)): (۲۳/۲۶۱)۔

عیسیٰ لم یمت" کی حدیث بالسند منقول ہوئی ہے، کہیے مجاہد صاحب کیا سمجھے؟

ضیا کو تیرگی اور تیرگی کو جو ضیا سمجھے ۔۔۔ پڑیں پتھر سمجھ ایسی پہ وہ سمجھے تو کیا سمجھے؟

جواب دلیل نمبر (۱۰):

ہماری فہرست میں بیسویں (۱) دلیل حدیث "ثم یموت فیدفن معي في قبري" (۲) مسطور تھی کہ حضرت عیسی علیہ السلام بعد نزول مریں گے اور مقبرۂ رسول میں دفن ہوں گے۔ مجاہد صاحب نے حسب عادت اس حدیث سے بھی انکار کردیا ہے اور لکھا ہے "آنحضرت ﷺ کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے" (ص:۲۰)۔ اور اس دعوی کے ثبوت میں چھ نمبر قائم کیے ہیں نمبر (۱) میں لکھا ہے کہ "((مولف شرح مواہب اللدنیہ)) فرماتے ہیں: "واللہ اعلم بصحتہ" خدا ہی اس کی صحت کو جانے" (ص:۱۱)۔ خدا تو سب کچھ جانتا ہی ہے وہ اس دجل کو بھی جانتا ہے جو یہاں آپ نے کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ "واللہ اعلم" مصنف مواہب کا قول تھا اسے آپ نے شارح مواہب کا قول بنادیا (ملاحظہ ہو: زرقانی ((شرح مواہب)): (۳۴۸/۸))۔ علاوہ ازیں زرقانی شارح ((مواہب)) تو حدیث مذکور کی تائید میں ایک اور بھی صحیح حدیث نقل کرتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے: "وعند أحمد (۳) بسند صحيح عن أبي هريرة رفعه: أنه يمكث في الأرض أربعين سنة" (۳۴۸/۸)۔ کو مسند احمد میں سند صحیح سے بروایت ابی ہریرہ مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین میں چالیس سال ٹھہریں گے۔ اور اس حدیث ((مشکاۃ)) والی میں: "ويمكث خمسا وأربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري"

(۱) (اب نمبر (۱۸) میں دیکھو، طبع ثانی)۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس کا اضافہ کیا ہے۔

(۲) اس حدیث کی تحقیق ہم نے ٹریکٹ (۳) میں ذکر کیا ہے، اور مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث سے مرزا کا جواب اس لئے دیا ہے کیوں کہ وہ اس حدیث کو مانتا تھا اور یہ بھی دعوی کرتا تھا کہ وہی اس کا مصداق ہے۔

(۳) مسند أحمد: (۱۶_۱۵/۴۱)، حدیث: ۲۴۴۶۷۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

وارد ہے۔ (مشکاۃ، ص:۴۷۲) پس شارح ((مواہب)) نے حدیث مذکورہ کی تصحیح دوسری حدیث سے کردی اور خود اس کی سند پر کوئی کلام نہ کیا، نہ اس کو ضعیف کہا، نہ موضوع بتایا، نہ بے اصل ٹھہرایا۔ اسی طرح ملا علی قاری نے بھی ((شرح مشکاۃ)) (۱) میں حدیث مذکور پر کوئی جرح نہیں کی۔ اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شرح فارسی ((مشکاۃ)) میں حدیث مذکور پر کوئی قدح نہیں کی، خود محدث ابن جوزی جو نہایت متشدد ہیں اور کئی صحیح اور حسن حدیثوں کو موضوع کہہ دیا ہے وہ اپنی دو دو کتابوں (کتاب "الوفاء" (۲) اور کتاب "المنتظم" (۳)) میں حدیث مذکور نقل کرتے ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ صاحب ((کنز العمال)) (۴) اور صاحب ((مشکاۃ)) (۵) بھی اس حدیث کو نقل کر کے خاموش ہو جاتے ہیں۔ علامہ ابن المراغی ((تاریخ مدینہ)) میں اور علامہ سمہودی ((وفاء الوفا)) (۶) (تاریخ مدینہ) میں اس روایت کو درج کرتے ہیں اور کچھ نہیں بولتے، خود قسطلانی ((مواہب)) (۷) میں نقل کر کے سکوت کرتے ہیں، امام قرطبی ((تذکرہ)) (۸) اور بقاعی ((سر الروح)) (۹) میں اس کو بلا جرح نقل کرتے ہیں۔ ((حجج الکرامہ)): (صفحہ ۴۲۹، ۴۳۰) (جس کا مرزائی بہت حوالہ دیتے ہیں) ''میں اس حدیث کو نقل کر کے کوئی کلام نہیں کیا ہے'' اسی طرح بہت سے محدثین اور مورخین اس حدیث کو بلا جرح و قدح نقل کرتے چلے آئے ہیں، حتیٰ کہ خود مرزا صاحب نے بار بار اس روایت کو نقل کیا اور اس سے استناد کیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

---

(۱) (۳۴۹۶/۸)۔ (۲) (۵۷۴/۲)۔ (۳) (۳۹/۲)۔
(۴) (۶۲۰/۱۴)۔ (۵) (۱۵۲۴/۳)، حدیث:۵۵۰۸۔
(۶) (۱۴۴/۲)۔ (۷) (۵۸۵/۳)۔ (۸) (۱۲۹۹/۳)۔
(۹) (ص:۸۷۔۸۸)۔

مرزا صاحب کا حدیث مذکور کو ماننا:

مرزا صاحب ((حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم)) (ص:۵۳)(۱) میں لکھتے ہیں ''اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ: یتزوج ویولد له ۔۔۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔۔۔ مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد خاص اولاد ہے۔۔۔اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی'' (ص:۵۳)۔ دیکھو مرزا صاحب حدیث مذکور کو فرمان رسول تسلیم کر رہے ہیں اور ان کا ایک سیاہ دل مرید لکھتا ہے کہ ''آنحضرت ﷺ کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے'' (ص:۳۰)۔ اب خاص طور سے "فیدفن معي في قبري" کے متعلق مرزا صاحب کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

((اخبار الحکم)) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''آنحضرت نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کی قبر میری قبر ہوگی'' (الحکم، ۱۰ مئی ۱۹۰۳ء: (ص:۲))۔ اور ((ازالہ اوہام))(۲) میں تحریر کرتے ہیں کہ ''ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی ہو جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو''، (طبع اول: (ص:۴۷۰) وطبع حال: (ص:۱۹۶))۔ اور ((کشتی نوح))(۳) میں ارقام فرماتے ہیں: ''یہی بھید ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا'' (مطبوع قادیان: (ص:۱۵))۔ آپ کے خلیفہ محمود میاں ((انوار خلافت)) میں بیان کرتے ہیں: ''آنحضرت نے فرمایا ہے کہ وہ میری قبر میں دفن ہوگا'' (ص:۵۰)۔

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۱/۳۳۷)۔ (۲) ((روحانی خزائن)): (۳/۳۵۲)۔

(۳) ((روحانی خزائن)): (۱۹/۱۶)۔

کہیے مجاہد صاحب! یہ آپ کے بزرگانِ دین بلکہ آپ کے پیغمبر اوران کے خلیفہ تو حدیث مذکور کو آنحضرت ﷺ کا قول تسلیم کرتے ہیں اور آپ ہماری مخالفت میں یہی کہے جاتے ہیں کہ ''آنحضرت کی طرف غلط منسوب ہے'' (ص:۲۰)۔ حالاں کہ مرزا صاحب جب کسی حدیث کو قبول کرتے ہیں تو خدا سے علم پا کر (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کا حاشیہ: (ص:۱۴))(۱)۔ پس ان کی قبول کردہ حدیث سے آپ کسی طرح بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اوران کا اس حدیث کو قبول کرنا بلکہ اس سے استناد کرنا ان کے ان الفاظ سے کھلا ثابت ہے کہ وہ اپنی پیش گوئی کی تصدیق حدیث مذکور سے فرماتے ہیں (ضمیمہ انجام آتھم کا حاشیہ مذکورہ: (ص:۵۳))(۲)۔ اور الفاظ "يدفن معي في قبري" کا ترجمہ ((کشتی نوح))(ص:۱۵)(۳) میں نقل کر کے لکھتے ہیں ''وہ میں ہی ہوں''۔ پس مجاہد صاحب نے اپنے ((ٹریکٹ نمبر۲)) کے آخری صفحہ (ص:۲۴) میں بعنوان ایک اور عذر کی حقیقت لکھا ہے کہ حدیث: "يدفن معي" وضعی ہے اور ''مرزا صاحب نے اسے اپنے مخالفوں کے سامنے اس لیے پیش کیا ہے کہ مخالف لوگ اس حدیث کو مانتے ہیں حضرت مرزا صاحب نہیں مانتے''۔ کتنا غلط اور جھوٹ بلکہ صریح دجل اور فریب ہے۔ مجاہد نے ناظرین کی آنکھوں میں خاک جھونکی ہے۔ ہم نے مرزا صاحب کی عبارتیں مختلف کتب سے جو نقل کی ہیں ان سے مجاہد کے ''عذر کی حقیقت'' کی اصلی حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب حدیث مذکور کو صاف صاف حدیث رسول تسلیم کر کے اس کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیتے ہیں۔ مجاہد صاحب! ؎

باندھی ہے تم نے زیرِ فلک جھوٹ پر کمر شاید بگڑ گیا ہے کہیں ماٹ نیل کا

نمبر (۲) میں مجاہد صاحب یوں گل افشانی فرماتے ہیں کہ ''حضرت عائشہ کے خواب

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۷/۵۹)۔ (۲) ((روحانی خزائن)): (۳/۲۵۲)۔

(۳) ((روحانی خزائن)): (۱۹/۱۶)۔

کے بھی خلاف ہے"۔ (ص:۲۰)۔

حدیث نبوی اگر کسی امتی کے خواب کے خلاف یا قول کے خلاف ہونے سے غلط ہوجائے تو آج احادیث کا سارا دفتر مردود ہوجائے گا اور اسلام دنیا سے رخصت۔ یہ اچھا اصول آپ نے وضع فرمایا جس کا دنیا میں کوئی قائل ہی نہیں ع:

ایں کار از تو آید و قدنی چنیں کند (۱)

حالاں کہ ((اظہار حقیقت)) کی عبارت (صفحہ ۹) سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کو تیسرا چاند مان لینے پر حضرت عائشہ کا خواب (جو مؤطا میں مذکور ہے) اس حدیث کے عین مطابق ہوجاتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کہ "حضرت ابوبکر نے غلط سمجھا" (ص:۲۰)۔ بالکل غلط ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات رسول پر جو فرمایا تھا: "هذا أحد أقمارك" (مؤطا: ص: ۸۰، ومستدرک حاکم: ج ۶۰/۳) (۲)۔ اس میں شمس کو قمر تغلیباً فرمایا تھا، جیسے سورج اور چاند کو قمرین کہتے ہیں۔ خود آپ کے پیغمبر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

لـه خسف الـقمر المنير وإن لي غسـا الـقمران المشرقان أتنكر؟

(اعجاز احمدی: (ص: ۷۱)) (۳)

اس شعر میں مرزا صاحب نے سورج کو قمر لکھا ہے اسی طرح اقمار میں آنحضرت ﷺ کو سورج اور بقیہ تین اور دفن ہونے والوں کو چاند فرمایا ہو تو کیا اعتراض۔ اگر آپ کو اس "تاویل"

---

(۱) یہ کام تو خود کرتا ہے، اور اسی طرح انکار بھی کرتا ہے۔

(۲) موطأ امام مالک: (۲/۳۲۵)، حدیث: ۹۳۷، مستدرک حاکم: (۳/۶۳)، حدیث: ۴۴۰۱، اس حدیث کی سند صحیح ہے، البتہ یہاں ((مستدرک حاکم)) میں یہ اضافہ ہے کہ: "ثم توفي أبو بكر وعمر فدفنا في بيتها"، اس حدیث کی تشریح پہلے گزر چکی۔

(۳) ((روحانی خزائن)): (۱۹/۱۸۳)۔

کے ماننے میں تردد ہوتو ہم بھی آپ کو اس کے ماننے پر مجبور نہیں کرتے اور نہ ہم اس سے بقول آپ کے ''چھٹکارا'' چاہتے ہیں، بلکہ اس کا دوسرا مطلب جو واقعی اور اصل مطلب ہے تحریر کرتے ہیں، سنیے۔ حضرت عائشہ کو خواب میں تین چاند اس لیے دکھائے گئے کہ ان کی زندگی میں تین چاند ہی ان کے حجرہ میں دفن ہونے والے تھے اور وہ صرف تین کو ہی دیکھنے والی تھیں۔ (۱) آنحضرت ﷺ کو، (۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو، اور (۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوں کہ حضرت عائشہ کی زندگی میں دفن ہونے والے نہیں تھے اس لیے حضرت عائشہ کو چار چاند نہیں دکھائے گئے (۱)۔ لیکن جب مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا تو اب مرزائیوں کو انکار کیوں ہے؟ یاللعجب

نمبر (۳) میں مجاہد صاحب ہرزہ سرائی کرتے ہیں ''حضرت عمر نے اپنے دفن ہونے کے لیے حرت عائشہ سے اجازت کیوں مانگی؟'' (ص:۲۱)۔

اس لیے اجازت مانگی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، خواب مذکور نہیں دیکھا تھا نہ ان سے آنحضرت نے اس امر میں کچھ فرمایا تھا کہ تم میرے گھر میں مدفون ہوگے نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس باب میں کچھ آنحضرت ﷺ سے سنا تھا، اور اسی ایک امر پر کیا موقوف ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ بہت سی حدیثیں بالمشافہ آنحضرت ﷺ سے نہیں سنیں بلکہ بعد میں ان کو دیگر صحابہ سے معلوم ہوئیں (۲) کما لا یخفی علی من لہ أدنی مسکۃ في الحدیث۔

عند الضرورت ہم اس کی بیسیوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں، رہا یہ امر کہ ''حضرت عائشہ نے کہہ کیوں نہ دیا (تا) اجازت کی کیا ضرورت؟'' (ص:۲۱)۔

قابل توجہ نہیں، وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام نہیں دیا

---

(۱) اس تاویل پر کلام گزر چکا۔ (۲) اس تاویل پر کلام گزر چکا۔

تھا کہ مجھ سے اجازت مانگو۔ اجازت مانگنا فعل عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ اور وہ بھی حسب ہدایت قرآنی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا﴾ (۱)۔ یعنی دوسرے کے گھروں میں بغیر اجازت کے نہ جاؤ۔ روضۂ نبوی حضرت عائشہ کا گھر تھا اللہ نے ازواج نبی کے گھروں کو ان کی طرف منسوب فرمایا ہے ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ (۲) اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اور حضرت عائشہ کے اجازت دے دینے کی وجہ ان کا وہی خواب تھا۔ ورنہ ان کو حق تھا کہ اجازت نہ دیتیں جیسا کہ بہتوں کو اجازت نہیں دی کما سیاتی۔ پس اجازت دے دینا ہی کہہ دینا ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ مجاہد صاحب کس زبان سے کہتے ہیں کہ ''وہ حدیث جو پیش کی جاتی ہے وہ وضعی ہے نہ کہ سچی'' (ص:۲۱)، جب کہ مرزا صاحب خود بھی اس حدیث کو پیش کر کے خود کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں کما مر۔ کیا مرزا صاحب بقول مجاہد ''وضعی'' حدیث بیان کیا کرتے تھے (۳)؟ ۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

نمبر (۴) میں مجاہد صاحب جولانی قلم یوں دکھاتے ہیں ''حضرت عائشہ نے کیوں یہ فرمایا کہ میں نے اسے اپنے لیے رکھا ہوا تھا (تا) معلوم ہوا کہ وہاں اور جگہ نہیں ہے'' (ص:۲۱)۔

حضرت عائشہ کے الفاظ یہ ہیں: "كنت أريده لنفسي فلأوثرنه اليوم على نفسي" (بخاری: پ:۶ و۱۴۳) (۴)۔ اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو مجاہد صاحب سمجھے ہیں کہ ''اسے اپنے لیے رکھا تھا'' بلکہ مطلب یہ ہے کہ میرا ارادہ تھا کہ یہاں پہلے کی طرح بے تکلف رہتی

---

(۱) النور:۲۷۔ (۲) الاحزاب:۳۳۔

(۳) دریں چہ شک، اور یہی اصل حقیقت ہے مرزا صاحب کے اس حدیث کو قبول کرنے اور خود کو اس کا مصداق ٹھہرانے میں۔ واللہ اعلم

(۴) صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ، حدیث:۱۳۹۲۔

سہتی، لیکن اب بوجہ ایک اجنبی کے وہاں آ جانے کے مجھے تکلیف ہوگی تو بھی میں اپنی جان پر ایثار کروں گی اور اس تکلیف کو برداشت کروں گی۔ جیسا کہ ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: "لم أضع ثيابي عني منذ دفن عمر في بيتي" (فتح)(۱)۔ یعنی جب سے عمر میرے گھر میں دفن ہوئے کبھی میں نے اوڑھنی تک نہیں اتاری۔ اس تکلیف کو تا حیات برداشت کیا لیکن ساری عمر اسی حجرہ میں ہی رہیں۔ اگر وہاں جگہ نہ تھی تو حضرت عائشہ وہاں کیوں کر رہتی تھیں؟ اور کیوں مرنے کے وقت اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کو وصیت کی تھی کہ «لا تدفني معهم» (بخاری: پ:۲ و۳۰)(۲) مجھے یہاں دفن نہ کر دینا۔ معلوم ہوا کہ وہاں ایک قبر کی جگہ باقی تھی جیسا کہ مسند اسماعیلی میں اسی روایت میں اتنا زیادہ ہے: "و كان في بيتها موضع قبر" (فتح الباری پ:۲)(۳)، یعنی وہاں ایک قبر کی جگہ اور تھی حضرت عائشہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں میرے اقربا اس جگہ میں جو حضرت عیسیٰ کے لیے مخصوص ہے مجھے نہ دفن کر دیں۔ اس لیے بھانجے کو وصیت کر دی کہ مجھے یہاں دفن نہ کیجیو۔ ((فتح الباری شرح بخاری))(۴)

---

(۱) طبقات ابن سعد: (۳/۳۶۴)۔ امام ابن سعد کی حدیث کے آگے کا ٹکڑا ہے: "فلم أزل متحفظة في ثيابي حتى بنيت بيني وبين القبور جدارا فتفضلت بعد"، گویا عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے رہنے کی جگہ الگ کر لی اور آگے مسند اسماعیلی کی روایت جس کی طرف مؤلف رحمہ اللہ نے خود بھی اشارہ کیا ہے اس سے اس بات کی صراحت ہوگئی کہ وہ جگہ جس میں حضرت عائشہ رہتی تھیں اس میں بھی دفن کرنے سے منع کر دیا تا کہ یہ گمان نہ کر لیا جائے کہ ان کی کوئی خصوصی فضیلت ہے جیسا کہ آگے بخاری کی روایت میں انہی کا قول ہے: "فإني أكره أن أزكى"، تو پتہ یہ چلا کہ اس جگہ پر کوئی جگہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ماذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق اہل العلم، حدیث: ۷۳۲۷۔

(۳) دیکھیں: ((فتح الباری)) از ابن حجر: (۳/۲۵۸)، اس حدیث کی محدثین نے دو شرحیں کی ہیں ایک تو یہ کہ یہ بات حضرت عمر کے دفن سے پہلے کی ہے یا یہ کہ واقعی اس میں ایک اور جگہ تھی لیکن شرف و منزلت کی وجہ سے انہوں نے اس سے منع کر دیا اور یہ ان رضی اللہ عنہا کا تواضع تھا۔

(۴) از ابن حجر: (۳/۲۵۸)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے خود ہی آگے جہاں اس حدیث پر مفصل کلام کیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آپ کے حجرہ میں دفن ہونے والی روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ دیکھیں: ((فتح الباری)): (۷/۶۶)۔

میں ہے"قولها عند وفاتها لا تدفني عندهم فإنه يشعر بأنه بقي من البيت موضع للدفن. ا.ھ"(پ:٦)،یعنی حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ دفن نہ کرنا اس امر کو مشعر ہے کہ بیت عائشہ میں دفن کے لیے جگہ موجود تھی۔ چنانچہ خود((صحیح بخاری)) میں ہے:"كان الرجل إذا أرسل إليها من الصحابة، قالت: «لا»"(پ:۳۰)(۱)،یعنی صحابہ میں سے اکثر لوگ اس جگہ میں دفن ہونے کے لیے حضرت عائشہ سے اجازت مانگتے تھے لیکن وہ کسی کو اجازت نہیں دیتیں،((طبقات ابن سعد)) میں ہے"أن الحسن بن علي أوصى أخاه أن يدفنه عندهم (إلى) فدفن بالبقيع"(فتح:پ:۳۰،(ص:۶۸۲))(۲)۔ حضرت حسن نے بھی وہاں دفن ہونا چاہا تھا،لیکن بقیع میں دفن کیے گئے۔ اگر روضۂ نبوی میں چوتھی قبر کی جگہ نہ تھی تو یہ صحابہ لوگ آخر کس طرح وہاں دفن ہونے کی خواہش کرتے تھے؟ یا اللہ یا انصاف۔

نمبر(۵) میں مجاہد صاحب یوں ژاژ خائی فرماتے ہیں''کون بے غیرت مسلمان ہوگا جو آنحضرت کی قبر کو کھود کر۔۔۔حضرت عیسیٰ کو لٹائے گا''(ص:۲۱)۔

اسی قسم کے مسلمان ہوں گے جس قسم کے مسلمانوں نے آنحضرت کی قبر کھود کر حضرت ابوبکر صدیق کو وہاں لٹایا تھا،ہاں اسی طرح کے مسلمان جنھوں نے پھر کھود کر حضرت عمر فاروق کو وہاں دفن کیا تھا۔ ہاں ہاں اسی طرح کے''بے غیرت''جو((کشتی نوح))(۳) میں لکھتے

(۱) صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما ذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق أھل العلم، حدیث:۷۳۲۸۔

(۲) فتح الباری از ابن حجر:(۱۳/۳۰۸)، امام ابن حجر رحمہ اللہ نے یہاں ابن سعد رحمہ اللہ کی عبارت کا مفہوم ذکر کیا ہے۔جس کی وجہ سے اپنی بحث کی حد تک(طبقات) میں میری رسائی اس قول تک نہیں ہو سکی،اور نہ ہی اس کی سند کا کچھ پتہ چل سکا، بہر صورت اگر ہم اس کو مان لیں کہ حسن رضی اللہ عنہ نے ایسا کہا تھا تو گویا آپ کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اس طرح کی کوئی حدیث ہے جس میں حضرت عیسیٰ کے وہاں دفن ہونیکی بات کہی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳)((روحانی خزائن)):(۱۹/۱۶)۔

ہیں ''آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح میری قبر میں دفن ہوگا'' (ص:۱۵)۔اور جو ((انوار خلافت)) میں تحریر کرتے ہیں کہ ''آنحضرت نے فرمایا ہے کہ وہ میری قبر میں دفن ہوگا'' (ص:۵۰)۔اسی رنگ کے مسلمان وہاں حضرت عیسیٰ کو بھی گاڑیں گے۔ سمجھا جناب نے؟ پھر جناب کا یہ لکھنا کہ ''مولوی صاحبان نے قبر کے معنی مقبرہ کر کے دھوکا دیا ہے (تا) غلط ہے'' (ص:۲۱)۔خود دھوکا دہی اور غلطی ہے۔ ورنہ سب سے بڑے دھوکا دینے والے (دجال) اور غلطی کرنے والے جناب مرزا صاحب قادیانی ہی ٹھہریں گے جنھوں نے ((ازالہ اوہام)) میں تحریر کیا ہے کہ ''جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو'' (ص:۱۹۶)۔روضہ اور مقبرہ ایک ہی چیز ہے۔اب اپنے مرزا سے پوچھو کہ ''قبر کے معنی روضہ کس لغت میں ہیں؟'' اور "يدفن معي في قبري" کے معنی ''روضہ کے پاس مدفون ہو'' مرزا صاحب نے ''عربی زبان کے محاورہ کے خلاف کیا ہے یا نہیں؟'' پھر ''بہشتی مقبرہ'' سے جو آواز مرزا صاحب کی سنائی دے اسے بذریعہ اشتہار شائع کردو۔ پھر ہم تم کو نہر کے معنی منہر اور قبر کے معنی مقبرہ عربی زبان سے ثابت کر دیں گے، ان شاء اللہ۔

نمبر (۶) میں مجاہد صاحب نے وہی اوپر والی بات پھر اگل دی ہے کہ ''اس حدیث کو کسی محدث ۔۔۔ نے اپنی کتاب میں درج نہیں کیا'' (ص:۲۲)۔ یہ مجاہد کا قصور نظر ہے۔ اسی مبحث کے نمبر (۱) کے جواب (ص:۵۹) میں ہم محدثین کی ان کتابوں کو نام بنام لکھ آئے ہیں جن میں حدیث مذکور درج کی گئی ہے، فانظر واثمہ۔

مجاہد صاحب کو اپنی حرکات شنیعہ پر تو کبھی تعجب نہیں آیا کہ اپنی غرض فاسد کے لیے تو اول جلول حدیثوں سے استناد کرتے ہیں۔اور ہم جو صریح و صحیح حدیثیں پیش کرتے ہیں تو تعجب کرتے ہیں کہ ''کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی جس میں آسمان کا لفظ ہو الخ'' (ص:۲۲)۔

حالاں کہ اسے ہم پیش کر چکے ہیں مگر۔

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟(۱)

جواب دلیل نمبر(۱۱):

ہمارے دلائل کی فہرست (جس کا مجاہد صاحب جواب دینے بیٹھے تھے اس) میں سوائے قرآن وحدیث کے اور کسی کا بھی کوئی قول نہیں پیش کیا گیا تھا لیکن مجاہد صاحب نے اپنے مرزا کے ایک قول کو جسے ہم نے ((اظہار حقیقت)) (صفحہ ۳) (۲) میں بطور الزام کے لکھا تھا اسے ہماری دلیل بنا دیا ہے اور وہ بھی نمبر (۱۱) کی دلیل سبحان اللہ!

لکھتے ہیں کہ: ''جب تک مرزا نے نہیں لکھا تھا اس وقت تک عیسیٰ زندہ نہ تھے جب مرزا نے لکھ دیا تو عیسیٰ زندہ ہوگئے'' (ص:۴۲)۔ حیات عیسیٰ کا مدار کتاب وسنت پر ہے نہ قول مرزا پر۔ لیکن جو لوگ مرزا کے قول کو وحی تسلیم کرتے ہیں ان کو ملزم کرنے کے لیے مرزا کا قول پیش کیا گیا تھا، لیکن مجاہد صاحب اپنے پیغمبر مرزا کو رسم ورواج کا پابند بتاتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: ''رواجی طور پر لکھ دیا دعویٰ سے پہلے'' (ص:۴۲)۔

سنیے جناب! مرزا کا قول حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کا اس کتاب سے پیش کیا گیا تھا جس کا نام ہے ((براہین احمدیہ)) جو احمدیوں کے دلائل کی کتاب ہے۔ جو الہامی تائید سے لکھی گئی ہے اور مرزا صاحب اس وقت بقول خود رسول ہو چکے تھے (ایام الصلح اردو: (ص: ۷۵)) (۳)، نیز کتاب مذکور کو آنحضرت ﷺ نے (بجوائے خواب مرزا) قبول بھی فرمالیا تھا (براہین: (ص:۲۴۸)) (۴)، اور آنحضرت ﷺ نے کتاب مذکور کے کسی مضمون یا کسی لفظ کے

---

(۱) اگر نہ دیکھے دن میں چمگادڑ کی آنکھ تو اس میں آفتاب کی روشنی کا کیا قصور۔

(۲) اس مجموعہ کا صفحہ (۱۱۱۔۱۱۲) دیکھیں۔ (۳) ((روحانی خزائن)): (۱۴/۳۰۹۔۳۱۰)۔

(۴) ((روحانی خزائن)): (۱/۲۷۵)۔

ردوبدل کرنے کی ہدایت نہیں فرمائی تھی، پھر رواجی طور پر کیوں کرلکھ دیا؟ کیا پیغمبر بھی رواج کا پابند ہوتا ہے؟ ’’دعویٰ سے پہلے‘‘ کی ایک ہی کہی، ((براہین احمدیہ)) کو مرزا صاحب نے مبعوث ہونے کے بعد تالیف فرمایا ہے، چنانچہ اپنی کتاب ((حقیقۃ الوحی)) میں لکھتے ہیں:

’’میری کتاب ((براہین احمدیہ)) صرف چند سال بعد میرے مامور ہونے اور مبعوث ہونے کے چھپ کر شائع ہوئی‘‘ ’’ٹھیک ۱۲۹۰ ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پا چکا تھا پھر سات سال بعد کتاب ((براہین احمدیہ)) جس میں میرا دعویٰ مسطور ہے تالیف ہو کر شائع کی گئی، جیسا کہ سرورق پر یہ شعر لکھا ہے: تاریخ بھی یا غفور (۱۲۹۷) نکلی واہ واہ‘‘ (حقیقۃ الوحی: (ص:۱۹۹۔۲۰۰))(۱)۔

پس حضرت عیسیٰ کی حیات ونزول سے متعلق مرزا صاحب کا اقرار، خدا سے شرف مکالمہ پانے اور مامور ومبعوث (پیغمبر) ہونے کے سات برس بعد کا ہے نہ رواجی طور پر۔ پیغمبر رواج کا پابند نہیں ہوتا۔ لیکن مجاہد صاحب نے یہاں پر کمال بلادت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کو بھی رواج کا پابند بنادیا ہے اور نماز کو جو عمل ہے عقیدہ ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

’’حضرت نبی کریم۔۔۔نمازیں بیت المقدس کی طرف منھ کر کے ادا کیں اسی رواج کے ماتحت۔۔۔نماز جیسی عقیدہ۔۔۔میں یہود کے رواج کی پیروی ____‘‘ (ص:۲۳)۔

اسی کو کہتے ہیں کہ ’’ایک تو کریلا دوسرے نیم چڑھا‘‘ ایک تو نماز کو عقیدہ غلط لکھا، دوسرے نبی کریم علیہ السلام کو یہود کے رواج کا پیرو بنا کر آپ کی توہین کی، یہ مرزائیوں کا دین وایمان۔ کہ جو عیب مرزا میں نکل آئے جھٹ اسی قسم کے عیوب اللہ کے سچے پیغمبروں کے سر

(۱) ایضا: (۲۲/۲۰۸)۔

یہ لوگ منڈھ دیتے ہیں جیسا کہ مرزا صاحب خود بھی لکھ گئے ہیں کہ ''میرے پر کوئی ایسا اعتراض نہیں کر سکتے کہ جس اعتراض میں گذشتہ نبیوں میں سے کوئی نبی شریک نہ ہو'' (تتمہ حقیقۃ الوحی: (ص:۱۳۷))(۱)۔ ''پناہ بخدا'' مرزائیو! اللہ سے ڈرو اور سنو آنحضرت ﷺ نے بیت المقدس کو قبلہ اللہ کے حکم ﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (۲) کی وجہ سے بنایا تھا اور یہ حکم آپ کو مکہ معظمہ میں مل چکا تھا (سورہ انعام مکی ہے) پھر اللہ نے اس کو سورہ بقرہ اتار کر منسوخ فرما دیا اور حکم دیا: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (۳) اب مسجد حرام کی طرف منہ پھیر کے۔ نماز عمل ہے اور عملیات میں نسخ ہوتا ہے بخلاف عقیدۂ حیات ونزول مسیح کے کہ عقائد میں نسخ نہیں ہوتا۔ پس مرزا صاحب کا عقیدہ مندرجہ ((براہین احمدیہ)) پچھلی تحریروں سے منسوخ نہیں ہوسکتا۔ البتہ دونوں تحریروں میں تعارض ہوگا، پس بقاعدہ اذا تعارضا تساقطا دونوں قول مرزا کے ساقط، لیجیے اب بقول آپ کے ''پس فیصلہ ہوگیا'' (ص:۲۲)۔

یہ عقیدہ کی خرابی کہہ تو دو کیسے بنی؟ غیر کو مجرم بناتے تھے یہ گت ان کی بنی

توہین انبیائے کرام:

مجاہد صاحب نے بعنوان ''ایک عذر نامعقول کی حقیقت'' ایک نہایت ہی نامعقول بات تحریر کی ہے جو سراسر موجب اہانت پیغمبران علیہم السلام ہے لکھتے ہیں ''انبیاء کو اپنی وحی کے معنی سمجھنے میں غلطی لگتی رہی ہے۔۔۔ آنحضرت ﷺ کو بھی بعض وقت اجتہادی غلطی فہم معانی میں ہوئی۔۔۔ جیسے صلح حدیبیہ کا واقعہ، جائے ہجرت کا واقعہ۔۔۔ نوح کا اپنے بیٹے کو اہل سمجھنا۔۔۔ یونس کا نہ سمجھنا اور خدا پر ناراض ہونا'' (ص:۲۴)۔

معاذ اللہ معاذ اللہ۔ پیغمبر اور خدا پر ناراض ہو؟ ﴿إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا﴾ (۴) کے

(۱) ((روحانی خزائن)): (۲۲/۵۷۵)۔
(۲) الانعام:۹۰۔
(۳) البقرۃ:۱۴۴۔
(۴) الانبیاء:۸۷۔

معنی اپنی قوم سے ناراض ہو کر جانا ہے نہ خدا سے۔نوح کا بیٹا کسی غیر کے نطفہ سے نہ تھا انھیں کا بیٹا تھا اور انھیں کے اہل سے تھا، ﴿لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ﴾ (۱) میں مطلق اہل سے ہونے کی نفی نہیں ہے۔ ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ کی قید نے یہ بتایا کہ وہ ان لوگوں سے نہیں ہے جو علم باری میں نجات پانے والے ہیں۔ پس نوح کو علم باری کا کیا پتہ؟ اسی لاعلمی کی وجہ سے انھوں نے بطور استعلام واستکشاف حال ولد غریق کے استفسار فرمایا۔ نہ کہ وحی کے معنی سمجھنے میں غلطی کھائی وشتان بینھما۔ واقعۂ حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ سے کوئی بھی غلطی نہیں ہوئی ہے۔ جائے ہجرت کا دیکھنا خواب کا واقعہ ہے۔ مرزا صاحب نے خواب میں "توفی" کے معنی نہیں کیے ہیں، بلکہ جاگنے کی حالت میں تالیف ((براہین)) کے وقت ''پوری نعمت دینے'' کا ترجمہ کیا ہے اور یہ لفظ قرآنی مرزا صاحب پر نہیں اترا تھا، بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ پس وحی محمدی کے سمجھنے میں مرزا صاحب کو کیوں کر غلطی لگی؟ سوا اس کے کہ مان لیا جائے کہ مرزا صاحب قرآن یا عربی نہیں جانتے تھے، جیسا کہ مرزا صاحب نے مولوی اصغر علی روحی لاہوری کے مقابلہ پر کہہ دیا تھا کہ ''میں عربی کا عالم نہیں ہوں'' (الحکم، ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء: (ص: ۵))۔ لیکن بقول مجاہد صاحب ''مرتا کیا نہ کرتا'' (ص: ۲۳)۔ انھوں نے مرزا صاحب کے دامن کو پاک کرنے کے لیے انبیاء کرام کے مقدس دامنوں کو آلودہ کر دیا اور توہین انبیائے کرام کے مرتکب ہوئے، اور یہ اس لیے کہ ان کے دلوں میں انبیائے عظام کی کوئی عزت ووقعت نہیں ہے جیسا کہ اوپر ہم لکھ آئے ہیں۔

کھل گیا عشق بتاں طرز سخن سے مومن　　اب مکرتے ہو عبث بات بناتے کیوں ہو؟

معذرت:

دوستو! قادیانی ٹریکٹ نمبر (۲) کا جواب ماہ رجب کی آخری تاریخوں تک ہی قریب

---

(۱) ھود: ۴۶۔

اختتام کے پہنچ چکا تھا کہ میرے سفروں کا سلسلہ شروع ہوگیا، جس کا خاتمہ یکم رمضان کو ہوا۔ پھر رمضان مبارک کی مصروفیتیں تکمیل جواب سے مانع آئیں۔ اواخر رمضان وشوال میں قادیانی برکات (زلازل وغیرہ) کے اثرات سے پریشانی رہی۔ آخر اراکین انجمن اشاعت الاسلام کے بے انتہا مجبور کرنے پر ماہ ذی قعدہ میں رسالہ ہذا کی تکمیل کر دی جو آپ کے سامنے ہے

ع: والعذر عند کرام الناس مقبول۔

فالحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات الباقيات، والصلاة مع السلام على محمد والذي ختم به النبييون أولوا الشرائع والمعجزات،وغيرهم من تابعيهم ذوي الفضائل والبركات،ما دامت الأرض والسماوات بالكرات والمرات۔

تمام شد

قادیانی ٹریکٹ نمبر (۳) کی حقیقت

ہمارے ٹریکٹ نمبر (۶) مسمی بہ ((جواب دعوت)) کے نام نہاد جواب میں مجاہد صاحب نے اپنا ٹریکٹ نمبر (۳) شائع کیا ہے۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم ((جواب دعوت)) کے جواب سے سبکدوش ہوگئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جواب سے ہی جواب ہے۔ ہمارا ٹریکٹ نمبر (۶) پورے ۳۶ صفحوں کا ہے اس میں سے پورے دس صفحوں کو تو مجاہد صاحب نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ (یعنی (صفحہ: ۶ و ۹ و ۱۶ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۴ و ۳۱ و ۳۳ و ۳۵))۔ پس ان دس صفحوں کا جواب تو مجاہد کے ذمہ جوں کا توں باقی ہے۔ رہ گئے باقی ۲۶ صفحے، ان کی بابت ملاحظہ فرمایئے۔ ہمارے ٹریکٹ میں سوائے پہلے اور پچھلے صفحہ کے ہر صفحہ میں ۲۱ سطریں ہیں، صفحہ ۲ میں سے مجاہد نے ۶ء۵ سطریں لی ہیں، صفحہ ۳ سے ۲ء۲۵ سطریں صفحہ ۴ سے آدھی سطر، صفحہ ۵ سے بھی آدھی سطر، صفحہ ۷ سے ۴ء۲۵ سطریں صفحہ ۸ سے ۴ سطریں، صفحہ ۱۰ سے ۴ء۵ سطریں، صفحہ ۱۱ سے ۱ء۷۵ سطریں، صفحہ ۱۲ سے ۳ء۲۵ سطریں، صفحہ ۱۳ سے ۴ء۷۵ سطریں، صفحہ ۱۴ سے ۱ء۵ سطر، صفحہ ۱۵ سے ۳ سطریں، صفحہ ۱۷ سے ۶ سطریں، صفحہ ۲۱ کے آدھے کالم سے ۷ سطریں گویا ۳ء۵ پوری سطریں، صفحہ ۲۲ سے ایک سطر، صفحہ ۲۳ سے ۳ سطریں، صفحہ ۲۵ سے ایک سطر، صفحہ ۲۶ سے بھی ایک سطر، صفحہ ۲۷ سے ۲ سطریں، صفحہ ۲۸ سے ۱ء۵ سطر، صفحہ ۲۹ سے آدھی سطر، صفحہ ۳۰ سے ۳ سطریں، صفحہ ۲۲ سے ۲ سطریں، صفحہ ۳۴ سے ۱ء۷۵ سطر، صفحہ ۳۶ سے ۲ سطریں، یعنی رسالہ ((جواب دعوت)) کی ۷۳۰ سطروں میں سے صرف ۶۵ سطروں کے جواب دینے کی مجاہد صاحب نے کوشش کی ہے اور وہ جواب بھی کیا ہے کہ منہ چڑھایا ہے، اس جواب کے اکثر حصوں کی تردید ہمارے اسی رسالے میں ہوچکی ہے۔ رسالہ ((جواب دعوت)) کی باقی ۶۶۵ سطروں کا جواب مجاہد کے ذمہ ہنوز جوں کا توں باقی ہے۔ یوں سمجھیے

کہ مجاہد صاحب نے رسالہ ((جوابِ دعوت)) کے گیارہ حصوں میں سے صرف ایک حصہ کے جواب دینے کی سعی کی ہے باقی دس حصوں کے جواب سے عاجز رہ گئے یا تسلیم کرلیا ہے۔ اس لیے ہم کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہم ان کے ٹریکٹ نمبر (۳) کے جواب میں کوئی علیحدہ کتاب لکھیں۔ تاہم اگر دوستوں نے ضرورت سمجھی اور مسلمانوں کا اصرار ہوا تو چند صحبتوں میں اس کا مکمل دنداں شکن جواب تحریر کردیں گے، ان شاء اللہ العزیز کیوں کہ ؎

ظفر نصیب ہیں ہٹتے نہیں ہیں دشمن سے — ہمارا ہاتھ ہے لائق کڑی کماں کے لیے
مناظر ہیں نہیں میرے روبرو یہ تاب — کہ لب ہلا بھی سکے غیر کچھ بیاں کے لیے
یہ سب فضل ہے اس خالق دو عالم کا — کہ مثل شیر ہیں ہم دفع دشمناں کے لیے

تمت الرسالۃ

قادیانی ٹریکٹ نمبر (۴) کا جواب
اور اس کی حقیقت

خلیفۂ قادیان نے ماہ نومبر ۱۹۳۳ء میں (۳۲) صفحوں کا ایک رسالہ شائع کیا تھا جس کا نام ''سرزمین کابل میں ایک تازہ نشان کا ظہور'' مجاہد صاحب نے کمال جدوجہد سے چھ صفحوں کا اضافہ کر کے اسی رسالہ کو بعینھا بنارس میں طبع کرا کے شائع کرادیا اور اس کو اپنے ''سلسلۂ ظہور امام کا ٹریکٹ نمبر (۴)'' بنادیا۔ یہ ہے اس ٹریکٹ کی حقیقت۔

ٹائٹل پیج کے دوسرے صفحہ پر مجاہد صاحب نے ہمارے ٹریکٹ نمبر (۷) ((معیار نبوت)) کے جواب دینے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''پیغمبروں کی پیش گوئی کے حرف بحرف پورا ہونے کی شرط محض غلط ہے'' یہ تو مجاہد صاحب بلکہ ہر مرزائی کی جبلی عادت ہوگئی ہے کہ جو امور نص قرآن وحدیث سے ثابت ہوں وہ سب ان کے نزدیک ''غلط'' ہوتے ہیں، صحیح وہی ہوتا ہے جو یہ لوگ کہیں۔ تاکہ مرزا کی نبوت کا ڈبہ کسی طرح سچی ہو جائے۔ خواہ سچے پیغمبر نعوذ باللہ جھوٹے ہی کیوں نہ ثابت ہوں۔

بلا سے کوئی ادا ان کی بدنما ہو جائے کسی طرح تو مٹ جائے ولولہ دل کا

مجاہد صاحب کی دلیل ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں ''پورا ہونا ضروری ہوتا تو خدا کیوں فرماتا: ﴿لا یُخلِفُ اللّٰہُ وَعدَہُ وَلٰکِنَّ اَکثَرَ النَّاسِ لا یَعلَمُونَ﴾ (تا) کیوں اعتراض کرتے؟''۔

گویا مجاہد صاحب یہ سمجھے کہ اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ پیغمبروں کی پیش گوئی حرف بحرف پوری نہیں ہوتی۔ نازم بریں فہم۔ پوری آیت یوں ہے۔ ﴿یَنصُرُ مَن یَشَاءُ وَھُوَ العَزِیزُ الرَّحِیمُ ☆ وَعدَ اللّٰہِ لا یُخلِفُ اللّٰہُ وَعدَہُ وَلٰکِنَّ اَکثَرَ النَّاسِ لا

یعلمون ☆ یعلمون ظاہراً من الحیاۃ الدنیا وھم عن الآخرۃ ھم غافلون ﴾
(۱) یعنی مدد دیتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اور وہی غلبہ والا رحم والا ہے۔ وعدہ ہے اللہ کا (مدد کا) اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ (مشرکین) کو (اللہ کے وعدوں کا) علم نہیں ان کو تو صرف دنیا کی زندگی کی ظاہر (معمولی) باتوں کا علم ہے اور وہ آخرت (کی باتوں) سے غافل (بے خبر) ہیں۔ مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ جس طرح فارس والے امی ہیں اور رومی اہل کتاب پر غالب آئے ہم بھی امی ہیں اور محمدی اہل قرآن پر غالب آئیں گے۔ اللہ نے ان کی تردید فرمائی کہ (۹) برس کے اندر اہل روم اہل فارس پر غالب ہوں گے اور مسلمان مکہ والوں پر (بدر میں) غالب ہوں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا (چنانچہ پورا ہوا) لیکن مشرکین مکہ نہیں جانتے کہ شکست خوردہ رومی کیوں کر غالب اہل فارس پر فتح پائیں گے اور بے سروسامان قلیل مسلمان کیوں کر سارے مکہ والوں پر فتح حاصل کریں گے؟ وہ تو دنیوی سازوسامان اور کثرت تعداد پر غلبہ کو منحصر جانتے ہیں ان کو کیا خبر کہ۔

اوست سلطان ہرچہ خواہد آں کند عالمے را در دمے ویراں کند (۲)

پس آیت تو کچھ کہہ رہی ہے اور مجاہد صاحب کچھ الاپ رہے ہیں۔ بفحوائے ع:
من چہ گویم وطنبورہ من چہ سراید (۳)۔ سبحان اللہ۔

دوسری دلیل مجاہد صاحب نے اس سے بھی عجیب دی ہے لکھا ہے کہ ''یعقوب کی پیش گوئی: ﴿عسی اللہ أن یأتینی بھم جمیعاً ﴾ ۔۔۔ وہ تینوں نہ آئے الٹا حضرت یعقوب کو ہی جانا پڑا'' ۔ ع:

برین عقل ودانش ہزار آفرین (۴)

یہاں ''اتیان'' بمعنی تدبیر ہے، اور کلام عرب میں ''اتیان'' تدبیر کے معنوں میں

(۱) (الروم: ۵-۶)۔ (۲) وہ بادشاہ ہے جو چاہے وہ کرے۔۔۔۔
(۳) میں کیا کہتا ہوں اور میرے باجہ کا دھن کیا کہتا ہے۔ (۴) اس عقل ودانش پر ہزار تعریفیں۔

بہت مستعمل ہے، مشہور لغوی راغب اصفہانی کی ((مفردات))(۱) ملاحظہ ہو۔ یعقوب علیہ السلام امید اور توقع کا اظہار فرمارہے ہیں کہ ﴿عَسَى اللهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا﴾ (۲) یعنی قریب ہے کہ اللہ میرے اوران لڑکوں (روبیل، یوسف اور بنیامین) کے اکٹھا ہونے کی کوئی تدبیر کرے گا۔ چنانچہ حضرت یعقوب کی یہ توقع حرف بحرف پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مصر میں اکٹھا کر دیا۔ فاین ہذا من ذاک؟

آہ نادر شاہ کہاں گیا

کہا جاتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی ہے جو بقول مجاہد ''حرف بحرف پوری ہوگئی'' اوران کے نزدیک یہ ''مرزا صاحب کی نبوت کا تازہ ثبوت ہے'' مجاہد صاحب نے صفحہ ایک سے پچیس تک ''خلیفۂ قادیان'' کے شائع کردہ رسالہ سے ''حرف بحرف'' نقل کر دیا ہے، یہی اس کے حرف بحرف پورے ہونے کا ثبوت ہے۔ ہم ان (۲۵) صفحوں کی طویل عبارت کی روح کو چند لفظوں میں نکال لیتے ہیں۔ پس ہمارا جواب ملاحظہ ہو:

مرزا صاحب کی پیش گوئی مذکور موم کی ناک جیسی ہے کہ جس طرف چاہے موڑ لو۔ آپ کے خلیفۂ قادیان نے تو پہلے اس کو بچہ سقہ کے واقعہ پر چسپاں کیا اور غضب یہ کیا کہ ڈاکو بچہ سقہ اور اس کے تین سو ڈاکو ساتھیوں کو اصحاب بدر سے تشبیہ دی، چنانچہ (صفحہ ۶) کا عنوان ملاحظہ ہو'' کابل میں بدر کی جنگ کا نظارہ'' اور (صفحہ ۷) میں لکھتے ہیں'' اطلاع حضرت مسیح موعود کو اس (خدا) نے دے رکھی تھی، بچہ سقہ کو ایک جماعت کے ساتھ جو تعداد میں اصحاب بدر کے مطابق تھی یعنی کل تین سو سپاہی تھے (تا) تختہ الٹ دیا'' کتنی جسارت اور ہمارے زخمی دلوں پر نمک پاشی کی گئی ہے کہ ڈاکوؤں کو بدری صحابیوں کے مشابہ قرار دیا اوران کے ظالمانہ تغلب

---

(۱) (ص:۱۰)۔ (۲) یوسف: ۸۳۔

کو فتح بدر کا مماثل بنایا اور ذرا نہ سمجھے کہ جب نادر خاں مرحوم نے ان ڈاکوؤں کو قتل کر دیا تو وہ اصحاب کرام کا قاتل ہونے کے باعث مومن کہاں رہا، کیوں نہ ہو جو لوگ سقوط بغداد پر خوشیاں منائیں اور ترکوں کو بندر اور سور قرار دیں (الفضل ۱۰/۱۱ کتوبر ۱۹۱۷ء)۔ ان سے جو نہ ہو تھوڑا ہے۔ لطف پر لطف یہ ہے کہ جب نادر خان مرحوم نے بچہ سقہ وغیرہ کو فنا کے گھاٹ اتار کر کابل پر دخل جمایا اس وقت بھی یہی الہامی پیش گوئی ''آہ نادر شاہ کہاں گیا'' نادر خاں پر جڑ دی۔ چنانچہ خلیفہ صاحب لکھتے ہیں ''اس میں یہ بتایا گیا کہ اس پہلے واقعہ (بچہ سقہ) کے بعد نادر بادشاہ افغانستان ہوگا'' (ص:۸)۔ مطلب یہ ہوا کہ بچہ سقہ جیسے اصحاب بدر کی حکومت کے زمانہ میں کابل کے لوگ پکار رہے تھے (وہ بھی اردو میں) کہ ''آہ نادر شاہ کہاں گیا'' یہاں آئے اور بادشاہ بن کر حکومت کرے۔ چنانچہ نادر خاں پہنچے اور بادشاہ بن گئے۔ گویا پیش گوئی پوری ہوگئی۔ اچھا پھر کیا باقی رہا کہ جب نادر خان شہید ہوئے تو یہی الہامی پیش گوئی پھر یاد آگئی اور لکھ دیا کہ ''اس کی موت واقع ہوگئی حتی کہ سب ملک (کابل کا) چلا اٹھے گا (اردو زبان میں) کہ آہ نادر شاہ کہاں گیا؟'' (ص:۸)۔ کیا خوب ایک ہی پیش گوئی تخت پر بھی اور تختہ پر بھی؟ ع

بات وہ ہو کہ نکلتے ہیں پہلو دونوں

طرہ یہ کہ کابل والے پشتو اور فارسی سب بھول گئے لگے اردو زبان میں چلائے کہ ''آہ نادر شاہ کہاں گیا؟'' یہ اردو زبان کابلیوں کی مادری زبان کب سے بنی؟ یا یہ تو نہیں ہے کہ ع

یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

دراصل مذکور پیش گوئی کو شاہ کابل کی شہادت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئیوں زلزلہ وقحط وجنگ پر تو مذاق اڑایا جائے اور مرزا صاحب تحریر فرمائیں ''اس درماندہ انسان کی پیش گوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے قحط

پڑیں گے لڑائیاں ہوں گی۔۔۔کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے۔۔۔اس نادان اسرائیلی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا؟'' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم، ص:۴) (۱)۔ کیا ہمارا حق نہیں کہ اس کے جواب میں ہم بھی یوں کہیں کہ ''اس مراقی انسان کی پیش گوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلہ آئے گا ((ضمیمہ براہین احمدیہ)) (۹۲/۵) (۲): ''سخت بارشیں ہوں گی'' ((حقیقۃ الوحی)): (ص:۳۶۴) (۳)۔ نادر شاہ کہاں گیا؟ (۳/مئی ۱۹۰۵ء) کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے؟ کیا سخت بارشیں نہیں ہوتیں؟ کیا بادشاہ مرا نہیں کرتے؟ اس ذیابیطسی و مراقی نے ان معمولی باتوں کا نام پیش گوئی کیوں رکھ لیا؟ کیوں کہ ''پیش گوئی سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کے لیے بطور دلیل کے کام آسکے لیکن جب ایک پیش گوئی خود دلیل کی محتاج ہے تو کس کام کی ہے؟'' (تحفۂ گولڑویہ: (ص:۲۰۰) طبع سوم)۔ ناظرین! ع

یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

مدن پورہ کا اشتہار:

مولوی غلام احمد صاحب مجاہد نے ٹریکٹ مذکور کے (صفحہ ۲۶ سے صفحہ ۲۸) تک انجمن اشاعت الاسلام مدن پورہ کے اشتہار پر خامہ فرسائی کی ہے، واقعہ یہ ہے کہ صوبہ بہار کے مشہور شہر چھپرہ میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا اٹھارہواں سالانہ جلسہ ۸-۹/دسمبر ۳۳ء کو اور آل انڈیا اہلحدیث لیگ کا دوسرا سالانہ جلسہ ۱۰/دسمبر ۳۳ء کو ہونے والا تھا (چنانچہ ہوا) ان دونوں جلسوں کی شرکت کے لیے شیر پنجاب فاتح قادیان جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری (متعنا الله بطول بقائه) ۶/دسمبر ۳۳ء کو بنارس سے گذرنے والے تھے۔ اراکین انجمن مذکور کے بے حد اصرار سے جناب مولانا ممدوح نے ایک شب کے لیے بنارس قیام

(۱) ((روحانی خزائن)): (۲۸۸/۱۱)۔　(۲) ایضاً: (۲۵۳/۲۱)۔　(۳) ایضاً: (۳۷۸/۲۲)۔

فرمایا اور تقریر کرنا منظور فرمالیا تھا۔ اراکین انجمن نے مولانا کے وعظ کا اشتہار شائع کیا۔ مجاہد صاحب نے جھٹ ایک ''کھلی چٹھی'' مولانا موصوف کے نام شائع کردی اور مولانا کی تقریر شروع ہونے سے چند منٹ پہلے جلسہ میں تقسیم کرنا شروع کی۔ صدر انجمن نے نہایت فراخ حوصلگی سے مجاہد صاحب کے شکوک پیش کرنے کی تحریری اجازت دے دی۔ مجاہد صاحب جو صرف اپنے کیمپ میں ہی جہاد کرنا جانتے تھے شیر پنجاب کے مقابل آنے کی ہمت نہ کر سکے، اور جلسہ ختم ہوجانے کے بعد ایک تحریر پُر تزویر بھیج دی۔ جس میں اراکین انجمن پر کچھ الزام دھر دیا اور مولانا امرتسری پر سوقیانہ حملہ بھی۔ جیسا کہ اہل بنارس نے انجمن کے اشتہار میں فریقین کے خطوط سے معلوم کرلیا ہوگا۔ اراکین انجمن نے گفتگو کے لیے دوسرے روز صبح پھر ایک موقع دیا لیکن مجاہد صاحب نہ آئے تو نہ آئے۔ اور بقول ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' اپنی خجالت مٹانے کو ایک اشتہار شایع کردیا جس کی سرخی رکھی ''مولوی ثناء اللہ امرتسری کے حالات علم وتقوی''۔

مجاہد کے اشتہار کا جواب:

اس اشتہار میں از اول تا آخر جھوٹ ہی جھوٹ بکا، چنانچہ نمبروار ملاحظہ ہو:

(۱) پہلا جھوٹ: ''((ظہور امام)) نمبر ا کا جواب کسی سے بھی بن نہ پڑا'' حالاں کہ مدن پورہ کی انجمن زاد آخرت نے ''صولت اسدیہ'' کے نام سے اس کا جواب عرصہ ہوا دے دیا تھا۔ اور ہمارا جواب زیر طبع ہے۔

(۲) دوسرا جھوٹ: ''ٹریکٹ نمبر (۲) کا جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی'' حالاں کہ اس کا جواب اسی وقت لکھ دیا گیا تھا جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔

(۳) تیسرا جھوٹ: ''مولوی ثناء اللہ امرتسری سے ہمارے خلاف لکچر کرانے کی سوجھی''، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو خاص لکچر دینے کے لیے بلایا گیا تھا۔ حالاں کہ وہ اہل حدیث کانفرنس کے سالانہ جلسہ کی صدارت کے لیے چھپرہ تشریف لے جارہے تھے۔

(۴) چوتھا جھوٹ: ''مساوی وقت دینے سے راہ فرار اختیار کی'' حالاں کہ مساوی وقت دیا گیا تھا اور تحریر دے دی گئی تھی کہ ''مولانا جتنی دیر تقریر فرمائیں گے اتنا ہی وقت گفتگو کے لیے دیا جائے گا'' پھر تحدید وقت بھی مساوی کی گئی تھی یعنی پانچ پانچ منٹ۔

(۵) پانچواں جھوٹ: ''حفظ امن کی ذمہ داری سے بھی انکار کر دیا'' حالاں کہ کہہ دیا گیا تھا کہ ''ذمہ دار ہمارے اور آپ کے اخلاق ہوں گے'' اب اور کس طرح ذمہ داری لی جاسکتی تھی؟

(۶) چھٹا جھوٹ: ''ہمیشہ ہمارے ساتھ درندگی برتی جاتی ہے'' حالاں کہ ہر جگہ شرارت مرزائیوں کی ہوتی ہے اسی لیے مصری عدالت نے مرزائیوں پر جرمانہ بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو: ((اخبار الفتح))، قاہرہ، نمبر ۳۷۷، ۱۱ر رمضان ۵۲ھ) (ص:۳)۔

(۷) ساتواں جھوٹ: ''امرتسر میں مسلمانوں نے احمدیوں کو زخمی کیا'' صحیح فیصلہ تو عدالت ہی کرے گی لیکن اخباری رپورٹ اس کے بالکل برعکس ہے۔ بٹالہ کا واقعہ قتل اور قادیان میں لڑائی وغیرہ کے واقعات نیز مصر کا قصہ ہمیں مجاہد کے بیان کو صحیح سمجھنے سے مانع ہیں۔

(۸) آٹھواں جھوٹ: ''علمائے نجد و حرم نے مولوی ثناء اللہ کے برخلاف فتوی دیا'' حالاں کہ علمائے نجد و حرم کے بڑے افسر قاضی القضاۃ عبداللہ بن بلیہد نے بحکم جلالۃ الملک امام عبدالعزیز بادشاہ مملکت عربیہ سعودیہ جو تحریر دی تھی وہ یہ ہے: "رجع كل منهما إلى تحديد عقد الأخوة وإجتناب ما ينافي ذلك"، جس کا ترجمہ (قادیان کے خلیفہ اول حکیم نور الدین آنجہانی کے نواسے کے مرتب کیے ہوئے ((فیصلۂ مکہ)) کے (جس سے مجاہد صاحب نے نمبر ۲ و ۳ نقل کیا ہے) (صفحہ ۱۳ میں) یوں منقول ہے ''چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے رجوع کر لیا ہے اس لیے وہ اب ہمارا بھائی ہے'' یہ مجاہد صاحب کو نظر نہ آیا۔ افسوس!

(۹ و ۱۰) نواں جھوٹ: ''مولوی ثناء اللہ مولویوں اور اہل حدیثوں کو کیا سمجھتے ہیں؟

شعر ع: مولوی اب طالب دنیائے جیفہ ہو گئے الخ‘‘۔ حالاں کہ یہ شعر مولوی ثناء اللہ صاحب کا نہیں ہے بلکہ دیوان گلشن ہدایت کا ہے اور ((اخبار اہل حدیث)) (۳۰رمئی ۱۹۱۳ء) میں جس کا حوالہ مجاہد نے دیا ہے کہیں بھی یہ شعر مندرج نہیں ہے یہ دسواں (۱۰) جھوٹ ہے۔ البتہ ((اخبار اہل حدیث)) (۳۱رمئی ۱۹۱۲ء) میں محمد حسین خاں الہ آبادی کے مضمون میں شعر مذکور مرقوم ہے۔ اور اڈیٹر نامہ نگاروں کی رائے سے متفق نہیں ہوتا۔ پھر مولانا ثناء اللہ صاحب کا وہ عندیہ کیوں کر ہو گیا؟۔

(۱۱) گیارھواں جھوٹ: ’’مولویوں میں شیطنت بھری ہوئی ہے ((اہل حدیث)) (۱۷رنومبر ۱۹۱۱ء)‘‘ یہ بھی مولانا امرتسری کا مضمون تحریر کردہ نہیں ہے۔ بلکہ صیغہ منقولات میں ((اخبار برق سخن بنگلور)) سے منقول ہے۔ پس یہ تحریر اڈیٹر ((برق سخن بنگلور)) کی ہے نہ اڈیٹر اہلحدیث امرتسر کی۔

(۱۲) بارھواں جھوٹ: ’’اہلحدیث بھی بنی اسرائیل کی طرح (تا آخر) ((اہلحدیث)) (۲۵رستمبر ۱۹۱۳ء)، (ص:۱۱)‘‘ یہ مضمون مولوی عبداللہ مئوی مقیم چمپوا کا لکھا ہوا ہے نہ مولانا ابو الوفاء کا۔ تعجب ہے کہ مجاہد نے نامہ نگاروں کے خیالات کو مولانا امرتسری کے سر کیسے منڈھ دیا؟ کرے کوئی بھرے کوئی؟ یاللعجب۔

(۱۳) تیرھواں جھوٹ: ’’مولوی ثناء اللہ نے یہ معیار قرار دیا تھا کہ جھوٹے دغاباز کو لمبی عمر ملتی ہے۔ ((اہلحدیث)) (۲۶راپریل ۱۹۰۷ء)‘‘ اسے سفید جھوٹ کہوں یا سیاہ جھوٹ؟ کیوں کہ یہ تحریر بھی مولوی صاحب ممدوح کی نہیں ہے بلکہ اسی کے بعد بریکٹ میں ’’نائب اڈیٹر‘‘ مرقوم ہے۔ پھر یہ معیار مولوی صاحب موصوف کا مقرر کردہ کیوں کر ہو گیا؟ اور نائب اڈیٹر نے بھی مرزا صاحب کی تحریر ’’میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی‘‘۔

(اشتہار آخری فیصلہ ۱۵/اپریل ۷۰۰ء) کی تردید میں یہ دکھانے کے لیے کہ مرزا صاحب نے نص قرآن کے خلاف لکھا ہے ان کی عبارت پر ایک کا حاشیہ بنا کر نوٹ دیا ہے کہ ''آپ اس دعوی میں قرآن کے خلاف لکھ رہے ہیں (تا) قرآن میں یہ لیاقت؟'' پھر یہ معیار کیوں کر ہوگیا اس میں تو مرزا کی قرآن دانی کی خبر لی گئی ہے اور آگے بریکٹ میں صاف صاف مرقوم ہے ''نائب اڈیٹر ((اخبار اہلحدیث))'' جو اندھوں کو نظر نہیں آتا ﴿وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا﴾۔ نیز مولانا ثناء اللہ صاحب نے ((اخبار اہل حدیث)) (۳۱/جولائی ۸۰۰ء=۲/رجب ۱۳۲۶ھ) کے (صفحہ ۳) پر صاف صاف اعلان بھی کر دیا تھا کہ ''وہ نوٹ میرا نہ تھا بلکہ راقم کا اپنا نام پیچھے اس کے لکھا تھا'' (۳۹/۵) یہ ہے۔ ''خاکسار غلام احمد مجاہد'' کے اشتہار کی حقیقت جس میں سوائے اکاذیب کے سچائی کا نام ونشان بھی نہیں رہے۔

فإن كنت لا تدري فتلك مصيبة   وإن كنت تدري فالمصيبة أعظم (۱)

مدن پورہ کے اشتہار کے جواب کا جواب:

مجاہد صاحب نے انجمن اشاعۃ الاسلام کے جواب میں سات نمبر قائم کیے ہیں ان کی بھی حقیقت ملاحظہ ہو:

نمبر (۱) میں لکھتے ہیں کہ ''۷/شعبان کو مغرب کے وقت ہمیں اشتہار ملا'' (ص:۲۶)۔ پھر آپ کا کھلا خط عین مغرب کے ہی وقت طبع ہو کر تقسیم کیسے ہوگیا؟ چنانچہ چوک میں نماز مغرب کے بعد فوراً ہی آپ کے آدمی آپ کا کھلا خط لوگوں کو دے رہے تھے۔ جھوٹ ہو تو ایسا ہو کہ بچہ بچہ اسے جھوٹ کہہ دے۔

نمبر (۲) میں مرزا صاحب کے چیلنج کا حوالہ طلب کیا ہے۔ جب کہ انھوں نے مولانا

---

(۱) اگر تم نہیں جانتے تو یہ مصیبت ہے، اور اگر جانتے ہو تو یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔

امرتسری کو پیش گوئیوں کی پڑتال کے لیے قادیان بلایا تھا چنانچہ ملاحظہ ہو، مرزا صاحب اپنے رسالہ ((اعجاز احمدی)) (۱) میں لکھتے ہیں "اگر یہ (مولوی ثناء اللہ صاحب) سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں" (ص:۱۱)۔ اور سنیئے فرماتے ہیں "ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لیے قادیان میں آئیں" (ص:۲۳) (۲)، اور لیجیے "وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے" (ص:۳۷) (۳)۔ اب فرمایئے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی سیاہی کس کے چہرہ پر لگی؟

کس صفائی سے حوالہ دے دیا تحریر کا　　منھ جو دیکھا ہم نے جھوٹے کا تو کالا ہوگیا

نمبر (۳) میں ناقل مسودہ کی غلطی پر پھولے نہیں سماتے کہ "وہ مارا" اصل مسودہ میں عبارت یوں ہے "ان دنوں بٹالہ سے قادیان تک ریل نہ تھی" ناقل کی سبقت قلم نے بٹالہ کو امرتسر بنا دیا جیسے مجاہد صاحب نے اپنے اشتہار میں ((اہلحدیث)) (۳۱ مئی ۱۲ء) کو (۳۰ مئی ۱۳ء) لکھ دیا ہے ع:

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند (۴)

نمبر (۴) میں مرزا صاحب کی پیش گوئی "مولوی ثناء اللہ قادیان میں ہرگز نہیں آئیں گے" کو جھوٹ کہا ہے (ص:۲۶)۔ حالاں کہ یہ پیش گوئی ((اعجاز احمدی)) (صفحہ ۳۷) (۵) پر موجود ہے جیسا کہ ابھی ہم نے اسے نقل بھی کر دیا ہے۔ پھر جھوٹ کیا ہوا؟ ہاں مولانا امرتسری کے قادیان پہنچ جانے کی وجہ سے مرزا صاحب کی پیش گوئی البتہ جھوٹی ہوگئی۔ آگے مجاہد صاحب نے (صفحہ ۲۷) میں بجائے اس کے کہ مرزا صاحب کی کتاب سے پوری عبارت نقل کرتے مرزا صاحب کی عبارت کو توڑ مروڑ کر اپنے مطلب کی بنا کر چھ نمبر لگا کر تحریر کیا ہے جس سے ناظرین کو دھوکا دینا

---

(۱) ((روحانی خزائن)): (۱۹/۱۱۷-۱۱۸)۔　(۲) ایضا: (۱۹/۱۳۱-۱۳۲)۔　(۳) ایضا: (۱۹/۱۴۸)

(۴) یہ ایسا گناہ ہے کہ تمہارے شہر میں زیادہ ہوتا ہے۔　(۵) ((روحانی خزائن)): (۱۹/۱۴۸)۔

مقصود ہے۔ ہم نے مرزا صاحب کی عبارت صاف صاف اوپر نقل کر دی ہے جو مجاہد صاحب کے بنائے ہوئے گھروندے کو چشم زدن میں نیست و نابود کر دیتی ہے۔ جیسا کہ ناظرین یہ سارا قصہ ہمارے ٹریکٹ نمبر (۴) کے (صفحہ ۳) و (صفحہ ۴)(۱) پر مفصل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مجاہد صاحب لاکھ لیپا پوتی کریں لیکن کچھ بنا نہیں سکتے جس قدر کرید کریں گے اتنا ہی بو کرے گا۔ ع:

چوں بشنوئی پلید تر باشد (۲)

نمبر (۵) میں لکھتے ہیں کہ ''یہ جھوٹ ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے مرزا صاحب کے تین گھنٹوں کے مقابلہ میں صرف پانچ منٹ تقریر کے لیے مانگے'' (ص: ۲۸)۔ پھر آگے خود ہی یہ بھی لکھتے ہیں ''ضد کی کہ ہر ایک گھنٹہ کے بعد کچھ وقت دیا جائے'' کچھ وقت سے مراد اگر پونے دو دو منٹ مان لیں جو ''ہر ایک گھنٹہ'' کے بعد مطلوب تھا تو تین گھنٹوں کے مقابلہ میں سوا پانچ منٹ ہوتے ہیں، پھر جھوٹ کیا ہوا؟ اگر مرزا صاحب کا ہی تقریر کرنا طے تھا تو مولانا امرتسری نے بھی تو اس کو مان لیا تھا اور لکھ دیا تھا کہ ''میں آپ کی بے انصافی قبول کرتا ہوں میں دو تین سطریں ہی لکھوں گا۔ آپ بلاشک تین گھنٹہ تک تقریر کریں'' (رقعہ: ۱۱ر جنوری ۱۹۰۳ء مندرجہ الہامات مرزا، (ص: ۱۲۰))۔ پھر مرزا صاحب پردہ سے باہر کیوں نہ نکلے؟ اور اندر ہی اندر کیوں بگڑتے بنتے رہے جس پر مجاہد صاحب نمبر (۶) میں بگڑ گئے ہیں۔ چنانچہ نمبر (۶) میں لکھتے ہیں ''مرزا صاحب بگڑ گئے جھوٹ ہے'' (ص: ۲۸)۔ مرزا صاحب بگڑے نہ تھے تو یہ کیوں لکھا تھا کہ ''چوروں کی طرح آ گئے'' ﴿صُمٌّ بُكْمٌ﴾ ''لعنت کو ساتھ لے جائیں گے'' ''آپ کے شیطانی وساوس'' ایسی گالیاں تو عورتیں پردہ کے اندر سے دیتی ہیں یا مرد غصہ میں بگڑ کر بکتے ہیں۔ لیکن آپ کے نزدیک تو۔ ع

بگڑنے پہ بھی زلف اس کی بنائی

نمبر (۷) میں لکھتے ہیں، ''ہم نے رفع شکوک کے لیے وقت نہیں مانگا تھا (تا) جوابی

---

(۱) اس مجموعہ کا صفحہ (۱۶۴) دیکھیں۔ (۲) جب تو سنے تو گندگی تازہ ہو جائے۔

تقریر کا مطالبہ کرتے تھے" (ص:۲۸)۔ع: دروغ گویم بروے تو۔اسی کو کہتے ہیں۔

جناب والا! کھلی چٹھی میں آپ کی شکایت کیا تھی؟ یہی نا کہ "جماعت احمدیہ کو سوال وجواب کرنے کی دعوت نہیں دی گئی" اسی کا نام تو رفع شکوک ہے۔ پھر اپنی کھلی چٹھی میں اٹاوہ کی مثال بھی دی ہے۔ کیا اٹاوہ میں جوابی تقریر ہوئی تھی؟ یا دس دس منٹ سوال وجواب ہوتا تھا۔ سوال شک کا پیش کرنا اور جواب اس شک کا دفعیہ ہے۔ اور ہم نے اس کی اجازت دے دی تھی جس کا آپ کو بھی اقرار ہے، پھر الٹی شکایت کیسی۔

الٹے ہی شکوے کرتے ہو اور کس ادا کے ساتھ　　　ناطاقتی کے طعنے ہیں عذر جفا کے ساتھ

تین باتوں پر نظر

مجاہد کی تثلیث:

مجاہد صاحب نے اپنے ٹریکٹ نمبر (۴) کے آخری دو صفحوں (۲۱ و ۳۰) میں ایک تثلیث قائم کی ہے یعنی اپنے ناظرین کی توجہ تین باتوں کی طرف مبذول کرائی ہے۔ (۱) اول میں لکھا ہے کہ "قرآن کی تیس آیتوں سے وفات عیسیٰ ثابت ہے جس سے آٹھ آیتیں ظہور امام نمبر (۱) میں پیش کی جا چکی ہیں باقی ۲۲ آیتیں آئندہ بیان ہوں گی۔ ان کا جواب آج تک کسی نے نہیں دیا" ملخصاً (ص:۲۹)۔ آپ بے چارے کہاں اتنا دم خم رکھتے ہیں کہ قرآن مجید سے وفات عیسیٰ ثابت کریں؟ ہاں آپ کے مسیح مرزا جن کی وفات ہو چکی انھوں نے کھینچ تان کر کے قرآن سے تیس آیتیں ((ازالہ اوہام)) (از (ص:۵۹۸ تا ۶۲۵)، طبع اول) میں لکھی ہیں۔ ان کا مفصل جواب جماعت اہل حدیث کی طرف سے مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے مرزا صاحب کی زندگی میں ہی لکھ کر شائع کر دیا تھا جس کا نام ہے ((شہادۃ القرآن باعلیٰ النداء بأن المسیح رفع حیا الی السماء))۔ جو بنارس میں ہماری جماعت کے ہر گھر میں موجود

ہے۔جس کا جواب الجواب نہ مرزا صاحب سے بن پڑا تھا نہ کسی مرزائی سے۔ یہ ہمارا قرضہ اب تک قادیانیوں کے ذمہ باقی ہے جس سے وہ تا قیامت سبکدوش نہیں ہو سکتے۔اسی کتاب ((ازالہ)) سے ((ظہور امام)) نمبر (۱) میں آٹھ آیتیں لکھ دی گئی ہیں۔ پس جس کا جواب ہو چکا ہے اسی کا پھر جواب لکھنا کچھ ضروری نہ تھا تو بھی بنارس قرض دار نہیں ہے ((صولت اسدیہ)) کی صورت میں ادا کر چکا ہے دوسری شکل میں بھی تیار ہے۔ جو اس رسالہ کے آخر میں بنام ((دفع اوہام)) لگا ہے۔نمبر دوم میں اپنے ٹریکٹ نمبر (۲) کے جواب نہ ملنے کی شکایت کی ہے اس کا جواب ناظرین کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

نمبر سوم میں وفات عیسیٰ کی چند ضعیف اور بے اصل حدیثیں تحریر کی ہیں ان کی حقیقت ملاحظہ ہو:

احادیث وفات عیسیٰ کا حال:

(۱) پہلی حدیث:"أن عيسى عاش مائة وعشرين سنة"(۱)،حضرت عیسیٰ ایک سو بیس برس زندہ رہے تھے۔مجاہد صاحب اس کو صحیح علی شرط البخاری لکھتے ہیں (ص:۲۹)۔ حالاں کہ اس روایت میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے جو سخت ضعیف ہے اور اس کی روایت مردود ہے۔حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:"في هذا الخبر من رواية ابن لهيعة ...، ولا حجة في مثل هذا الإسناد عند جميعهم" ((استیعاب جلد اول (ص:۱۶))(۲)۔یعنی جس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہو وہ تمام محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہوتی۔خطیب بغدادی

(۱) الآحاد والمثانی از ابن ابی عاصم: (۳۶۹/۵)،حدیث:۲۹۷۰،شرح مشکل الآثار از طحاوی: (۱۳۹/۱)،حدیث:۱۳۶، معجم کبیر از طبرانی: (۳۱۷/۲۲)،حدیث:۱۰۳۱،اس حدیث کی سند نہایت ہی ضعیف ہے،دیکھیں: ((مجمع الزوائد)) از ہیثمی: (۲۳/۹)،۱۳۲۳۴،((الاجوبۃ المرضیۃ)) از سخاوی: (۸۲۸/۲-۸۲۹)،اور جو اس سلسلہ کی صحیح روایت ہے اس میں نبیوں کی عمروں اور اس کے بیچ کے فاصلے کی تعداد نہیں ذکر ہے۔

(۲) دیکھیں: ((الاستیعاب)): (۳۲/۱)۔

فرماتے ہیں:"ابن لهيعة ذاهب الحديث" (تاریخ بغداد:۱۱/۱۱۳)(۱)، یعنی ابن لہیعہ کی حدیث بے کار ہے۔((فتح الباری))(۲) میں ہے:"ابن لهيعة ضعيف" (ص:۱۲، پ:۱، وص:۹۷، پ:۶)، ((میزان الاعتدال)) میں ہے:"ضعيف لا يحتج به"(۳)، "ليس بقوي"(۴)،" مفرط بالتشيع"(۵)، یعنی ابن لہیعہ۔ضعیف ہے قوی نہیں ہے، اس سے دلیل نہیں لی جاتی، یہ غالی شیعہ ہے، (جلد دوم)۔((خلاصة التذهيب))(۶) میں ہے:"قال يحيى بن معين: ليس بالقوي، وقال مسلم: تركه وكيع ويحيى القطان وابن مهدي"۔یعنی ابن معین نے فرمایا کہ ابن لہیعہ قوی نہیں ہے، امام مسلم نے فرمایا کہ وکیع اور یحییٰ قطان اور ابن مہدی کے نزدیک متروک ہے۔((تهذيب التهذيب)) میں ہے:"كان يحيى بن سعيد لا يراه شيئا، وعن ابن مهدي: لا أحمل عنه قليلا ولا كثيرا، وقال أحمد: ما حديث بن لهيعة بحجة، وقال قتيبة: لا نكتب حديث بن لهيعة، وقال البخاري: تركه يحيى، وقال ابن قتيبة: ضعيف، وقال ابن معين: ضعيف لا يحتج بحديثه، وقال الجوزجاني: لا ينبغي أن يحتج به، ولا يغتر بروايته، وقال أبو حاتم وأبو زرعة: ابن لهيعة أمره مضطرب، وقال أبو عبد الرحمن: لا يحتج به، وقال محمد بن سعد: كان ضعيفا، وقال مسلم: تركه بن مهدي ويحيى بن سعيد ووكيع، وقال الحاكم: ذاهب الحديث، وقال ابن حبان: يدلس" اھ (جلد پنجم)(۷)، یعنی ابن لہیعہ کو یحییٰ ثقہ نہیں کہتے، ابن مہدی کا قول ہے کہ اس سے تھوڑا بہت

(۱) دیکھیں:((تاریخ بغداد)):(۱۱/۱۱۴)۔ (۲) از ابن حجر:(۳/۳۴۱)۔

(۳) یہ امام ابن معین کا قول ہے، دیکھیں:((میزان الاعتدال)) از ذھبی:(۲/۴۷۵)۔

(۴) یہ بھی امام ابن معین کا قول ہے، دیکھیں:((میزان الاعتدال)) از ذھبی:(۲/۴۷۶)۔

(۵) یہ امام ابن عدی کا قول ہے، دیکھیں:((میزان الاعتدال)) از ذھبی:(۲/۴۸۳)۔

(۶) از صفی الدین الخزرجی:(۱/۲۱۱)۔ (۷)(۵/۳۷۴-۳۷۹)۔

کچھ نہیں لینا چاہیے، امام احمد نے فرمایا کہ ابن لہیعہ کی حدیث حجت نہیں، قتیبہ نے کہا کہ اس کی حدیث ہم نہیں لکھتے، امام بخاری نے فرمایا کہ یحییٰ نے اس کو متروک کہا ہے، ابن قتیبہ نے اس کو ضعیف فرمایا ہے، ابن معین نے بھی اس کو ضعیف نا قابل حجت قرار دیا ہے، جوزجانی نے کہا کہ نہ تو اس سے حجت پکڑنی چاہیے، نہ اس کی روایت سے دھوکا کھانا چاہیے۔ ابوحاتم وابوزرعہ نے اس کی حدیث کو مضطرب کہا ہے، عبدالرحمٰن کے باپ نے بھی اسے نا قابل احتجاج سمجھا ہے، ابن سعد نے اس کو ضعیف کہا ہے، امام مسلم نے فرمایا کہ ابن مہدی اور یحییٰ اور وکیع کے نزدیک وہ مترک ہے، حاکم نے اسے ذاہب الحدیث اور ابن حبان نے مدلس کہا ہے۔ سبحان اللہ ایسے مجروح راوی کی روایت بھلا کہیں صحیح اور پھر علیٰ شرط البخاری ہو سکتی ہے؟ اسی لیے تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ((ماثبت بالسنۃ)) میں حدیث مذکور نقل کر کے صاف لکھ دیا ہے "وفیہ کلام" (مطبوع مجتبائی، دہلی: (ص:۱۱۸))، یعنی اس حدیث میں محدثین کو کلام و اعتراض ہے۔ تعجب ہے کہ مجاہد صاحب کتاب مذکور کا حوالہ دیتے ہیں لیکن کتاب کھول کر نہیں دیکھتے کہ اس میں کیا تحریر ہے، اسی طرح مجاہد صاحب نے تفسیر ابن کثیر کا بھی حوالہ دیا ہے۔ حالاں کہ خود ہی حدیث "إن عیسی لم یمت" الخ کے حوالہ ((تفسیر ابن کثیر)) پر اپنے ((ٹریکٹ نمبر۲))، (صفحہ۱۸) میں کل کتب تفاسیر کو بے اصل و غیر معتبر ٹھہرا چکے ہیں۔ ان کو جب ضرورت پڑی تو وہی کتب معتبر بن گئیں۔ سنیے! جناب حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: "إنه رفع وله ثلاث وثلاثون سنة في الصحيح، وقد ورد ذلك في حديث في صفة أهل الجنة: أنهم على صورة آدم وميلاد عيسى ثلاث وثلاثين سنة، وأما ما حكاه (إلى) فشاذ غريب بعيد" (ج۳/۲۴۵)(۱)، یعنی صحیح امر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی عمر رفع کے وقت (۳۳) سال کی تھی، اور یہ صراحت ایک حدیث میں آ گئی ہے جو جنتیوں کے بیان میں

---

(۱) دیکھیں: ((تفسیر ابن کثیر)): (۲/۳۶۶)۔

وارد ہے کہ جنتی لوگوں کی صورت (طوالت میں) حضرت آدم کی سی ہوگی، اور عمر حضرت عیسیٰ کے برابر (۳۳) برس کی ہوگی، اور جو بعضوں نے نقل کیا ہے کہ عیسیٰ سو سے زائد عمر تک رہے تھے یہ روایت شاذ اور نادر اور دور ہے حق سے۔ پھر ابن کثیر نے حضرت عیسیٰ کی (۳۳) سال والی عمر کی حدیث مرفوع کو بالسند تفسیر کی نویں جلد (صفحہ ۳۸۰) میں نقل کر دیا ہے۔

(۲) دوسری روایت:

جو محض بے اصل ہے، مجاہد صاحب نے یوں نقل کی ہے "لو کان موسی وعیسی حیین لما وسعهما إلا اتباعي " (ص:۳۰)۔ اس کے جواب میں ہم خود مجاہد صاحب کی ایک تحریر ان کے ((ٹریکٹ نمبر۲)) (صفحہ ۱۷) سے بمصداق ''عطائے تو بلقائے تو بخشیدم'' نقل کر دینا کافی جانتے ہیں، ملاحظہ ہو:

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس عربی عبارت کو حدیث الرسول کہنا ہی غلط ہے، چہ جائیکہ اس سے کچھ استنباط واستدلال کیا جا سکے۔ اگر حقیقۃً یہ حدیث الرسول ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو پروانہ وار آنحضرت ﷺ کے ساتھ مثل سایہ کے رہتے تھے اور حضور ﷺ کے ارشادات کی خوشہ چینی کر کے اپنے ایمانوں کی تازگی کیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے ہر قول وفعل کو مشعل ہدایت سمجھ کر دوسروں کے پاس بیان کرتے تھے اس پاک ارشاد کو نہ سنتے اور نہ بیان کرتے؟ حالت یہ ہے کہ اس ارشاد کے سننے والے کا نام تک مذکور نہیں بلکہ ساری درمیانی سند کا ذکر بھی نہیں ہے۔ پھر یہ ارشاد دنیائے اسلام کی معتبر ومستند کتب احادیث بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد وابن ماجہ ونسائی کے علاوہ دیگر مسانید وسنن کی کتب متداولہ میں باسناد متصل مذکور ہوتا اور بڑے طمطراق اور بڑی شان سے مذکور ہوتا، مگر نہایت افسوس ہے کہ یہ ارشاد ان کا مشہور ومتداول کتب میں کہیں بھی مذکور نہیں ہے، نہ اشارۃ، نہ کنایۃً۔ صرف تفسیر اور بعض غیر معتبر کتابوں میں مذکور ہے، وہ بھی اس حالت میں کہ نہ سند کا پتہ نہ راوی کا پتہ۔

کی بناوٹ بہت سی باتوں میں پر کہیں چھپی ہے بنائی بات؟

(۳) تیسری روایت:

جو سراسر محرّف ہے، مجاہد صاحب نے ((شرح فقہ اکبر)) مصری کے حوالہ سے یوں لکھی ہے "لو کان عیسیٰ حیا لما وسعه إلا اتباعي" (ص:۳۰)، حالاں کہ اصل حدیث جو معتبر کتب حدیث میں منقول ہے یوں ہے: "لو کان موسیٰ حیا ...الخ" ((شرح فقہ اکبر)) کے تمام ہندی قدیمی اور قلمی نسخوں میں بھی لفظ موسیٰ ہے نہ عیسیٰ۔ ((شرح فقہ اکبر)) کے مصنف نے اپنی دیگر تمام تصنیفات میں اس حدیث کو بالفاظ "لو کان موسیٰ حیا" نقل کیا ہے۔ پس ضرور مصری نسخہ میں تحریف کی گئی ہے جیسا کہ اسی رسالہ میں نہایت بسط سے ہم نے اس کو لکھا ہے۔

اب یہاں پر ہم مجاہد صاحب کے الفاظ میں جواب تحریر کرتے ہیں جو ان کے (ٹریکٹ نمبر۲) (صفحہ۱۴و۱۵) سے ماخوذ ہے: ''افسوس مجاہد صاحب کو نہ خدا کا غضب یاد رہا نہ رسول پاک کی حدیث یاد رہی کہ جو جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے گا وہ اپنی جگہ جہنم میں بنائے گا'' (۱)۔ ناواقف لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنا اسی کو کہتے ہیں، خدا ایسی دلیری کسی کو نہ دے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ "عیسیٰ حیا" کے الفاظ رسول پاک کے فرمائے ہوئے ہرگز نہیں ہیں۔ یہ سراسر افترا و بہتان ہے۔ کسی ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی "عیسیٰ حیا" لفظ رسول پاک کا فرمایا ہوا کوئی شخص نہیں دکھا سکتا، ان الفاظ کو ((شرح فقہ اکبر)) مطبوعہ مصر سے پیش کیا جاتا ہے جو آج سے تیس سال قبل مصر میں چھپی ہے، اس کتاب میں کسی مرزائی نے یا کسی کاتب نے بجائے موسیٰ کے عیسیٰ کا لفظ اپنی طرف سے لکھ دیا ہے جیسے کسی کاتب نے آیت: ﴿وَخَرَّ مُوْسَىٰ صَعِقًا﴾ (۲) میں لفظ خرّ کو خر (فارسی) سمجھ کر خرِ عیسیٰ لکھ

(۱) صحیح بخاری: کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی، حدیث: ۱۱۰، صحیح مسلم: مقدمہ، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۳۔

(۲) الاعراف: ۱۴۳۔

دیا تھا جیسے کسی کاتب نے بجائے موسیٰ کے عیسیٰ بنادیا تھا، اسی طرح مرزائیوں نے بھی بجائے موسیٰ کے عیسیٰ بنادیا ہے۔ فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق، ع:

دیکھو قارورہ سے کیسا ان کا قارورہ ملا

(۴) چوتھی حدیث:

بحوالۂ ((صحیح بخاری لکھی)) ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے پہلے مسیح اور آنے والے مسیح کا رنگ، حلیہ، قد علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے'' (ص:۳۰)۔ اس طرح سے اگر دو عیسیٰ ہوجاتے ہیں تو دو موسیٰ بھی ماننا ہوگا کیوں کہ ایسا ہی اختلاف سراپا موسیٰ میں بھی اسی حدیث میں ((صحیح بخاری)) کی مذکور ہے، ملاحظہ ہو، بدء الخلق میں ہے: «موسى رجلا آدم طوالا جعدا، كأنه من رجال شنوئة، ورأيت عيسى رجلا مربوعا، مربوع الخلق إلى الحمرة والبياض، سبط الرأس» (بخاری مصری: (ج ۲/۱۴۱) طبع جدید، ۱۳۴۶ھ) (۱)، یعنی موسیٰ گندمی رنگ کے قد لمبا گھونگھرالے بال والے تھے جیسے یمن کے قبیلہ از دشنوءۃ کے لوگ اور عیسیٰ درمیانہ قد سرخ وسفید رنگ سیدھے بال والے ہیں، اور کتاب الانبیاء میں ہے: "رأيت موسى: وإذا هو رجل ضرب رجل، كأنه من رجال شنوئة، ورأيت عيسى، فإذا هو رجل ربعة أحمر" (في الحديث الذي بعده) "عيسى جعد مربوع" (بخاری مصری: (ج ۲/۱۵۱) طبع جدید) (۲)، یعنی موسیٰ دبلے سیدھے بال والے تھے جیسے شنوءہ کے لوگ۔ اور عیسیٰ میانہ قد سرخ رنگ کے گھونگھرالے بال والے۔ پہلی حدیث میں موسیٰ گھونگھرالے بال والے تھے اور عیسیٰ سیدھے بال والے۔ اس حدیث میں موسیٰ سیدھے بال والے ہیں اور عیسیٰ

(۱) صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدکم: آمین والملائکۃ في السماء، آمین فوافقت إحداھما الأخری، غفرلہ ما تقدم من ذنبہ، حدیث: ۳۲۳۹۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: {وھل أتاک حدیث موسی} و{وکلم اللہ موسی تکلیما}، حدیث: ۳۳۹۶، ۲۲۹۴۔

گھونگھرالے بال والے۔ پس بقول مجاہد کے دو موسیٰ ہوئے اور دو عیسیٰ اور سنتے جایئے: «و أما عیسی فأحمر جعد عریض الصدر، وأما موسی: فآدم جسیم سبط كأنه من رجال الزط» (بخاری مصری طبع: ۱۳۴۶ھ: (ج ۲/۱۵۸) طبع جدید) (۱)، یعنی عیسیٰ کا رنگ سرخ، بال گھونگھرالے، اور سینہ چوڑا ہے۔ لیکن موسیٰ کا رنگ گندمی ہے موٹے بدن کے سیدھے بال والے جیسے جاٹ لوگ ہوتے ہیں۔ پہلی حدیث کے موسیٰ دبلے پتلے ازدشنؤہ والوں کی طرح تھے اور اس حدیث کے موسیٰ موٹے موٹے بدن کے جاٹوں کی طرح ہیں۔ پہلی حدیث کے عیسیٰ کا رنگ سفید سرخی مائل ہے اور دوسری تیسری حدیث کے عیسیٰ کا رنگ بالکل سرخ۔ اس بنا پر جب دو عیسیٰ ہوسکتے ہیں ایک پہلا اور ایک آنے والا۔ تو موسیٰ بھی دو ہوسکتے ہیں ایک پہلا ایک اور کوئی۔ کیوں مجاہد صاحب درست ہے نا؟۔ اب سنئے اصل حقیقت کہ یہ ساری خرابی الفاظ حدیث کے صحیح معنی نہ کرنے سے پیدا ہوئی ہے۔

حضرت عیسیٰ کے رنگ وحلیہ کے اختلاف کی حدیثیں:

ورنہ حقیقت میں نہ موسیٰ کے حلیہ میں اختلاف ہے نہ عیسیٰ کے رنگ وحلیہ میں، جس سے کہ دو ہستیاں سمجھی جاسکیں۔ حضرت موسیٰ وعیسیٰ کے بیان میں لفظ جعد کے معنی گھونگھرالے بال کے نہیں ہیں بلکہ ''گٹھیلے بدن'' کے ہیں۔ ((نہایہ)) (۲) ابن اثیر میں ہے: ''معناه: شديد الأسر والخلق، «ناقة جعدة» أي مجتمعة الخلق شديدة''، یعنی جعد کے معنی جوڑ وبند کا سخت ہونا، جعدہ اونٹنی مضبوط جوڑ بند والی۔ ((مجمع البحار)) (۳) میں ہے: ''أما موسى فجعد أراد جعودة الجسم وهو اجتماعه واكتنازه لا ضد سبوطة الشعر، لأنه روي أنه رجل الشعر، وكذا في وصف عيسى'' (ج ۱/۱۹۶)، کذا فی ((فتح الباری)): (ص: ۲۷۶، پ: ۱۳) (۴)، ونووی ((شرح مسلم)) (ج ۱/۹۴) (۵)، یعنی

(۱) صحیح بخاری: کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ {واذکر في الکتاب مریم إذ انتبذت من أهلها}، حدیث: ۳۴۳۸۔

(۲) (۲۷۵/۱)۔　(۳) (۱۹۶/۱)۔　(۴) (۴۸۴/۶)۔　(۵) (۲۲۷/۲)۔

حدیث میں موسیٰ وعیسیٰ کے لیے جو لفظ جعد آیا ہے اس کے معنی بدن کا گٹھیلا ہونا ہے، نہ بالوں کا گھونگھرالا ہونا، کیوں کہ ان کے بالوں کا سیدھا ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح لفظ ضرب اور جسیم میں بھی اختلاف نہیں ہے۔ ضرب بمعنی نحیف البدن اور جسیم بمعنی طویل البدن ہے: "قال القاضي عياض: المراد بالجسيم في صفة موسى: الزيادة في الطول "(فتح الباری انصاری: (ص: ۲۷۶)، پ: ۱۳)(۱)، یعنی صفت موسیٰ میں لفظ جسیم کے معنی لمبائی میں زیادتی ہے، اسی طور سے حضرت عیسیٰ کے رنگ میں بھی اختلاف نہیں ہے، لفظ احمر کا صحابی راوی نے سخت انکار کیا ہے چنانچہ ((صحیح بخاری)) میں موجود ہے: عن ابن عمر، قال: "لا والله ما قال النبي ﷺ لعيسى أحمر" (بخاری مصری: (ج ۱۵۸/۲) طبع جدید) (۲)، حضرت عبداللہ بن عمر قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ قسم ہے اللہ کی آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ کی صفت میں احمر (یعنی سرخ رنگ) کبھی بھی نہیں فرمایا ہے۔ پس پہلا رنگ برقرار رہا یعنی سفید رنگ سرخی مائل (گندمی) لہذا رنگ وحلیہ کا اختلاف حضرت موسیٰ وعیسیٰ سے مدفوع ہے اور حقیقت میں جیسے موسیٰ ایک ہی تھے عیسیٰ بھی ایک ہی ہیں۔ والحمد للہ

(۵) پانچویں حدیث:

بحوالہ ((صحیح بخاری)) مجاہد صاحب نے اپنی طرف سے کچھ بڑھا کر یوں لکھی ہے ''معراج کی رات میں جیسے دوسرے نبیوں کی روحوں سے ملاقات کی ویسے ہی حضرت عیسیٰ کی روح سے'' (ص: ۳۰)۔ حالاں کہ نبیوں کی ''روحوں'' سے ملنا نہ تو ((صحیح بخاری)) میں مذکور ہے نہ حدیث کی اور کسی کتاب میں۔ یہ ''روح'' کا لفظ مجاہد صاحب نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے تاکہ یہ ثابت کریں کہ معراج میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ کو ان انبیاء

---

(۱) دیکھیں: ((مشارق الانوار)): (۵۶/۲)، یہیں سے حافظ ابن حجر نے بھی اخذ کیا ہے اس لئے ہم نے اصل مرجع ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله {واذكر في الكتاب مريم إذ انتبذت من أهلها}، حدیث: ۳۴۴۱۔

کے ساتھ دیکھا جو مرکر اس زمین میں مدفون ہو چکے تھے تو آسمان پر ان کی روحوں سے ملاقات ہوئی، اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی مر چکے تھے جب تو ان کو فوت شدہ انبیاء کے ساتھ دیکھا۔ یہ استدلال ان کا غلط در غلط ہے، ورنہ پھر لازم آئے گا کہ معراج کے وقت آنحضرت ﷺ بھی مر چکے تھے جب تو آپ کی روح آسمان پر دیگر انبیاء کی روحوں سے ملی (کیوں کہ مرزائی جسمانی معراج کے منکر ہیں) حالاں کہ آنحضرت ﷺ کو اسی زندگی میں معراج ہوئی تھی اور وہ بھی جسمانی۔ پس جس طرح دیگر انبیاء کی ملاقات کے وقت آنحضرت ﷺ زندہ تھے اور آسمانوں پر تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی زندہ تھے اور آسمانوں پر تھے اور آنحضرت ﷺ کو اپنے نزول قرب قیامت کی خبر دی تھی۔ جیسا کہ ابن ماجہ میں مصرّح ہے۔

(۶) چھٹی حدیث:

بحوالۂ ((صحیح مسلم)) مجاہد صاحب نے یوں پیش کی ہے کہ ''مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے ہونے والے کسی نبی کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں تمام دنیا کی طرف نبی کر کے بھیجا گیا ہوں، اگر پہلے عیسیٰ ہی آئیں تو وہ تمام دنیا کی طرف نبی ہو کر نبی کریم ﷺ کے شریک ہو جائیں گے پھر حدیث غلط ہو جائے گی'' (ص: ۳۰)۔ حدیث کو غلط تو مرزا صاحب نے دعوائے نبوت کر کے فرما ہی دیا۔ کیوں کہ حدیث کے الفاظ یہ تھے: "وأرسلت إلى الخلق كافة، وختم بي النبيون" (مسلم: ج ۱/۱۹۹) (۱)، یعنی میں تمام خلق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری ذات سے نبیوں کا ہونا ختم کر دیا گیا ہے۔ پھر جب مرزا صاحب نبی ہو گئے تو حدیث خود بخود غلط ہو گئی۔ لہٰذا پہلے عیسیٰ کے آنے پر اب کیا غلط ہو گی؟ اور آپ کو اب حدیث کے غلط ہونے کا کیا غم ہے؟ البتہ ہم مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی فرمائی ہوئی حدیث کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ مرزا جھوٹا نبی ہے اور حدیث رسول

(۱) صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، حدیث: ۵۲۳۔

کا مضمون بالکل صحیح ہے کہ نبیوں کا ہونا بند۔ حضرت عیسیٰ تشریف لائیں گے تو نبی ہو کر نہیں آئیں گے امتی ہو کر آئیں گے، نبوت ان کو آنحضرت سے پہلے ملی تھی اس وقت ان کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی، پڑھو: ﴿وَرَسُوْلاً إِلٰى بَنِيْٓ إِسْرَائِيْلَ﴾ (۱) اور آمد ثانی میں ان کی حیثیت آنحضرت کے خلیفہ کی ہوگی، پڑھو حدیث طبرانی: "إنه خليفتي في أمتي من بعدي" (درمنثور: ج ۲/۲۴۲) (۲)، اسی کے ہم معنی روایت ((مسند احمد)) (۳) و ((ابوداؤد)) (۴) و ((ابن ابی شیبہ)) (۵) و ((ابن حبان)) (۶) و ((ابن جریر)) (۷) میں بھی موجود ہے۔ پس حضرت عیسیٰ تمام دنیا کی طرف بادشاہ اور خلیفہ ہو کر آئیں گے نہ نبی ہو کر۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ کے وصف رسالت الی کافۃ الخلق میں شریک نہیں ہوں گے اور حدیث مسلم غلط نہیں ہوگی بلکہ اپنی جگہ پر بحال رہے گی۔

وليكن هذا آخر ما أردنا إيراده في هذه الرسالة، المباركة النافعة، الكاملة لدفع مكائد الدجاجلة والحمد لله أولا وآخرا وظاهرا وباطنا۔ ع

به پایاں آمد این دفتر حکایت هم چناں باقی (۸)

تمام شد

---

(۱) آل عمران: ۴۹۔

(۲) معجم اوسط از طبرانی: (۵/۱۴۱)، حدیث: ۴۸۹۸، معجم صغیر از طبرانی: (۲/۳۰)، حدیث: ۷۲۵۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے "محمد بن عقبہ سدوسی" علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیں: ((مجمع الزوائد)) از ہیثمی: (۸/۲۰۵)، حدیث: ۱۳۷۸۴۔

(۳) (۱۵/۱۵۳)، حدیث: ۹۲۷۰، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴) کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث: ۴۳۲۴، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۵) (۲۱/۳۵۴-۳۵۵)، حدیث: ۴۰۳۱۴، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۶) (۱۵/۲۳۳)، حدیث: ۶۸۲۱، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۷) تفسیر ابن جریر الطبری: (۵/۴۵۱)۔

(۸) بہتر انجام ہوا، اور یہ لمبی کہانی ایسے ہی باقی ہے۔

قادیانی دوورقی ٹریکٹ نمبر (۵) کا جواب

اوراس کی حقیقت

جنرل سکریٹری انجمن احمدیہ کلکتہ نے ۱۶؍دسمبر ۳۳ء کو جلسۂ اہلحدیث کلکتہ کے موقع پر ایک دوورقہ اشتہار مرزا صاحب کے آخری فیصلہ سے متعلق پنجاب فائن آرٹ پریس کلکتہ میں چھپوا کر تقسیم کیا تھا۔ مجاہد صاحب بھی اس وقت کلکتہ پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے اسی دوورقہ اشتہار کو اسی پریس میں اپنے نام سے طبع کرالیا۔ کلکتہ کے اشتہار کی آخری دوسطریں ''معزز حضرات'' سے ''والسلام'' تک تو اڑا دیں اور شروع میں ایک سطر کا اپنی طرف سے بطریق عنوان یوں اضافہ کردیا ''ٹریکٹ نمبر (۵)، ظہور امام بجواب ٹریکٹ نمبر (۴) از مدن پورہ'' اور اسے بنارس لاکر تقسیم کردیا۔ یہ ہے اس ٹریکٹ نام نہاد نمبر (۵) کی حقیقت۔

دراصل ہمارا (ٹریکٹ نمبر۴) قادیانیوں کے حق میں کچھ اس طرح کا لوہے کا چنا ثابت ہوا ہے کہ بیچاروں سے کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتی۔ سوچتے ہیں کہ کیا جواب دیں؟ قلم اٹھاتے ہیں اور پھر رکھ دیتے ہیں، جب کچھ نہیں سوجھتا تو کبھی لاہوری ٹریکٹ پر قلم سے ''بجواب ٹریکٹ نمبر (۴) انجمن اشاعت الاسلام'' لکھ کر شہر میں بانٹتے ہیں اور کبھی کلکتہ کے اشتہار کو ٹریکٹ نمبر (۴) کا جواب کا بنادیتے ہیں، حالاں کہ اس کلکتہ والے اشتہار میں وہی باتیں ہیں جن کے کئی کئی جوابات ہم اپنے ٹریکٹ نمبر (۴) میں دے کر فارغ ہو بیٹھے ہیں۔ اس لیے مجاہد صاحب کا کلکتہ والے اشتہار کو اپنا ٹریکٹ نمبر (۵) بنادینا مشہور مثل ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کا مصداق ہے، اور کیوں نہ ہو ہم کو معلوم ہے کہ ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے   وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

پس جب انھوں نے ہمارے ٹریکٹ نمبر (۴) کے کسی بات کا جواب ہی نہیں دیا

ہے تو ہم ان کا کیا جواب دیں؟ ہمارا قرضہ تو جوں کا توں مرزائیوں کے ذمہ باقی ہے۔ البتہ اس رسالہ میں ہم بعض باتوں کی مزید وضاحت کیے دیتے ہیں تاکہ مرزائی پھر کبھی اس مبحث میں کچھ نہ بول سکیں۔ پس واضح ہو کہ ٹریکٹ مذکور کے چار صفحوں میں دو ہی باتیں بیان کی گئی ہیں (۱) یہ کہ مرزا صاحب کا اعلان ''آخری فیصلہ'' دعائے مباہلہ تھی اسی چیز کے ثبوت میں تین صفحے سیاہ کیے گئے ہیں، اور اسی چیز کا جواب ہم اپنے ((ٹریکٹ نمبر ۴)) میں بعنوان ''چوتھا عذر'' (صفحہ ۱۷ سے ۱۹) تک چھ نمبروں میں نہایت بسط سے دے چکے ہیں اور ((اخبار بدر)) سے ثابت کر چکے ہیں کہ ((انجام آتھم)) والا مباہلہ منسوخ ہو چکا تھا، لیکن چوں کہ پھر وہی ''مرغے کی ایک ٹانگ'' کی طرح مباہلہ کی صدائے بے ہنگام بلند کر دی گئی ہے۔ لہٰذا اب دوسری طور سے ہم اس کا جواب تحریر کرتے ہیں۔

پس سنیے۔ مرزا صاحب نے کتاب ((اعجاز احمدی)) (مطبوع ۱۹۰۲ء) میں اور ((حقیقۃ الوحی)) میں ۱۹۰۶ء کو اعلان کیا تھا کہ ''میں آئندہ کسی کو مباہلہ کا چیلنج نہیں دوں گا'' پھر آخری فیصلہ والا اشتہار جو اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا، مباہلہ کا چیلنج کس طرح ہو سکتا ہے؟ رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے مباہلہ کا چیلنج نہیں دیا تھا بلکہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے چیلنج دیا تھا جیسا کہ ٹریکٹ مذکور کے (صفحہ ۲) میں بحوالہ اخبار اہل حدیث ۲۹/ مارچ ۱۹۰۷ء مرقوم ہے اس میں بھی اخفائے واقعہ سے کام لیا گیا ہے۔ سنیے مولانا امرتسری (متعنا الله بطول بقائه) کے چیلنج مذکور کے جواب میں مرزا صاحب کی طرف سے ((اخبار الحکم)) ۳۱/ مارچ ۱۹۰۷ء اور ((اخبار بدر)) ۴/ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا کہ ''ہم آپ (مولانا امرتسری) سے اس چیلنج کے مطابق مباہلہ اس وقت کریں گے جب ہماری کتاب ((حقیقۃ الوحی)) شائع ہو جائے گی، وہ کتاب ہم آپ کو (یعنی مولانا امرتسری کو) بھیج کر معلوم کریں گے کہ آپ نے

اس کو پڑھ لیا ہے؟ (گویا امتحان لیں گے) پھر مباہلہ کریں گے"۔ کتاب ((حقیقۃ الوحی)) ۱۵ رمئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی لیکن مولانا امرتسری کے پاس نہیں بھیجی گئی (اہلحدیث ۱۲ رجنوری ۳۴ء، کالم: ۳، (ص: ۶)) تو مولانا صاحب نے ماہ جون ۷ء میں تقاضا کیا۔ اب قابل غور یہ ہے کہ مرزا صاحب نے مباہلہ کو موقوف رکھا تھا ((حقیقۃ الوحی)) کے شائع ہو جانے اور مولانا امرتسری کے پڑھ لینے پر، (۲) ((حقیقۃ الوحی)) مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوتی ہے، (۳) آخری فیصلہ والا اشتہار اس کتاب کے شائع ہونے سے ایک ماہ پیشتر ہی شائع ہو جاتا ہے، (۴) پس آخری فیصلہ کا اعلان مباہلہ کیوں کر ہو گیا؟ (۵) اگر کتاب ((حقیقۃ الوحی)) کے شائع ہو جانے کے بعد کوئی اعلان مرزا صاحب شائع کرتے تو اسے مباہلہ کہا جا سکتا۔ اور یہ کہنا درست ہوتا کہ "مرزا صاحب نے مولانا امرتسری کا چیلنج مباہلہ کا منظور کیا" (۶) اور جب ایسا نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ آخری فیصلہ کا اعلان مولانا امرتسری کے چیلنج مباہلہ کی منظوری نہیں ہے۔ بلکہ مرزا صاحب کی ایک دعا ہے جو قبول ہوئی جیسا کہ ہم اپنے ٹریکٹ نمبر (۴) میں بدلائل اس کو ثابت کر چکے ہیں۔ وھوالمراد

گھر کے گواہ:

قرآن مجید میں جس طرح مذکور ہے کہ زلیخا کے اہل میں سے ایک گواہ کی گواہی پر حضرت یوسف علیہ السلام بری ہو گئے تھے اسی طرح مرزا صاحب کے اہل میں سے چند گواہوں کی شہادت موجود ہے جو ہمارے موافق ہے اور مرزائیوں کے برخلاف۔

(۱) ان میں سے ایک گواہ (خلیفہ محمود) کی شہادت ہم اپنے ((ٹریکٹ نمبر ۴)) کے (صفحہ ۱۹) میں بحوالہ ((تشحیذ الاذہان)) (ص: ۸۰) (نمبر: ۶ و ۷، ج: ۳، ماہ جون و جولائی ۱۹۰۸ء) پیش کر چکے ہیں کہ آخری فیصلہ مرزا صاحب کی دعا ہے نہ مباہلہ۔

(۲) دوسرے گواہ مولوی محمد احسن امروہی قادیانی آنجہانی (جو مرزا صاحب کے دست راست تھے) کا اقرار ملاحظہ ہو، وہ بھی مرزا صاحب کے اس اعلان کو دعا قرار دیتے ہیں نہ مباہلہ۔ چنانچہ فرماتے ہیں ''ایسی دعائیں تو حضرت سید المرسلین کی بھی قبول نہیں ہوئیں'' (ریویو آف ریلیجنز بابت جون و جولائی ۱۹۰۸ء کا، (ص: ۲۳۸))، دیکھو مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کو کس طرح صاف صاف دعا بتا رہے ہیں۔ کاش تم سمجھو۔

(۳) تیسرے گواہ مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور ہیں جو کہ اس وقت قادیان میں ہی رہتے تھے اور قادیانی جماعت سے ہی تعلق رکھتے تھے بلکہ قادیانی ماہوار رسالہ ((ریویو)) کے اڈیٹر تھے، انھوں نے رسالہ مذکورہ میں مرزا صاحب کے مرنے کے بعد ہی ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا ''ثناء اللہ اور عبد الحکیم'' اس مضمون میں انھوں نے صاف صاف اقرار کیا تھا کہ مرزا صاحب کی دعا کا نتیجہ مرزا صاحب کے خلاف ثابت ہوا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی زندگی ہی میں ان دونوں کا ہلاک ہونا ضروری تھا جن کے خلاف حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بددعا کی ان میں سے کتنے اب نظر آتے ہیں؟ ایک یا دو مثالیں بچ رہنے والوں کی النادر کالمعدوم کے حکم میں سمجھنی چاہئیں'' (ریویو آف ریلیجنز (ص: ۲۹۵)، بابت جون و جولائی ۱۹۰۸ء)۔

اس بیان سے کھلا ثابت ہے کہ بموجب دعائے مرزا مولانا ثناء اللہ صاحب کو مرزا سے پہلے مرنا چاہیے تھا لیکن نتیجہ اس کے برخلاف ہوا۔ گو اس امر کو شاذ و نادر قرار دیا ہے لیکن تمسک کا ایک لفظ بھی اگر مشکوک ہو جائے تو سارا تمسک ردی ہو جاتا ہے، بہر حال یہ تو تسلیم ہے کہ حسب اعلانِ مرزا مولانا ثناء اللہ صاحب کو ان سے پہلے مرنا تھا لیکن مرے نہیں، بلکہ مرزا صاحب ہی مر گئے اور الٹی آنت گلے پڑی کیا خوب ؎

گفت مرزا مرثناء اللہ را　　میرد اول ہر کہ ملعون خدا ست
خود روانہ شد بہ سوے نیستی　　بود کذابے ولیکن گفت راست (۱)

نمبر (۲): دوسری بات جو اس ٹریکٹ (۵) کے آخری صفحہ پر لکھی ہے یہ ہے کہ ''مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک معیار نائب اڈیٹر کے نام سے یہ شائع کیا تھا کہ خدا تعالیٰ جھوٹے دغاباز مفسد نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ لہٰذا مولوی صاحب اپنے قول کے مطابق لمبی عمر پا کر جھوٹے (کاذب) مفسد وغیرہ ثابت ہوئے'' اگر واقعی یہ معیار ہے اور صحیح ہے تو آؤ اسی معیار پر مرزا صاحب کو بھی جانچیں۔ مرزا صاحب نے اپنے اشتہار آخری فیصلہ میں لکھا ہے کہ ''میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی'' پس بقول آپ کے چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی عمر لمبی ہوئی اور مرزا صاحب کی بہت عمر نہیں ہوئی تو مرزا صاحب بھی اپنے مقرر کردہ معیار سے اسی طرح جھوٹے اور مفسد (بوجہ عمر لمبی نہ ہونے کے) ثابت ہوئے جیسے مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے مقرر کردہ معیار سے (بوجہ لمبی عمر پانے کے) جھوٹے اور مفسد ثابت ہوئے۔ کیوں مجاہد صاحب ٹھیک ہے نا؟ کہ مولوی صاحب امرتسری کی طرح مرزا صاحب بھی کذاب اور مفسد (اپنے معیار سے) ثابت ہو گئے۔ پس آپ لوگوں کی یہ تاویل آپ کے کس کام آئی؟ آپ کے مرزا سے تو الزام کاذب اور مفسد ہونے کا دفع نہیں ہوا۔ گو ان کے دشمن پر بھی لگ گیا۔ مرزائیوں کے استدلال ایسے ہی ہوتے ہیں کیوں نہ ہو: چاہ کن را چاہ در پیش (۲)۔

اب اصل حقیقت ملاحظہ ہو۔

(۱) ہم بذیل عنوان ''مدن پورہ کا اشتہار'' مجاہد صاحب کا تیرھواں جھوٹ ثابت

---

(۱) خود روانہ ہوا فنا کی جانب، تھا ایک نمبر کا جھوٹا اور لیکن سچ کہا۔ مرزا نے ثناء اللہ سے کہا کہ پہلے مرجائے جو کہ خدا کے نزدیک ملعون ہے۔　(۲) کنواں کھودنے والے کے لئے کنواں تیار ہے۔

کرتے ہوئے لکھ آئے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے نہیں بلکہ نائب اڈیٹر نے (شکر ہے کہ یہاں مجاہد کو بھی تسلیم ہے کہ نوٹ نائب اڈیٹر کے نام سے شائع ہوا ہے) مرزا صاحب کی قرآن دانی کا راز طشت از بام کرنے کے لیے ان کے اشتہار کی عبارت ''مفسد کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی'' پر حاشیہ لکھا تھا کہ قرآن کے خلاف مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے جس سے ان کی قرآن میں لیاقت ظاہر ہوتی ہے۔ نہ کہ اسے کوئی معیار ٹھہرایا گیا تھا۔ پھر مولانا ثناء اللہ صاحب نے اپنے قلم سے جو عبارت لکھی تھی وہ یہ ہے کہ ''مفسد اور کذاب کی عمر کبھی بہت ہو جاتی ہے'' (اہل حدیث، ج: ۵، نمبر ۳۹، کالم ۲، ۳۱ر جولائی ۱۹۰۸ء، (ص: ۳))۔ پس یہ قاعدہ کلیہ نہ رہا کہ اسے معیار کہا جا سکے کیوں کہ عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ مفسد و کذاب کی عمر کبھی لمبی نہیں بھی ہوتی۔ پس اس مفہوم کی بناء پر مولانا ثناء اللہ صاحب (باوجود لمبی عمر پانے کے) مفسد و کذاب ثابت نہیں ہوئے، فافہم۔

(۲) اگر ہم مان بھی لیں کہ عبارت مرقومہ بالا واقعی ایک معیار ہے اور سچ مچ لمبی عمر پانے والا کاذب ہی ہوتا ہے تو بھی مولانا امرتسری اس کے مصداق ثابت نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب کاذب (جھوٹے) نہیں ہیں، مُکَذِّب (مرزائیوں کے نبی کی تکذیب کرنے والے) ہیں۔ اور معیار یہ ٹھہرا ہے کہ کاذب کی عمر لمبی ہو، نہ مُکَذِّب کی۔ کاذب اور مکذِّب کا فرق ظاہر ہے۔ پس چوں کہ مولانا امرتسری مکذّب ہیں اور ان کے نزدیک (بلکہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک) مرزا کاذب ہے اور عمر بھی مرزا کی بہت لمبی ہوئی ہے یعنی ۶۷ سال (ریویو آف ریلیجنز (ص: ۲۳)، بابت اپریل ۲۴ء) لہٰذا مرزا صاحب ہی جھوٹے دغا باز اور مفسد ثابت ہوئے، اور کیوں نہ ہو۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

ختم الله لنا بالحسنى، وأذاقنا حلاوة رضوانه الأسنى، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالى على خاتم النبيين، وآخر المرسلين وسلم، إلى يوم الدين، آمين برحمتك يا أرحم الراحمين۔

تمام شد

نوٹ! چونکہ یہ رسالہ بہت عجلت میں طبع ہوا ہے اس لیے اس میں غلطیاں بہت رہ گئی ہیں۔امید کہ پڑھے لکھے حضرات ازخودان کو درست کرلیں گے، سکریٹری۔

﴿يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ﴾

ٹریکٹ (۱۲)

بسلسلۂ تبلیغ ودعوت انجمن اشاعت الاسلام

مشتمل بر ابطال وفاتِ حضرت عیسی علیہ السلام

مسمی بہ

دفعِ اوہام

از

ظہورِ امام

تالیف

محدث علامہ شیخ محمد ابوالقاسم سیف بن محمد سعید بنارسی

تحقیق وتعلیق

عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والیہ قد رفع المسیح بجسمہ حیا فینزل یکسر الصلبانِ

یفنی الدجاجلۃ اللئام بکفہ فیموت یدفن بالمدینۃ(۱)فانِ

الحمد للہ الذي جعل عیسی ابن مریم وأمہ آیۃ وآواھما إلی ربوۃ ذات قرار ومعین، والصلاۃ والسلام علی آخر نبیہ محمد خاتم المرسلین الذي أخبرنا بنزول عیسی ابن مریم من السماء إلی الأرض ثم دفنہ معہ في قبرہ قبل یوم الدین، وأنبأنا بظھور الأئمۃ المضلین وخروج الدجاجلۃ الکذابین، فکان کما قال ﷺ وعلی آلہ وأصحابہ وسائر أتباعہ أجمعین،أما بعد:

پچھلے دنوں بنارس کے قادیانیوں نے ایک رسالہ ((ظہور امام)) شائع کیا تھا، جس میں انہوں نے اپنے زعم فاسد میں قرآن حکیم کی آٹھ (۸) آیتوں (بلکہ ضمنی آیات کو ملا کر بارہ (۱۲) آیتوں) سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ وفات مسیح، مرزا غلام احمد آنجہانی کے دعوائے نبوت کی صداقت کو مستلزم نہیں ہے۔ اس لئے کہ وفات مسیح فرض بھی کر لی جائے تو بھی مرزا صاحب کی نبوت کیا ان کا راست گو ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ چونکہ مرزائی ہر جگہ اسی مسئلہ پر گفتگو کرنے کو پہلے تیار ہو جاتے ہیں اور صداقت مرزا پر بحث کرنے سے عمداً گریز کرتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان آیات پر ایک تنقیدی نظر ڈالی جائے۔ ہماری انجمن نے ظہور امام کا مفصل اور مدلل جواب انہیں دنوں تیار کر لیا تھا۔ جس کا ذکر بھی رسالہ ((جواب دعوت)) کے (ص:۵۔۶) میں کیا

(۱) اس کا دارومدار اسی ضعیف روایت پر ہے۔ جس کی حقیقت ہم ٹریکٹ نمبر (۳) میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔

گیا ہے، لیکن جواب مذکور چونکہ طویل اور علمی رنگ میں ہونے کی وجہ سے عام فہم نہ تھا، اس لئے اس کی اشاعت ملتوی کر دی گئی۔ اب تو مرزائی دون کی لینے لگے اور اپنے ٹریکٹ نمبر (۱) کو لاجواب سمجھ لیا، بالآخر مقامی مسلمانوں کا سخت اصرار ہوا کہ ٹریکٹ مذکور کا جواب ضرور شائع کیا جائے خواہ مختصر ہی کیوں نہ ہو تا کہ عوام کے شکوک واوہام دور ہوں، اور جو وعدہ ((رسالہ نور اسلام)) کے (ص:۸۲) میں کیا گیا ہے وہ پورا ہو جائے، اس لئے یہ مختصر سا رسالہ شائع کیا جاتا ہے، جس میں ان آیات کے صحیح معنی اور مطلب کو واضح کر دیا گیا ہے جن سے وفات مسیح ثابت کرنے کی فضول کوشش کی جاتی ہے نیز مرزائیوں کی تاویلات باطلہ کا پردہ فاش کر دیا گیا ہے، ﴿إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ (۱).

ایک ضمنی آیت:

مولف ظہور امام نے (ص:۳) میں آسمانی اور زمینی موجودہ بلاؤں اور مصیبتوں کو مرزا غلام احمد کی رسالت وامامت کے نہ ماننے کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے اس آیت کو پیش کیا ہے ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ (۲)۔ حالانکہ اس آیت میں اللہ تعالی پہلی امتوں (از نوح علیہ السلام تا مسیح علیہ السلام) کی بابت اپنی گذشتہ عادت آنحضرت ﷺ سے بیان فرما رہا ہے کہ ''نہیں تھے ہم عذاب کرتے (کسی منکر ومکذب کو) یہاں تک کہ ہم بھیج دیتے ایک رسول کو'' جیسا کہ اس کے ایک آیت بعد فرمایا ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِن بَعْدِ نُوحٍ﴾، یعنی کتنی قرنیں ہلاک کر دیں ہم نے نوح کے بعد۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کا قول ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ﴾ الخ پہلی امتوں سے متعلق ہے، جن کی ابتداء زمانہ نوح پیغمبر

(۱) ھود:۸۸۔ (۲) الاسراء:۱۵۔

سے ہوتی ہے۔امت محمدیہ سے اس کا تعلق نہیں ہے۔کیونکہ پہلی امتوں میں رسول خاص قوم کے لئے آتے تھے، جب محمد رسول اللہ ﷺ تمام دنیا کے لئے رسول ہوکر تشریف لائے، تو اللہ تعالی نے اپنا جدید قانون یوں بیان فرمایا ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾، یعنی اور نہیں اللہ عذاب کرے گا ان (امت محمدیہ) کو اس حال میں کہ وہ استغفار کرتے رہیں گے۔پس اب جب کہ لوگ استغفار چھوڑ دیں گے، اپنے اللہ سے منہ موڑ لیں گے، آسمانی اور زمینی بلائیں ان پر محیط ہو جائیں گی۔پس یہ غلط ہے کہ مرزا صاحب کا انکار سبب بلاء ہے۔اس لئے کہ خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے جیسا کہ پہلے ٹریکٹوں میں اس کو مفصل لکھا جا چکا ہے۔

مرزائیوں کی بات میں اگر ذرہ برابر صداقت ہو تو ان کو بتانا چاہئے کہ تیرہ (۱۳) صدیوں میں کون سی صدی آسمانی یا زمینی بلاؤں سے خالی گذری ہے؟ اگر کوئی بھی خالی نہیں گذری جیسا کہ تاریخی شہادتیں بکثرت موجود ہیں، تو ان کو پھر بتانا ہوگا کہ آنحضرت ﷺ اور مرزا صاحب کے درمیان والے زمانہ میں کون سے انبیاء ورسل گذر چکے ہیں؟ جن کے انکار کی وجہ سے مصائب اور بلائیں آتی رہیں؟ تفصیل نہ بتا سکیں تو اجمالا سہی۔ان کے نام ہی بتادیں۔لیکن مرزا صاحب کا یہ قول پیش نظر رکھیں گے:۔

''جس قدر مجھ سے پہلے۔۔۔گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ، کثیر اس نعمت (نبوت) کا نہیں دیا گیا۔۔۔نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا'' (حقیقۃ الوحی: (ص: ۳۹۰-۳۹۱))(۱)۔

پس جب مرزا صاحب اور آنحضرت ﷺ کے مابین زمانہ میں کوئی رسول آیا ہی

(۱)((روحانی خزائن)): (۲۲/۴۰۶-۴۰۷)۔

نہیں تو اللہ نے اپنے قول ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ﴾ الخ، کے خلاف ہر صدی اور ہر زمانہ میں کیوں آسمانی اور زمینی بلائیں بھیجیں؟ ماھو جوابکم ھو جوابنا۔

(۱) پہلی آیت:

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ﴾ (۱)، تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا اور ایک میعاد تک فائدہ اٹھانا ہے (تا) حضرت عیسیٰ بحیثیت انسان ہونے کے اس قانون خداوندی سے ... نہیں بچے (ص:۴)۔

سنئے جناب! قانون الٰہی یہ بھی ہے کہ خاص موقع میں کسی حکمت اور مصلحت کی بنا پر ان قوانین جاریہ کے خلاف تصرف کیا جائے، کیونکہ قانون بنانے والا اپنے قانون میں تغیر وتبدل بھی کرسکتا ہے ورنہ معجزات اور کرامات سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔

(۲) آیت مذکورہ میں زمین کو انسانوں کے لئے جائے قرار اصلی اور طبعی طور پر فرمایا گیا ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمین پر پیدا ہوئے اور رہے۔ پھر نزول کے بعد بھی اسی پر قیام کریں گے اور اسی زمین پر ان کو موت آئے گی۔ البتہ عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے کسی دوسری جگہ (آسمان) کا ان کے لئے جائے قرار بن جانا آیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے۔ جیسے فرشتوں کی جائے قرار اصلی اور طبعی طور سے آسمان ہے مگر وہ عارضی طور سے کچھ مدت کے لئے زمین پر بھی رہتے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ کا کچھ عرصہ تک عارضی طور سے کرۂ زمین کو چھوڑ کر کسی دوسرے کرۂ (آسمان) پر باذن اللہ قرار پکڑنا ہرگز تعجب انگیز نہیں ہے۔ نئی سائنس سے بھی علاوہ کرۂ زمین کے دوسرے آسمانی کروں (مریخ وغیرہ) میں انسانی اور حیوانی آبادیوں کا ہونا ثابت ہو چکا ہے جس کی خبر قرآن حکیم نے پہلے ہی سے یوں

---

(۱) البقرۃ:۳۶۔

دی تھی ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَابَّةٍ﴾ (۱)، یعنی اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کی دلیلوں میں سے آسمانوں اور زمین کی خلقت اور ان دونوں میں دابہ (چلنے پھرنے والے جانداروں) کا پھیلانا ہے۔ فرشتوں کو سورہ نحل میں ان سے الگ ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ﴾ (۲)، یعنی اللہ کے زیر حکم ہیں جو دابہ آسمانوں (اوپر کے کروں) میں ہیں اور جو دابہ زمین میں ہیں اور فرشتہ بھی اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ پس اوپر کے کروں میں فرشتوں کے علاوہ انسانوں اور حیوانوں کا وجود ثابت ہوا جیسا کہ فلسفۂ جدیدہ نے اعلان کیا تھا۔

(۳) یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش عام انسانوں کے بر خلاف نفخ روح القدس (جبریل) سے ہوئی ہے۔ اس لئے کہ آپ کی مشابہت پیدائش کے لحاظ سے فرشتوں سے ہے، پس آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا اور آیت مذکورہ کے حکم سے خارج ہونا آپ کے مادۂ فطری اور طبعی کی وجہ سے ہے جو دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں، خواہ ان کے مراتب کیسے ہی اعلیٰ کیوں نہ ہوں (۳)۔ لہذا آیت مذکورہ وفات مسیح کی دلیل نہیں بن سکتی، کما لا یخفی۔

---

(۱) الشوری: ۲۹۔ (۲) النحل: ۴۹۔

(۳) یہ فقرہ دلیل کا محتاج ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ ایک اجتہادی غلطی ہے جو زیادہ درست لگتا ہے، تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا، کیونکہ اللہ نے آپ کی پیدائش کی مثال آدم علیہ السلام سے دی ہے (آل عمران: ۵۹) نا کہ فرشتوں سے اور فرشتے نوری مخلوق ہیں، اور انسان مٹی سے بنا ہے، اسی سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کی تخلیق عام انسانوں کی تخلیق سے مختلف تو ہے لیکن فرشتوں کی طرح نہیں ہے۔ اور آپ کا نفخ روح سے پیدا ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے، لہذا اس میں تاویل کی ضرورت نہیں۔

(۲) دوسری آیت:

﴿فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ﴾ (۱)، اس زمین میں تمہاری زندگی ہوگی اور اسی میں تم مروگے اور اسی سے تم نکالے جاوگے (تا) حضرت عیسی علیہ السلام اس اٹل قانون کے خلاف کسی اور جگہ کیوں کر زندہ رہ سکتے ہیں؟ (ص:۵)۔

سنئے جناب: اسی طرح حضرت عیسی زندہ رہ سکتے ہیں جس طرح دیگر کروں کے انسان ان کروں میں زندگی گذارتے ہیں، کمامر۔ اور اسی طرح زندہ رہ سکتے ہیں جس طرح فرشتے آسمانوں پر زندہ ہیں کیوں کہ حضرت عیسی کی مشابہت پیدائش کے لحاظ سے فرشتوں سے ہے، کما ذکر۔

پھر زندگی کے آخری ایام وہ اسی زمین پر گذاریں گے، بعدہ مدینہ طیبہ میں مریں گے اور روضۂ نبویہ میں دفن کیے جائیں گے، پھر اسی روضہ سے قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کی معیت میں اٹھیں گے۔ کما ورد فی الحدیث۔

عارضی طور سے کچھ مدت کے لئے ان کا آسمان پر چلا جانا نہ آیت مذکورہ کے منافی ہے، نہ قانون الٰہی کے خلاف، إنه علی کل شيء قدیر، یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔

اسی شبہ (اٹل قانون کی مخالفت) کو دور کرنے کے لئے حضرت عیسی کے رفع الی السماء کے مضمون کو اس جملہ پر ختم فرمایا ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزاً حَكِيماً﴾ (۲)، یعنی اللہ غلبہ والا ہے (وہ اپنے قانون کو اپنی مصلحت اور حکمت کی بنا پر بدل سکتا ہے کیوں کہ) وہ حکیم (بھی) ہے، سبحانہ ما أعظم شأنه۔ پس اس دوسری آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔

---

(۱) الاعراف:۲۵۔ (۲) النساء:۱۵۸۔

(۳) تیسری آیت:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ﴾(۱) الخ، یعنی محمد ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے جس قدر رسول ہو چکے ہیں یقیناً فوت ہو گئے (ص:۵)۔ ''خلت'' کے معنی عربی زبان میں ایسے گزرنے کے ہیں کہ پھر کبھی نہ آئے (تا) ((لسان العرب)) میں ہے اعرابی لوگ بولتے ہیں" خلا فلان إذا مات " فلاں آدمی مر گیا۔ (ص:۸)۔

مولف ظہور امام نے آیت کے معنی میں خوب کتر بیونت کی ہے ''جس قدر'' کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ خلت کے تین معنی کئے: (۱) ''ہو چکے ہیں'' (۲) ''فوت ہو گئے'' (۳) ''ایسے گزرے کہ پھر کبھی نہ آئیں گے''۔ پھر اپنے پہلے معنی کی تردید خود ہی ابن اعرابی کے قول سے (''اس بے چارہ کو'' اعرابی لوگ بنا کر) کر دی ہے۔ ابن اعرابی کا قول (خلا بمعنی مات) (۲) جمہور اہل لغت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے، اہل عرب جتنے الفاظ موت کے لئے بولتے ہیں ان میں خلو مادہ کا مشتق کوئی بھی نہیں ہے (دیکھو: ((فقہ اللغۃ)) و((تہذیب الالفاظ)) وغیرہ)۔ کیوں کہ خلو کے حقیقی معنی (جس سے خلت بنا ہے) دو ہی ہیں: گزرنا اور خالی ہونا۔

(۱) خلو کا تعلق جب زمانہ سے ہوگا تو اس کے معنی گزرنے کے ہوں گے، (مفردات (۳) لغت قرآن) میں ہے" والخلوّ يستعمل في الزمان والمكان (إلى) خلا الزمان، مضى الزمان "۔ یعنی خلو کا استعمال زمانہ اور جگہ کے لئے ہوتا ہے (خلا الزمان) کے معنی زمانہ گزرا (نہ کہ مر گیا) شاعر کہتا۔ (دیکھو: دیوان عامر):۔

(۱) آل عمران:۱۴۴۔ (۲) (۱۴/۲۴۲)۔ (۳) (ص:۲۹۷)۔

لقد كان في ما خلا عبرة　　　وبالعلم يعتبر المبصر

یعنی جو زمانہ گزر گیا اس میں اولوا الابصار کے لئے عبرت ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ (۱)، یعنی (عیش کرو) بدلہ میں اس کے جو تم نے گذشتہ زمانہ میں کیا۔ مرزائیوں کے نزدیک اس کا ترجمہ یوں ہوگا "بدلہ میں اس کے جو تم نے مرے ہوئے زمانہ میں کیا"۔ کیا یہ ترجمہ صحیح ہے؟ آؤ سنو قرآن نے خود ہی خلت کے معنی بیان فرما دیئے ہیں، سورہ حجر میں ارشاد ہے۔ ﴿وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ﴾ (۲)، اور سورہ انفال میں فرمایا ﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينِ﴾ (۳)، معلوم ہوا کہ خلت کے معنی "مضت" کے ہیں، نہ "ماتت" کے۔

(۲) اور جب خلو کا تعلق جگہ سے ہوگا تو اس کے معنی "خالی اور الگ ہونا" ہوں گے۔ ((لسان العرب)) (۴) میں ہے: "خلا المكان والشيء ...، إذا لم يكن فيه أحد"، یعنی جگہ خالی ہوگئی جب اس میں کوئی نہ ہو، شی خالی ہوگئی جب اس میں کچھ نہ ہو۔ یہ کیفیت صرف موت کی ہی صورت میں منحصر نہیں ہے۔ زندہ جاندار بھی جگہ خالی کرتے ہیں عرب کا شاعر کہتا ہے (حماسہ ملاحظہ ہو):۔

رسم لمقاتلة الغرانق ما به　　　إلا الوحوش خلت له وخلا لها

یعنی یہ نشان اس محبوبہ کی جگہ کا ہے جو نازک اندام جوانوں کی قاتلہ ہے، اب یہاں وحشی جانور ہیں جو اس جگہ گزرتے ہیں اور یہ جگہ ان جانوروں کے لئے خالی ہے۔

یہ معنی تو نہیں ہے کہ وحشی جانور سب مر گئے اور وہ جگہ بھی مر گئی؟ قرآن مجید سے سنئے، ارشاد ہے ﴿وَإِذَا خَلَوْاْ عَضُّواْ عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾ (۵)، یعنی منافقین

---

(۱) الحاقۃ: ۲۴۔　(۲) الحجر: ۱۳۔　(۳) الانفال: ۳۸۔

(۴) (۱۴/ ۲۳۷)۔　(۵) آل عمران: ۱۱۹۔

جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصہ سے انگشت بدنداں ہوتے ہیں۔ مرزائی اس کا ترجمہ یوں کریں گے ’’جب منافقین مر کر پھر کبھی نہیں آسکتے تو (مرجانے کے بعد) تم پر اپنی انگلیاں غصہ سے کاٹتے ہیں‘‘۔ کیا ایسا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور سنئے! سورہ اعراف میں ہے ﴿قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ﴾ (۱)، یعنی اللہ فرمائے گا کہ داخل ہو جاؤ تم (اے مجرموں) اس گروہ میں جو تم سے پہلے جنوں اور انسانوں کا جہنم میں گزر چکا ہے۔ مرزائی اصطلاح سے اس کا ترجمہ یوں ہوگا: ’’اللہ نے کہا تھا کہ اس جماعت میں داخل ہو جاؤ جو تم سے پہلے جنوں اور آدمیوں کی جہنم میں جا کر مر چکی ہے‘‘۔ ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ کس قدر غلط ہے۔ جہنم میں موت کسی کو بھی نہ آئے گی جیسا کہ ارشاد ہے ﴿وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ﴾، ﴿لَا يَمُوتُ فِيهَا﴾، یعنی جہنمیوں کو موت نہیں ہے۔ اردو زبان میں بھی خالی ہونا اور گزرنا مرجانے کے معنی میں نہیں بولا جاتا۔ شاعر کہتا ہے ۔

ادھر بیت الصنم خالی اُدھر بیت الحرم خالی پتہ لگتا نہیں اس کا عرب خالی عجم خالی

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

ان شواہد و نظائر کے بعد آیت مذکورہ کا صحیح ترجمہ ملاحظہ ہو ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (۲)، نہیں ہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول تحقیق گزر چکے اور جگہ خالی کر چکے ہیں ان سے پہلے کئی رسول۔ کوئی جگہ خالی کر کے زیر زمین مدفون ہوا، اور کوئی جگہ خالی کر کے آسمان پر لے جایا گیا۔ آیت مذکورہ کے تھوڑا پہلے یہ آیت ہے ﴿قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ﴾ یعنی تم سے پہلے واقعات گزر چکے ہیں۔ واقعات مرا نہیں کرتے۔ اس سے تھوڑا پہلے آیت ﴿وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا﴾ الخ، ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ حضرت عیسیٰ کے ذکر میں وارد ہے ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ

(۱) الاعراف: ۳۸۔ (۲) آل عمران: ۱۴۴۔

خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾(۱)، یعنی نہیں ہیں مسیح بیٹے مریم کے مگر ایک رسول، تحقیق گزر چکے ان سے پہلے کئی رسول۔ اگر ﴿خَلَتْ ﴾ کے معنی کریں ''مر گئے'' اور ﴿الرُّسُلُ ﴾ کے معنی ''جس قدر رسول'' جیسا کہ مرزائی نے لکھا ہے تو لازم آئے گا کہ محمد ﷺ بھی اس آیت کے نزول کے وقت مر چکے تھے کیوں کہ آپ بھی ﴿الرُّسُلُ ﴾ میں داخل ہیں حالانکہ بوقت نزولِ آیت آپ زندہ موجود تھے۔ پھر تو مرزائیوں کو کہنا ہوگا کہ محمد ﷺ رسولوں کی جماعت سے ہی خارج ہیں تو یہ ''إلا رسول'' کے خلاف ہوگا۔ اس لئے ﴿الرُّسُلُ ﴾ کا ترجمہ ''جس قدر رسول'' صحیح نہیں۔ اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ﴿خَلَتْ ﴾ کے معنی ''مر گئے'' صحیح نہیں، لہذا آیت ﴿قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾ میں حضرت عیسیٰ کو داخل مان کر بدلالت آیت ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ﴾ معنی جگہ کو خالی اور تبدیل کرنا متعین ہوگا۔ فتدبر۔

مؤلف ظہور امام نے جو یہ لکھا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ کو اللہ نے مستثنیٰ نہیں فرمایا'' (ص:۶)۔ ان کی بے علمی کا ثبوت ہے۔ مستثنیٰ کے لئے ضروری نہیں کہ اسی عبارت میں موجود ہو۔ دیکھو اللہ فرماتا ہے ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ﴾(۲)، اس آیت میں تمام مطلقہ عورتوں کی عدت تین حیض بیان فرمائی گئی ہے، حالانکہ (۱) حاملہ مطلقہ، (۲) صغیرہ مطلقہ (جس کو حیض نہیں آیا) (۳) آیسہ مطلقہ (جس کا حیض بند ہو چکا ہے) (۴) غیر ممسوسہ مطلقہ (جس کو شوہر نے ہاتھ تک نہیں لگایا) یہ سب اس حکم سے مستثنیٰ ہیں حالانکہ ان کا ذکر اس آیت میں نہیں آیا ہے بلکہ دوسرے مقامات میں آیا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کے لئے دوسری جگہوں میں فرمادیا گیا ہے (۱) ﴿رَافِعُكَ إِلَيَّ ﴾، (۲) ﴿رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ﴾، (۳) ﴿وَكَهْلًا ﴾، (۴) ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ ﴾، (۵) ﴿إِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾۔ یہ آیتیں آپ کے آسمان پر (زمین کو خالی کر کے) لے جائے جانے اور اب

---

(۱) المائدۃ:۷۵۔ (۲) البقرۃ:۲۲۸۔

تک زندہ موجود ہونے اور قیامت کے قریب آنے اس وقت تک بوڑھے نہ ہونے پر استثنائی دلائل ہیں۔ جیسا کہ رسائل ((اظہار حقیقت)) کے آخر اور ((جوابِ دعوت)) اور ((نور اسلام)) میں شائع کیا جا چکا ہے۔ اس لئے یہاں تفصیل کی حاجت نہیں ہے۔ فلیطالع ثمہ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استدلال:

مولف ((ظہور امام)) کا یہ لکھنا کہ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ سے ثابت کی تھی'' (ص:۶)۔

صریح دجل اور جھوٹ ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جنگ احد میں آنحضرت علیہ السلام کی شہادت کی غلط خبر پھیل جانے سے بعض صحابہ کو وہم پیدا ہوا کہ رسالت اور موت میں منافاۃ ہے، رسول کو مرنا نہیں چاہئے، اس وہم کو دور کرنے کے لئے آیت مذکورہ نازل ہوئی تھی اللہ نے فرمایا ﴿أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ﴾، یعنی اگر محمد ﷺ کو موت آجائے یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟ اس میں اللہ نے سمجھا دیا کہ نبی کے لئے موت ناممکن نہیں ہے۔ اسی طرح کا وہم صحابہ کو دوبارہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت شدت غم سے پیدا ہو گیا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس وہم کو مختلف آیات پڑھ کر دور کیا۔ پہلے سورہ زمر کی آیت ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ﴾ والی پڑھی، پھر سورہ انبیاء کی آیت ﴿أَفَإِن مِّتَّ﴾ والی سنائی۔ اس کے بعد سورہ آل عمران کی آیت بالا جو غزوہ احد کے دنوں میں اتری تھی تلاوت کی۔ کیوں کہ اس وقت کا وہم بعینہ ایام احد والا وہم تھا۔ آیت مذکورہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا استدلال ''ان مات'' سے ہے نہ ﴿خَلَتْ﴾ سے۔ کیوں کہ آپ کی نظر نبی کے لئے موت کے ممکن ہونے پر تھی تا کہ نبوت اور موت کے منافاۃ کا وہم دور ہو۔ چنانچہ بحمد اللہ یہ وہم دور ہو گیا اور سب صحابہ کو آپ پر موت آجانے کا یقین

ہوگیا۔ انبیاء سابقین کی موت وحیات کسی کے خیال میں نہ تھی کہ حضرت عمر یا اور کسی کو حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر کچھ بولنے کی ضرورت پڑتی۔ جب کہ یہ سب لوگ حیات ونزول عیسیٰ کے ہمیشہ قائل رہے (پڑھو رسالہ: ((نورِ اسلام)) (ص: ۱۰ و ۱۱))۔

مرزائیوں کا یہ زعم فاسد ہے کہ اس وقت وفات عیسیٰ پر اجماع ہوگیا تھا اس کا وجود اور ثبوت سوا ان کے پوشیدہ خانۂ دماغ کے اور کہیں نہیں ہے۔ بلکہ تمام صحابہ کا اجماع واتفاق حیات ونزول عیسیٰ پر البتہ ثابت ہے (دیکھو: ((نورِ اسلام)) (ص: ۹))۔

ضمنی آیات:

مؤلف ((ظہور امام)) نے تیسری آیت (مذکورہ) کے ذیل میں اور بھی کئی آیتیں لکھی ہیں ان کی حقیقت بھی ملاحظہ ہو:۔

(۱) اول: ﴿إِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ (۱)، یہ لوگ بھی مرجائیں گے (ص: ۶)۔ یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ایک دن مرجائیں گے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:۔

"وإن عيسى يأتي عليه الفناء" (ابن جریر: (ج ۳/ ۱۰۰۔ ۱۰۱)) (۲)۔ یعنی حضرت عیسیٰ پر آئندہ زمانہ میں فناء (موت) آئے گی۔

(۲) دوم: ﴿مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ (إلى) فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ (۳) ''ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو (جن میں عیسیٰ بھی شامل ہیں) زندہ نہیں رکھا'' الخ (ص: ۶)۔

''زندہ نہیں رکھا'' ترجمہ غلط ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہے ''ہم نے کسی بشر کے لئے آپ سے پیشتر ہیشگی یا ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی''، اس آیت میں بشر کے لئے ہمیشہ رہنے کی نفی کی گئی ہے، اور ہم حضرت عیسیٰ کا ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا نہیں مانتے۔ یہ شان تو خدا کی ہے

(۱) الزمر: ۳۰۔ (۲) تفسیر ابن جریر: (۵/ ۱۷۴)۔ (۳) الانبیاء: ۳۴۔

﴿هُوَ الْحَيُّ﴾ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے زمین پر اتریں گے، چالیس پینتالیس سال قیام فرمائیں گے، نکاح کریں گے، ان کو اولاد ہوگی، حج کریں گے، پھر مدینہ طیبہ میں مریں گے اور روضۂ نبویہ میں دفن ہوں گے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔۔۔

"ثم يموت فيدفن معي في قبري" (مشکاۃ: (ص:۴۷۲)) (۱)۔

(۳) (سوم) ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (۲)، جو ہم نے رسول بھیجے وہ سب کے سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ اگر ایک رسول بھی ایسا نہ ہوتو استدلال صحیح نہ ہوگا (ص: ۷)۔ پھر اس آیت کے بارے میں کیا کہو گے جو بالکل اسی طرح کفار کے اعتراض (تعدد ازواج نبی علیہ السلام) کے جواب میں نازل ہوئی تھی؟ ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَذُرِّيَّةً﴾ (۳)، یعنی آپ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کے بیوی بچے تھے۔ اب بقول مرزائی اگر ایک رسول بھی ایسا نہ ہوتو استدلال صحیح نہ ہوگا۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ کو نہ بیوی تھی (ریویو بابت اپریل ۲۲ء (ص:۱۲۴))، نہ اولاد (حاشیہ تریاق القلوب (ص:۹۹)) (۴)۔ پس جب ایک رسول بغیر بیوی بچہ کا نکل آیا تو مرزائیوں کے نزدیک اللہ کا فرمان مذکور اور اس کا استدلال سب رسولوں کے ازواج وذریت والے ہونے کا غلط ہوگیا؟ والعیاذ باللہ، فما ھو جوابکم ھو جوابنا، فافھم۔

تعجب تو یہ ہے کہ آیت مذکورہ وفات مسیح کی دلیل کیوں کر بن گئی؟

سوال اگر یہ ہے کہ سب رسول کھایا پیا کرتے تھے تو آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں سے کھاتے پیتے ہوں گے؟ تو اس کے کئی جواب ہیں:

(۱) اس حدیث پر کلام گزر چکا۔　(۲) الفرقان: ۲۰۔
(۳) الرعد: ۳۸۔　(۴) ((روحانی خزائن)): (۱۵/۳۶۳)۔

(۱) رزق تو سب کو آسمان سے ہی ملتا ہے پڑھو آیت ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ﴾ (۱)، یعنی تمہارا رزق آسمان پر ہے۔

(۲) جنت سے ان کو غذا دی جاتی ہوگی کیوں کہ جنت بھی تو آسمان پر ہی ہے، ارشاد ہے ﴿عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ﴾ (۲)، یعنی آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہی کے پاس ہی جنت ہے۔

(۳) اوپر ہم لکھ آئے ہیں کہ پیدائش کی رو سے حضرت عیسی کی مشابہت فرشتوں سے ہے، پس جو غذا فرشتوں کی آسمان پر ہے وہی حضرت عیسی کی بھی وہاں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے «يُجْزِئُ أَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّقْدِيسِ» (مشکاۃ: (ص: ۴۶۹)) (۳)، یعنی آسمان والوں کو تسبیح وتقدیس (غذا کے بدلے) کفایت کرتی ہے، فتفکر۔

(۴) (چہارم) ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾، مریم کا بیٹا مسیح ایک رسول ہے، جس قدر رسول اس سے پہلے تھے وہ سب مر چکے (ص: ۷)۔

اس آیت پر بحث اوپر گزر چکی ہے کہ "خلت" کا ترجمہ "مر چکے" غلط ہے، نیز "الرسل" کا ترجمہ "جس قدر رسول" صحیح نہیں۔ فانظر ثمہ۔

(۴) چوتھی آیت:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ﴾ (الی) ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (۴)، یعنی جن لوگوں کی عبادت اللہ کے سوا کی جاتی ہے (تا) مر

---

(۱) الذاریات: ۲۲۔ (۲) النجم: ۱۵۔

(۳) مسند احمد: (۳۵/۵۶۰_۵۶۱)، حدیث: ۲۷۵۷۹، المعجم الکبیر از طبرانی: (۲۴/۵۷۱۱_۵۷۱۲)، حدیث: ۴۰۴، اس حدیث کی سند حسن ہے۔ لیکن اس حدیث سے جس بنیاد پر استدلال کیا گیا اس کے سلسلہ میں کلام گزر چکا ہے۔ (۴) النحل: ۲۱۔

چکے ہیں زندہ بھی نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔۔۔مسیح کی روئے زمین پر پرستش ہوتی ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ ایسے تمام معبود مر چکے ہیں (ص:۸)۔

اس ترجمہ میں کئی غلطیاں ہیں:

(۱) ﴿الَّذِينَ﴾ کا ترجمہ ''جن لوگوں کی'' صحیح نہیں کیوں کہ ﴿الَّذِينَ﴾ سے مراد اصنام (بت) ہیں (جلالین، خازن ومعالم وغیرہ)(۱)۔

صحیح ترجمہ یوں ہے ''اور جن کو پکارتے ہیں'' کفار مکہ بت پرستی کرتے تھے نہ انسان پرستی۔ چنانچہ کعبہ کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت جو فتح مکہ کے دن توڑے گئے اس پر شاہد عدل ہیں۔ مرزائیوں کا یہ وہم کہ ﴿الَّذِيْ﴾ کا لفظ ذوی العقول کے لئے خاص ہے اس لئے حضرت عیسیٰ بھی اس میں داخل ہیں محض غلط ہے۔ علم نحو یا لغت کی کسی کتاب میں ﴿الَّـذِيْ﴾ کا ذی عقل کے لئے خاص ہونا نہیں لکھا ہے، بلکہ اس کا استعمال بے عقل اور بے جان چیزوں پر بکثرت ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے (دیوان متنبی ملاحظہ ہو)۔

والذي تنبت البلاد سرور   والذي تمطر السحاب مدام

یعنی شہروں کی زمینیں جو کچھ اگاتی ہیں وہ سب نشہ کی چیزیں ہیں اور بادل جو کچھ برساتے ہیں وہ سب شراب ہی ہے۔ اس شعر میں دو دفعہ ''الذی'' بے جان چیزوں کے لئے آیا ہے۔ قرآن مجید سے سنو ﴿آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِىَ أَنْزَلَ مِن قَبْلُ﴾ (۲)، یعنی ایمان لاؤ اللہ اور اس کے پیغمبر اور اس کتاب پر جو اپنے پیغمبر پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری۔ اس آیت میں دو بار ﴿الَّـذِيْ﴾

(۱) جلالین: (ص:۳۲۸)، وتفسیر خازن: (۳/۷۲)، ومعالم التنزیل از بغوی: (۲/۲۰۹) وغیرہ۔

(۲) النساء: ۱۳۶۔

کتاب کے لئے آیا ہے جو ذوی العقول میں سے نہیں ہے پس آیت چہارم کو حضرت عیسی سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

(۲) اموات کے معنی ''مر چکے ہیں'' بھی صحیح نہیں ورنہ مرزائی تاویل (کہ آیت سے وہ سب جاندار اور ذوی العقول معبود مراد ہیں جن کی روئے زمین پر پرستش کی جاتی ہے) کی بناء پر لازم آئے گا کہ سب شیاطین کو بھی موت آچکی ہے، کیوں کہ اللہ کے شریک وہ بھی مانے جاتے تھے جیسا کہ ارشاد ہے ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ﴾ (۱)، یعنی کافروں نے اللہ کا ساجھی جنوں کو ٹھہرایا ہے۔ نیز لازم آئے گا کہ تمام فرشتے مر چکے ہیں اس لئے کہ آیت مذکورہ کے نزول کے وقت کفار مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی بھی پرستش کرتے تھے، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا﴾ (الی قولہ) ﴿وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ﴾ (۲)، یعنی کافروں نے ٹھہرایا فرشتوں کو جو رحمان کے بندے ہیں عورتیں (بیٹیاں) اور کہتے ہیں کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے۔ یعنی اللہ کے چاہنے ہی سے تو ہم فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ پس جب فرشتے بھی ان معبودوں میں داخل ہوئے تو مرزائی تاویل کی بناء پر لازم آیا کہ وہ سب مر گئے۔ کیا خوب! مرزا صاحب نبی بن کر فرشتۂ موت بھی بن گئے؟ اپنے مخالفوں کے لئے موت کی دعائیں کیں، مسیح کو مارا، شیاطین کو کھپایا، فرشتوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ع:

زندوں کے مارنے کو مسیح الزمان ہوئے۔

(۳) غیر احیاء کے معنی ''زندہ بھی نہیں ہیں'' کیسا بھونڈا اور غلط ترجمہ ہے جو بتقلید مرزا لکھا گیا ہے۔ اس ''بھی'' نے مرزا کے ساتھ مرزائیوں کی بھی لیاقت ظاہر کر دی ہے۔

---

(۱) الانعام:۱۰۰۔ (۲) زخرف:۱۹۔۲۰۔

جب کہہ دیا گیا کہ ''مر چکے ہیں''، تو پھر اس فضول تکرار کی کہ ''زندہ بھی نہیں ہیں'' کیا ضرورت؟ کیا ان دونوں جملوں میں کوئی فرق ہے؟ اللہ کا کلام بلاغت نظام ایسی لغویات سے پاک ہے۔ ﴿أَمْوَاتٌ﴾ کے بعد ﴿غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ ان اصنام جماد کی حقیقت اصلیہ ظاہر ہو جائے کہ وہ علی الاطلاق مردہ ہیں، ان کو حیات کی ہوا بھی نہیں لگی نہ پہلے کبھی نہ اب (ابو السعود)(۱)۔

(۴) ﴿وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ کا مطلب تو یہ ہے کہ ان (اصنام اموات) کو اس کا بھی شعور (علم) نہیں کہ ان کے پوجنے والے کب اٹھائے جائیں گے؟ (جلالین وفتح البیان وغیرہ)(۲)۔ بلکہ ان سے بہتر تو ان کے عابد ہیں کہ ان کو علم وشعور اور حیات تو حاصل ہے۔

کافران از بت بے جان چہ توقع دارید باری آن بت بہ پرستید کہ جانے دارد (۳)

(۵) پانچویں آیت:

﴿وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ﴾ (إلی) ﴿إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ﴾ (۴)، معبود کہیں گے کہ تم تو ہماری پرستش نہیں کرتے تھے (تا) ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اگر وہ زندہ ہوں تو ان کو اس شرک کا بخوبی علم ہوگا، اگر علم نہ بھی ہو تو دنیا میں دوبارہ آنے کے بعد تو ان کو علم یقینی ہو جائے گا پھر وفات پا کر خدا کے حضور کیا خلاف واقعہ بیان کریں گے کہ مجھے پرستش کی خبر نہیں؟ ایسا جھوٹ نبیوں کی شان کے خلاف ہے۔ اھ ملخصا (ص:۹)۔

---

(۱) تفسیر ابو السعود: (۱۰۶/۵)۔ (۴) یونس: ۲۸-۲۹۔
(۲) تفسیر جلالین: (ص: ۳۴۸)، فتح البیان از نواب صدیق حسن قنوجی: (۲۲۵/۷) وغیرہ۔
(۳) کافر بے جان بتوں سے امید لگاتے ہیں، ان کے بنانے والے سے پوچھو کہ ان میں جان ہے۔

ذرا یہ تو فرمایئے کہ نبی باوجود اپنی پرستش سے بے خبری کا اظہار کرنے کے یہ بھی کہے گا ﴿مَا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ﴾ یعنی تم تو ہماری پرستش نہیں کرتے تھے، حالانکہ یقیناً ان کی پرستش ہورہی ہے جس کا آپ کو بھی اقرار ہے۔ تو کیا ایسا جھوٹ نبیوں کی شان کے خلاف نہیں؟ اور کیا ان کا یہ خلاف واقعہ بیان ''تم ہم کو نہیں پوجتے تھے'' صحیح ہوگا؟ اور سنئے! فرشتے بھی تو پوجے جاتے تھے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ پس شرکاء میں وہ بھی داخل ہوئے۔ تو کیا وہ بھی خلاف واقعہ بیان کریں گے کہ ہم کو پرستش کی خبر نہیں؟ یا وہ بھی سب فوت ہوچکے ہیں؟ کیوں کہ اگر وہ زندہ ہوں تو ان کو اس شرک کا بخوبی علم ہوگا۔ اگر علم نہ بھی ہوتو زمین پر اترنے کے بعد تو ان کو علم یقینی ہوجائے گا۔ پھر کیوں کر خدا کے حضور غلط بیانی کریں گے؟ ایسا جھوٹ فرشتوں کی شان کے خلاف ہے، ماھوجوابکم ھوجوابنا۔

اصل یہ ہے کہ آیت مذکورہ کو نہ فرشتوں سے کوئی تعلق ہے نہ حضرت عیسیٰ سے۔ اس لئے کہ آیت میں عابدین کے ساتھ ان کے معبودوں کو تہدید اور ڈانٹ ہے اور مقربین (ملائکہ وانبیاء) کی شان اس سے بلند وبالا ہے کہ ان کو ڈانٹ بتائی جائے کیوں کہ اس میں تحقیر ہے۔ نیز آیت میں عابدین اور ان کے معبودوں کی باہم گفتگو کا ذکر ہے۔ اور حضرت عیسیٰ نیز فرشتوں سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا۔ اور یہ لوگ اللہ کو جواب دیں گے نہ اپنے عابدین کو۔ چنانچہ فرشتوں کا جواب سورہ سبا میں الگ بیان ہوا ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ (اپنی معبودیت کے علم سے انکار نہیں کریں گے بلکہ) یوں کہیں گے ﴿سُبْحَانَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ﴾ الخ (۱)، تیری ذات شریک سے پاک ہے، ہمارا تعلق تجھ سے ہے، نہ ان سے، وہ تو شیطان کو پوجتے تھے۔ یعنی شیطان کے بہکانے سے انہوں نے شرک (ہماری

---

(۱) سبا:۴۱۔

پرستش) کیا تھا۔ لہذا یہ پوجا دراصل شیطان کی ہوئی نہ ہماری۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا جواب سورہ مائدہ میں الگ بیان ہوا ہے۔ جس میں منقول ہے کہ آپ (بھی اپنی معبودیت کے علم سے انکار نہیں فرمائیں گے بلکہ) یوں فرمائیں گے ﴿سُبۡحَانَکَ مَا یَکُوۡنُ لِیۡ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِحَقٍّ﴾ (اِلی) ﴿کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡهِمۡ وَاَنۡتَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ﴾ (۱)، یعنی تیری ذات شریک سے پاک ہے، مجھ کو زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہ تھا (تا) میرے رفع کے بعد تو ہی ان کا نگراں تھا اور تو تو ہر چیز سے خبردار ہے۔ دیکھو دونوں مقربوں کا جواب ایک ہی طرح ''سبحانک'' سے شروع ہوگا اور جواب بالکل سچا دیں گے، نہ تو خلاف واقعہ کچھ کہیں گے نہ بے خبری کا اظہار کریں گے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرمائے گا ﴿هٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُهُمۡ﴾ (۲)، یعنی یہ دن وہ ہے کہ سچوں کو ان کا سچ کہنا ہی فائدہ دے گا۔ غرض کہ اس پانچویں آیت کو بھی وفاتِ مسیح سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

(۶) چھٹی آیت:

﴿اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ﴾ (اِلی) ﴿قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ هَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا﴾ (۳)، یعنی تو آسمان پر چڑھ جا (تا) ان کو کہہ دے کہ میں تو بشر ہوں جو رسول کر کے بھیجا گیا، یہ صفات تو اس کی ہیں جو بشری لوازمات سے پاک ہے۔۔۔ عادت اللہ میں داخل نہیں کہ وہ کسی خاکی جسم کو آسمان پر لیجائے (ص:۹و۱۰)۔

اس آیت پر رسالہ ((معیار نبوت)) (ص:۷) میں کچھ بحث کی گئی ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ کلمۂ جامعہ ﴿هَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا﴾ کفار کی ان سات (۷)

(۱) المائدۃ:۱۱۶۔۱۱۷۔ (۲) المائدۃ:۱۱۹۔ (۳) الاسراء:۹۳۔

فرمائشوں کے جواب میں فرمایا گیا ہے جو انہوں نے تعنتاً کی تھیں اور وہ یہ ہیں (۱) زمین سے چشمہ بہانا، (۲) نبی کے لئے کھجور اور انگور کے باغ ہونا، (۳) آسمان کا ٹکڑہ (عذاب کے لئے) گر پڑنا، (۴) اللہ اور ملائکہ کی ضمانتِ تصدیق، (۵) نبی کے واسطے سونے کا محل ہونا، (۶) نبی کا آسمان پر چڑھ جانا، (۷) وہاں سے لکھی لکھائی کتاب کا اتار لانا جسے کفار پڑھ سکیں۔ پس جواب مذکور سے اگر بشر کا آسمان پر جانا محال ثابت ہوتا ہے تو بقیہ امور ستہ (۶) کا وقوع بھی محال ہوگا، کیوں کہ ساتوں سوالوں کا جواب ایک ہی دیا گیا ہے۔ حالانکہ دوسری آیتوں سے ان امور کا ممکن ہونا بلکہ واقع ہونا ثابت ہے۔ نیز معجزہ نام ہی ہے کسی امر کا عادت جاریہ کے خلاف پیغمبروں سے واقع ہونے کا، علاوہ ازیں کافروں کا سوال خود بتلاتا ہے کہ وہ ان امور کا ظہور پیغمبر علیہ السلام سے ممکن جانتے تھے، سوال ان کا صرف اسی قدر تھا کہ آنحضرت ﷺ ہماری خاطر اپنی اعجازی قوت سے ان ممکنات کو بصورت واقعات کر دکھائیں۔ لکھی ہوئی کتاب آسمان سے ہمراہ لانے کی تخ اسی لئے لگادی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ معراج جسمانی کے مدعی ہیں۔ مبادا آپ پچھلی بار آسمان سے ہو آنے کا حوالہ نہ دے دیں۔ پس اللہ نے ان کے ساتوں سوالوں کے جواب میں ایک ہی فقرہ جامعہ کہہ دینے کا حکم دیا، ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾، یعنی کہہ دو کہ میرا رب اس بات سے پاک ہے کہ اس پر کوئی زور اور زبردستی کرے، میں تو فرماں بردار انسان، پیغام کا پہنچانے والا ہوں، میں اپنے اختیار سے ان تمام امور کو انجام نہیں دے سکتا، نہ خدا سے ان باتوں کو بزور پوری کرا سکتا ہوں۔ وہ چاہے گا تو تمہارے سوالات پورے کرے گا نہیں تو نہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ”یہ صفات اس کی ہیں جو بشری لوازمات سے پاک ہو یا یہ کہ عادت اللہ میں داخل نہیں کہ وہ کسی خاکی جسم کو آسمان پر لے جائے“ جیسا کہ

((ظہور امام)) کے مؤلف نے بکواس کی ہے۔ اللہ کے ارادے سے خاکی جسم کا زندہ آسمان پر جانا عامۂ بشر بلکہ کافروں کے لئے بھی ممکن ہے، اللہ فرماتا ہے ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَاباً مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّواْ فِيهِ يَعْرُجُونَ﴾ (۱)، یعنی اگر ہم کافروں کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیں پھر یہ سارے دن اس میں چڑھتے رہیں الخ۔ پھر انبیاء ورسل خاص کر حضرت عیسی اور محمد علیہما السلام کے لئے جسم سمیت زندہ آسمان پر جانا کس طرح محال ہوسکتا ہے؟ حضرت عیسی کو زندہ آسمان پر لے جایا گیا، آنحضرت ﷺ کو معراج جسمانی کرائی گئی۔ حضرت موسیٰ کو مرزا صاحب نے زندہ آسمان پر موجود تسلیم کیا ہے (نور الحق: (۱/۵۰) (۲))۔

فماذا بعد الحق إلا الضلال۔

(۷۔۸) ساتویں اور آٹھویں آیات:

﴿يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ﴾ (۳) الخ (ص:۱۰)، ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ (۴) الخ (ص:۲۱)، ان دونوں آیتوں میں ''توفی'' کے مشتقات کے معنی اور اس پر پوری بحث رسالہ ((جوابِ دعوت)) (ص:۳ تا ۶) اور ((نورِ اسلام)) (ص:۳۳) میں پڑھئے۔ رفع کے معنی اور اس کی پوری تحقیق رسالہ ((جوابِ دعوت)) (ص:۶ تا ۹) اور ((نورِ اسلام)) (ص:۲۶ و ۲۷) میں دیکھئے۔ ﴿مُطَهِّرُكَ﴾ کا صحیح مطلب ((نورِ اسلام)) (ص:۳۸) پر ملاحظہ کیجئے۔ یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

الحمدللہ کہ مرزائیوں کی پیش کردہ آیتوں میں سے کوئی بھی ان کے مدعی کے لئے مثبت نہ ٹھہری، بلکہ پچھلی دونوں (۷ و ۸) آیتوں سے حیات عیسی اور ان کا رفع الی السماء بجسدہ

(۱) الحجر: ۱۴۔ (۲) ((روحانی خزائن)): (۸/۶۹)۔ (۳) آل عمران: ۵۵۔ (۴) المائدۃ: ۱۱۷۔

العصری بخوبی ثابت ہے جیسا کہ رسالہ ((جواب دعوت)) اور ((نور اسلام)) کے پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں البتہ ((ظہور امام)) میں مرزائی نے صحیح بخاری کی ایک حدیث سے توفی کے معنی موت ثابت کرنے کی فضول کوشش کی ہے اس کی حقیقت بھی ملاحظہ ہو:۔

حدیث بخاری: فأقول كما قال العبد الصالح عيسى ابن مريم: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ الخ (پ:۱۳، ۱۸، ۲۷)، (صحیح مسلم: (ج ۲/۳۸۴))(۱)۔ تو میں بھی اس طرح کہوں گا جس طرح اس نیک مرد عیسی نے کہا تھا ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ﴾ الخ اس حدیث میں لفظ وہی ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ ہے جو قرآن میں حضرت عیسی کے لئے استعمال ہوا ہے۔۔۔ اب جو معنی حضور ﷺ کے واسطے ہو سکتے ہیں وہی حضرت عیسی کے لئے ہونے چاہئیں (یعنی دونوں پیغمبر مر گئے) (ص:۱۴ و ۱۵)۔

اسی قاعدہ سے آیت مذکورہ کے جملہ ﴿تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلاَ أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ﴾ میں نفس عیسی اور نفس خدا کے ایک ہی معنی ہونے چاہئیں کہ نفس الہی (جو پاک اور بے مثل ہے) اور نفس عیسی (جو مخلوق ہے) دونوں ایک ہی طرح کے ہیں، کیوں کہ اللہ پاک کے لئے لفظ نفس وہی ہے جو حضرت عیسی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ وتعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ پس جس طرح دونوں لفظ نفس کی حقیقت جداگانہ ہے اسی طرح دونوں پیغمبروں کے لئے لفظ ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ جو مستعمل ہوا ہے اس کی حقیقت بھی جداگانہ ہے۔

(۱) مطبوع نسخہ میں (صحیح مسلم) کا حوالہ نہیں موجود ہے مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس کا اضافہ کیا ہے۔ اور دیکھیں:
((صحیح بخاری)): کتاب التفسیر، باب قول اللہ {واذكر في الكتاب مريم إذ انتبذت من أهلها مكانا شرقيا}، حدیث: ۳۴۴۷،
((صحیح مسلم)): کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا وأھلھا، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ، حدیث: ۲۸۶۰۔

دونوں نبیوں کے حالات مخصوصہ جو خارجی دلیلوں سے ثابت ہیں ان کی بناء پر حضرت عیسی کی توفی رفع آسمانی سے ہوئی ہے اور آنحضرت ﷺ کی توفی موت سے۔ حضرت عیسی کی توفی بالرفع الی السماء کے دلائل رسائل ((جوابِ دعوت)) و ((نورِ اسلام)) میں لکھے گئے ہیں۔ اور محمد ﷺ کی توفی بالموت کے دلائل آپ کا کفن ودفن اور نماز جنازہ وغیرہ ہیں جو بالتواتر منقول اور ثابت ہیں، نیز روضۂ اطہر آپ کا مدینہ طیبہ میں موجود ہے جو اب تک زیارت گاہ حجاج ہے۔ فافترقا۔

مرزائی مترجم نے قال العبد کا ترجمہ ''عیسی نے کہا تھا'' غلط کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہے ''عیسی فرمائیں گے'' کیوں کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے اور قیامت ابھی آنے والی ہے۔ حدیث مذکور کے شروع میں ہی یہ الفاظ موجود ہیں ''إنكم محشورون إلى الله'' الخ، جس کا ترجمہ بھی مرزائی نے ظہور امام کے (ص ۱۴) پر یوں کیا ہے ''اے لوگوں تم اللہ کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے'' اس کے باوجود آگے یوں ترجمہ کردیا ''عیسی نے کہا تھا'' یا للعجب۔ اس قصہ کی ابتداء قرآن میں ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ سے ہوئی ہے، اور انتہاء ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ﴾ الخ پر۔ یہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن وقوع پذیر ہوگا نیز سورہ نساء میں آیا ہے ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ (۱)، یعنی حضرت عیسی قیامت کے دن اہل کتاب پر شاہد ہوں گے۔ ہمارے رسول علیہ السلام بھی نہایت صراحت سے فرماتے ہیں کہ حضرت عیسی یہ بات قیامت کے دن فرمائیں گے، چنانچہ محدث ابن عساکر اور حافظ عماد الدین ابن کثیر حدیث مرفوع نقل کرتے ہیں "عن أبي موسى الأشعري، قال: قال ﷺ: إذا كان يوم القيامة دعي بالأنبياء وأممهم ثم يدعى

(۱) نساء: ۱۵۹۔

بعیسی ابن مریم ...، ثم یقول: ﴿أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ﴾ فینکرون أن یکون قال ذلک "الخ (۱)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ہوگا دن قیامت کا بلائے جائیں گے سب انبیاء اور ان کی امتیں، پھر بلائے جائیں گے عیسی بیٹے مریم کے، پھر اللہ پوچھے گا کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ بناؤ مجھ کو اور میری ماں دونوں کو معبود سوائے اللہ کے۔ پس انکار کریں گے عیسی اس سے کہ کہی ہو یہ بات۔ یہ لیجئے قرآن بھی ''یوم القیامۃ'' بصراحت کہتا ہے، ہمارے رسول علیہ السلام بھی یوم القیامۃ بتصریح فرما رہے ہیں۔ اب مرزائی لوگ اپنے رسول کا نص صریح سنیں۔ مرزا صاحب نے فعل ماضی بمعنی مضارع مستعمل ہونے کی مثال میں ﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ﴾ الخ (آیت مذکورہ)، کو پیش کیا ہے (ضمیمہ براہین احمدیہ: (۶/۵)) (۲)۔ اور ((نصرۃ الحق)) میں لکھتے ہیں ''خدا قیامت کے دن حضرت عیسی کو کہے گا کہ تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا'' الخ (ص: ۴۰)۔ اب تو مؤلف ((ظہور امام)) کو بھی ماننا پڑے گا کہ ان کا ترجمہ ''کہا تھا'' بالکل غلط ہے اور یہ مصرع ان کے ورد زبان ہوگا۔ ع:

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم (۳)

---

(۱) امالی از ابن بشران: (ص: ۳۱)، حدیث: ۱۸، تاریخ دمشق از ابن عساکر: (۴۰/۶۷)، نمبر: ۸۶۵۰، تفسیر ابن کثیر: (۲۳۲/۳)، امام ابن کثیر فرماتے ہیں: ''وھذا حدیث غریب عزیز''۔

(۲) ((روحانی خزائن)): (۱۵۹/۲۱)۔

(۳) جو کچھ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ خود غلطی پر تھے۔

خاتمہ

للہ الحمد کہ ((ظہورِ امام)) نمبر(۱) کا جواب ایک یوم کی صحبت واحدہ میں قلم برداشتہ تحریر ہوا۔ ناظرین کو ہمارا جواب پڑھ کر آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہوگیا ہوگا کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے بھی حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت نہیں ہوتی بلکہ آیت ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (۱) ان کی حیات پر نص صریح ہے (دیکھو: ((جوابِ دعوت)): (ص:۳۲و۳۳)، و((نورِ اسلام)): (از ص:۲۷ تا ۳۲))۔

پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں تو حدیثِ نزول میں اماما سے مراد بھی وہی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں نہ میرزا غلام احمد قادیانی۔ لہذا ادیبہ پنجاب کے امام فتنہ کا ظہور رسالہ ((ظہورِ امام)) سے ثابت نہیں ہوا۔ اور بھلا کسی مراقی کو کوئی نبی ورسول وامام مہدی کیوں کر مان سکتا ہے؟ جس کا حال یہ ہو ؎

کلام لغوی گوید و لے می خاند الہامش | ہم ابن اللہ شدست وہم رہ حق می نہد نامش
خودش گمرہ شدست وخلق راہم میکند گمرہ | کسے کو پیروش باشد نہ بینم نیک انجامش (۲)

قال اللہ ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ☆ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُم مِّنَ الْمَقْبُوحِينَ﴾ (۳)۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ☆ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ☆ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾

تمام شد

---

(۱) النساء:۱۵۹۔ (۳) القصص:۴۱۔

(۲) ترجمہ: لغو کلام کرتا ہے، اور اس کو الہام کہتا ہے، ابن اللہ ہونا بھی یہ ہے اور صحیح راہ دکھلانے والا اپنا نام رکھتا ہے، خود بھی گمراہ ہوا اور مخلوق کو بھی گمراہ کرتا ہے، جو اس کا پیروکار رہا میں نے اس کا انجام اچھا نہیں دیکھا۔

بارقة السيف

سلسلۂ مضامین شائع شدہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ

۵؍رجب المرجب ۱۳۵۴ھ مطابق: ۴؍اکتوبر ۱۹۳۵ء

(تا) ۴؍ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸؍فروری ۱۹۳۶ء،

جلد: ۳۲۔۳۳، شمارہ: مابین شمارہ ۴۸ جلد ۳۲ (تا) شمارہ ۱۸ جلد ۳۳۔

تالیف

محدث علامہ شیخ محمد ابو القاسم سیف بن محمد سعید بنارسی

تحقیق و تعلیق

عبد الأحد احسن جمیل آل عبد الرحمٰن

بارقۃ السیف

(قسط:۱، (ص:۱۰) ۴/اکتوبر ۱۹۳۵ء، شمارہ:۴۸-۴۹، جلد:۳۲)

العاقب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے متعدد ناموں میں سے ایک نام میرا ''عاقب'' ہے پھر اس کے معنی بھی ساتھ ہی حدیث مذکور میں یوں مرقوم ہیں: ''الذي ليس بعده نبي '' (صحیح مسلم، وغیرہ) (۱)۔ یعنی عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔ اس پر قادیانی مناظر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ معنی مذکور ''زہری'' راوی نے کئے ہیں جیسا کہ خود ((صحیح مسلم)) میں ہے: قال معمر قلت للزهري: "وما العاقب؟ قال: الذي ليس بعده نبي" (ج ۲ ص: ۲۶۱)۔ اگر آنحضرت ﷺ نے معنی بتائے ہوتے تو عبارت یوں ہوتی: ''الذي ليس بعدي نبي ''یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے عاقب کے معنی انہیں الفاظ میں ارشاد فرما دیئے ہیں جن الفاظ میں احمدیوں کا مطالبہ ہے۔ چنانچہ چوتھی صدی کے مشہور محدث حافظ ابن عبد البر نے روایت مذکور یوں نقل فرمائی ہے، قال: ''۔۔۔۔ وأنا الخاتم ختم الله بي النبوة، وأنا العاقب فليس بعدي نبي '' (کتاب الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ مطبوعہ مصر۔ ج ۱ ص: ۳۷) (۲)۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں خاتم ہوں اللہ نے نبوت میرے

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب في أسمائه ﷺ، حدیث: ۲۳۵۴۔

(۲) گرچہ مؤلف رحمہ اللہ نے یہاں امام ابن عبد البر کا حوالہ پیش کیا ہے، لیکن درحقیقت یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی اسی جگہ موجود ہے جہاں زہری والی روایت موجود ہے، صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب في أسمائه ﷺ، حدیث: ۲۳۵۴، اس حدیث کو انہی لفظوں کے ساتھ امام آجری نے ((الشریعۃ)): حدیث: ۱۰۱۳، اور امام ابو یعلی الموصلی نے اپنی ((مسند)): (۳۸۸/۱۳)، حدیث: ۷۳۹۵ میں مرفوعا نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

ساتھ ختم فرمادی ہے، اور میں عاقب ہوں پس میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اسی طرح چھٹی صدی کے مشہور محدث قاضی عیاض رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں: وفی الصحیح: ''وأنا العاقب الذي ليس بعدي نبي '' (کتاب الشفا مطبوعہ استنبول۔ ج ۱ص:۱۹۱)(۱)۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ایسا ہی ((تفسیر خازن)) (سورہ صف) (۲) میں ہے: ''وأنا العاقب الذي ليس بعدي نبي '' (ج ۷ ص: ۷۱ طبع مصر ۱۳۴۹ھ)۔ ان تینوں کتابوں میں لفظ ''بعدی'' موجود ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ یہ تفسیر نبوی ہے۔

اس پر مرزائی فورا بول اٹھتے ہیں کہ صحاح ستہ جو حدیث کی معتبر کتابیں ہیں ان میں تو یوں نہیں آیا ہے لہذا حجت نہیں۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ صحاح ستہ میں سے ((جامع ترمذی)) میں بھی یوں ہی موجود ہے۔ چنانچہ ((ترمذی)): ابواب الاستئذان والادب، باب ماجاء فی اسماء النبی: میں حدیث صحیح مرقوم ہے: ''وأنا العاقب الذي ليس بعدي نبي '' (ترمذی طبع مصر، ج ۲ ص: ۱۳۷، طبع ۱۲۹۲ھ۔ وطبع مجتبائی دہلی ص: ۱۰۷ ج ۲ طبع ۱۳۲۸ھ ۱۳۴۲ھ، ومطبوع مجیدی پریس کان پور۔ ص: ۱۱۲ ج ۲)۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

اعلام: ترمذی مطبوعہ ہند کے بعض نسخوں (مطبوع احمدی وغیرہ) میں اس مقام پر ''بعدہ'' غلط طبع ہو گیا ہے۔ ناظرین سے التماس ہے کہ ((ترمذی)) کے اس مقام کو درست کرلیں اور بجائے ''بعدہ'' کے ''بعدي'' بنالیں۔ اس لئے کہ ((ترمذی)) کا قدیم نسخہ جو مصر

(۱) اکمال المعلم: (۷/۳۲۲۔۳۲۳)، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی: (ص:۲۸۸)۔

(۲) تفسیر خازن: (۳/۳۲۹)۔

میں ۱۲۹۲ھ میں طبع ہوا تھا۔ اس میں ''بعدي'' ہے۔ اسی طرح مجتبائی اور مجیدی پریسوں کے چھاپوں میں بھی ''بعدي'' ہے۔ اور محدثین شارحین حدیث نے بھی ترمذی کے حوالہ سے ''بعدی'' ہی نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ((فتح الباری شرح بخاری))(۱) میں لکھتے ہیں: ''لكن وقع في رواية سفيان بن عيينة عند الترمذی وغيره بلفظ: ''الذي ليس بعدي نبي '' (مطبوع انصاری۔ پ۱۴ص:۳۱۴)۔

اسی طرح زرقانی نے شرح موطا(۲) میں بھی بحوالہ ترمذی ''بعدی'' نقل کیا ہے۔ (ص۲۷۲ج۴ مطبوع مصر)، ''اسی طرح ملا علی قاری نے ((شرح شمائل)) میں بحوالہ ترمذی نقل کیا ہے''(۳)۔

---

(۱)(۶/۵۵۷)۔ (۲)(۴/۲۹۳)۔

(۳) مؤلف رحمہ اللہ نے اثنائے مراجعہ اس عبارت کا اضافہ کیا ہے، مطبوع شمارے میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔

(قسط:۲،(ص:۸)۱۱/اکتوبر۱۹۳۵ء،شمارہ:۵۰،جلد:۳۲)

موت جاہلیت:

قادیانی حضرات (ومن نحا نحوھم) اپنے متنبی امام (مرزا قادیانی) کی طرف دعوت دیتے ہوئے ایک غیر معروف حدیث پیش کر دیا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتة الجاهلية'' (۱)۔یعنی جو شخص اس حال میں مر جائے کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا تو اس کی موت مثل جاہلیت کے ہے۔

قطع نظر ازیں کہ مرزا صاحب امام زمان تھے بھی یا نہیں، چند امور قابل غور ہیں۔

اول یہ حدیث مذکور الفاظ مذکورہ سے حدیث کی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ((منہاج السنۃ))(۲) میں لکھتے ہیں: ''هذا الحديث بهذا اللفظ لا يعرف'' (ج۱ص۲۷)۔یعنی یہ حدیث ان لفظوں سے نہیں پہچانی جاتی۔

دوم: یہ دیکھنا ہے کہ اصطلاح شارع میں ایسی روایتوں میں امام سے مراد کون سی ہستی ہوتی ہے؟ پس واضح ہو کہ حدیث متفق علیہ میں وارد ہے:

"ليس أحد من الناس يخرج من السلطان شبراً فمات عليه إلا مات ميتة الجاهلية" (۳) (صحیح بخاری: شروع پارہ:۲۹، وصحیح مسلم: ص:۱۲۸، ج:۲)۔یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سلطان اسلام کی طاعت سے بالشت بھر الگ ہو کر مر جائے گا اس کی موت جاہلیت کی سی ہوگی۔

---

(۱) امام البانی رحمہ اللہ ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)): (۱/۵۲۵)، حدیث:۳۵۰، میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: "لا اصل لہ" اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، اور مجھے یہ حدیث شیعوں کی کتاب ((اصول الکافی)) از کلینی (۱/۳۷۷) میں ملی۔

(۲) (۱/۱۱۰)۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ، حدیث:۷۱۴۳، صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظہور الفتن وتحذیر الدعاۃ الی الکفر، حدیث:۱۸۴۹، یہ لفظ امام مسلم کے ہی ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام سے مراد بادشاہ اور سلطان ہے۔

سوم: یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس امام اور سلطان کی صفتیں اور اس کی شرطیں کیا ہیں؟ تو سنئے! آنحضرت ﷺ نے فرمایا "الأئمة من قريش "(۱)، (مسند ابی داود الطیالسی: (ص:۲۸۴)، ومنتخب کنز العمال: (۱۴۳/۲)، وکنوز الحقائق: (۱۰/۲)، وفتح الباری انصاری، پارہ:۲۸، (ص:۳۶۷)، وپارہ:۲۸، (ص:۵۸۹))۔ یعنی امام قریش سے ہو۔ اور مرزا صاحب مغل تھے۔

اور فرمایا: "إنما الإمام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به "(۲) (مسلم:۱۲۶/۲، ونسائی: (ص:۶۴۶))، وفی ابن ابی شیبۃ (۳): "الإمام جنة يقاتل به" (کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق للمناوی:۹/۲)۔ یعنی امام وہ ہے جو رعیت کے لئے سپر بنے۔ اس کے ساتھ ہو کر کافروں سے قتال کیا جائے اور مسلمان اپنی مصیبتوں میں اس کی آڑ پکڑیں۔

مرزا صاحب نے تو حرب وقتال کو اڑا ہی دیا ہے۔

اور فرمایا: "السلطان ظل الله في الأرض يأوي إليه كل مظلوم من عباده" (۴)، (رواه البزار والبيهقی)، وفي رواية: "يأوي إليه الضعيف، وبه ينتصر

(۱) دیکھیں: ((مسند ابو داود الطیالسی: (۵۴۵/۳)، حدیث: ۲۲۴۷، ((السنۃ)) از ابن ابی عاصم: حدیث: ۱۱۲۰، ((مسند ابو یعلی الموصلی)): (۳۲۱/۶)، حدیث: ۳۶۴۴، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الجہاد والسیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ، حدیث: ۲۹۵۷، صحیح مسلم: کتاب الإمارۃ، باب في الإمام إذا أمر بتقوی اللہ وعدل کان لہ أجر، حدیث: ۱۸۴۱۔

(۳) میں اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ کے یہاں اپنی بحث کی حد تک نہیں پاسکا، البتہ یہ حدیث ((سنن ابو داود)): کتاب الجہاد، باب یستجن بالامام فی العہود، حدیث: ۲۷۵۷، میں اور ((سنن کبری)) از بیہقی: (۳۷۴/۹)، حدیث: ۱۸۸۱۶ میں صحیح سند سے موجود ہے۔

(۴) شعب الإیمان از بیہقی: (۴۷۵/۹)، حدیث: ۶۹۸۴، مسند البزار: (۱۷/۱۲)، حدیث: ۵۳۸۳، یہ حدیث موضوع ہے، اس کی سند میں ابو المہدی سعید بن سنان علماء کے نزدیک ضعیف اور متروک ومنکر الحدیث ہے۔ دیکھیں: ((المطالب العالیۃ)) از ابن حجر: (۷۸/۱۰)، ((مجمع الزوائد)) از ہیثمی: (۱۹۶/۵)، حدیث: ۸۹۹۶۔

المظلوم ''(۱)(جامع صغیر:۳۱/۲،ومنتخب کنز العمال:۲/۱۳۱۔۱۳۲)۔یعنی سلطان زمین پر خدا کا ظل ونائب ہے۔مظلوم اور کمزور اس کی طرف پناہ لیتے ہیں اور وہ ہر مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیتا ہے۔

کیا مرزا صاحب یا اور کوئی ہندی امام صاحب اس کے مصداق ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ نہیں اور جب یہ قدرت ایسے اماموں کو حاصل نہیں تو ان کی بابت دوسری حدیث ملاحظہ ہو:

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ:"الإمام الضعيف ملعون"(۲)(رواہ الطبرانی، جامع صغیر:(۱/۱۰۳)وکنوز الحقائق:(۲/۸))۔یعنی ملعون ہے وہ امام جو کمزور ہو۔یعنی احکام حدود وحرب نافذ نہ کر سکے، جیسا کہ امام شعرانی((کشف الغمہ))میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں:''وهو الذي يضعف عن تنفيذ الأمور الشرعية وإقامتها'' (۲/۲۰۸)۔یعنی جو شرعی امور کے نافذ کرنے اور قائم رکھنے سے عاجز ہو۔

شیخ عزیزی((سراج المنیر))(۳)میں اور شیخ حفنی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''(الإمام)(الضعيف) عن إقامة الأحكام الشرعية (ملعون) أي مطرود، فعليه عزل نفسه إن أراد الخلاص في الدنيا والآخرة''(۲/۱۳۳)۔یعنی وہ امام جو احکام شرعیہ قائم کرنے سے عاجز ہے راندۂ بارگاہ ہے، ایسے کو اس منصب سے خود علیحدہ ہو جانا چاہئے اگر وہ اپنی جان کی مخلصی دنیا اور آخرت میں چاہتا ہے۔فاعتبروا يا أولي الأبصار۔

---

(۱)جزء الامالی از ابو محمد بن یوسف:(۱/۱۳۳)، یہ حدیث بھی ضعیف ہے، اس کی سند میں ایک راوی احمد بن عبد الرحمن ہے، علماء نے ان کی تضعیف کی ہے۔دیکھیں:((سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ))از شیخ البانی:(۴/۱۶۱)، حدیث:۱۶۶۳۔

(۲)المعجم الکبیر از طبرانی:(۱۳/۳۱۴)، حدیث:۱۴۱۰۵، امام ہیثمی رحمہ اللہ((مجمع الزوائد)):(۵/۲۰۹)، حدیث: ۹۰۵۶ میں کہتے ہیں: اس کی سند میں عبد الکریم بن الحارث اور عبد اللہ بن عمر کے بیچ سے ایک نامعلوم شخص ساقط ہے، اور اس کی سند میں ایک جماعت ہے جسے ہم نہیں جانتے۔اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن سلطان (امام) کا باعزم وحوصلہ ہونا شریعت کو مطلوب ہے۔

(۳)السراج المنیر فی شرح الجامع الصغیر:(۲/۲۵۵)۔

(قسط:۳،(ص:۶۔۷) یکم نومبر ۱۹۳۵ء، شمارہ:۱، جلد:۳۳)

﴿لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾(۱): حیات عیسیٰ کے دلائل کثیرہ میں سے ایک دلیل آیت مذکورہ بھی ہے تمام متقدمین متاخرین نے ﴿مَوْتِهِ﴾ کی ضمیر مجرور کا مرجع مسیح کو قرار دیا ہے حتی کہ محدث ابن جریر نے بھی (۱۴/۶) جو مرزا صاحب کے نزدیک نہایت معتبر ائمہ حدیث سے ہیں (حاشیہ چشمۂ معرفت: (ص:۲۵۰))(۲)۔ باوجود اس فیصلہ کن امر کے مرزائی یہی کہتے رہتے ہیں کہ ضمیر کا مرجع اہل کتاب ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابی جن سے قرآن سیکھنے کے لئے لوگ مامور تھے ان کی قرأت میں ''قبل موتھم'' ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ موت اہل کتاب کی مراد ہے نہ حضرت عیسیٰ کی۔

اس کے تین جواب ہیں:

اول: حضرت ابی (رضی اللہ عنہ) کی یہ قرأت بوجہ شاذہ ہونے کے متروک، اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی قراءتوں کو نہیں مانتے تھے۔ جیسا کہ ((صحیح بخاری))(پ:۲۰)(۳) کے آخر میں ہے ''قال عمر: أبي أقرأنا وإنا لندع من لحن أبي'' الخ۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ابی رضی اللہ عنہ بڑے قاری ہیں تو بھی ہم صحابہ لوگ ان کی غلط قرائتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ((فتح الباری))(۴) میں ہے: ''إنه ربما قرأ ما نسخت تلاوته لكونه لم يبلغه النسخ''، یعنی حضرت ابی رضی اللہ عنہ ایسی قراءت پڑھتے ہیں جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے، اور ان کو اس کا منسوخ ہونا معلوم نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرا قول ابی رضی اللہ

(۱) النساء:۱۵۹۔ (۲) ((روحانی خزائن)): (۲۶۱/۲۳)۔

(۳) کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی ﷺ، حدیث:۵۰۰۵۔

(۴) از ابن حجر: (۱۶۷/۸)۔

عنہ کے بارے میں یہ ہے: "أما إنه أقرأنا للمنسوخ "(۱) (فتح الباری: پ: ۲۰، (ص: ۳۶۴))، یعنی حضرت ابی رضی اللہ عنہ الفاظ منسوخ التلاوت کو بہت پڑھا کرتے تھے۔ پس جب حضرت ابی کی قراءت کا یہ حال ہے تو ان کی قراءت "قبل موتھم" معرض استدلال میں کیسے پیش ہو سکتی ہے؟

دوم: اگر ابی رضی اللہ عنہ کی قرائت تسلیم کر لی جائے تو جواب یہ ہے کہ ان کی قراءت محمول ہوگی ان کتابیوں پر جو نزول عیسی علیہ السلام سے پہلے مرجاتے ہیں اور قراءت متواترہ کا تعلق ان کتابوں سے ہوگا جو نزول عیسی کے زمانہ میں زندہ اور باقی رہیں گے۔ جیسا کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: "إذا كان عند نزول عيسى آمنت به أحيائهم كما آمنت به موتاهم "(درمنثور: ۲/۲۹۳) (۲)۔ یعنی حضرت عیسی کے نزول کے وقت جو کتابی زندہ ہوں گے اسی طرح ایمان لائیں گے جس طرح نزول عیسی سے پیشتر وہ کتابی جو اپنے مرنے کے وقت ایمان لا کر مر چکے۔ فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق۔

سوم: مذہب اصولیین کے مطابق اگر قراءت شاذہ کو قراءت متواترہ کے تابع کریں تو دونوں ایک ہی محل پر محمول ہوں گی، اور مطلب یہ ہوگا کہ کل امت اہل کتاب من حیث القوم (نہ من حیث الاشخاص) اپنے فنا ہو جانے سے پیشتر حضرت عیسی پر ایمان لائیں گی۔ "أي يؤمن به بأجمعهم معا قبل موتهم "۔ پس "موتھم" مصدر کے وہی معنی ہوں گے جو آیت قرآنی ﴿**ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ**﴾ (۳) میں ﴿مَوْتِكُمْ﴾ کے معنی ہیں۔ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ ہم نے تم کو زندہ کیا تم سب کے ایک دم سے مر

(۱) تاریخ المدینہ از ابن شبہ: (۲/۷۱۱)، مسند الفاروق از ابن کثیر: (۲/۶۰۲)، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو ((تغلیق التعلیق)): (۴/۳۴۱) میں بھی ذکر کیا ہے۔

(۲) تفسیر عبد الرزاق: (۱/۴۷۸)، حدیث: ۶۶۳، درمنثور از امام سیوطی: (۲/۷۳۴)۔

(۳) البقرۃ: ۵۶۔

جانے کے بعد (بنی اسرائیل نے اللہ کے دیکھنے کی التجا کی تھی اس پر ان پر بجلی گری اور سب کے سب ایک دم سے مر گئے تھے پھر حضرت موسیٰ کی دعا سے اللہ نے ان کو زندہ کیا تھا) پس جیسے ﴿بَعْدِ مَوْتِكُمْ﴾ کے معنی ہیں سب بنی اسرائیل کے ایک دم سے مر جانے کے بعد، اسی طرح قرائت ابی میں ''قبل موتھم'' کے معنی ہوں گے ''سب اہل کتاب کے ایک دم سے مر جانے کے پہلے'' اور سب اہل کتاب کا ایک دم سے فنا ہو جانا اور ان کے کسی فرد کا باقی نہ رہنا قیامت کے قریب ہی ہوگا نزول عیسیٰ کے بعد۔ پس قراءت ابی اور قراءت متواترہ کا حاصل ایک ہی ہوا۔ اور نزول عیسیٰ دونوں سے ثابت ہوا جو ہمارے موافق اور مؤید ہے، اور مرزائیوں کے مخالف اور ان کو مضر۔

(قسط:۴،(ص:۴۔۵)۸/نومبر۱۹۳۵ء،شمارہ:۲،جلد:۳۳)

انقطاع نبوت:

انقطاع نبوت کے بے شمار دلائل میں سے مرزائیوں کے سامنے جب ((جامع ترمذی))(۱)اور((مسند احمد))(۲)وغیرہ کی صحیح حدیث"لو كان بعدي نبي لكان عمر"،(اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے)پیش کی جاتی ہے۔تو اس کے خلاف وہ دو مندرجہ ذیل احادیث پیش کرتے ہیں:(۱)"لو لم أبعث لبعثت يا عمر"(مرقاۃ شرح مشکاۃ:۵/۵۴۹)(۳)،(۲)"لو لم أبعث فيكم لبعث عمر فيكم"(کنوز الحقائق:۲/۱۵۱)(۴)۔یعنی اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ تم میں مبعوث ہو جاتے۔چونکہ آپ ﷺ مبعوث ہو گئے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی نہ بنے(احمدیہ ڈائری:(ص:۵۴۷))۔

مرزائیوں کی دونوں حدیثوں کی حقیقت ملاحظہ ہو:

ملا علی قاری نے((مرقاۃ شرح مشکاۃ))(۵)میں تحت حدیث:"لو كان بعدي نبي لكان عمر"لکھا ہے:"وفي بعض طرق هذا الحديث:لو لم أبعث لبعثت يا عمر"(۵/۵۴۹)،یعنی اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو اے عمر تو نبی ہوتا۔

---

(۱)أبواب المناقب،باب،حدیث:۳۶۸۶۔

(۲)(۲۸/۶۲۴)،حدیث:۱۷۴۰۵،یہ حدیث حسن ہے

(۳)احیاء علوم الدین از غزالی:(۳/۱۹۰۔۱۹۱)،اور دیکھیں:((تذکرۃ الموضوعات))از فتنی:(۱/۹۴)،یہ حدیث موضوع ہے۔

(۴)مسند الفردوس:(۳/۳۷۴)،حدیث:۵۱۲۷،یہ حدیث موضوع ہے،اس کی سند میں ایک راوی زکریا بن یحیی الوقار ہے جو کذاب ہے۔دیکھیں:((الکامل فی ضعفاء الرجال))از ابن عدی:(۴/۱۷۴)،((الموضوعات))از ابن الجوزی:(۱/۳۲۰)،((تنزیہ الشریعۃ))از کنانی:(۱/۳۷۳)،حدیث:۹۲۔

(۵)(۹/۳۹۰۲)۔

لیکن ملا صاحب نے نہ راوی حدیث کا نام لیا ہے نہ مخرج کا پتہ دیا ہے، نہ الفاظ مذکورہ حدیث کی کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب میں ملتے ہیں۔ البتہ حافظ مناوی نے ((کنوز الحقائق)) میں اس کے ہم معنی روایت دو طریق سے نقل کی ہے، ایک تو ابن عدی (۱) کے حوالہ سے جس کے الفاظ یوں ہیں: ''لو لم أبعث فیکم لبعث عمر فیکم'' (۱۵۱/۲)۔ دوسری فردوس دیلمی (۲) کے حوالہ سے، جس کے الفاظ یوں ہیں: ''لو لم أبعث لبعث بعدي عمر''۔ ملا علی قاری نے غالبا اسی روایت کو ((مرقاۃ)) میں بالمعنی نقل کردیا ہے۔

ہر دو روایات محدثین کے نزدیک باطل جھوٹی اور موضوع ہیں، ابن جوزی نے اپنی ((موضوعات)) میں ابن عدی والی روایت دو سندوں سے نقل کی ہے اور چونکہ دونوں سندوں میں راوی واضع اور کاذب ہیں اس لئے دونوں کو موضوع کہا ہے، چنانچہ سلسلہ اسناد ملاحظہ ہو۔ ابن عدی اپنی کتاب ((کامل)) (۳) میں کہتے ہیں: ''حدثنا علي بن الحسین بن قدید حدثنا زکریا بن یحیی الوکار (۴) حدثنا بشر بن بکر عن أبي بکر بن عبد الله بن أبي مریم الغساني عن ضمرة عن غضیف بن الحارث عن بلال بن رباح قال: قال النبي ﷺ: لو لم أبعث فیکم لبعث عمر بن الخطاب''۔

(۲) حدثنا عمر بن الحسن بن نصر الحلبي حدثنا مصعب بن سعد أبو خیثمه حدثنا عبد الله بن واقد الحراني حدثنا حیوة بن شریح عن بکر بن عمرو

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال از ابن عدی: (۱۷۵/۴)۔

(۲) مسند الفردوس: (۳۷۲/۳)، حدیث: ۵۱۲۷، یہ حدیث موضوع ہے، بلفظ: ''لولم ابعث فیکم لبعث عمر''۔

(۳) الکامل فی ضعفاء الرجال از ابن عدی: (۱۷۵/۴)۔

(۴) تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے یہاں پر ''وکار'' کا لفظ استعمال کیا ہے اس لیے ہم نے بھی اسی کو استعمال کیا ہے اسی لئے ہم نے اس کو باقی رکھا ہے ورنہ صحیح لفظ: ''وقار'' ہے۔

عن مشرح بن هامان عن عقبه بن عامر قال: قال النبي ﷺ: ''لو لم أبعث فيكم لبعث عمر فيكم''(۱)۔

ابن جوزی نے دونوں سندوں کو نقل کر کے فرمایا ہے: ''زكريا كذاب يضع، وابن واقد متروك ''(۲)، یعنی زکریا بن یحیی جھوٹا ہے حدیثیں بناتا تھا، اور ابن واقد حرانی کی روایت چھوڑ دی گئی ہے (نہیں لی جاتی)۔

ذہبی نے ((میزان))(۳) میں خود ابن عدی سے (جس نے روایت مذکورہ اپنی کتاب ((کامل))(۴) میں درج کی ہے) نقل کیا ہے: قال ابن عدي: ''يضع الحديث، وقال صالح: كان من الكذابين الكبار''۔ یعنی پہلی سند کا راوی زکریا وکار حدیثیں گڑھتا تھا، صالح نے کہا: زکریا بہت بڑے جھوٹوں میں سے ہے۔

دوسری سند کا راوی ابن واقد حرانی متروک ہے جیسا کہ ابن جوزی اور جوزجانی نے کہا ہے، بلکہ یعقوب بن اسماعیل نے کہا ہے ''كان يكذب'' ((میزان))(۵)، یعنی ابن واقد جھوٹ بولتا تھا۔ اس کا جھوٹ ملاحظہ ہو اس نے حدیث مذکور پر سلسلہ رجال کا وہی بنا کر لگالیا جو ((ترمذی)) وغیرہ میں حیوۃ بن شریح سے شروع ہو کر عقبہ بن عامر پر ختم ہوا ہے۔

((کنوز الحقائق)) کی دوسری حدیث جو بحوالہ فردوس دیلمی منقول ہے اس کی سند یوں ہے: ''قال الدیلمی انبأنا عبدالمالك بن عبد الغفار أنبأنا عبد الله بن عيسى بن هارون أنبأنا عيسى بن مروان حدثنا حسين بن عبد الرحمن بن حمران حدثنا

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال از ابن عدی: (۳۲۴/۵)۔

(۲) الموضوعات از ابن الجوزی: (۳۲۰/۱)۔ (۳) (۷۷/۲)، رقم: ۲۸۹۲۔

(۴) الکامل فی ضعفاء الرجال از ابن عدی: (۱۷۴/۴)۔

(۵) (۵۱۸/۲)، اور دیکھیں: ((الکامل فی ضعفاء الرجال)) از ابن عدی: (۳۲۱/۵)۔

إسحاق بن نجیح الملطي عن عطاء بن میسرہ الخراساني عن أبي ھریرۃ قال: قال النبي ﷺ:لو لم أبعث۔۔۔'' الخ۔

یہ حدیث بھی موضوع اور باطل ہے۔اس کی سند میں اسحاق ملطی وضاع وکذاب ہے۔ذہبی((میزان))(۱)میں لکھتے ہیں:''قال أحمد:ھو من أکذب الناس، وقال یحیی: معروف بالکذب، ووضع الحدیث''۔یعنی امام احمد نے فرمایا کہ اسحاق بڑا جھوٹا ہے۔ یحیی بن معین نے کہا کہ اسحاق جھوٹی اور وضعی حدیثوں کے بنانے میں مشہور ہے۔

دوسرا راوی عطاء خراسانی بھی کچھ کم نہیں((تہذیب))(۲)میں سعید بن مسیّب کا قول منقول''کذب عطاء''،امام بخاری نے بھی((تاریخ أوسط))(۳)میں سعید کا قول''کذب''،نقل کیا ہے۔یعنی عطا جھوٹا ہے۔خود امام بخاری فرماتے ہیں:''عامۃ أحادیثہ مقلوبۃ''(۴)۔عطا خراسانی کی حدیثیں الٹی پلٹی یعنی غلط ہوتی ہیں۔

امام بیہقی اسے''کثیر الغلط'' کہتے ہیں،(زیلعی)(۵)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ((کنوز الحقائق)) کی دونوں روایتیں باطل اور جھوٹی ہیں اور یہ کچھ ان دونوں روایتوں پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ((کامل))ابن عدی اور فردوس دیلمی کی تمام روایات کا یہی حال ہے۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی((عجالہ نافعہ))میں طبقہ رابعہ کا بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:''احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود(تا) ایں احادیث قابل اعتماد نیستند''۔پھر ایسی حدیثوں کو نقل کرنے والوں میں ابن عدی صاحب ((الکامل))اور دیلمی صاحب((الفردوس))کا نام بھی تحریر فرمایا ہے(ص:۷۔۸)۔

---

(۱)(۱/۲۰۰)،رقم:۷۹۵۔ (۲)((تہذیب التہذیب))از ابن حجر:(۷/۲۱۵)۔

(۳)(۲/۳۷)،رقم:۱۷۰۶۔ (۴)العلل الکبیر از امام ترمذی:(۱/۲۷۱)،رقم:۴۹۵۔

(۵)نصب الرایۃ:(۳/۲۲۸)،اور دیکھیں:((معرفۃ السنن والآثار))از بیہقی:(۱۱/۱۳۰)،حدیث:۱۵۰۳۶۔

اور ((بستان المحدثین)) میں دیلمی کی کتاب ((الفردوس)) کے تذکرے میں ارقام فرماتے ہیں: ''در سقیم وصحیح احادیث تمیز نمے کند ولہذا دریں کتاب او موضوعات وواہیات تودہ تودہ مندرج'' (ص:۶۲)۔

جب واقعہ یہ ہے تو یہی حال ((فردوس)) دیلمی کی اس روایت کا بھی جاننا چاہئے جسے مرزائیوں نے اپنی ڈائری کے (صفحہ:۵۱۸) میں ((کنوز الحقائق)) کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ''أبو بکر أفضل هذه الأمة إلا أن يكون نبي''، اور اس سے امکان نبوت پر دلیل پکڑی ہے حالانکہ یہ روایت بھی باطل موضوع اور جھوٹی ہے اور اس کے ثبوت کے لئے اس کے حوالہ میں ((فردوس)) دیلمی کا نام کافی ہے کیوں کہ حافظ مناوی نے اسے ((کنوز الحقائق)) میں ((فردوس)) دیلمی کے حوالہ سے ہی نقل کیا ہے۔ ولعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ۔

(قسط:۵،(ص:۵)۱۷رجنوری ۱۹۳۶ء،شمارہ:۱۲،جلد:۳۳)

(حیات عیسی)

مسئلہ حیات عیسی کی مخالفت میں مرزائی لوگ ((شرح فقہ اکبر)) مصری کے حوالہ سے ایک محرف حدیث یوں نقل کرتے ہیں: ''لو کان عیسی حیا لما وسعه إلا اتباعي'' (احمدیہ ڈائری: (ص: ۲۲۹))۔یعنی حضرت عیسی اگر زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے حالانکہ ((شرح فقہ اکبر)) کے تمام قدیمی نسخوں میں روایت مذکورہ یوں مرقوم ہے: ''لو کان موسی حیا الخ''۔دیکھو طبع لاہور جو مرزا صاحب کے دعوی نبوت سے بہت پیشتر طبع ہوکر شائع ہوئی تھی۔پھر مطبع مجتبائی دہلی میں ۱۳۰۷ھ میں طبع ہوئی، پھر اسی مطبع میں ۱۳۱۴ھ میں چھپی۔ان تمام نسخوں میں ''لوکان موسی حیا'' ہے۔البتہ ۱۳۲۳ھ میں جو نسخہ مصر میں طبع ہوا پھر اسی کی نقل ۱۳۲۷ھ میں دوبارہ مصر میں شائع ہوئی ان دونوں میں تمام قدیم مطبوع اور قلمی نسخوں کے خلاف ''لو کان عیسی حیا'' شائع ہوا ہے۔یہ تحریف یا تو کسی کی کارستانی ہے (کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں) یا مطبع والوں کی غلطی اور مصحح کی کوتاہ نظری سے ہوئی ہے۔

اگر یہ عبارت صحیح ہو اور ملا علی قاری نے درحقیقت ''لو کان عیسی حیا'' ہی تحریر کیا ہو، تو ان کی اوپر کی عبارت کے خلاف ہوتا ہے کیوں کہ وہ حدیث مذکور کے پیشتر لیکن متصل لکھتے ہیں: ''عند نزول عیسی من السماء ''(۱)،یعنی حضرت عیسی کا نزول آسمان سے وہ ثابت کرتے ہیں اور اسی کی دلیل میں حدیث مذکور پیش کرتے ہیں۔

پس اگر دلیل یہ ہو کہ عیسی مر گئے اگر زندہ ہوتے تو پیروی دین محمدی کی کرتے اور دعوی یہ کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے تو ماشاء اللہ دعوی و دلیل میں کیسی تقریب تام ہوگی؟ ع:

(۱) تاریخ دمشق: (۴۷/۵۰۵)۔

پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی۔

پس مصری نسخہ میں یقیناً تحریف ہوئی ہے کیوں کہ دلیل دعوی کے مخالف ہے، علاوہ ازیں ملا علی قاری نے حدیث مذکور لکھ کر اپنی ((شرح شفاء)) کا حوالہ بھی دیا ہے، لکھتے ہیں: ”وقد بينت وجه ذلك۔۔۔ في شرح الشفاء“۔

پس دیکھنا چاہئے کہ ملا صاحب نے اپنی ((شرح شفاء)) میں کیا لکھا ہے؟

ملا صاحب کی ((شرح شفاء)) استنبول میں ۱۳۰۹ھ میں ((شرح فقہ اکبر)) مطبوع مصر سے بہت پہلے طبع ہوئی ہے، اس کی جلد اول فصل سابع میں لکھتے ہیں: ”وإليه أشار ﷺ بقوله حين رأى عمر أنه ينظر في صحيفة من التوراة: لو كان موسى حيا لما وسعه إلا اتباعي“ (۱/۱۰۶)(۱)۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تورات پڑھتے ہوئے دربار نبوی میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا کہ اگر موسی زندہ ہوتے تو ان کے لئے بجز میری پیروی کے اور کچھ بن نہ آتا۔

دیکھو یہاں صاف صاف لفظ موسی بجائے عیسی موجود ہے اسی کو ملا صاحب نے ((شرح فقہ اکبر)) میں نقل فرمایا ہے تو ((شرح فقہ اکبر)) کی عبارت میں بھی بجائے لفظ ”عیسی“ کے لفظ ”موسی“ چاہئے جیسا کہ ہندی اور قلمی نسخوں میں موجود ہے۔ پس مصری نسخہ یقیناً غلط اور محرف ہے۔

یہی ملا علی قاری اپنی تیسری کتاب ((موضوعات کبیر))(۲) جو ۱۲۸۹ھ میں طبع ہوئی تھی، لکھتے ہیں: ”ويقويه حديث: لو كان موسى عليه السلام حيا لما وسعه إلا اتباعي“(۳)(ص:۶۷)۔ یہاں بھی عیسی کے بجائے لفظ موسی تحریر کیا ہے۔

(۱) شرح الشفا: (۱/۱۱۵)۔ (۲) مسمی بہ: ((الأسرار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ)): (۱/۲۹۲)۔

(۳) مسند احمد: (۲۳/۳۴۹)، حدیث: ۱۵۱۵۶، مصنف ابن ابي شيبة: (۱۴/۳۵۱_۳۵۲)، حدیث: ۳۸۱۱۲، السنۃ از ابن

ملا صاحب ممدوح اپنی چوتھی کتاب ((مرقاۃ شرح مشکاۃ))(۱) مطبوعہ مصر میں ارقام فرماتے ہیں: ''و"لو كان"،أي موسى، كما في نسخة"حيا"أي في الدنيا'' (ج۱ص:۲۵۱)، یعنی موسی اگر دنیا میں زندہ موجود ہوتے۔

یہاں بھی لفظ موسی بصراحت موجود و مرقوم ہے۔

اسی طرح ((مسند احمد))(۲)، ((بیہقی))(۳)، ((دارمی))(۴) اور ((مشکاۃ)) (۵) وغیرہ کتب حدیث میں ''لو كان موسى حيا'' وارد ہے، اور ملا علی قاری نے انہیں حوالوں سے اپنی تمام تصانیف میں ''لو كان موسى حيا'' نقل کیا ہے۔ پھر یہ کیوں کر باور کیا جا سکتا ہے کہ ((شرح فقہ اکبر)) میں وہ ''لو كان عيسى'' نقل کریں گے۔

لہذا مثل آفتاب نیم روز واضح ہو گیا کہ مصری نسخہ میں ''عیسی'' غلط طبع ہو گیا ہے، جس سے مرزائیوں کا بظاہر فائدہ ہو گیا اور بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔

محمدیوں کو احمدیوں کے اس مغالطے سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ وما علينا إلا البلاغ

=ابی عاصم: (ص:۲۷)، حدیث:۵۰، ومعہ ظلال الجنۃ از شیخ البانی، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(۱) (۲۷۷/۱)۔

(۲) (۴۶۸/۲۲)، حدیث:۱۴۶۳۱۔

(۳) شعب الایمان: (۳۴۷/۱)، حدیث:۱۷۵۔

(۴) سنن الدارمی: (۴۰۳/۱)، حدیث:۴۴۹۔

(۵) مشکاۃ المصابیح از خطیب تبریزی: (۶۳/۱)، حدیث:۱۷۷۔

(قسط:۶، (ص:۶۔۷) ۲۴؍جنوری ۱۹۳۶ء، شمارہ:۱۳، جلد:۳۳)

ریش و بروت:

یہ مسئلہ میرے خیال میں اتنا اہم نہیں کہ اس پر قلم اٹھایا جائے۔ زمانہ ماضی وحال میں اس مسئلہ پر عربی و اردو میں متعدد کتب ورسائل لکھے جا چکے ہیں اور ہر قسم کے شبہات کے کافی جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن کلکتہ کے ایک اخبار میں تین اعتراضات ایسے کئے گئے ہیں جن کے جوابات اب تک شائع نہیں ہوئے اس لئے میں نے اپنے اس مضمون میں انہیں تین امروں کی طرف توجہ کی ہے۔ بعون اللہ۔

(۱) پہلا اعتراض یہ ہے کہ ڈاڑھی بڑھانی کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے بلکہ سامی نسل کے تمام مذہب والے (عرب بت پرست یعنی مشرکین اور یہود و نصاری سب ہی) ڈاڑھیاں رکھتے تھے۔ صرف غیر سامی النسل جو تھے وہ ڈاڑھیاں کتراتے یا منڈاتے تھے۔ اسی لئے حدیث میں مجوس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے جو سامی النسل نہ تھے۔

یہ خیال اور تحقیق محض غلط اور قصور نظر کا نتیجہ ہے۔ حدیث صحیحین میں ''خالفوا المشرکین ''(۱) کا لفظ بھی وارد ہے، جس سے معلوم ہوا کہ عرب بت پرست بھی باوجود سامی النسل ہونے کے ڈاڑھیاں نہیں رکھتے تھے۔ جب تو ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ ((مسند بزار))(۲) میں صاف وارد ہے: عن ابی ھریرۃ قال: قال النبی ﷺ: ''إن أھل الشرك یعفون شواربھم ویحفون لحاھم، فخالفوھم ''، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین مونچھیں بڑھاتے اور ڈاڑھیاں صاف کرتے ہیں تم اے مسلمانو! ان کا خلاف کرو۔ اسی طرح یہود و نصاری بھی جو سامی النسل تھے ڈاڑھیاں نہیں رکھتے تھے۔ ((مسند احمد))

(۱) صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار، حدیث:۵۸۹۲، صحیح مسلم: کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، حدیث:۲۵۹۔

(۲) (۱۴/۳۱۹)، حدیث:۸۱۲۳، امام ہیثمی فرماتے ہیں: ''رواہ البزار بإسنادین في أحدھما عمرو بن أبي سلمۃ، وثقہ ابن معین وغیرہ، وضعفہ شعبۃ وغیرہ، وبقیۃ رجالہ ثقات''۔ دیکھیں: ((مجمع الزوائد)): (۱۶۶/۵)، حدیث:۸۸۲۵۔

(۱) میں آیا ہے:عن أبي أمامة مرفوعا :''إن أهل الكتاب يقصون عثانينهم ويوفرون سبالهم، «قصوا سبالكم ووفروا عثانينكم وخالفوا أهل الكتاب»''۔

وعن أبي هريرة مرفوعا:''اعفوا اللحى وجزوا الشوارب ولا تشبهوا باليهود والنصارى''(۲)۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہود ونصاری اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں کاٹتے ہیں، پس تم اے مسلمانو! مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ اور اس کا الٹا کر کے یہود ونصاری کے مشابہ نہ بنو۔

((مسند احمد)) کی دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سامی النسل یہود ونصاری داڑھیوں کے دشمن تھے اور بزار وصحیحین کی حدیثوں سے مشرکین عرب (سامی النسل) کی داڑھیوں سے دشمنی ثابت ہوئی۔ پس واضح ہوگیا کہ یہ شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ اپنی مونچھیں پست کرائیں اور اپنی ڈاڑھیاں بڑھائیں لہذا اس حکم کے عامل صرف مسلمان تھے اور کوئی نہیں۔

(۲) دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جن روایات میں "خمس من الفطرة "(۳) یا "عشر من الفطرة"(۴) آیا ہے۔ اس میں فطرت سے مراد عرب کا مزاج وطبیعت ہے۔

فطرت کے یہ معنی بالکل بناوٹی اور خلاف تصریحات محدثین واہل لغت ہیں۔ معترض

(۱)(۶۱۳/۳۶)، حدیث:۲۲۲۸۲، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲) مسند احمد: (۱۴/۳۰۵۔۳۰۶)، حدیث:۸۶۷۳، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب قص الشارب، حدیث:۵۸۸۹، صحیح مسلم: کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، حدیث:۲۵۷۔

(۴) صحیح مسلم: کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، حدیث:۲۶۱۔

چونکہ اقوال الرجال کونہیں مانتا اس لئے اس کی تسکین کے لئے کتاب وسنت سے معنی نقل کئے جاتے ہیں:

قرآن مجید میں ''فطرت'' کے معنی ''الدین القیم'' ساتھ ہی مذکور ہیں۔

حدیث میں صراحتہ وارد ہے: عن أبي هريرة قال: قال النبي ﷺ "من فطرة الإسلام: أخذ الشارب، وإعفاء اللحى" (رواہ ابن حبان في صحيحہ)(۱) عن ابن عمر مرفوعا: "إنا آل محمد نعفي لحانا ونحفي شواربنا" (رواہ الدیلمی)(۲)۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کاٹنی اور ڈاڑھیاں بڑھانی اسلامی فطرت ہے۔ہم محمد والے ڈاڑھیاں بڑھاتے ہیں اور مونچھیں پست کرتے ہیں۔

ایک اور روایت میں "عشر من فطرتي وفطرة إبراهيم" (۳) آیا ہے۔اور ایک روایت میں ''من السنة'' وارد ہوا ہے(۴)۔(نووی)

معلوم ہوا کہ حدیث میں ''فطرت'' کے معنی مزاج عرب کے نہیں ہیں۔بلکہ ''فطرة'' کے معنی ''دین اسلام''، ''سنت انبیاء'' اور ''طریقہ محمدیہ'' ہے۔کما ثبت من الاحادیث۔

(۳) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے یا کترانے پر کوئی سزا یا وعید حدیث

---

(۱) صحیح ابن حبان: (۲۳/۴)، حدیث:۱۲۲۱، موارد الظمآن از ہیثمی: (۲۸۲/۲)، حدیث:۵۶۰، یہ حدیث حسن ہے۔

(۲) مسند الفردوس: (۵۴/۱)، رقم:۱۴۴۔یہ کتاب مظان ضعیفہ معروفہ میں سے ہے۔

(۳) یہ روایت تو نہ مل سکی البتہ عشر یا عشرۃ من الفطرۃ والی روایت ((صحیح مسلم)) میں ہے جو اس بات پر دلیل ہے کہ یہ تمام نبیوں کی سنت ہے۔

(۴) سنن النسائی: کتاب الزینۃ، من السنن الفطرۃ، حدیث:۵۰۴۴، مستخرج ابی عوانہ: (۲۷۹/۱)، حدیث:۵۴۴، شیخ البانی رحمہ اللہ نے ((صحیح سنن ابوداود))(۹۵/۱) میں اس کی تصحیح کی ہے، اور یہ حدیث صحیح مسلم میں (من الفطرۃ) کے لفظ سے وارد ہوئی ہے، اور اسی معنی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسے امام مقدسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ((المستخرج من الاحادیث)): (۵۱/۱۲) میں اپنی سند سے لائے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "أخذ الشارب من السنة"۔

میں نہیں آئی ہے۔

یہ بھی معترض کے قصور نظر کا نتیجہ ہے۔ سنئے! طحاوی میں ہے: قال النبی ﷺ "من قطع شعرة من لحية أو من تحت لحية لا يستجاب دعائه، ولا تنزل عليه الرحمة، ولا ينظر الله إليه نظر رحمة وتسميه الملائكة ملعونا وهو عند الله بمنزلة اليهود والنصارى "(طحاوی)۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو مسلمان اپنی ڈاڑھی سے خواہ نیچے سے ہی ایک بال کاٹے گا اس کی دعا قبول نہ ہوگی اس پر رحمت نازل نہ ہوگی نہ خدا اس پر رحم کرے گا۔ فرشتے اس کا نام ملعون رکھتے ہیں۔ اور وہ خدا کے نزدیک یہود و نصاری کے برابر ہے۔

اور سنئے! قال ﷺ:"من قصر أو حلق لحية فهو ملعون و مردود في الدنيا والآخرة "(شرح قنیہ)(۱)۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو مسلمان اپنی ڈاڑھی کترائے (۲) یا منڈائے وہ دنیا میں ملعون اور آخرت میں مردود ہے۔

اور لیجئے ایک روایت میں یوں ہے:"ليس له عند الله خلاق"(طبرانی کبیر) (۳)۔ خدا کے ہاں اس کا کچھ نہیں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:"لم ينل شفاعتي ولم يشرب من حوضي "(ابن

---

(۱) یہ اور گزشتہ روایت جسے مؤلف رحمہ اللہ نے طحاوی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اپنی بحث کی حد تک یہ دونوں روایتیں مجھے دواوین سنت میں نہ ملیں، واللہ اعلم۔

(۲) یعنی ایک مشت کی مقدار سے کم (مؤلف)۔

(۳) معجم کبیر از طبرانی: (۱۱/۴۱)، حدیث: ۱۰۹۷۷، اور مصنف ابن ابی شیبہ: (۱۶/۳۶۱)، حدیث: ۳۰۵۴۷، میں یہ حدیث "فليس منا" کے لفظ سے ہے، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے، دیکھیں: ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)): (۱/۶۱۱)، حدیث: ۴۲۱، لیکن جس راوی کی بنیاد پر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے وہ حجاج بن نصیر ہیں، یعنی محمد بن مسلم کے شاگرد، اور مصنف ابن ابی شیبہ میں محمد بن مسلم کے شاگرد وکیع ہیں، گویا وہ متابعت کر رہے ہیں، اس طرح سے اس حدیث کو تقویت ملتی ہے اور علی الاقل یہ حدیث حسن کے درجہ کو تو پہنچ ہی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

عساکر)(۱)۔ اسے میری شفاعت نصیب نہ ہوگی نہ وہ میرے حوض کوثر سے پانی پئے گا۔ اس سے زیادہ وعید اور سزا اور کیا چاہئے؟۔

خاتمہ: عشرت پسند، مغرب زدہ مسلمانوں میں چونکہ قرآن وحدیث کی کوئی عزت نہیں ہے۔ لہذا ان کے لئے مغرب کے ہی ایک ڈاکٹر کی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ یہ لوگ اس کو سن کر ضرور ایمان لائیں گے۔

واشنگٹن کے ڈاکٹر آرتھر میک ڈانلڈ کا مضمون نیویارک کے طبی رسالہ میڈیکل ریکارڈ بابت ۳۰ء میں شائع ہوا ہے کہ:۔

''داڑھی منڈانے سے چہرہ کے عصبی اور دیگر امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اور دانتوں، جبڑے اور پھیپھڑے کی شکایتیں پیدا ہوتی ہیں بالآخر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو طویل عمر نصیب نہیں ہوتی''۔

آج کل کے ایک امریکن محقق کا نظریہ یہ ہے کہ ڈاڑھی مونڈنے میں کم از کم فی ہفتہ ایک گھنٹہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ اس طرح سال میں ۵۲ گھنٹوں کا نقصان ہوتا ہے۔ اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ میں بہت سے لوگوں نے ڈاڑھی منڈانے سے توبہ کی ہے'' (ہند، کلکتہ ۱۸ر فروری ۳۵ء)۔

یہ تو نقصان وقت کا بیان تھا۔ پیسوں کا نقصان جس قدر ہوتا ہے، ملاحظہ ہو: تمام

---

(۱) یہ مجھے اپنی بحث کی حد تک نہ مل سکی، البتہ اس معنی کی حدیث مونچھیں لمبی کرنے کے عقاب کی امام جورقانی نے اپنی کتاب ((الاباطیل والمناکیر)): (۳۰۶/۲۔۳۰۷)، میں نقل کیا ہے۔ داڑھی منڈانے کے عقاب کے سلسلہ میں جتنی بھی روایتیں آئی ہیں ان میں سے اکثر لائق استدلال نہیں ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس فعل قبیح کی کوئی سزا نہیں، بلکہ جتنی کثرت سے داڑھی بڑھانے کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ان کا ماحصل یہی ہے کہ اس امر کی خلاف ورزی کسی بہت بڑے جرم کا ارتکاب کرنے کے مشابہ ہے، البتہ سزا کی تحدید کا علم صرف اور صرف اللہ کو ہے۔

ڈاڑھی منڈانے والوں کی تعداد جو معمورہ عالم میں ہیں اگر ۳۶ کروڑ فرض کر لی جائے اور فی ہفتہ ہر ڈاڑھی منڈانے والے کا خرچ صرف ۲ر آنے مان لیا جائے تو سارے ڈاڑھی منڈوں کا خرچ ہر سال کا دو ارب ۳۱ کروڑ ۴۲ لاکھ ۸۵ ہزار ۷۱۴ روپیہ چار آنے پونے سات پائی (۶۔۷/۶) ہوتا ہے۔ یہ ہے مسلمانوں کا اسراف۔ خدا ہم مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے۔ اور اپنے رسول کی سنت کی محبت ہمارے قلوب میں بھر دے۔ بار الہا آمین!

(قسط:۷،(ص:۶۔تا۔۸)۷رفروری ۱۹۳۶ء،شمارہ:۱۵،جلد:۳۳)

"لا نبي بعدي":

مشہور حدیث:"لا نبي بعدي "(۱) نے خاتم النبیین کے بعد کسی جدید نبی کا امکان بھی باقی نہ چھوڑا تھا۔ باوجود اس کے ہر صدی میں بعض مخبوط الحواس حضرات نے جھوٹی نبوت کے دعوے کر ہی ڈالے۔ اور اپنے خلاف آیات واحادیث کی الٹی سیدھی تاویلیں کر ہی ڈالیں۔

اس صدی کے متنبّی کی امت نے کہا کہ حدیث"لا نبي بعدي "میں لفظ"بعد" مخالفت کے معنی میں ہے، یعنی نبی ہمیشہ آتے رہیں گے۔ لیکن میرا مخالف کوئی نہ ہوگا۔ سب میری موافقت کریں گے۔ اس دعوی پر دو(۲) دلیلیں پیش کی ہیں۔

دلیل اول: سورہ جاثیہ میں آیا ہے:۔

﴿فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ﴾ (۲)۔ اللہ کے بعد کا کیا مطلب ہے؟ کیا اللہ کے فوت ہو جانے کے بعد؟ یا اس کی غیر حاضری میں؟ نہیں۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ کے خلاف اور کونسی باتیں ماننے کے قابل ہیں؟ (احمدیہ پاکٹ بک:(ص:۵۳۵))۔

جواب: لغت عربی کی کسی کتاب میں"بعد" کے معنی مخالفت کے نہیں لکھے ہیں۔ نہ اہل زبان سے اس کی کوئی نظیر موجود ہے۔ زبان عربی بحمد اللہ زندہ زبان ہے اور اس کے جاننے والے ابھی صفحۂ ہستی پر موجود ہیں، لیکن جو لوگ دمشق کے معنی قادیان، دجال کے معنی ریل گاڑی کریں، کسر صلیب سے فروغ صلیب، احمد سے غلام مراد لیں، وہ"بعد" کے معنی مخالفت چھوڑ کچھ اور کر لیں تو کون ان کا منہ بند کر سکتا ہے؟

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب أحادیث الانبیاء، باب ماذکر فی بنی اسرائیل، حدیث:۳۴۵۵، صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، باب الأمر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء، الأول فالأول، حدیث:۱۸۴۲۔ (۲) الجاثیۃ:۶۔

اب حدیث ''لا نبي بعدي '' کے معنی دوسری حدیثوں سے ملاحظہ ہوں۔ ((صحیح بخاری))(۱) میں ہے: «لم یبق من النبوۃ » (مشکاۃ ص:۳۸۶) یہاں 'بعد'' کا لفظ موجود نہیں ہے لیکن ہر قسم کی نبوت کی نفی ہے۔ کوئی نیا نبی نہ موافق آئے گا نہ مخالف۔

((صحیح مسلم))(۲) میں ہے: «إني آخر الأنبیاء » (۱/۴۴۶)، پس اگر کوئی نبی نیا (گو موافق ہی سہی) آجائے تو آپ کی آخریت باقی نہیں رہتی۔

((ابوداود))(۳)((ترمذی))(۴) میں ہے: «أنا خاتم النبیین لا نبي بعدي » (مشکاۃ (ص:۴۵۷))، یہاں ''لا نبي بعدي '' کے ساتھ وصف خاتم النبیین بھی مذکور ہے جو بعد کے معنی مخالفت کے لینے کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ نئے موافق نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے۔

((مسند احمد))(۵) اور ((ترمذی))(۶) میں ہے: «إن الرسالة والنبوۃ قد انقطعت، فلا رسول بعدي ولا نبي » (ابن کثیر: ۸/۸۹) یہاں بعد کے معنی مخالفت کے لینے کی تردید ''انقطعت'' سے ہو رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (موافق و مخالف ہر قسم کی) رسالت و نبوت بند ہوگئی۔ پس میری رسالت و نبوت کے بعد نہ تو کوئی رسول ہی ہوگا اور نہ نبی۔

---

(۱) کتاب التعبیر، باب المبشرات، حدیث: ۶۹۹۰۔

(۲) کتاب الحج، باب فضل الصلاۃ بمسجدي مکۃ والمدینۃ، حدیث: ۱۳۹۴۔

(۳) کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلھا، حدیث: ۴۲۵۲۔

(۴) أبواب الفتن، باب ماجاء لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون، حدیث: ۲۲۱۹۔

(۵) (۲۱/۳۴۶)، حدیث: ۱۳۸۲۴۔

(۶) أبواب الرؤیا، باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات، حدیث: ۲۲۷۲۔

اب سورہ جاثیہ کی آیت مذکورہ کی تحقیق سنئے!

قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔اس زبان کو جاننے کے لئے بہت سے فنون (جو قرآن مجید کے خادم ہیں) حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔من جملہ ان کے ایک فن علم معانی کا ہے۔اس علم میں ایک باب ایجاز کا ہے۔جس میں لفظ اصل مراد سے کم لیکن کافی ہوتا ہے۔ اس کی دوسری قسم ایجازِ حذف ہے۔جس میں کچھ محذوف ہوتا ہے۔آیت مذکورہ اسی قبیل سے ہے اور ''بعد الله ''میں ''بعد'' کا مضاف الیہ محذوف ہے۔چنانچہ ((تفسیر معالم))(۱) و((خازن))(۲) میں ہے:''أي بعد كتاب الله''۔اور((تفسیر جلالین))(۳)و((بیضاوی)) (۴)و((کشاف))(۵)و((سراج المنیر))(۶)و((ابوالسعود))(۷)و((فتح البیان)) (۸)و((ابن جریر))(۹) میں ہے:''أي بعد حديث الله، وهو القرآن ''۔یعنی کس بات پر اللہ کی بات کے بعد اور اس کی آیتوں کے بعد ایمان لائیں گے؟اس کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے۔سورہ اعراف ومرسلات میں ہے:﴿**فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ**﴾۔ ''أي: فبأي كلام يؤمنون بعده ''(ابن کثیر)(۱۰)(یعنی کس کلام پر اس کلام کے بعد ایمان لائیں گے؟ قرآن پاک میں ''بعد'' کی اضافت اللہ کی طرف بہت سے مقامات میں موجود ہے اور ہر جگہ اس کا مضاف الیہ محذوف ہے،اسی سورہ جاثیہ میں ہے:﴿**فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ**﴾(۱۱)،''أي بعد إضلال الله إياه ''(جلالین،بیضاوی،مدارک،کشاف،

---

(۱)(۱۴۳/۴)۔ (۲)(۱۴۳/۴)۔

(۳)(ص:۶۶۱)۔ (۴)(۱۰۵/۵)۔

(۵)(۴۸۵/۴)۔ (۶)(۵۹۳/۳)۔

(۷)(۲۹۹/۳_۳۰۰)۔ (۸)(۳۱۸/۱۲)۔

(۹)(۶۱۴/۲۳)۔ (۱۰)دیکھیں:((تفسیر ابن کثیر)):(۳۰۱/۸)۔ (۱۱)الجاثیۃ:۲۳۔

ابوالسعو د وغیرہ)(۱)۔یعنی کون ھدایت دے گا اسے بعد گمراہ کردینے خدا کے اسے۔

سورہ شوریٰ میں ارشاد ہے:﴿وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن وَلِيٍّ مِّن بَعْدِهِ﴾ (۲)۔"أي بعد إضلال الله إياه"(خازن، معالم، مدارک، جلالین)(۳)۔یعنی جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کا کوئی ولی نہیں ہے بعد گمراہ کردینے اللہ کے اسے۔

سورہ فاطر میں ہے:﴿وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ﴾(۴)۔ "أي: بعد إمساكه"(جلالین، بیضاوی، مدارک، کشاف)(۵)۔یعنی خدا اپنی جو رحمت روک لے تو کوئی اس کا جاری کرنے والا نہیں ہے بعد روک لینے اللہ کے۔

نیز اسی سورہ میں ہے:﴿إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ﴾(۶)۔"أي من بعد إمساكه"(فتح البیان، ابوالسعود، کشاف، مدارک)(۷)۔یعنی آسمان وزمین کو کوئی تھام نہیں سکتا بعد تھام لینے اللہ کے۔

سورہ آل عمران میں ہے:﴿وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ﴾

---

(۱) دیکھیں:((تفسیر الطبری))از ابن جریر:(۲۱/۹۳)،اور دیکھیں:((کشاف))از زمخشری:(۴/۲۹۱)،((تفسیر بیضاوی)):(۵/۱۰۸)،((مدارک التنزیل))از نسفی:(۳/۳۰۳)،((تفسیر جلالین)):(ص:۶۲۳)،((تفسیر ابو سعود)):(۸/۷۳)۔

(۲) الشوریٰ:۴۴۔

(۳) دیکھیں:((تفسیر الطبری))از ابن جریر:(۲۰/۵۲۹)،((معالم التنزیل))از بغوی:(۴/۸۸)،((مدارک التنزیل))از نسفی:(۳/۲۵۹)،((تفسیر الجلالین)):(ص:۶۴۵)،((تفسیر خازن)):(۴/۱۰۲)وغیرہ۔

(۴) فاطر:۲۔

(۵) دیکھیں:((تفسیر ابن عطیہ)):(۴/۴۲۹)،((کشاف))از زمخشری:(۳/۵۹۷)،((تفسیر بیضاوی)):(۴/۲۵۳)، ((مدارک التنزیل))از نسفی:(۳/۷۶)،((تفسیر جلالین)):(ص:۵۷۱)۔وغیرہ۔

(۶) فاطر:۴۱۔

(۷) دیکھیں:((تفسیر الکشاف))از زمخشری:(۳/۶۱۷)،((مدارک التنزیل))از نسفی:(۳/۹۲)،((تفسیر ابو سعود)):(۷/۱۵۶)،((فتح البیان))از نواب صدیق حسن القنوجی:(۱۱/۲۶۲)۔

(۱)۔"أي بعد خذلانه "(جلالین، بیضاوی، مدارک، کشاف، ابوالسعود وغیرہ)(۲)، یعنی اگر خدا تم کو ذلیل کردے تو کون تمہاری مدد کرے گا بعد ذلیل کردینے اللہ کے تم کو۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی بعض دعائیں جو حدیثوں میں آئی ہیں ان میں بھی ایجازِ حذف ہے، دعاء نوم میں وارد ہے:"أنت الآخر فليس بعدك شيء"((صحیح مسلم)): (۳۸۴/۲)(۳)۔"أي بعد آخريتك "(مرقاۃ:(۱۰۸/۳))(۴)، یعنی تو ہی آخر ہے، تیری آخریت کے بعد کوئی شے نہیں ہے۔

دوسری دعا میں آیا ہے:"فلا شيءَ بعده "((صحیح مسلم)):(۳۵۰/۲)(۵)۔ "أي بعد أمره بالفناء"۔اسی طرح حدیث:"لا نبوة بعدي"((صحیح مسلم)):(۲۷۸/۲) (۶) کے معنی ہیں:"لا نبوة بعد نبوتي"۔یعنی میری نبوت کے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔

مرزائیوں کی دوسری دلیل:((صحیح بخاری))(۷) میں آیا ہے آپ نے فرمایا: "كذابين، يخرجان بعدي "(پ:۱۴، ۱۷)۔یعنی دو جھوٹے نکلیں گے میرے بعد۔ حالانکہ مسیلمہ اور اسود عنسی دونوں آپ کی زندگی میں ہی مدعی نبوت بن کر آپ کے مقابلہ میں

(۱) آل عمران:۱۶۰۔

(۲) دیکھیں: ((کشاف)) از زمخشری: (۴۳۲/۱)، ((تفسیر بیضاوی)): (۴۵/۲)، ((مدارک التنزیل)) از نسفی: (۳۰۶/۱)، ((تفسیر الجلالین)): (ص:۸۹)، ((تفسیر ابي السعود)): (۱۰۶/۲)۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب مایقول عند النوم وأخذ المضجع، حدیث:۲۷۱۳۔

(۴) دیکھیں: ((مرقاۃ المفاتیح)) از ملا علی قاری: (۱۶۷۱/۴)۔

(۵) صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، حدیث:۴۱۱۴، صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل وشر ما لم یعمل، حدیث:۲۷۲۴۔

(۶) صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہ، حدیث:۲۴۰۴۔

(۷) کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث:۳۶۲۱، صحیح مسلم: کتاب الرؤیا، باب رؤیا النبی ﷺ، حدیث:۲۲۷۳-۲۲۷۴۔

ظاہر ہوگئے تھے، پس لامحالہ اس حدیث میں ’’بعد‘‘ کے معنی مخالفت کے ماننے ہی پڑیں گے۔یعنی دو جھوٹے میری مخالفت میں خروج کریں گے(احمدیہ ڈائری)

جواب:(۱) یہاں بھی وہی ایجازِ حذف ہے اور ’’بعد‘‘ کا مضاف الیہ محذوف ہے ’’أي یخرجان بعد نبوتي ‘‘(فتح الباری انصاری:پ:۲۸،(ص:۵۰۶))(۱)۔یعنی میری نبوت کے بعد دونوں کا ظہور ہوگا۔چنانچہ مسیلمہ اور اسود عنسی کا ظہور آپ کے نبی ہو چکنے کے بعد ہی ہوا ہے نہ قبل۔

اس محذوف پر قرینہ((صحیح بخاری))(۲) کی دوسری حدیث ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں:’’الکذابین اللذین انا بینهما ‘‘(پ:۱۷۔۲۸)۔یعنی وہ دونوں جھوٹے مدعی نبوت کہ ان دونوں کے درمیان میں موجود ہوں۔

اسی معنی کو واضح کرنے کے لئے امام بخاری نے حدیث’’یخرجان بعدي ‘‘کے متصل ہی ’’أنا بینهما‘‘ کی روایت ذکر کی ہے، دیکھو(کتاب المغازی):(پ:۱۷)(۳)۔

(۲)دوسرا جواب یہ ہے کہ جملہ’’یخرجان بعدي ‘‘میں ’’بعدی‘‘ کا لفظ کسی راوی نے بڑھایا ہے، فلا عبرة به۔اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ امام بخاری نے دو(۲) مقامات پر لفظ ’’بعدی‘‘ کو ذکر ہی نہیں کیا بلکہ حذف کر دیا ہے۔اور حدیث کو یخرجان پر ختم کر دیا ہے،(دیکھو: ’’باب قصة اسود عنسی‘‘، پ:۱۷، اور ’’باب اذا طار الشيُ فی المنام‘‘، پ:۲۸) پس اصل لفظ ’’أنا بینهما‘‘ کا متعین رہا۔

حاصل کلام یہ کہ کتاب وسنت ولغت عرب میں لفظ ’’بعد‘‘ مخالفت کے معنی میں نہیں

---

(۱) فتح الباری از ابن حجر:(۴۲۴/۱۲)۔

(۲) کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة، وحدیث ثمامة بن أثال، حدیث:۴۳۷۵، صحیح مسلم: کتاب الرؤیا، باب رؤیا النبی ﷺ، حدیث:۲۲۷۴۔ (۳) دیکھیں: گزشتہ حاشیہ۔

آتا۔ وھوالمراد۔ فالحمدللہ۔

اجرائے نبوت پر مرزائیوں کی ایک اور دلیل:

سورہ حج کے آخری رکوع میں ہے: ﴿اللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلائِكَةِ رُسُلاً وَمِنَ النَّاسِ﴾ (۱)۔ اس میں ﴿يَصْطَفِىْ﴾ فعل مستقبل ہے جس سے انسانوں میں آئندہ پیغمبروں کا آنا صاف ثابت ہے۔ (احمدیہ پاکٹ بک (ص:۴۹۷))۔

جواب: آیت مذکورہ میں فعل ﴿يَصْطَفِىْ﴾ مستقبل کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اس میں حکایت ہے حال ماضی کی۔ جیسے آیت ﴿فَرِيْقاً تَقْتُلُوْنَ﴾ (۲) میں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اے یہودیو! تم آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والے پیغمبروں کو قتل کرو گے۔ بلکہ زمانہ گذشتہ کے حال کی حکایت فرمائی ہے۔ اسی طرح آیت مذکورہ میں اللہ نے اپنی سنت ماضیہ بیان فرمائی ہے، اور اس پر قرینہ اور دلیل قرآن مجید کی وہ دوسری آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ان مصطفیٰ اور برگزیدہ پیغمبروں کا نام لے کر بیان فرمادیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کا ذکر کر کے فرمایا ﴿وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِىْ الدُّنْيَا﴾ (۳)۔ موسیٰ کو خطاب فرمایا: ﴿يَا مُوْسَى إِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ﴾ (۴)۔ حضرت ابراہیم واسحاق ویعقوب علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا: ﴿وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾ (۵)۔ آل عمران میں فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِيْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ﴾ (۶)۔ انہیں پیغمبروں کا اجمالی تذکرہ آیت: ﴿اللّٰهُ يَصْطَفِىْ ۔۔﴾ الخ (۷) میں ہے۔ اور آیت سورہ انعام ﴿اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (۸)۔ میں بھی۔

---

(۱) الحج:۷۵۔ (۲) الاحزاب:۲۶۔ (۳) البقرۃ:۱۳۰۔ (۴) الاعراف:۱۴۴۔
(۵) ص:۴۷۔ (۶) آل عمران:۳۳۔ (۷) الحج:۷۵۔ (۸) الانعام:۱۲۴۔

اس میں بھی فعل ﴿یَجْعَلُ﴾ استقبال کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ حال ماضی کی حکایت ہے، جس پر قرینہ ﴿أُوتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ فعل ماضی ہے جو اس سے قبل متصل ہی مذکور ہے۔ کافروں نے گذشتہ رسولوں جیسی باتیں چاہی تھیں۔ انہیں رسولوں کی بابت ﴿حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ فرمایا گیا ہے نہ یہ کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی جدید نبی آئے گا۔ اور نہ کسی پیغمبر کے آنے کی کوئی ضرورت ہی ہے۔ (باقی جواب ((محمدیہ پاکٹ بک)) میں از (ص:۳۲۶) تا (ص:۳۳۰) ملاحظہ ہو)۔

مرزائیوں کی ایک اور دلیل: سورہ آل عمران میں ہے: ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ﴾ (۱)۔ اس میں بھی ﴿يَجْتَبِي﴾ فعل مستقبل ہے۔ جس سے آئندہ زمانہ میں رسولوں کا آنا ثابت ہوتا ہے۔ (احمدیہ پاکٹ بک (ص:۴۹۹))

جواب: اس آیت میں بھی ﴿يَجْتَبِي﴾ زمانہ مستقبل کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں بھی حکایت ہے حال ماضی کی۔ دلیل اس پر وہ دوسری آیتیں ہیں جن میں ان ''مجتبیٰ'' رسولوں کا نام لے لے کر بیان کر دیا گیا ہے فردا فردا بھی اور یکجائی طور سے بھی۔ فردا فردا ملاحظہ ہو:

حضرت آدم کے لئے ''اجتباہ'' سورہ طٰہ میں آیا ہے۔
حضرت ابراہیم کے لئے ''اجتباہ'' سورہ نحل میں آیا ہے۔
حضرت یونس کے لئے ''اجتباہ'' سورہ قلم میں موجود ہے۔

(۱) آل عمران: ۱۷۹۔

یکجائی طور سے دیکھئے: سورہ مریم میں دس پیغمبروں (زکریا، یحیٰی، عیسیٰ، ابراہیم، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، ہارون، اسماعیل، ادریس علیہم السلام) کے ذکر کرنیکے بعد آیا ہے: ﴿وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا﴾ (۱)۔ اور سورہ انعام میں اٹھارہ (۱۸) پیغمبروں (ابراہیم، اسحاق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحیٰی، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، الیسع، یونس، لوط صلوات اللہ علیہم) کا تذکرہ کر کے فرمایا: ﴿وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (۲)۔ انہیں رسولوں کا تذکرہ اجمالاً آیت ﴿وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ﴾ (۳) میں آیا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا خالی کر گئے۔ ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾ (۴)، کوئی آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا اور کوئی زیر زمین دفن کر دیئے گئے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد اب کوئی جدید نبی نہیں آئے گا۔ (باقی جواب ((محمدیہ پاکٹ بک)) میں از (ص: ۲۳۰) تا (ص: ۲۳۲) ملاحظہ فرمایئے) فقط۔

(۱) مریم: ۵۸۔
(۲) الانعام: ۸۷۔
(۳) آل عمران: ۱۷۹۔
(۴) البقرۃ: ۱۳۴۔

(قسط:۸،(ص:۶۔تا۔۸)۲۸رفروری ۱۹۳۶ء،شمارہ:۱۸،جلد:۳۳)

امکان نبوت کی تردید: گذشتہ شعبان میں پنجاب سے دو سوال بغرض جواب میرے پاس آئے تھے جو قادیانیوں کی ((پاکٹ بک)) (ص:۵۰۱) میں بھی موجود ہیں ان کے جوابات حسب ذیل بھیجے گئے۔ پہلا سوال جس کی دو شقیں ہیں، یہ ہے:۔

(۱) آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا آنا سورہ نساء کی اس آیت سے ممکن معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿فَأُولَـٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَـٰئِكَ رَفِيقًا﴾(۱)۔ اطاعت خدا اور رسول سے مطیع اگر صدیق وشہید وصالح بن سکتا ہے تو نبی بھی بن سکتا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے باب نبوت کو آیت خاتم النبیین (احزاب) میں مسدود فرما دیا ہے اس لئے مطیع نبی نہیں بن سکتا۔ اور باب صدیقیت وشہادت وصالحیت کو کھلا رکھا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَـٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ﴾ (۲)، ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ﴾ (۳)۔ یعنی خدا تعالی اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والوں کو صدیق، شہید اور صالحوں کا رتبہ ملے گا۔ اس لئے مطیع صدیق وشہید اور صالح بن سکتا ہے۔

مرزائیوں کی دلیل مذکور سے اگر مطیع نبی بن سکتا ہے تو ((جامع ترمذی)) (۴) کی حدیث: عن أبي سعيد قال: قال النبي ﷺ: «التاجر الصدوق الأمين مع النبيين، والصديقين، والشهداء» (مشکاۃ: (ص:۲۳۵))۔ کی بنا پر ہر سچے، امانت دار تاجر کو بھی نبی ہونا چاہئے۔ حالانکہ حدیث وآیت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی قیامت

(۱) النساء:۶۹۔ (۲) الحدید:۱۹۔ (۳) العنکبوت:۹۔

(۴) أبواب البیوع، باب ما جاء فی التجار وتسمیۃ النبی ﷺ إیاھم، حدیث:۱۲۰۹، یہ حدیث حسن ہے۔

کے روز ہر پکے فرماں بردار اور سچے تاجر کو نبیوں صدیقوں اور شہداء کی معیت و رفاقت مرحمت فرمائے گا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ کے آخر میں خود صراحت فرمادی ہے: ﴿وَحَسُنَ أُولَـٰئِكَ رَفِيقًا﴾ (۱) یہ معیت محض رفاقت ہے لا غیر۔ اور یہ قیامت کے روز ہوگی۔ جیسا کہ دیگر حدیثوں میں یہ صراحت مذکور ہے۔

((مسند احمد)) میں ہے:۔

عن معاذ بن انس قال: قال النبي ﷺ: «من قرأ ألف آية في سبيل الله، كتب يوم القيامة مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين» (۲)۔

یعنی جو شخص فی سبیل اللہ ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے، قیامت کے دن اسے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں کی معیت و رفاقت نصیب ہوگی۔

عن عمرو بن مرة الجهني، قال: جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال: يا رسول الله، شهدت أن لا إله إلا الله، وأنك رسول الله، وصليت الخمس، وأديت زكاة مالي، وصمت شهر رمضان، فقال النبي ﷺ: «من مات على هذا، كان مع النبيين والصديقين والشهداء يوم القيامة، هكذا – ونصب إصبعيه –» (مسند احمد) (۳)۔

یعنی ایک صحابی نے آپ سے عرض کی کہ میں کلمہ پڑھ چکا ہوں، نمازیں پڑھتا ہوں، زکاۃ دیتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ ان اعمال پر جس کو موت آجائے وہ

(۱) النساء: ۶۹۔

(۲) مسند احمد: (۳۷۷/۲۴)، حدیث: ۱۵۶۱۱، مسند ابویعلی: (۶۳/۳)، حدیث: ۱۴۸۹، المعجم الکبیر از طبرانی: (۱۸۴/۲۰)، حدیث: ۳۹۹، مستدرک حاکم: (۹۷/۲)، حدیث: ۲۴۳۳، سنن کبیر از بیہقی: (۲۹۱/۹)، حدیث: ۱۸۵۷۵، یہ حدیث منکر ہے اس کی سند میں ایک راوی ''زبان'' ہے جس کی حدیثیں منکر ہیں۔ دیکھیں: ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)) از شیخ البانی: (۳۵۰/۱۱)، حدیث: ۵۲۰۷۔

(۳) مسند احمد: (۵۲۲/۳۹_۵۲۳)، حدیث: ۲۴۰۹۰، یہ حدیث صحیح ہے۔

قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کی معیت اور صحبت میں اس طرح ہوگا جیسے یہ دونوں انگلیاں۔

اسی لئے مفسروں نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے: ''یجعله مرافقا لهم'' (ابن کثیر)(۱)۔ ''مرافقة أکرم الخلائق'' (بیضاوی)(۲)۔ ''مرافقة أقرب عباد الله'' (کشاف)(۳)۔ ''الحضور معهم'' (جلالین)(۴)۔ ان سب علماء نے مع کے معنی رفاقت اور حضور کے کئے ہیں۔

امام رازی فرماتے ہیں: ''إذا أرادوا الزيارة والتلاقي قدروا عليه، فهذا هو المراد من هذه المعية'' (تفسیر کبیر کذا فی ابی السعود)(۵)۔

یعنی مطیعین جب نبیوں سے ملنا چاہیں گے تو مل سکیں گے ''مع'' سے مراد یہی ہے۔

اس تفصیل سے سوال کی دوسری شق بھی حل ہوجاتی ہے جو یہ ہے کہ:۔

(۲) جنت میں انبیاء کے درجے بہت بلند ہوں گے خاص کر آنحضرت ﷺ کا درجہ تو سب سے اعلی وبالا ہوگا، صدیق اپنے درجوں میں ہوں گے، شہداء اپنے درجوں میں، اور غریب مومن جنت کے کسی نچلے درجہ میں ہوں گے۔ تو معیت اور رفاقت کہاں ہوئی؟

یہی سوال سب سے پہلے حضرت ثوبان صحابی نے کیا تھا۔ انہیں کے جواب میں آیت مذکورہ اتری تھی۔ حدیث میں ہے:

(۱) أنه قال للنبي ﷺ لا نراك يوم القيامة، لأنك في الجنة في الدرجات

---

(۱) دیکھیں: ((تفسیر ابن کثیر)): (۳۵۳/۲)۔ (۲) دیکھیں: ((تفسیر البیضاوی)): (۸۲/۲)۔

(۳) دیکھیں: ((تفسیر الکشاف)) از زمخشری: (۵۳۱/۱)، ((البحر المحیط)) از ابو حیان: (۷۰۰/۳)۔

(۴) دیکھیں: ((تفسیر الجلالین)): (ص: ۱۱۲)۔

(۵) دیکھیں: ((تفسیر کبیر)) از رازی: (۱۳۳/۱۰)، ((تفسیر ابو سعود)): (۱۹۹/۲)۔

العلی، فقال: ﷺ «أنت معي في الجنة» (درمنثور)(۱)۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کو قیامت کے دن نہیں دیکھ سکیں گے کیوں کہ آپ جنت کے بلند درجوں میں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا تمہیں جنت میں میری معیت ملے گی۔

(۲) قال حبشي للنبي ﷺ أرأيت إن آمنت، وعملت، إني لكائن معك في الجنة؟ قال: «نعم» (طبرانی کبیر)(۲)۔

ایک حبشی نے پوچھا اے رسول خدا! اگر میرا ایمان صحیح اور عمل صالح ہو، کیا جنت میں مجھے آپ کی معیت نصیب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہوگی۔

(۳) قال رجل أني أحب الله ورسوله، فقال: «أنت مع من أحببت» (بخاري ومسلم)(۳)۔ وفي ((الترمذي))(۴) عن أنس قال: «من أحبني كان معي في الجنة» (مشكاة: (ص:۲۲))۔

یعنی ایک صحابی نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا جس سے تو محبت کرتا ہے اس کی معیت میں تو ہوگا۔

---

(۱) دیکھیں: ((تفسیر ابن ابی حاتم)): (۹۹۸/۳)، ((درمنثور)) از سیوطی: (۵۸۹/۲)، یہ تفسیری روایت ہے، اور مرسل ہے۔

(۲) المعجم الکبیر از طبرانی: (۳۳۶/۱۲)، حدیث: ۱۳۵۹۵، المعجم الاوسط از طبرانی: (۱۹۱/۲)، حدیث: ۱۵۸۱، الحلیۃ از ابو نعیم: (۳۱۹/۳)، یہ حدیث ضعیف جدا ہے اس میں ایک راوی ایوب بن عتبہ ضعیف ہے۔ دیکھیں: ((الموضوعات)) از ابن الجوزی: (۲۳۱/۲)، ((سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ)) از شیخ البانی: (۲۸۱/۱۴_۲۸۳)۔

(۳) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۶۸۸، صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب، باب المرء مع من أحب، حدیث: ۲۶۳۹۔

(۴) أبواب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، حدیث: ۲۶۷۸، اس حدیث کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھیں: ((سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)) از شیخ البانی: (۴۰/۱۰)، حدیث: ۴۵۳۸۔

اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میری معیت میں ہوگا۔

(۴) وعن سهل قال: قال النبي ﷺ قال: «أنا و كافل اليتيم في الجنة هكذا» وأشار بالسبابة والوسطى۔ (رواہ البخاری، مشکاۃ: (ص:۴۲۱))(۱)۔

آپ نے فرمایا میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں (اشارہ سے دونوں کو اکٹھی کر کے بتلایا)۔

(۵) وعن ربيعة قال قلت يا رسول الله: أسألك مرافقتك في الجنة، قال: «فأعني على نفسك بكثرة السجود» (رواہ مسلم، مشکاۃ: (ص:۷۶))(۲)۔

یعنی ربیعہ صحابی نے کہا کہ میں جنت میں آپ کی رفاقت کا خواہاں ہوں آپ نے فرمایا کہ نفلیں بہت پڑھا کرو تم کو میری رفاقت ملے گی۔

ان حدیثوں اور ان جیسی بہت سی حدیثوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ غریب مومن جنت کے اندر خواہ کیسے ہی نچلے درجہ میں ہوگا اسے آنحضرت ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی۔ آیت مذکورہ بالا کا بھی یہی مطلب ہے۔

دوسرا سوال: آیت مذکورہ میں اگر ''مع'' کو ''من'' کے معنی میں مان لیا جائے جیسا کہ آیات مندرجہ ذیل میں ہے تو ہر مطیع نبی بن سکے گا۔

جواب: کلام عرب میں ''مع'' بمعنی ''من'' نہیں آتا۔ نہ ان آیتوں میں ''مع'' بمعنی ''من'' آیا ہے، جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں اس لئے کہ اگر ''مع'' بمعنی ''من'' آیا کرتا تو خود ''مع'' پر من داخل نہ ہوتا۔ حالانکہ کلام عرب میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری: کتاب الأدب، باب فضل من یعول الیتیم، حدیث: ۶۰۰۵۔

(۲) صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، حدیث: ۴۸۹۔

لغت کی مشہور کتاب ((مصباح المنیر))(۱) میں ''مع'' کے بیان میں ہے:

''ودخول من علیه نحو جئت من معه''، یعنی عرب ''جئت من مع القوم'' بولتے ہیں۔

پس ''مع'' پر ''من'' کا داخل ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ خود ''مع'' کبھی بھی ''من'' کے معنی میں نہیں ہوتا۔

اب مرزائیوں کی دلیل والی آیتیں ملاحظہ ہوں:۔

(۱)شیطان کے متعلق سورہ حجر میں وارد ہے: ﴿أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ﴾(۲)۔

اور سورہ اعراف میں ہے: ﴿لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ﴾(۳)۔

دیکھو دونوں جگہ لفظ ساجدین آیا ہے، لیکن دوسری آیت میں بجائے ''مع'' کے ''من'' ہے پس ثابت ہوا کہ ''مع'' بمعنی ''من'' ہوتا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک ہی واقعہ متعدد مقامات میں باسلوب مختلف اس لئے بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک خاص غرض اور حکمت مقصود ہوتی ہے۔

سنئے! ابلیس لعین نے ایک ہی قصور نہیں کیا تھا بلکہ تین جرم اس سے سرزد ہوئے تھے۔(۱) اس نے تکبر کیا تھا، اس کا ذکر سورہ ص میں آیا ہے: ﴿أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ﴾(۴)، (۲) اس نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی، اس کا بیان سورہ اعراف کی آیت: ﴿لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ﴾ میں کیا ہے۔(۳) اس نے جماعت سے مفارقت کی تھی، اس کا حال سورہ حجر کی آیت: ﴿أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ﴾ میں مذکور ہوا ہے کما فی ((فتح البیان))(۵): ''ابلیس اللعین قد أدرج في معصية واحدة ثلاث معاص: مخالفة الأمر، ومفارقة الجماعة، والاستكبار۔۔الخ''۔

---

(۱) از فیومی: (۲/۵۷۶)۔ (۲) الحجر: ۳۱۔

(۳) الاعراف: ۱۱۔ (۴) ص: ۷۵۔ (۵) (۴/۳۱۰)۔

پس ''مع'' ہرگز ''من'' کے معنی میں نہیں ہے بلکہ دونوں کے فائدے الگ الگ ہیں۔

(۲) منافقین کے توبہ کی بابت سورہ نساء میں مذکور ہے: ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا ... فَأُولَـٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۱)۔ کیا یہ توبہ کرنے والے خود مومن نہیں ہیں بلکہ مومنوں کے ساتھ ہیں؟ نہیں بلکہ وہ مومنوں سے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ''مع'' بمعنی ''من'' آتا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ ''المؤمنین'' میں الف لام عہد کا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شروع سے ہی خالص مومن تھے کبھی ان سے نفاق سرزد نہیں ہوا۔ ان کی معیت میں وہ لوگ جنت میں ہوں گے جو پہلے منافق تھے پھر توبہ کر کے مومن بنے۔ ((تفسیر ابوالسعود)) (۲) و ((جمل)) (۳) میں ہے:۔

''مع المؤمنين المعهودين الذين لم يصدر عنهم نفاق أصلا منذ آمنوا معهم في الدرجات العالية من الجنة''۔ ترجمہ اس کا بیان ہو چکا۔

((تفسیر ابن جریر)) (۴) میں ہے:۔

''يدخلهم مع المؤمنين محل الكرامة، ويسكنهم معهم مساكنهم في الجنة''، یعنی اللہ داخل کرے گا ان تائبین کو خالص مومنوں کے ساتھ کرامت کے محل میں اور بسائے گا ان تائبین کو ان مومنوں کے ساتھ جنت میں ان کے مسکنوں میں۔

((فتح البیان)) (۵) میں ہے:۔ ''أولئك مصاحبون للمؤمنين''۔

اور ((مدارک)) (۶) و ((کشاف)) (۷) میں ہے:۔ ''فهم أصحاب المؤمنين ورفقاؤهم''۔

---

(۱) النساء: ۱۴۶۔ (۲) (۲/۲۸۷)۔ (۴) (۷/۶۲۲)۔

(۳) الفتوحات الالٰھیہ بتوضیح تفسیر الجلالین لدقائق الخفیہ از سلیمان الجمل: (۱/۴۶۳)۔

(۵) (۳/۲۷۹)۔ (۶) (۱/۳۰۹)۔ (۷) از زمخشری: (۱/۵۸۱)۔

یعنی یہ توبہ کرنے والے مومنوں کی صحبت اور رفاقت میں ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ ''مع'' اپنے اصل معنی مصاحبت کے لئے آیا ہے، نہ بمعنی ''من''۔

(۳) آیت آل عمران: ﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾(۱)۔

مطلب یہ ہوگا کہ جب نیکوں کی جان نکلے تو ان کے ساتھ یا اللہ ہماری جان بھی نکال لینا، وھو کما تری۔

حالانکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو نیک بنا کے مار، ہم کو نیکوں سے کر۔ پس ثابت ہوا کہ ''مع'' بمعنی ''من'' ہے۔ وھو المطلوب۔

جواب: اس کا امام رازی نے یوں دیا ہے:۔

''وفاتهم معهم هي أن يموتوا على مثل أعمالهم حتى يكونوا في درجاتهم يوم القيامة، قد يقول الرجل أنا مع الشافعي في هذه المسألة، ويريد به كونه مساويا له في ذلك الاعتقاد'' (کبیر)(۲)۔

یعنی ابرار کے ساتھ ''توفی'' کے معنی یہ ہیں کہ ان کے عملوں جیسے عمل پر موت آئے تاکہ روز قیامت ان کے سے درجوں میں ہوں۔ عالم شخص بولتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے ساتھ ہوں اور اس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا اور ان کا عقیدہ ایک ہے (نہ یہ کہ میں ان کے ساتھ پیدا ہوا یا پڑھتا رہا)

اس لئے جملہ محققین مفسرین نے ''مع'' کو یہاں بھی مصاحبت کے لئے ہی تحریر کیا ہے۔ ((بیضاوی))(۳)، ((مدارک))(۴)، ((کشاف))(۵)، ((سراج منیر))(۶) اور ((ابوالسعود))(۷) میں ہے:۔ ''مخصوصين بصُحبتهم''۔

---

(۱) آل عمران: ۱۹۳۔ (۲) دیکھیں: ((تفسیر الکبیر)): (۹/۴۶۷)۔

(۳) (۲/۵۵)۔ (۴) (۱/۳۲۲)۔ (۵) (۱/۴۵۵)۔

(۶) (۱/۲۷۵)۔ (۷) (۲/۱۳۲)۔

ابن جریر لکھتے ہیں:۔ "أي: احشرنا محشرهم ومعهم" (۱)۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: "أي: ألحقنا بالصالحين" (۲)۔

((جمل)) (۳) میں ہے: "محشورين مع الأبرار"۔ خلاصہ مطلب یہ کہ اے اللہ! ہمارا حشر ان نیک لوگوں کی صحبت اور معیت میں کیجیو۔ اللھم آمین۔

پس ثابت ہوا کہ یہاں بھی "مع" بمعنی "من" نہیں ہے، اور نہ کہیں بھی آیا ہے۔ ھذا واللہ اعلم۔

☆☆☆

تمت بالخیر

مؤلف رحمہ اللہ نے اپنی ایک تصنیف کے اخیر میں ایک شعر درج کیا ہے، ہم بھی اسے یہاں درج کرتے ہیں:۔

يلوح الخط في القرطاس دهرا

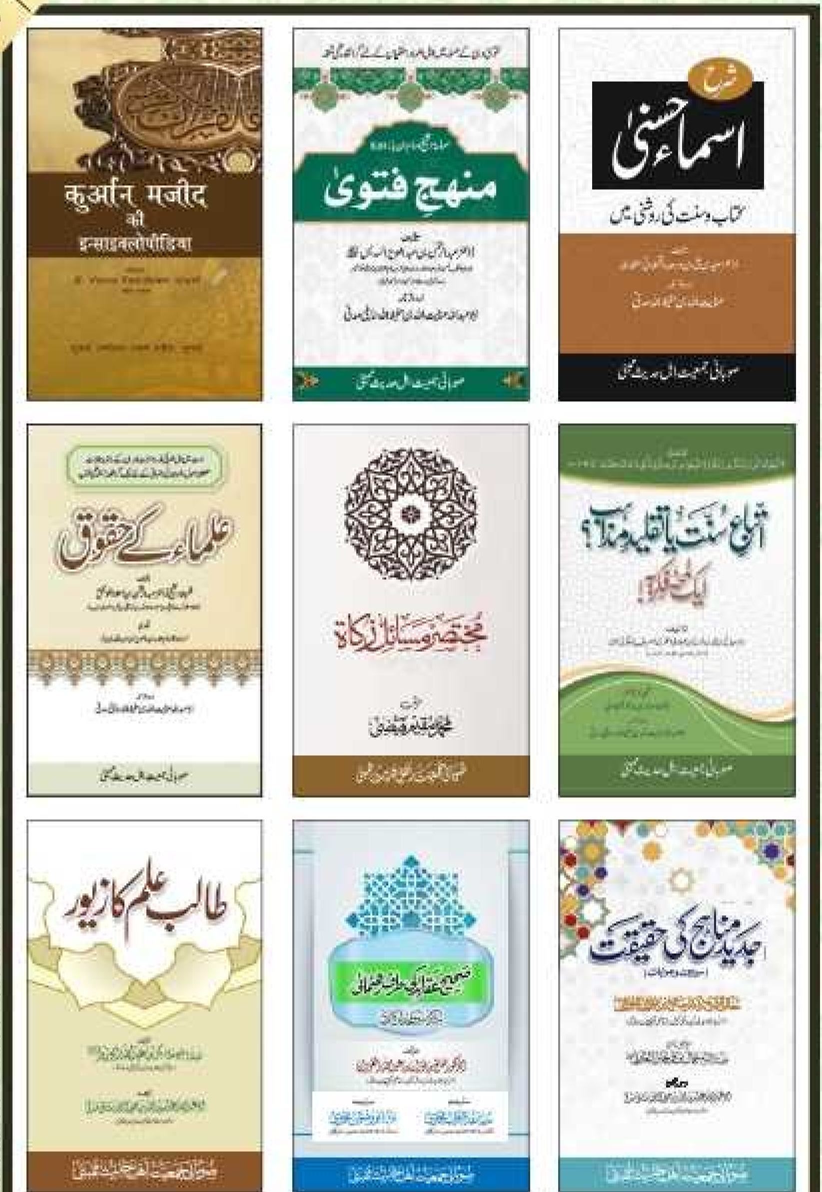
وكاتبه رميم في التراب

---

(۱) (۳۱۵/۶)۔ (۲) (۱۸/۲)۔

(۳) الفتوحات الإلٰھیۃ بتوضیح تفسیر الجلالین لدقائق الخفیۃ از سلیمان الجمل: (۳۶۸/۱)۔

ہماری اہم مطبوعات



A1 Grafix Studio : +91-9819189965

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

Phone : 022-26520077 ahlehadeesmumbai@gmail.com 9892555244

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org